رسائل ۱۵۷

جنوری ۱۹۲۸ء نمبر ۹

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعتِ اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریۂ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

قیمت سالانہ للعہ عزیز منزل ۔ لاہور ممالک غیر کیلئے ہر

شَهِدَ مِنْكُمُ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا
اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ
بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ز وَ
لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ
فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ
فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ
اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ
هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ
اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ
وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ
اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ
الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪
ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ
وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ

فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

تنفیح ۱۹۵۹

بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء

شذرات

تشریح تصویر ۔ اس ماہ کے رسالہ کی تصویر سے اکثر معاونین مشن و قارئین کرام ناواقف نہیں ۔ حضرت خواجہ صاحب کی یہ تصویر سنہ ۱۹۲۲ء میں لی گئی تھی ۔ اس وقت حضرت خواجہ صاحب اسی عارضۂ دماغ کے شکار تھے ۔ جو دماغی مشقت کا نتیجہ تھا حضرت خواجہ صاحب کے ذمہ کٹھن کام ہے ۔ اور جس قدر تصانیف آپ آئے دن کرتے رہتے ہیں ۔ حتیٰ کہ بعض سال ایسے گذرے ہیں ۔ کہ انھوں نے ایک ایک سال میں پانچ پانچ چھ چھ کتابیں دو دو صد ڈیڑھ ڈیڑھ صد صفحوں کی لکھی ہیں ۔ ایک طرف یہ محنت شاقہ دوسری طرف مشن کے تفکرات اگر وہ ایسی دماغی بیماریوں کے شکار نہ ہوتے تو تعجب خیز امر تھا ۔ یہ تصویر انکے ایام بیماری کی ہے لندن میں ایک مشہور کمپنی موسومہ بہ "الفیری فوٹو گرافک کمپنی" ہے جو مشاہیر عالم کے فوٹو لیا کرتی ہے ۔ اور جب کبھی پبلک میں ان مشاہیر کا ذکر کرنا ہوتو وہاں کے اہل مطابع اس کمپنی سے فوٹو حاصل کر کے اپنے صفحات کی زیب و زینت کرلیا کرتے ہیں ۔ چنانچہ اس کمپنی نے حضرت خواجہ صاحب موصوف کی یہ تصویر انہیں اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے لی ہے ۔ خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے اس دماغی عارضہ سے سنہ ۱۹۲۳ء میں آکر نجات پائی ۔ اور اب بفضلہ تعالیٰ انکے دماغی قویٰ ویسے ہی کام کرتے ہیں جیسے سنہ ۱۹۱۸ء سے پہلے +

اشاعت و توسیعِ اسلام

قدمِ ہمت اُٹھاؤ نصرتِ خداوندی صرف تمہارے انتظار میں ہے

توسیع اسلام و تضعیف مسیحیت کے سوال کو سامنے رکھ کر اگر آج میں گذشتہ بارہ سال کے واقعات پر ایک سرسری نگاہ بھی ڈالوں تو مسلم مشن ووکنگ کے آغاز سے آجتک جو جو مذہبی انقلابات انگلستان میں ہوئے وہ کھلے کھلے طور پر کہ رہے ہیں کہ **اشاعت اسلام** کے معاملہ میں نصرت خداوندی ہماری راہ دیکھ رہی ہے +

سنہ ۱۹۱۲ء میں جب میں انگلستان گیا تو گرجوں اور کنیسوں کو میں نے معمور پایا ۔ جس مسیحی معبد میں اتوار کے دن مجھے استعلام و استعجاب لیگیا وہاں میں نے گرجا کی بنچوں اور کرسیوں کو زن و مرد سے بھرا پایا ۔ آج بارہ برس کے بعد انگریزی بان کے محاورہ میں "خالی بنچوں" سے مراد مسیحی معبد لئے جاتے ہیں ستمبر ۲۳ سنہ ۱۹ء میں ایک مذہبی کانفرنس منعقدہ انگلستان میں لندن کے لارڈ بشپ فرماتے ہیں ۔ کہ لندن کی آبادی کے حصۂ شہر میں ایک کم پچاس گرجے ہیں ۔ جن کے لئے سرکاری طور پر ۴۹ واعظ ہر اتوار کو مسیحی ضمیر کی حفاظت کے لئے جاتے ہیں ۔ لیکن وہاں اپنے سامنے بمشکل ۱۲ اکیس نفری کو بمشکل عبادت کراتے ہیں ۔ اس کانفرنس میں ریورنڈ سمپس کا بیان تھا کہ انگلستان کے مضافات میں پچاس فی صدی حاضری کم ہے شاید یہ اس کا خیال درست ہوگا لیکن جو نقشہ بینٹ ووکنگ میں دیکھیں ہے وہ تو قریب قریب لندن کے شہری حصے کی کیفیت اپنے اندر رکھتا ہے +

یہ تو حاضری کی حالت ہے لیکن عقائد میں جو تبدیلی گذشتہ سات آٹھ سال میں دیکھی اسکی نظیر تو تاریخ عالم میں کہیں نظر نہیں آتی ۔ کلیسی مذہب کی جو گت اس

تھوڑی سی مدت میں خود اپنے معلمان کے ہاتھ سے ہوئی۔ اسکی نظیر دنیا میں کوئی مذہب نہیں۔ آج انجیل۔ توریت کو خود معتبرین کلیسیہ نے محرف و مبدل تسلیم کرلیا۔ ان کتب کے کثیر حصہ کو انسانی کلام قرار دیا گیا۔ مروجہ عقاید مذہب کے متعلق تسلیم کرلیا گیا کہ اُسے جناب مسیح کی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں۔ خمس موسیٰ کی کتابوں کے اکثر واقعات پایہ صداقت سے گرے ہوئے تسلیم کئے گئے۔ زبور کے بعض حصص کو اس قابل نہ سمجھا گیا کہ وہ گرجا کی میز پر رکھے جائیں۔ خود جناب مسیح کی باتوں کو ناقابل عمل اور ایک خواب بین کے تخیلات سمجھے گئے۔ اور تو اور مسئلہ طلاق کے متعلق بحث کرتے ہوئے علاقہ ڈرہم کے بشپ ڈاکٹر ہنسن نے ایک بھارے جلسہ میں کہا۔ کہ تم قانون طلاق کے مصائب سے بچنے کیلئے اس کی ترمیم اسلئے نہیں ہونے دیتے کہ ایسی ترمیم جناب مسیح کے ایک فقرے کے خلاف پڑیگی۔ یہ فقرہ تو اس کتاب میں ہے کہ جس کی صحت پر بھی ہمیں شبہ ہے۔ اور پھر اگر جناب مسیح آج ہوتے تو حالاتِ موجودہ کو دیکھ کر جو کچھ فرماتے زیادہ عقل سے کام لیکر فرماتے۔ غور کا مقام ہے کہ یہ فقرہ ایک اعلےٰ سے اعلےٰ ذمہ داری کے عہدے پر متمکن شخص کہہ رہا ہے۔ اور کہتا بھی اسکی شان میں ہے۔ جسے مسیحی دنیا خدا مانتی ہے۔ ایک مسلمان تو کسی پیغمبر کی شان میں بھی یہ فقرہ استعمال کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ رہی الوہیت مسیح اُس سے بھی آج آفیشل طور پر انکار ہوگیا۔ یہ امور جن کا میں نے ذکر کیا۔ فرادیٰ فرادیٰ معلمانِ مسیحیت کے مُنہ سے نہیں نکلے۔ بلکہ سنہ ۱۹۱۵ء سے لیکر سنہ ۱۹۲۳ء تک ہرسال ستمبر۔ اگست کے مہینے اکسفورڈ۔ کیمبرج یا کسی اور علمی مقام پر چوٹی کے پادریوں نے کانفرنسیں کیں۔ اور اُن کانفرنسوں میں باری باری یہ مسائل پیش ہوئے جسمیں بحث کے وقت انگلستانی کلیسیاء کے بہترین علماء نے حصہ لیا۔ اور مذکورہ بالا نتائج پر آئے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۲۱ء میں بمقام کیمبرج اسی قسم کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ انگلستان کا ایک مشہور فاضل ڈاکٹر راشڈل بشپ اوف کارلائل مسئلہ الوہیت پر تقریر کرنے کیلئے منتخب ہوا۔ اسکے علانات نے ایک دنیا کو حیران کردیا۔ اس نے

کہا۔ کہ ہم مسیح کی الوہیت پر تو ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن جناب مسیح کے متعلق ذیل کے اعتقادات بھی رکھتے ہیں (۱) جناب مسیح جسماً۔ رُوحاً۔ عقلاً اور قوت ارادی کے رو سے انسان تھے۔ اور خدا ہرگز نہ تھے (۲) جناب مسیح کے منہ بولے الفاظ سو آپ کا خدا کے ساتھ رشتہ انسان اور خدا کا پایا جاتا ہے۔ کچھ فقرے چوتھی انجیل میں اس رشتہ سے آگے جاتے ہیں۔ لیکن وہ انجیل ہی معتبر نہیں (۳) اگر جناب مسیح کے معجزات یا ان کی ولادت مخصوصہ تاریخاً صحیح مان لی جائے۔ تو بھی اس سے وہ خدا نہیں ٹھہرتے۔ (۴) جناب مسیح کی رُوح ازلی۔ ابدی نہ تھی۔ ہاں اگر اور لوگوں کی رُوحیں بھی ازلی۔ ابدی تسلیم کر لی جاویں تو بھی سہی (۵) جناب مسیح کے معاصر بعض غلطیوں میں پڑے ہوئے تھے مثلاً انہوں نے بعض دماغی بیماریوں کا نام آسیب۔ جن رکھا ہوا تھا۔ بائیبل کی بعض کتب کو وہ خدا کی طرف سے سمجھتے تھے۔ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اور جناب مسیح بھی ان غلطیوں میں پڑے ہوئے تھے۔ جناب مسیح کو آیندہ کے متعلق کچھ توقعات بھی تھے لیکن تاریخاً وہ ثابت نہیں۔ مُراد یہ ہے کہ جناب مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں +

حیرت کا مقام ہے۔ کہ ان شروط و حدود کا پابند انسان کیونکر خدا کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ **ڈاکٹر راشڈل** کی پانچویں شرط تو اسے ہماری نگاہ میں ایک نبی کے پایہ سے بھی گرا دیتی ہے۔ اسی جلسہ میں ریورنڈ ماسٹرمین نے جو السفرڈ میں ایک بیت العلوم الٰہیات کے پرنسپل ہیں۔ کہا کہ مسیح کو اگر ہم ابن اللہ کہتے ہیں تو یہ حقیقی معنوں میں نہیں۔ بلکہ اخلاقی طور پر اور ان معنوں میں ہر ایک انسان خدا کا بیٹا ہے میں یہ نہیں کہتا۔ کہ ان امور کا ظہور آج ہوا۔ یہ تو برسوں کی تحقیق و تفتیش کا نتیجہ ہے۔ لیکن یہ خدا تعالیٰ کے خاص فضلوں کا مقام ہے۔ کہ یہ سب کی سب باتیں ان تہہ بتہ چوٹی کے معلمان مسیحیت کے سینوں میں بند رہیں۔ یہاں تک کہ جس وقت اسلام کو اللہ تعالیٰ نے انگلستان میں پھیلانے کا ارادہ کر لیا اور ووکنگ میں جا کر علم اسلام نصب کر دیا۔ تو آغاز مشن کے تیسرے سال یہ باتیں نہایت اہتمام کے ساتھ ظاہر ہونے لگیں۔ یعنی ۱۹۱۶ء سے ان

بڑے بڑے پادریوں سے باضابطہ جلسے کرنے شروع کر دیئے۔ اور خود اپنی تحقیق و تدقیق سے ان باتوں کا ابطال کیا۔ کہ جو مجھ جیسے سو آدمی بھی وہاں جا کر ایک پچاس سو سال تک محنت کرتے تو ایسا نہ کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد کا یہ تو اسقدر کھلا کھلا نشان ہے کہ اگر ہم اسکی جناب میں سجدات شکر نہ کریں تو ہم گنہگار ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری نصرت پر آ کھڑا ہوا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم اور حدیث کے کھلے کھلے الفاظ اس ایک اصول حقہ کو قائم کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے افضال انسان کو آٹھوں پہر اپنا مورد بنانے کے لئے موجود ہوتے ہیں لیکن وہ افضال ظہور پذیر نہیں ہوتے۔ جب تک کہ انسان کا قدم ان افضال کے حصول کیلئے نہیں اُٹھتا۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ "کہ تم خدا کی طرف اگر ایک قدم اُٹھاؤ تو وہ دس قدم تمہاری طرف آئیگا" کائنات کی چیزیں جس طرح انسان کی مدد کرتی وہاں بھی یہی قانون نظر آتا ہے۔ یہی قانون الٰہی مجھے **اشاعت اسلام** کے متعلق عملاً نظر آ رہا ہے۔ اس قدر محققین انگلستان کا جنہیں سب کے سب کلیسیا کے اعلے سے اعلے عہدہ دار ہیں۔ برسوں سے ان امُور کی تحقیق کرنا۔ برسوں سے ان باتوں کو سوچتے رہنا کہ موجودہ عیسائی مذہب کہاں تک مذہب حقہ ہے۔ اور پھر نہایت خاموشی کے ساتھ نتائج بالا پر آجانا۔ لیکن ان سب کے اظہار کا وقت اللہ تعالیٰ کی مشیت میں وہی قرار دیا جاتا ہے جب **اشاعت اسلام** کے لئے ایک قدم خواہ وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو۔ ایک مسلم کی طرف سے اُٹھایا جاتا ہے۔ وہ قدم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک مندا مرہ عقائد و خیالات کا قلع قمع نہ ہو جانے۔ غیر مسلم مقامات میں اسلام کا پھیلانا گویا اس جگہ پر ایک نئی عمارت کھڑی کرنا ہے جہاں پہلے سے ہی بہت سی عمارتیں کھڑی ہیں۔ جبتک یہ عمارتیں نہ گریں۔ تب تک نئی عمارت کہاں قائم ہو۔ لیکن قربان جاؤں خدا تعالیٰ کے کہ اُدھر ہندوستان سے ایک معمار جاتا ہے۔ اُدھر آسمان پر پہلی عمارتوں کے گرانے کا انتظام ہو جاتا ہے۔ ابھی اسے انگلستان میں قدم رکھے ہوئے تین سال نہیں ہونے۔ ابھی اس کے پاس تعمیر کے سامان بھی جمع نہیں ہوئے کہ پُرانی عمارتوں کے انہدام کا کام

بڑے زور و شور کے ساتھ خدائی ہاتھ شروع کر دیتا ہے۔ یہ خدا کے ہاتھ نہیں تو اور کیا ہے کہ بشپ۔ ڈین۔ ڈیکن۔ آرچ ڈیکن۔ سب کے سب خود بخود مروجہ عیسائیت کے ایک ایک عقیدہ کی بیخکنی کر رہے ہیں۔ ایک مسلم مبلغ کو فیصلہ قرآنی کے ماتحت انہیں یہ اطلاع دینے کی ضرورت نہیں پڑتی کہ انجیل و توریت کے بہت سے حصص میں انسانی ہاتھ کی آمیزش ہے۔ بلکہ ۱۹۱۵ء میں خود بڑے عہدے کے پادری انگلستان میں جمع ہو کر اسقف اعظم آرچ بشپ آف کنٹربری کے دربار میں میموریل پیش کرتے ہیں۔ کہ ہم یہ حلف اٹھانے کو تیار نہیں کہ انجیل و توریت خدا کی طرف سے ہے۔ یہ وہ قسم ہے جو ڈیکن بننے کے وقت ایک پادری کو کھانی پڑتی ہے۔ ان باتوں کی تفصیل میں نے اپنی کتاب ینابیع المسیحیت میں کر دی ہے۔ اور یہ بھی کس قدر خدا کا فضل ہے کہ اس کتاب کی تصنیف نے دنیا پر ظاہر کر دیا۔ کہ مسیحیت کلیسیت کی کل کی کل مستدائرہ تعلیم شمس پرستی سے لی گئی ہے حضرت مسیح۔ مریم۔ بیت اللحم۔ بیت المقدس چند ایک مقامات سننے ہیں ورنہ الا کل کے کل حالات۔ حکایات۔ معتقدات۔ رسومات اور تہوار شمس پرستی کے ہیں جو جناب مسیح کی پیدائش سے صدیوں پہلے دنیا میں موجود تھے +

برادران اسلام! اب یہ آپ کے غور کا مقام ہے۔ کہ ہماری ایک ادنے سے ادنے کوشش کے مقابل اللہ تعالے کے افضال کس نئے انداز طریق پر ہمارے شامل حال ہوتے۔ کیا اگر ہم اپنی ان کوششوں کو کئی گنا کر دیں تو اس کی رحیمیت کا قانون مستمرہ ہماری کوششوں کے مقابل دس یا سو گنا نتائج مرتب نہ کریگا۔ خود غور کرو کہ ایکطرف تو نصرانیت مرمٹی۔ اس کی بنیادیں اکھڑ چکیں۔ اور تو اور خود اسکے معتقد اس سے بیزار ہو چکے۔ سیاسی مصلحتوں کی مجبوری آج علے الاعلان انہیں اپنے مذہب سے جدا ہونے نہیں دیتی۔ وہ چلاتے ہیں کہ نام تو انگلستان کے مذہب کا عیسائیت ہی رہے لیکن اس کا مفہوم کچھ اور ہو۔ بمقام پلائی موتھ (Ply mouth) ۱۹۲۳ء میں جو کانفرنس بیٹھی اس کا مقصد اس انہدام مذہب کے بعد اس کی نئی تعمیر کی کوشش تھی انسان

کر نئے بنالئے ہیں مذہب نہیں بنتا۔ یہ لاکھ کوشش کریں۔ یہ سب کوششیں بیہودہ اور فضول ہیں
اور نہ عامۃ الناس سیاسی امور کی خاطر اپنے ضمیر اور قلب کو بیچ سکتے ہیں۔ نہ وہ پولیٹیکل
اغراض کیلئے ایمان فروشی کر سکتے ہیں۔ اسی امر نے گرجے خالی کر دیئے۔
اسی امر نے نئے پلیٹ فارم مذہب کے قائم کر دیئے۔ ان تمام نئے مذاہب کو جو اس وقت
مغرب میں بن رہے ہیں خوب غور کر لو۔ خود قصر مسیحیت کی ان بنچوں کو اکھاڑنے والوں
کی ان کوششوں پر غور کرو جو وہ نئی عیسائیت کی تعمیر میں صرف کر رہے ہیں۔ ان سب
کوششوں میں تم ایک ہی بات پاؤ گے۔ ان نئے مذاہب کا کل کا کل مصالحہ اسلام سے
لیا جا رہا ہے۔ وہی اسلامی خط و خال ان نئے مذاہب میں نظر آتے ہیں چنانچہ اس
موضوع پر میں نے انگریزی میں ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام "الی صلّی سلاح" (اسلام کیطرف)
ہے [1] اس کتاب میں دکھایا گیا ہے۔ کہ یہ مذہبی تحریکیں جو عیسائیت کی بربادی پر مغربی
قلوب کو اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔ اپنی تعلیم و عقائد کیلئے اسلام کی رہین احسان
ہیں۔ میں نے اس کتاب میں مشہور تحریک میں سے ایک ایک کو لیکر یہ دکھلایا ہے کہ انمیں
سے ہر ایک میں $\frac{3}{4}$ یا $\frac{7}{8}$ یا $\frac{9}{10}$ اسلام ہے۔ اور جہاں اختلاف ہے اسکی معقول طریق پر
تردید کی گئی ہے۔ اور اس کے مقابل اسلامی صداقتیں دکھلائی گئی ہیں۔ بالمقابل امور ذیل پر
غور کرنے سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ اسلام پر واقفیت حاصل کرنے کی کہاں تک مغرب
میں خواہش ہے۔

ایک وہ وقت تھا کہ جب مجھے ایک لیکچر کی خاطر پانچ چھ پونڈ صرف کرنے پڑتے تھے
یعنی لیکچر ہال کو کرایہ پر لیا جاتا تھا۔ اشتہار چھاپے جاتے تھے۔ کچھ چاء پانی کا انتظام کیا
جاتا تھا۔ بہت سا حصہ ولٹ کی فرداً فرداً اشتہار بھیجنے میں صرف ہوتا تھا۔ پھر ان
اخراجات اور محنتوں کے مقابل مشکل سے تیس چالیس آدمی لیکچر سننے کیلئے آجاتے تھے
آج خدا کے فضلوں کو کہاں تک شمار کروں خود بخود انگلستان کے مختلف حصص مختلف
سوسائٹیاں اور انجمنیں ہم سے خواہش کرتی ہیں۔ کہ ہم انہیں سال میں تین یا چار لیکچر اسلام پر

---

[1] یہ انگریزی کتاب ۲ قیمت پر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور سے مل سکتی ہے۔

دیں۔ مکان۔ اشتہار۔ انتظام ہر قسم کا ان کے ذمہ ہوتا ہے۔ دوکنگ سے لیکچر گاہ تک
کے جانے کا کرایہ بھی وہ دیدیتے ہیں۔ اگر اُن کے شہر میں قیام کرنا پڑے تو اخراجات
مہمان نوازی بھی اُن کے ذمے۔ اگر اب ہماری طرف سے کمی ہے۔ تو اس مطالبے کے
مقابل مبلغ نہیں۔ اگر دس بھی مبلغ ہوں۔ اور انگلستان کے مختلف شہروں میں
بیسیوں انجمنیں ہیں جہاں ہم جا سکتے ہیں۔ تو یہ سب کے سب ہر ہفتہ مصروف
ہوں۔ جو حالت اس وقت انگلستان میں پیدا ہو گئی ہے۔ وہاں ہماری کوششیں
ختم ہو جاتی ہیں۔ کہ ما علینا الا البلاغ۔ تبلیغ کے کل سامان پیدا ہو گئے ہیں
اسے آگے کا مرحلہ جو ہدایت کا ہے وہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ سننے والے چاروں طرف
موجود ہیں۔ خوشی سے سننا چاہتے ہیں لیکن سنانے والے کہاں ہیں۔ بالمقابل ہمارے
مسلم احباب ہندان خبروں کو پڑھتے رہتے ہیں۔ کہ وہاں کے لوگ برابر مسلمان
ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ہمارے مسلم بھائیوں کو یہ سُنکر حیرت ہوگی کہ یہ لوگ کن
ذرائع سے مسلمان ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر وہی لوگ ہیں جنہوں نے انگلستان
کے مختلف کتب خانوں میں اسلامک ریویو کا مطالعہ کیا۔ یا کسی نہ کسی
طریق پر انہیں انگریزی کتابیں پہنچیں۔ اچانک ڈاک والا ہمیں خط دیتا ہے
اور اسمیں لکھا ہوتا ہے۔ کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ میں فلاں دن اس
غرض کیلئے دوکنگ یا لندن آؤنگا یا مجھے طریق اعلان لکھ بھیجئے۔ کیونکہ
میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ یا وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو ان مختلف انجمنوں سے تعلق
رکھتے ہیں جہاں وقتاً فوقتاً ہمارے مبلغین وہاں جاتے ہیں۔ اب یہ حالات
سوائے خدا تعالیٰ کے اور کون پیدا کر سکتا ہے۔ اس کے مقابل ہمارا اگر کوئی شکریہ
ہوسکتا ہے تو یہی کہ ہم اپنی کوششوں کو بڑھائیں۔ اور ہماری کوششیں دو قسم
کی ہونی چاہئیں۔ ایک یہ کہ اسلامک ریویو اور دوسرا اسلامی
لٹریچر جو میں لکھتا ہوں۔ وہ کثرت سے یورپ میں مفت
تقسیم ہو۔ اسی طرح مبلغین کی تعداد بھی بڑھائی جائے۔ یہ امر کونسا مشکل ہے

اگر مسلم برادران تھوڑی تھوڑی امداد کریں تو سب کچھ ہو جاتا ہے۔ اگر ایک ایک صوبہ ایک ایک ضلع میں سے چند بزرگ اٹھ کر تہیہ کریں۔ تو صوبہ چھوڑ ایک بڑے شہر میں سے ایک مبلغ کے اخراجات کا انتظام ہو سکتا ہے۔ اس زمانہ میں بدقسمتی سے ایک قسم کی بے اعتباری پھیل گئی ہے۔ اس کا ایک سہل علاج ہے کسی مشہور شہر کے چند مسلم معتبرین تھوڑا تھوڑا چندہ کر کے ایک مبلغ کی تنخواہ کے کفیل ہو جائیں۔ ان کے نام پر ایک مبلغ رکھ لیا جائیگا۔ جو وہ بھیجیں وہ تنخواہ میں اسے دیدیا کرونگا۔ اسی طرح رسالہ اسلامک ریویو جس کی قیمت ساڑھے سات روپے سالانہ ہے جو شخص بھی صرف روپے بھیجے۔ ہم ایک رسالہ اسکی طرف سے مفت انگلستان میں تقسیم کرینگے۔ اور جس غیر مسلم انگریز مرد یا خاتون کے نام یہ رسالہ مفت یورپ میں جاری کرینگے۔ ان کا نام و پتہ سے معطی کو اطلاع دیدینگے۔ ایک اور طرز بھی ہے۔ کہ اگر ایک شہر میں سال میں ایکدفعہ دو ہزار انگریزی رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری ہو جائے۔ تو ہم اس کے مقابل ایک مشنری رکھ دینگے۔ اسی امر پر میں نے اگلے دن علی گڑھ کے طلباء کو مخاطب کیا۔ اگر مسلم یونیورسٹی کے طلباء سال میں ایکدفعہ تہیہ کر کے ہر طالب علم سے دو روپیہ کے اندر اندر چندہ لیلیں۔ تو ایک مشنری کے گذارے کا سامان ہو جاتا ہے۔ میں اپنے احباب پروفیسران مسلم یونیورسٹی کی خدمتمیں اور ایسے بعض سرکردہ متعلمان یونیورسٹی سے یہ عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ اس کام میں حصہ لیں۔ ان گذشتہ بیس سالوں میں مختلف تحریکیں ہمارے سامنے آئیں۔ ان میں سے بعض تحریکیں ہمارے روپیہ۔ وقت اور توجہ کی کچھ دیر کیلئے مالک بھی بن گئیں۔ جہاں تک میری رائے ہے۔ ان تحریکوں کے محرک نیک نہاد لوگ تھے۔ انہیں صداقت بھی تھی۔ بعض ان نیک نہادوں کے ساتھ غلط کار بھی ملگئے۔ بہرحال کوئی اسباب ہوں نفس تحریک نے اس وقت یہی ثابت کیا کہ اشاعت اسلام ہی کی ایک تحریک ہے جو سر چڑھی۔ اور کامیابی کا منہ دیکھ رہی ہے۔ حق الامر بھی یہی ہے۔ کہ قرآن کریم نے اشاعت اسلام کو تو ہم پر فرض کر دیا۔ اور اگر ہم اللہ تعالے کے اس حکم

کی عزت کریں۔ تو کیوں اللہ تعالیٰ ہماری مدد نہ کرے۔ جہاں تک میں اپنی قلبی کیفیت کو دیکھتا ہوں میں خیال کرتا ہوں کہ میری ان کوششوں کا ایک حصہ ختم ہو چکا۔ اور اللہ تعالیٰ نے وہ دن دکھا دیا کہ عیسائیت کا انہدام ہو۔ لوگوں میں سے اسلام کے متعلق غلط فہمیاں دور ہو جائیں۔ ان کی توجہ اسلام کی طرف ہو جائے۔ وہ اسلامی مواعظ کو شوق سے سننے آئیں۔ یہ کام خدا تعالیٰ نے کر دیا۔ اور میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر شہادت دیتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام کر دیا۔ اگر آج میں دنیا سے رخصت بھی ہو جاؤں۔ تو میں اس تسکین قلب کے ساتھ رخصت ہوں گا کہ میری کوششیں ضائع نہیں ہوئیں۔ اسکے بعد یہ محض اس کا فضل ہے کہ وہ مجھے اور کامیابیوں کا منہ دیکھنے کے لئے زندہ رکھے۔ وہی اخبار جو آغاز مشن کے وقت اسلام پر منہ چڑاتے تھے۔ آج اسلامی محاسن کے معترف ہیں۔ اگلے دنوں انگلستان کے ایک مشہور روزانہ اخبار موسوم بہ ڈیلی مرر کو دیکھ کر میں سخت متحیر ہو گیا۔ وہ لکھتا ہے کہ وہ دن گئے جب ہم اسلام پر منہ چڑاتے تھے۔ اسلام کے بعض محاسن ایسے ہیں۔ کہ اگر ان کی پیروی کریں تو ہمارے لئے بہتر ہے۔ اور تو اور وہ پردے کے متعلق لکھتا ہے کہ مسلم لوگ غیرت رکھتے ہیں۔ وہ اپنی عورتوں کا بے محابا پھرنا پسند نہیں کرتے اگر ہم بھی ان کے پردے کی پیروی کریں۔ تو یہ نظارہ عورتوں کا نہ ہو۔ جو ہم انگلستان میں دیکھتے ہیں۔ سبحان اللہ!! الحمد للہ!! انگلستان اور پردہ کی خواہش۔ یہ خدا کی بوالعجبیاں ہیں۔ یہ پرلے درجے کا کفران نعمت ہو گا۔ کہ اگر ہم ان حالات سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ مشن چل چکا۔ اس کے لئے باضابطہ دفتر مسجد ووکنگ انگلستان ولندن مسلم ہوس میں قائم ہو چکا۔ مکان اپنا موجود۔ دیگر اسباب دفتر ہم پہنچ چکے۔ مشن کا رسالہ موجود۔ اس مشن کے موجودہ کارندے کسی زیادہ امداد کے محتاج نہیں۔ اب اگر ضرورت ہے تو یہی بات کی کہ کام کو بڑھایا جائے۔ آج سے کچھ تین چار برس پہلے اگر ایک روپیہ سے

ایک کام نکلتا تھا۔ تو آج اسی ایک روپیہ سے چارگنا کام نکل سکتا ہے۔ اس ضمن میں مجھے چند ایک محسنوں کا شکریہ بھی ادا کرنا ہے۔ جنہوں نے ان تمام حالات کے معلوم ہونے پر میری آواز کو سنا اور میری امداد کو پہنچے۔ ہماری مشکلات یہ ہیں۔ کہ اول تو یہ زمانہ ہی قحط الرجال کا ہے۔ پھر کچھ آدمی تیار ہوتے ہیں۔ تو ان میں سے بعض مختلف مشنوں پر لگ جاتے ہیں۔ اس وقت میرے سوائے صرف ایک مبلغ ووکنگ میں ہے۔ جو تیار ہوئے تھے وہ ہمارے ہی متعلق جرمن اور لاہور میں کام کر رہے ہیں۔ اور کچھ اپنے روزگار میں لگ گئے۔ اس سال میں نے دو نئے مبلغ بھیجے ہیں ان سے معاہدہ ایک حد تک مستقل کام کرنے کا کیا ہے۔ انمیں سے ایک کے کفیل تو میرے محسن جناب جہانگیر میاں صاحب والئے منگرول (کاٹھیا واڑ) ہیں۔ انکی ذات با جود کا مشن ہمیشہ ہی سے مرہون احسان رہا ہے۔ اس موقعہ پر بھی آپ نے میری اپیل کو سنا اور ایک مشنری کے اخراجات انھوں نے اپنے ذمہ لے لئے میں امید کرتا ہوں۔ وہ ایک قابل مشنری بن جائیگا۔ تحصیل عربیت کا سامان بھی مہیا کر دیا گیا ہے۔ دوسرے محسن جناب مسامحت مآب صاحب عزّ و شرف حضرت سیدنا طاہر سیف الدین ہیں۔ آپ کو جسقدر مذہب اور خدمت مذہب کا شغف ہے وہ اُن کے منصب و حیثیت سے ظاہر ہے۔ انھوں نے میری اپیل کو فیاضانہ طبیعت سے سُنا۔ اور خدمتِ اسلام کیلئے ہر طرح تیاری ظاہر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انکو جزائے خیر دے۔ انا اجری الا علی اللہ +

کوئی کام مشکل نہیں۔ اگر مسلمان بھائی ہمت کریں۔ اور تھوڑی تھوڑی (اعانۃً للہ ضرر نعمہ رحمۃ) روپیہ امداد مستقل رنگ میں ماہوار دیں۔ روز روز کی خط و کتابت اور استمداد میں وقت۔ محنت اور روپیہ ضائع ہوتا ہے۔ آج مشن کو بارہ سال ہو گئے شرعاً ایک بچہ بھی اس عمر پر بالغ ہو جاتا ہے۔ زمانہ نے ہمارے حالات سے آگاہی حاصل کر لی۔ ہمارا اچھا یا بُرا اخفا میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیاب کر کے دکھا دیا۔ آج یہی ایک کام ہے جس کی طرف سب سے پہلے مسلمانوں کو متوجہ ہونا چاہئے۔ یہی وہ کام ہے جسکے لئے

انبیاء علیہم السلام دُنیا میں آئے یہی وہ وظیفہ ہے جو صحابہ کرامؓ نے اپنے لئے تجویز کیا۔ ہندوستان کی بھی مشکلات کا حل اسی ایک کام سے ہے حساب کتاب کے متعلق میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جہاں تک ہندوستان کی آمد و خرچ کا سوال ہے۔ وہ ماہوار چھپ جاتا ہے۔ انگلستان کا حساب سنہ ۱۹۱۹ء کے بعد نہیں چھپا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ پادریوں نے خاص طور پر ہماری آمد و خرچ کے متعلق تفحص کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ رینلڈ والٹر نے ہمارے مشن پر ایک کتاب لکھ کر ہمارے حساب کتاب پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ اور ہمارے سنہ ۱۹۱۶ء سنہ ۱۹۱۷ء کے آمد و خرچ دیکھ کر خوشی ظاہر کی کہ یہ مسلم مشن عنقریب تباہ ہو جائیگا کیونکہ اُسے بجائے پونڈوں کے ہماری آمد میں روپے نظر آئے۔ اور بجائے لاکھوں کے ہزار نظر آئے۔ وہاں تو پانی کی طرح روپیہ بہتا ہے اس نادان نے یہ نہ سمجھا کہ ہمارے مشن کے کارندے اگر ایثار سے کام نہ لیتے۔ اور انکے پورے حق الخدمت کو عیسائی مشنوں کے اصول پر شمار کر کے رپورٹ میں دکھلا دیا جاتا۔ تو پھر ہمارے اخراجات بھی بہت ہوتے۔ بہر حال خدا کی شان ہے مشن تو آج تک قائم اور کامیاب ہے لیکن وہ ہمارے مشن کے خاتمہ کی پیشگوئی کرنے کے ایک سال بعد ہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اسکی اس رپورٹ پر مجھے یہی خیال آیا۔ کہ ہمارے مالی معاملات مشن سے ہمارے مخالف آگاہ نہ ہونے پائیں۔ لیکن چونکہ مشن کلیتہً میرے ہی ہاتھ میں تھا۔ اور ایک ہاتھ میں مالی معاملات کا رکھنا اسی صورت میں درست ہے۔ کہ جب پبلک کو وقتاً فوقتاً اطلاع رہے۔ اگرچہ یہ کُل کا کُل کاروبار میری ذات کا ہی پیدا کردہ ہے۔ اور مشن کا ایک معقول حصہ اخراجات اس وقت میرے ہی قلم کا اندوختہ ہے۔ بہر حال میں نے یہی مناسب سمجھا۔ کہ جس صورت میں ولایت کے حساب کو شائع نہیں کرنا تو بہتر یہی ہے کہ مالی معاملات مشن ایک رجسٹری شدہ باضابطہ انجمن کی نگرانی میں آجائیں۔ علاوہ ازیں میں سنہ ۱۹۱۸ء کے اخیر سے برابر پانچسال دماغی عارضہ کا شکار رہا۔ جس سے کلی صحت مجھے گذشتہ سال میں ہوئی۔ بہر حال تبلیغی پالیسی اور عملہ مشن سے فرائض مفوضہ کے ادا کرنے کے علاوہ باقی کل معاملات انجمن مذکور کے ہاتھ میں ہیں۔ لیکن اب میں نے یہی پسند کیا کہ دفتر مشن ووکنگ انگلستان کی کُل کتب

حساب کی نقل باضابطہ کتاب کی صورت میں دفتر مشن لاہور میں بھی رہا کرے۔ جو مسلم بھائی چاہے وہ آکر اس حساب کو سکرٹری مشن کی اجازت و نگرانی میں دیکھ لے۔ میں آئندہ سال کی ابتداہی میں ولایت جاتا ہوں۔ اور جانے سے پہلے ہی حساب کو اس نہج پر لے آؤنگا +

اخیر میں میں مسلمان بھائیوں کو عرض کرتا ہوں کہ یہ مشن اُن کا ہے۔ میں تو اُن کا ایجنٹ و خادم ہوں۔ خود رات دن محنت کرتا ہوں۔ اور اپنی قلم سے ایک معقول رقم روپیہ کی کماتا ہوں اور ان سب کا منافع مشن پر خرچ کرتا ہوں۔ میرا حق ہے کہ میں اپنی خدمات کے عوض میں اپنے بھائیوں سے کچھ مطالبہ کروں۔ اور میرا مطالبہ یہی ہے۔ کہ وہ میرا ہاتھ بٹائیں +

۷ دسمبر ۱۹۲۴ء خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

سلطنت برطانیہ کے مذاہب کی کانفرنس

مذاہب کی کانفرنس کا انعقاد کوئی نیا خیال نہ تھا۔ اٹھائیس سال ہوئے ۱۸۹۶ء میں ایک اسی قسم کی کانفرنس شکاگو (امریکہ) میں انٹرنیشنل پارلیمنٹ آف ریلیجنز (مذاہب کی بین الاقوامی پارلیمنٹ) کے نام سے منعقد ہوئی تھی۔ اس کے بعد برسلز۔ لیڈن پیرس اور آکسفورڈ میں متعدد ایسی کانفرنسیں ہوئیں۔ ان کانفرنسوں میں مباحثات کی بھی اجازت ہوتی تھی۔ جو بسا اوقات تلخ نتائج کے ساتھ ختم ہوتے تھے۔ لیکن موجودہ کانفرنس کی ایک عجیب خصوصیت یہ تھی۔ کہ اسمیں بحث و مباحثات کو قطعاً دخل نہ تھا جو پرچے وہاں پڑھے گئے۔ وہ پہلے سے سمجھدار افراد کی خدمتیں پیش کیے جاچکے تھے تاکہ وہ اپنا اطمینان کرلیں۔ کہ اسمیں دیگر مذاہب پر کوئی معاندانہ نکتہ چینی نہیں۔ اس کے علاوہ شخصیتوں کی بیجا تعریف قطعاً ممنوع تھی۔ ہر پرچہ کا مضمون نو ہزار الفاظ پر مشتمل ہوتا تھا۔ اور جو پرچے پڑھے گئے۔ ان پر کوئی بحث و مباحثات کی اجازت نہیں دیگئی +

کانفرنس کا افتتاح

اس کانفرنس کا افتتاح ۲۲ ستمبر ۱۹۲۴ء کو سہ پہر کے وقت امپیریل انسٹیٹیوٹ لندن میں ہوا۔

ف تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل۔ لاہور (پنجاب) ہونا چاہئے

گیلری کو مشرقی پردوں غالیچوں اور ہاتھ کی بنائی ہوئی تصاویر سے سجایا گیا تھا۔ چارسو آدمی کی حاضری تھی۔ وفادارانہ مسرت کا ایک پیام ملک معظم کیخدمتمیں بھیجا گیا جسکے جواب میں ہز میجسٹی نے بذریعہ تار شکریہ ادا کیا۔ جیسٹر بین نے کہا۔ کہ ہر ممکن کوشش اسبات کیلئے عمامیں لائی گئی ہے۔ کہ ان تمام مذاہب کے پرچے آجائیں۔ جن سے اس ملک کے لوگ عام طور پر واقفیت نہیں رکھتے لیکن مذہب کنفیوشس کے متعلق پرچہ حاصل کرنے میں ممبران کانفرنس کو ناکامی ہوئی۔ اور یہ غالباً صرف ایک اخلاقی ضابطہ ہے۔ نہ کہ کوئی مذہب۔ نیز بھی انہوں نے اعلان کیا کہ کانفرنس کی روئداد دو جلدوں میں شائع ہوگی +

سلطنت برطانیہ کی بنیاد مذہب پر

خطبۂ افتتاحیہ کرنل سر فرانسس ینگ ہسبینڈ نے پڑھا جسمیں انہوں نے بتایا کہ برطانوی حکومت تمام مذاہب سے برتاؤ کرنے وقت قطعی غیر طرفداری کا اصول اپنے سامنے رکھتی ہے لیکن حکومت کی یہ غیر طرفداری اس بات پر محمول نہیں کی جاسکتی۔ کہ اسے مذہب سے کوئی تعلق نہیں حکومت مذہب کے ساتھ غیر طرفداری کا برتاؤ کرسکتی ہے لیکن برطانوی افراد کے دل مذہب کا گہرا جوش اپنے اندر رکھتے ہیں۔ سر فرانسس نے یہ بھی بتایا کہ آخری بنیاد جس پر سلطنت کو کھڑا ہونا چاہئے ضروری ہے۔ کہ مذہب نہ کہ سیاسی نظام نامے یا اقتصادی معاہدات۔ حب الوطنی بھی اس کے لئے کافی نہیں۔ حب الوطنی سے اوپر اور اخلاقی ترقی و اشاعت کا موجب مذہب ہونا چاہئے۔ جب تک سلطنت کی تمام اقوام روحانی اشیاء کو تمام دوسری چیزوں سے مقدم نہ کرلیں۔ وہ زندگی کی جدوجہد میں باہم ملکر کام نہیں کرسکتے +

ہندو مذہب

اس کے بعد پروفیسر آف کیمبرج صدارت کی کرسی پر رونق افروز ہوئے۔ اور ہندو مذہب کے نمائندہ پنڈت شیام شنکر کا جو پہلے سنٹرل ہندو کالج کے پروفیسر تھے۔ اور اب بنارس ہندو یونیورسٹی میں ہیں تعارف کرایا +

پنڈت شیام شنکر نے جو ایک خوبصورت مشرقی لباس میں ملبوس تھے سب سے پہلے برطانوی حکومت کی مذہبی رواداری کا شکریہ ادا کیا۔ آپ نے بہت سا وقت معتقدات کے تنوع

کے بیان کرنے میں لیا۔ جس سے ہندو مذہب پیدا ہوا۔ آپ نے بتایا۔ کہ ہندو مذہب نے خدا تعالیٰ اور کائنات کو اعلےٰ سے اعلےٰ فلسفیانہ پرواز سے لے کر نہایت ادنےٰ ترین عملیات تک تمام قسم کے خیالات کو رواداری کی نظروں سے دیکھا ہے۔ ہندو مذہب کی جامع و مانع تعریف کرنا جو سب کے لئے قابل قبول ہو بہت مشکل امر ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک عامی آدمی کیلئے یہ مشکل ہے۔ کہ وہ ہندو مذہب کی عالمگیر تعلیم کو سمجھ سکے۔ انہوں نے کرم (اعمال) کے مسئلہ پر بھی بحث کی۔ اور ہندوؤں کی کتب مقدسہ کا مختصر احال بتایا۔ جس میں بھاگوت گیتا کا خاص طور پر ذکر کیا۔ جسکو انہوں نے ہندوؤں کی انجیل قرار دیا۔ باقی پرچہ میں زیادہ تر ذات پات پر بحث تھی +

وزیر اعظم کا پیغام

کانفرنس کا دوسرا اجلاس ۲۳ ستمبر کو منعقد ہوا۔ سب سے پہلے پروفیسر مارگولی اتھ نے جو اس وقت صدر تھے وزیر اعظم کی طرف سے ذیل کا پیغام پڑھ کر سنایا :-

سلطنت کے بعض زندہ مذاہب کی کانفرنس کو اپنی خوشنودی کا پیغام بھیجنے کا موقعہ ملنے کی مجھے از حد خوشی ہو۔ بہت سے مذاہب اور بہت سے معتقدات ہماری سلطنت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ہر ایک اپنے اپنے طرز پر ہماری سلطنت کے لوگوں کی رہنمائی ایسی جانب کر رہے ہیں جو آخر کار کسی نہ کسی روشنی تک پہنچانیوالی ہے۔ میں کانفرنس کے مقاصد کا خیرمقدم نہایت فراخدلی کے ساتھ کرتا ہوں۔ اور اس بات کا بھی کہ اسکے ذریعہ سے ہمیں یہ علم ہوتا ہے کہ ہماری سلطنت کے لوگ روحانیت کے لئے ایکدوسرے کے مخالف رستوں پر نہیں چلتے بلکہ ایک ہی متحدہ شاہراہ پر گامزن ہیں"۔ اس کے بعد کا حصہ اسلام کے متعلق ہے جس کا ترجمہ اشاعت اسلام ماہ دسمبر ۱۹۲۴ء میں پہلے دیا جا چکا ہے +

شیعہ مذہب

شیعہ مذہب کی طرف سے زندگی اور مذہب پر ایک پرچہ بغداد کے شیخ خادم دوجیلی نے تیار کیا تھا جس کو سرطاس آرنلڈ نے پڑھ کر سنایا۔ اس پرچہ میں بتایا گیا تھا۔ کہ شیعہ

مذہب والوں کی تعداد مسلمانوں کی مجموعی تعداد سے ایک تہائی پر مشتمل ہے اور ایران۔ عراق بحرین اور ہندوستان میں اس مذہب کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ان کے تین حصے ہیں ایک گروہ کا خیال ہے۔ کہ انسان مذہب کے اصولوں اور انکی تشریحات ہر دو میں اپنی طرف سے اضافہ کرسکتا ہے۔ دوسرا گروہ روایات کا قائل ہے اور قرآن پر اپنا انحصار رکھتا ہے اور تیسرا گروہ الہام الٰہی کو جاری مانتا ہے۔ اور زمین پر اماموں کی روحانی طاقت کو تسلیم کرتا ہے +

سلسلۂ احمدیہ

اسکے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد نے سلسلۂ احمدیہ کے حالات بتائے اس تحریک کے صدر مقصد دور ماریں بھی اس پرچہ میں بتایا گیا۔ کہ اس سلسلہ کے بانی کا دعویٰ مہدی ہونے کا تھا جسکی پیشگوئی آنحضرت صلعم نے فرمائی تھی۔ اور مسیح موعود کا بھی جسکی پیشگوئی بائبل اور بعض اسلامی کتابوں میں ہے۔ یہ سلسلہ اسلامی تعلیمات کو از سر نو تازہ کرنے کیلئے ہے +

بدھ مذہب

۲۴ ستمبر کو بدھ مذہب پر غور کرکے ڈاکٹر ڈی سلوا نے لیکچر دیا مسٹر سی آر ڈی ڈی لرسمد ریا انہوں نے بتایا کہ بدھ مذہب میں قوانین قدرت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور کوئی شخص جو اس اظہار سے تسلی یافتہ نہ ہو۔ بدھ مذہب کا پیرو نہیں ہوسکتا۔ اس پرچہ میں صحیفۂ فطرت کی تین باتوں کا ذکر کیا گیا:-

۱- بار بار بدلتے رہنا۔

۲- ایک چیز کی دوسری سے ناموافقت۔

۳- تمام وہ باتیں جو ہمارے ذہن میں آتی ہیں۔ ان کا بے حقیقت ہونا +

انہوں نے بتایا۔ کہ یہ ناموافقت کی صورت انسان کے احساس اور ادراک سے پیدا ہوتی ہے۔ ان تینوں باتوں (تلون یا ناموافقت اور بے حقیقت) سے بچنے کے لئے ہمیں احساس یا ادراک کی طاقت کو کم کرنا چاہئے یہی اپنے آپکو مارنا بدھ مذہب کا نصب العین یا نروان ہے دو اور پرچے بدھ مذہب پر پڑھے گئے۔ ایک مسٹر جی پی مالا سیکر انے سیلون میں بدھ مذہب کا اثر تعلیم پر کے عنوان سے پڑھا۔ اور دوسرا مسٹر ایس موٹو ہیچر امپیریل یونیورسٹی ٹوکیو (جاپان)

نے (Mahayana Buddhism) پر - آخری پرچہ میں وسط ایشیا چین اور جاپان میں بدھ مذہب کی اشاعت کا حال بتایا گیا +

زرتشتی مذہب

۲۵ نومبر کا دن زرتشتی مذہب جین مت اور جیوئی مذہب کے لئے وقف تھا۔ زرتشتی مذہب کے شمس العلما دستور کیقباد داراب نوشیروان نے جو دکن (ہندوستان) میں پارسیوں کے ہائی پریسٹ ہیں پڑھا - اس پرچہ میں بتایا گیا - کہ اللہ تعالیٰ کو پارسی مذہب میں اہورامزدا (خدائے دانا) سمجھا جاتا ہے - روشنی اور ظلمت دونو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں - اور آگ اس کا ظاہر نشان ہے +

زرتشتی مذہب میں یہ سکھایا گیا ہے - کہ انسان کی اعلیٰ غرض اور نصب العین الگ تھلگ اور گیان دھیان کی زندگی سے حاصل نہیں ہوتا - انسان اپنے اعلیٰ سے اعلےٰ کمال تک اس طرح پہنچ سکتا ہے - کہ وہ دنیا میں رہے اور غربا اور محتاجوں کی خدمت کرے - روحانیت کی ترقی پارسی مذہب کا نصب العین ہے - لیکن بے کاری ہرگز اس سے مراد نہیں - زرتشت کے دعاوی خالصۃً عقل پر مبنی تھے - اور کسی اعجازی طاقت کا دعویٰ انہیں نہ تھا - اخلاق کے متعلق زرتشتی مذہب میں جو تعلیم دی گئی ہے - وہ تکمیل کے لحاظ سے اس پایہ کی ہے جیسے کسی دوسرے مذہب کا اخلاقی ضابطہ - وہ کسی دوسرے مذہب کے اخلاقیات کے لئے مضر نہیں +

جین مت

جین مت کے متعلق رائے بہادر جگمندر لال جینی چیف جج اندور (ہندوستان) نے پرچہ تیار کیا تھا - اسکی سب سے بڑی تعلیم یہ بتائی گئی - کہ تمام زندہ چیزوں کو ضرر پہنچانے سے احتراز اعلےٰ ترین مذہب ہے +

ان کے نزدیک نباتات حیوانات اور انسان اور ایسا ہی شیطان اور ملائکہ ہمیشہ ہوتے رہے ہیں - اور ہمیشہ رہینگے - ایسا ہی نجات یافتہ روح اپنی اعلےٰ ترین حالت میں - اور رحمت و برکت اور غیر فانی ہونا ایک دائمی حقیقت ہے - اس آخری حالت تک ہم صرف اسی

صورت میں پہنچ سکتے ہیں کہ ضرر رسانی سے بچنے کی کوشش کی جائے ۔ اور یہ بے ضرر رسانی
کی حالت غصہ اور جذبات کو دبانے اور دور کرنے سے پیدا ہوتی ہے ۔ جین مت
میں انسان کے اوضاع و اطوار کے قوانین محبت ۔ رحم ۔ مہربانی ۔ شفقت باہمی
احساس اور ہمدردی پر مبنی ہیں ۔ جینی لوگ لازمی طور پر گھاس خور ہیں +

صوفی مذہب

صوفی مذہب پر بھی ایک پرچہ میں جو حافظ روشن علی صاحب نے تیار کیا تھا روشنی
ڈالی گئی ۔ اسمیں بتایا گیا ۔ کہ سچے صوفی وہ ہیں ۔ جو پورے اخلاص اور دل کے ساتھ
اپنی باطنی صفائی کی کوشش کرتے ہیں ۔ اور تمام بری خواہشات کو اپنے دل سے نکال
دیتے ہیں ۔ ایک صوفی صرف اللہ تعالیٰ کو پہچاننے اور اس سے محبت کرنے سے ہی حقیقی
صوفی بن سکتا ہے ۔ ہندوستان میں صوفیوں نے باطنیات کے اصول پر بہت سے
مذاہب کو جمع کرنا چاہا ہے +

برہمو سماج

برہمو سماج کے متعلق مسٹر این ۔ سی ۔ سین نے پرچہ پڑھا ۔ آپ مشہور مسٹر
کیشب چندر سین کے بیٹے ہیں ۔ جو اپنی وفات ۱۸۸۴ء سے پیشتر برہمو سماج
کے لیڈر تھے ۔ سر ایڈورڈ گیٹ جو انڈین سینسس کمشنر (کمشنر مردم شماری ہند)
رہ چکے ہیں ۔ کرسی صدارت پر رونق افروز تھے ۔ مسٹر سین نے فرمایا ۔ کہ سماج
کی بنیاد ۱۸۲۸ء میں راجہ رام موہن رائے نے رکھی تھی ۔ ویدوں کے غیر محرف منزل
ہونے کا خیال ترک کر دیا گیا ۱۸۵۸ء میں کیشب چندر سین اس سلسلہ میں داخل ہوئے
اور بہت بڑا رسوخ انہوں نے حاصل کر لیا ۔ اپنے معتقدات کے لحاظ سے سماج کے لئے
بطور جڑ کے ہیں ۔ اور ایک فریق جس کی آپ نے رہنمائی کی ۔ آخر کار اصل سوسائٹی سے
علیحدہ ہو گیا +

اس سماج کی تعلیم ہے کہ انسان کی مذہبی حالت ترقی پذیر ہے ۔ برہمو سماج والوں کا یہ
عقیدہ نہیں کہ ہر مذہب میں صداقتیں مل سکتی ہیں ۔ بلکہ ان کا عقیدہ ہے ۔ کہ تمام

مذاہب جو دنیا میں قائم ہیں۔ صحیح اور سچے ہیں۔ وہ ایک ہی بزرگ و برتر ہستی یعنے اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اوتاروں پر ان کا ایمان نہیں۔ روح کے غیر فانی ہونے اور اسکی ترقی پذیر حالت پر ان کا ایمان ہے۔ اور اس دنیوی زندگی کے بعد ایک اخروی زندگی کو بھی وہ مانتے ہیں جسمیں حالت ادراک موجود ہوگی۔ خدا سے محبت اور اسکے کام کرنے میں اسکی عبادت بھی شامل ہے۔ اخلاقی صداقت دانائی کا حصول مخلصانہ احساسات کا پیدا کرنا ان کے رسوم واجبات نہیں۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے پیغمبر ایک روحانی سلطنت کے بنانے والے ہیں۔ اور ان سب کے آگے وہ سر اطاعت خم کرتے ہیں +

آریہ سماج

اسکے بعد شکارپور (سندھ) کے پروفیسر پھیروانی نے آریہ سماج کے متعلق اپنا پرچہ پڑھا۔ سر ایڈورڈ گلیٹ ابھی تک کرسی صدارت پر رونق افروز تھے۔ پروفیسر موصوف نے بتایا۔ کہ دیانند سرستی جنہوں نے آریہ سماج کی بنا رکھی ہے۔ ۱۸۲۴ء میں کاٹھیاواڑ کے اندر برہمنوں کے گھر پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے تمام شمالی ہندستان کا سفر کیا اور بت پرستی۔ ذات پات اور فرقوں کے امتیازات کے خلاف تعلیم دیتے پھرے برھموسماج نے کسی مقدس کتاب کو جسمیں وید بھی شامل ہیں قابل اعتبار ماننے سے قطعاً انکار کردیا تھا۔ لیکن دیانند نے دوسری کتابوں کو جو ویدوں کے بعد نازل ہوئیں رد کرتے ہوئے بتایا کہ وید ہی ایسی کتابیں ہیں جنمیں علوم صحیحہ پائے جاتے ہیں۔ اور کہ ایک آریہ کا یہ سب سے بڑا فرض ہے کہ وہ ان کو پڑھے پڑھائے اور ان کا وعظ کرے۔ آریہ سماج کے پیروؤں کی تعداد اس وقت پانچ لاکھ ہے۔ ان کا ایمان ہے کہ خدا تعالیٰ تمام سچائی علم اور ہر چیز کی جو معلوم ہو علت العلل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام علم ہے۔ تمام خوبصورتی ہے وہ جسم نہیں رکھتا۔ قادر مطلق ہے منصف ہے۔ رحیم ہے۔ وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا۔ وہی ابتدا ہے۔ کوئی اس سے مقابلہ کے لائق نہیں۔ غیر فانی ہے۔ ڈر اور خوف سے آزاد ہے اور صرف وہی تمام کائنات کا اصل باعث اور اسکی علت ہے۔ اس سماج کا مقصد یہ ہے کہ ہندو مذہب کو اندرونی طور پر پاک صاف کیا جائے۔ اور عیسائیت اور اسلام سے حملوں سے

اسکی حفاظت کی جائے۔ سر ایڈورڈ گیٹ نے بیان کیا۔ کہ شدھی کے متعلق آریونکی جدوجہد کو بھی زیادہ تر ان عناد اور تفرقہ کا موجب قرار دیا گیا ہے۔ جو اس وقت ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے اندر پایا جاتا ہے +

بہائی مذہب

اس کے بعد ڈاکٹر والٹر والش کرسی صدارت پر رونق افروز ہوئے۔ اور بہائی مذہب کے متعلق پرچہ پڑھا گیا جو حیفہ (فلسطین) میں اس مذہب کے رئیس شوگی آفندی نے تیار کیا تھا۔ اس پرچہ کے ساتھ ایک تتمہ عبدالبہا کے پوتے روحی افنان نے لکھا تھا اس مذہب کے بانی کو اپنے وطن (فارس) میں اذیتیں پہنچائی گئیں۔ اور ہزارہا پیروؤں سمیت اسے شہید کیا گیا۔ یہ مذہب اسلام سے پیدا ہوا۔ اور زیادہ مغربی ممالک میں اس نے اپنا قدم جمایا۔ اس نے نسل انسانی کی وحدت کی تعلیم دی ہے۔ اور یہ کہ مذہب علم و عقل کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ اور کہ مرد اور عورتیں تمام حالات اور مراتب کے لحاظ سے مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ اور کہ ایک عالمگیر زبان اور ایک بین الاقوامی عدالت ہونی چاہئے۔ جو تمام اختلافات کا فیصلہ کرے۔ اور عالمگیر صلح و امن کی حکومت دنیا میں قائم ہو۔ اگر ماں باپ صرف ایک ہی بچہ کو تعلیم دلانے کی توفیق رکھتے ہوں۔ تو انہیں چاہئے کہ لڑکے کو ترجیح نہ دیں۔ بلکہ لڑکی کو ترجیح دیں۔ کیونکہ نسل انسانی کی سب سے پہلی معلمہ مائیں ہیں۔ روحی افنان نے اسبات کا ادعا کیا۔ کہ موجودہ اجتماعی اور سیاسی تحریکات جو عورتوں کی ترقی کے متعلق ہیں لیگ آف نیشنز کا قیام۔ ایک عالمگیر زبان بنانے کے متعلق کوششیں اسبات کا ثبوت ہیں کہ اس مذہب کی سپرٹ نسل انسانی کے رگ و ریشہ میں سرایت کر رہی ہے +

تاؤ مذہب

تاؤ مذہب کے متعلق مسٹر ہام ٹی شن (ایک چینی سیمی) نے پرچہ تیار کیا تھا جو آجکل آکسفورڈ میں تقابل مذاہب کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہ پرچہ ۲۹ ستمبر کو پڑھا گیا۔ اسمیں بتایا گیا کہ مذہب کنفیوشس اور تاؤ مذہب ایک ہی مخزن آئی چنگ یا بک آف چینج (تبدیلی

کی کتاب سے نکلے ہیں۔ اول الذکر مذہب میں اخلاقی اور سیاسی پہلوؤں کی نشوونما کی گئی ہے۔ اور موخر الذکر میں جو لاؤتزو (...) کے زیر اثر مذہب کنفیوشش کا ہمعصر ہے۔ باطنی اور مذہبی عناصر کو ترقی دیگئی ہے۔ تاؤ مذہب کا موجودہ "پوپ" جو چنگ لاؤ لنگ ہے جس نے اس مذہب کی بنا ایک منظم سوسائٹی کی شکل میں رکھی براہ راست شجرہ میں باسٹھواں خلیفہ ہے چین کے لنگ ہو پہاڑ پر اقامت پذیر ہے +

سکھ مذہب

اس کے بعد نابھہ کے سردار خان سنگھ کا پرچہ سکھ مذہب پر پڑھا گیا۔ سر ہربرٹ گن اس وقت کرسی صدارت پر رونق افروز تھے۔ اس پرچہ میں بتایا کہ سکھ مذہب کے بانی مبانی حضرت بابا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ۱۴۶۹ء سے ۱۵۳۶ء تک زندہ رہے انہوں نے اپنی زندگی کے ایام مذہبی غور و تدبر اور درس و تدریس میں گذارے۔ ان کی تعلیم تھی۔ کہ خدا ایک ہی ہے۔ جس کی مختلف شکلوں میں عبادت کی جاتی ہے۔ انہوں نے اپنے شاگردوں کو حکم دیا۔ کہ سب لوگوں سے صلح کا طریق اختیار کریں۔ حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ نے ذات پات کو اُٹھا دینے کی تعلیم دی۔ اور مقدس مقامات کی زیارت اور راہبانہ زندگی سے منع کیا۔ اور روزانہ زندگی میں اللہ تعالیٰ سے اتحاد پیدا کرنا سکھایا +

قدیم دقیانوسی معتقدات

مسٹر بیکر نے جو کینیا کے محکمۂ جنگلات میں ملازم رہ چکے ہیں "مشرقی افریقہ کے بعض مذاہب" کے عنوان سے ایک پرچہ پڑھا۔ انہوں نے بتایا کہ کینیا کی مرتفع زمین سادہ مزاج باشندے قدرتی حالت کے بالکل قریب ہی زندگی بسر کرتے ہیں۔ نگئی یعنے خدائےتعالیٰ کی ہستی کے وہ قائل ہیں۔ اور ان کا خیال ہے۔ کہ وہ کینیا کے برفانی پہاڑوں پر رہتا ہے۔ یہ بہت بڑی سپرٹ جس نے اشیاء کو پیدا کیا ہے۔ نہ کوئی ابتدا رکھتی ہے نہ انتہا۔ نہ اس کا باپ ہے نہ ماں۔ نہ اسکی شادی ہوئی۔ نہ اس کے ہاں کوئی بچے ہیں۔ کبھی وہ بدلتا نہیں۔ کل بھی وہی تھا۔ آج بھی وہی ہے اور ہمیشہ وہی رہیگا۔ سورج۔ چاند اور مینہ سب کے سب "نگئی" کے مظاہر قدرت ہیں۔ اور انکی

کے توسط سے اس کی عبادت کی جاتی ہے بعض مقدس درخت ہیں جن کے نیچے نمازیں پڑھی جاتی اور قربانیاں کی جاتی ہیں۔ کوئی معبد اس غرض سے موجود نہیں۔ عام طور پر ان کی دعائیں مادی اشیاء یعنے بھیڑوں اور بکریوں اور بچوں کے لئے ہوتی ہیں کوئی لٹریچر ان کے ہاں نہیں۔ صرف باپ کہانی اور گیت وغیرہ کے ذریعہ اس مذہب کی تاریخ اپنے بیٹوں کو بتاتے ہیں +

آباؤ اجداد کا خوف

آر ج ڈیکن ولیمس نے جو نیوزیلینڈ کے رہنے والے ہیں موری ادیان کے متعلق ایک پرچہ پڑھا اور بتایا۔ کہ موری مذہب کے بڑے بڑے معتقدات یہ ہیں کہ موریوں کے ہاں ایک اللہ تعالیٰ کا کوئی خیال نہیں۔ بلکہ ان کا ایمان ہے۔ کہ یہ کائنات بیشمار روحوں کے زیر حکم ہے۔ جو انسان کی دشمن ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ روحیں انسانی اعمال کی نگہبانی کرتی ہیں۔ اسی وجہ سے اسے زیادہ تکلیف پہنچتی ہے اور کہ جب کبھی انسان کو ایسے امور سے واسطہ پڑتا ہے۔ جس سے کسی ایک روح کا گہرا تعلق ہو۔ تو اسکی قربانی ضروری تھی یہ بھی بتایا گیا۔ کہ موری عقیدہ کے پیرو اپنے آباؤ اجداد کی عبادت کرتے ہیں لیکن اگرچہ وہ انہیں خدا کے منصب پہ بٹھاتے ہیں۔ لیکن ان کے متعلق باقیماندہ اشیاء سے بڑھ کر خوف ان کے دلوں میں ہوتا ہے +

ایک کتے کی غیر متابعت

مغربی افریقہ کے مذاہب کے ایک بیان میں کپتان میلیکم نے بتایا کہ کیمرون کے بانٹو زبان بولنے والوں کا خیال ہے۔ کہ خدا دو قسم کا ہے۔ ایک اچھا یا نیک ہے اور دوسرا بُرا۔ سوڈان کے بعض قبائل ایسے خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ جن کی بہت سی روحیں ہیں۔ بڑے خدا کا طریق رہائش اسی طرح بتایا جاتا ہے۔ جیسے اسکی عبادت کرنیوالوں کا۔ لیکن وہ نظر نہیں آتا۔ دنیا کو پیدا کرنیکے بعد اس نے متعدد انسانوں کو یہاں کا حکمران بنا دیا۔ اور دنیا میں ہر ایک مصیبت کی اصل وجہ ایک کتے کی نافرمانی ہے جو وہ اپنے معبود کے احکام کی کرتا ہے +

الاسلام

ومبلے کانفرنس لندن

حسب وعدہ ہم ان اوراق میں اس مضمون کے ایک حصہ کا ترجمہ دیتے ہیں جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ انگلستان کی طرف سے مکرمی جناب یوسف عبد اللہ سابق ڈپٹی کمشنر فتحپور (یو۔ پی) نے ویمبلے کانفرنس لندن میں پڑھا یہ مضمون کیا ہے گویا کوزہ میں دریا کو بند کیا ہوا ہے۔ اس مضمون کی نزاکت اور اس کے لکھنے کی مشکلات کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے نو ہزار الفاظ کے اندر اندر قرآن کریم کی تعلیم کو جمع کر دیا ہو منتظمین کانفرنس کی طرف سے یہی شرط تھی۔ کہ کوئی مضمون نو ہزار لفظ سے زیادہ نہ ہو۔ اس کانفرنس میں عیسائی اور یہودی مذہب کی نمائندگی نہیں ہوئی۔ اسکی وجہ یہ نہ تھی۔ کہ انگلستان میں یہ دو مذہب پہلے سے ہی موجود ہیں۔ بلکہ اسلئے ہوا کہ یہ مذہب اب مغرب میں مذہب ہی نہیں سمجھے جاتے بلکہ عیسائیت اور یہودیت اب قوموں کی فہرست میں آ گئے ہیں۔ یہ ایک سیاسی پہلو ہے اعتقاداً تو لوگ عیسائی رہے نہیں۔ نہ اپنے مذہب کو وہ عیسوی تعلیم کے ساتھ وابستہ کرنا چاہتے ہیں۔ اسلئے اب مسیحیت قوم کا نام رکھ دیا گیا ہے تاکہ قوم کے افراد میں افتراق اور انتشار بھی نہ ہو اور جسکی جو مرضی ہو وہ مذہب اختیار کرے۔ اس کانفرنس میں ہر ایک مذہب کی نمائندگی ہوئی۔ لیکن جس مذہب نے مہد سے جا کر لحد تک زندگی کا عملی پہلو انسان کے سامنے رکھ دیا۔ وہ اس کانفرنس میں اسلام ہی ثابت ہوا۔ یہ ہم نہیں کہتے بلکہ حضرت خواجہ صاحب کا مضمون پڑھے جانے پر پریسیڈنٹ کے منہ سے یہی الفاظ نکلے۔ کانفرنس کے پلیٹ فارم پر جس مذہب کا جو نمائندہ آیا۔ اس نے اپنے مذہب کو ہی آسمان سے نازل شدہ اور دنیا کا بہترین مذہب ظاہر کیا۔ پھر لطف یہ ہے کہ اس دعوے کو مبرہن کرنے کی کوشش نہیں کی۔ علے العموم ہر ایک نے اسی بات کے دکھلانے کی کوشش کی ہے کہ ان کا مذہب ہی فلسفہ کی جان ہے۔ اور اس دعویٰ کے ثبوت میں چند فلسفہ نما باتیں لکھ دیں۔ ان لوگوں نے یہ نہ سمجھا۔ کہ فلسفہ حقیقی فلسفہ زندگی ہے اور وہ مذہب حقہ کا کام ہے۔ کہ انسان پر ظاہر کردے مثلاً پنڈت شیام چندر جی بنارس

یونیورسٹی سے ہندو مذہب کی وکالت کرنے گئے۔ آپ کا پرچہ ہندو مذہب کی تعریف اسکے مختلف فرقہ جات کی تشریح اور اسکے اسباب کے بیان پر مشتمل تھا۔ پھر آپنے تناسخ اور نظریہ کرما پر بحث کی۔ اس کا فلسفی پہلو بھی دکھایا۔ مشکل امر تو یہ ہے۔ کہ انسانی دماغ فلسفی بحثوں سے خوش تو ہوتا ہے لیکن اس زمانہ میں اسے عمل کی ضرورت ہے۔ وہ اسبات کا بھوکا ہے۔ کہ کسی طرح وہ اپنی چاردن کی زندگی کو صحیح اصولوں پر چلا کر یہاں اور آئندہ مفید زندگی کو حاصل کرے۔ اسی بات کو دکھلانا ہی مذہب حقہ کا صحیح موضوع ہوسکتا ہے لیکن ویمبلے کانفرنس میں مذاہب مختلفہ کے پیش کرنیوالوں نے اسبات کا بہت ہی کم لحاظ کیا۔ ہم یہاں کسی پرچہ پر کوئی تفصیلی رائے زنی نہیں کرنا چاہتے۔ مجملاً اتنا کہہ دیتے ہیں۔ کہ اس کانفرنس سے اگر کسی مذہب کو فائدہ ہؤا یا اسکی فضیلت اور اسکی تعلیم کی افضلیت مغربی دنیا پر ظاہر ہوئی تو وہ اسلام ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کے پرچے میں نہ کوئی دعوے ہے نہ فلسفی اور منطقی الجھنوں کو سلجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور نہ کسی دوسرے مذہب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ صاف سیدھے الفاظ میں مقصد مذہب کو دکھلا کر اسکے پورا کرنے کی راہیں قرآن سے دکھلائی گئی ہیں۔ اگر حضرت خواجہ صاحب اپنی زندگی کا بیشتر حصہ ولایت میں نہ گذارتے۔ اور ولایت کے نقطہ نگاہ سے اس طرح آشنا نہ ہوتے۔ تو آج ان کی تحریروں میں بھی وہ بات نہ ہوتی۔ جس نے مغربی قلوب پر اس ایک تحریر کے ذریعہ اسلام کا سکہ بٹھا دیا۔ یہ پرچہ کیا ہے فطرت انسانی کا ایک نقشہ ہے ہمیں اس کی کمزوریاں اس کی استعدادیں۔ اس کا پستی کی طرف جانا۔ اسکی بلند پروازیاں۔ ان سب دکھلا کر پھر یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ کس طرح انسان طبقہ حیوانات کا ایک رکن ہوکر اس طبقہ سے نکلتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ ان حدود پر پہنچ جاتا ہے۔ جہاں الوہیت کا مقام شروع ہوتا ہے۔ انسان کے دائرہ انسانیت کی ایک قوس تو دائرہ حیوانیت سے ملی ہوئی ہے لیکن اس کی دوسری قوس کا مماس دائرہ الوہیت کی قوس سے ہو جاتا ہے۔ یہی حقیقت قد کاب قوسین کی ہے۔ اسلامی پرچہ نے اس حقیقت کو مبرہن کرکے یہ دکھلانا چاہا۔ کہ کس طرح وہ مخلوق جو عالم حیوانات میں ایک ممتاز ہستی ہے حیوانیت سے پاک صاف ہوکر یا بالفاظ دیگر عالم اسفل سے نکلکر مقامات علیین کی پرواز کرنے لگ جاتی ہے۔ وہ خدا کی روح جسکا نفخ

تکمیل جسم انسانی پر ہوتا ہے۔ کن راہوں سے اس کے حقیقی دل و دماغ پر تکمیل آتے ہیں بظاہر مضمون آسان و آسان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے۔ لیکن دنیا جہان کا کونسا فلسفہ ہے جس کو فلسفۂ زندگی سے تعلق ہو۔ اور اس کو اس مضمون نے اپنے اندر نہ لیا ہو۔ پھر لطف یہ ہے کہ ہر ایک امر کا استخراج قرآن کریم سے لیا گیا ہے۔ یہ مضمون آٹھ ہزار چھ سو ساٹھ لفظوں میں ختم ہو گیا لیکن اس مختصر سی فضا میں ہمیں قرآن کریم کی ۲۲۲ دو سو بیس آیات نظر آتی ہیں علی العموم اسکے بعض حصوں میں سے لے کر چھبیس چھبیس آیات تک جمع کر دی گئی ہیں۔ انسان کا مقصد زندگی لکھ کر اس کے حصول کی سات منزلیں بتائی ہیں۔ پھر ان سات منازل کی تعریف اور ان منازل میں کامیابی کے ساتھ گزرنے کے ضروری اسباب۔ ان امور اطلاع جو ٹھوکر یا ناکامی کا موجب ہوں۔ اور ان باتوں سے متمسک ہونے کی راہ جو کامیابی تک انسان کو پہنچا دیں۔ سب کا سب ایک دلچسپ اور دلربا پیرایہ میں لکھ دیا گیا ہے بظاہر کسی مذہب یا کسی غیر عقیدے پر حملہ نہیں لیکن اسلامی عقائد کو ایسے طریق پر ادا کر دیا گیا ہے کہ اس سے دیگر عقاید باطلہ اور خصوصاً عیسائیت کی تردید کر دی گئی ہے بعض جگہ تو دو تین سطروں میں بڑے سے بڑے کلیسی عقیدے کو توڑ دیا تمدن یا دیات کا حصہ اس مضمون میں بہت تھوڑا ہے۔ اسکی وجہ فاضل مصنف نے خود بیان کر دی ہے لیکن جسقدر بھی اس موضوع پر لکھا وہ موجودہ تمدن کی جان ہے۔ اور جس سے یہ نظر آتا ہے کہ آجکل کی تہذیب نے اسلام کی ہی خوشہ چینی کی ہے۔ اس کانفرنس میں بعض حصہ لینے والوں نے اپنا کمال ایک داستان گوئی میں سمجھا۔ چنانچہ ان داستانوں کو سن کر کرسچن ورلڈ نے اسلام کے ایک نمایندہ کے متعلق لکھا۔ کہ ان بچپن کی باتوں پر اگر ہندوستانی اس قسم کا جوش و خروش ظاہر کر سکتے ہیں تو کیوں ہمارے مشنری بھی ہندوستان میں جا کر ایسی باتوں کے ذریعہ کامیابی حاصل نہیں کرتے۔ داستانیں گو ان میں ایک حد تک حقائق کا بھی رنگ ہو۔ آخر داستانیں ہی ہوتی ہیں۔ اس کا نتیجہ دیرپا نہیں ہوتا۔ نئی بات سمجھ کر سننے والے اسے دلچسپی سے سنتے ہیں۔ جدید باتیں لذیذ نظر آتی ہیں لیکن دیرپا اور مستقل اثر اسی تعلیم کا ہوتا ہے۔ جس کا اثر انسان کی عملی زندگی سے تعلق رکھے۔ اس

رازکو اسی نے سمجھا جس نے یورپ میں اپنی زندگی کا ایک حصہ گذارا - اس مضمون کو تمام وکمال ایک الگ کتاب کی شکل میں بہت جلد شائع کردیا جائیگا لیکن مضمون کے پڑھنے سے دل یہ چاہتا ہے - کہ اس مضمون کو توسیع دیجائے یا بالفاظ دیگر اسے ایک مکمل کتاب کی صورت میں متشکل کردیا جائے - جو کم از کم چار پانچسو صفحات کی ہو - جس کتاب کا ڈھانچہ یہی مضمون ہو - اور یہ کتاب انگریزی زبان میں ہو - ہمارے خیال میں اگر یہ کتاب چھپ کر یورپ کے مختلف کتبخانوں میں چلی جائے - اور اس کا ایک حصہ مغربی حلقوں میں مفت تقسیم ہو - تو بہترین نتائج مترتب ہوسکتے ہیں - بعض احباب نے حضرت خواجہ صاحب کو اسبات پر آمادہ بھی کیا ہے - ہمارے کاروبار کوئی تاجرانہ اصول پر نہیں حضرت خواجہ صاحب کی تصانیف اگر بکتی ہیں - تو ان کا منافع بھی اشاعت اسلام پر ہی خرچ ہوتا ہے لیکن حضرت خواجہ صاحب کی کتاب ینابیع المسیحیت اور اسکے انگریزی ترجمہ کی طرح جس نے مغرب میں ایک حیرت انگیز اثر ڈال رکھا ہے یہ کتاب بھی زیادہ تر مفت ہی تقسیم ہونی چاہیے - بہرحال یہ مضمون تمام وکمال اسی صورت میں کتابی شکل میں شائع ہوسکتا ہے - اگر ناظرین رسالہ میں سے بالقصد احباب اس کتاب کیلئے اپنے نام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور کے پاس رجسٹرڈ کرادیں - یہ کتاب تخمیناً قیمت میں عہ روپئے اندر اندر ہوگی + مترجم

الاسلام

از نتائج فکر بار حضرت خواجہ جمال الدین صاحب مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ

ظہور اسلام سے پہلے بھی دنیا مذاہب سے تو خالی نہ تھی لیکن یہ سب کے سب مذاہب قریب قریب ایک ہی کیفیت اپنے اپنے اندر رکھتے تھے - دعائیں گیتیں بھجن اور رسومات - نذریں - یہی چند باتیں ان مذاہب میں مقصد اعلے سمجھی جاتی تھیں غضب الٰہی کے دور کرنے کے لئے قربانیں تجویز ہو جاتی تھیں - اس طرح مذہب کا مفہوم ہر جگہ ان باتوں پر ختم ہو جاتا تھا - کہیں کہیں وعظ و نصیحت اور معجزات

کا تذکرہ بھی نظر آجاتا تھا لیکن علی العموم انسان کے جذبات ردّیہ اور اس کی ادنیٰ خواہشیں دنیا کے مختلف حصص میں ان کے خدا اور معبود بنے ہوئے تھے +

مسلم نظریۂ مذہب

اسلام نے دنیا کے سامنے مذہب کا ایک نیا مفہوم پیش کیا۔ قرآن نے انسان کو کائنات کی طرف متوجہ کر کے کائنات میں سے اُسے دین حنفہ کی تلاش کیلئے متوجہ کیا۔ قرآن مجید نے اشیاء کائنات کے مناسب و مطابق فلسفۂ زندگی کو پیش کیا۔ اس کتاب مقدس نے ماہیات قلب انسانی کو کھول کھول کر ہمارے آگے رکھ دیا۔ اور ایک ایسا دستور العمل ہمارے لئے تجویز کیا۔ جس پر چلکر انسانی فطرت کے جوہر روشن ہو جائیں۔ قرآن نے عبادت کے چند طریق بھی بتلائے لیکن جہاں کہیں ان طریقوں کا ذکر کیا وہاں اسباب پر بھی زور دیا۔ کہ خدا کا جلال در اصل نفس انسانی کی تکمیل ہی سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ بالفاظ قرآن

"نیکی یہی نہیں کہ ہم (بروقت عبادت) اپنا منہ مشرق یا مغرب کو پھیر لیں حقیقی نیکی یہ ہے کہ ہم اللہ۔ روزِ قیامت۔ ملائکہ۔ کتاب اور خدا کے نبیوں پر ایمان لائیں۔ اور خدا کی محبت میں اپنے مال کو اقربا۔ یتیمٰی محتاجوں۔ مسافروں۔ فقراء اور اسیروں کی رہائی میں خرچ کریں۔ نماز پڑھیں۔ زکوٰۃ دیں ایفاء عہد کریں...... اور مصائب و شداید اور تکلیف کے وقت صبر کریں [۵۲] +

آیت بالا نے رسمی نیکی اور عملی نیکی میں نہایت خوبصورتی سے تمیز کر دی ہے۔ اس نے مغز مذہب کو ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ پر انسان ایمان لائے۔ اور انسانوں کے ساتھ شفقت سے پیش آئے +

اسلام نے یہ ظاہر کیا۔ کہ انسان کے حقیقی مذہب کی غرض و غایت تکمیل نفس انسانی ہی ہے (اے انسان! قرآن نے فرمایا) تو دین حنیف کی طرف متوجہ ہو۔ اور یہ وہ تیری فطرت ہے۔ جس پر اللہ تعالےٰ نے انسان کو پیدا کیا۔ خدا کی خلقت میں کبھی تبدیلی

---

[۵۱] سورہ ۲۵ - آیت ۴۳ [۵۲] سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۷ +

واقع نہیں ہوئی۔یہی صحیح مذہب ہے۔بلکہ کیا لوگ دین حق کے سوا کسی اور کی تلاش میں ہیں حالانکہ جو کچھ بھی زمین اور آسمان میں ہے۔وہ اس کے آگے تسلیم خم کئے ہوئے ہے۔
قرآن کریم نے اس راز کو کھولا کہ جس طرح دنیا کی ہر ایک چیز مکمل اور پاک فطرت خلقت لئے ہوئے کائنات میں ظاہر ہوتی ہے۔اسی طرح انسان بھی فطرت سلیمہ لے کر دنیا میں آتا ہے۔وہ اپنے اندر بلند سے بلند استعدادیں رکھتا ہے۔جن کی ترقی کی کوئی حد نہیں رکھی۔ہاں اسمیں یہ بھی ایک نقص ہے کہ وہ ارذل سے ارذل مقام کی طرف جانے کی بھی استعداد اپنے اندر رکھتا ہے۔اسے صحیح ہدایت کی ضرورت ہے۔جس پر چلکر وہ اپنے مقصد اعلٰے کو بھی پہنچ سکتا ہے۔اور قعر مذلت میں بھی گرنے سے بچ سکتا ہے۔
جہانتک جسمی بلوغت و ترقی کا سوال ہے ہماری فطرت بھی کائنات کی اور چیزوں کی طرح ہمارے علم و ادراک کے بغیر مقررہ راہوں پر کام کرتی ہے۔نافع اور فائدہ بخش چیز کو قبول کر لیتی ہے۔اور مضر چیزوں سے بچتی ہے۔لیکن عالم ادراک میں یہ بات نظر نہیں آتی اسمیں شک نہیں کہ ہم قوت اختیاری سے آراستہ کئے گئے ہیں۔لیکن یہ مختیارانہ قوت اس قوت مدبرہ سے عاری نظر آتی ہے کہ جس کے محاکمہ تلے ہمارا قدم ہمیشہ راستی پر پڑے۔یعنی قوے کے نشو و نما کیلئے جہاں تک ادراک و عقل کا سوال ہے ہم اپنے اندر وہ قوت مدبرہ نہیں پاتے۔جو جسمی نشو و نما کے لئے ہم میں موجود ہے۔یہ جسمانی ترقی انسانی ہیولے میں اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔یا بالفاظ دیگر مادے کی بہترین حالت نشو و نما انسانی جسم ہے لیکن اس کے بعد جو نئی چیز انسان میں پیدا ہوتی ہے۔وہ اس کے جذبات میں جس کی بنیاد پر ہمیں اخلاق و روحانیات پیدا ہوتے ہیں۔یہ اخلاقی یا روحانی تعمیر ایک ایسی قوت تمیز یا قوت اختیاری کو چاہتی ہے۔جس کا ہر قدم پڑے صحیح پڑے یعنی جس طرح جسم کے نشو و نما میں فطرت انسانی کا ہر قدم صحیح پڑتا ہے۔وہی رنگ اخلاقی اور روحانی امور میں بھی ہو۔فطرت کے اس نشو و نما کیلئے ہم ایسے قوانین کے محتاج ہیں۔جس سے ہم نیکی و بدی میں تمیز کر سکیں۔ہمارے سامنے کچھ اس قسم کا ضابطہ ہونا چاہئے

سورۃ ۳۰ آیت ۳۰ ؎ سورۃ آل عمران آیت ۸۲ ؎ سورۃ التین آیت ۴-۵-۶

جس پر چلکر ہم میں قوانین مبینہ کی کامل اطاعت پیدا ہو جائے۔ بالفاظ دیگر ہم میں فطرت اسلامی کا ظہور ہو جائے جس سے مراد یہ ہے۔ کہ انسان قوانین الٰہیہ کے سامنے سر جھکائے

اصولی اعتقادات

جن قوانین کا ذکر کیا ہے۔ وہ خالق فطرت کی طرف سے آنے چاہئیں۔ کیونکہ وہی ان تمام قوانین کائنات کا سرچشمہ ہے۔ جن کا نفاذ ان ہستیوں کے ذریعہ عالم میں ہو رہا ہے جنہیں اسلامی اصطلاح میں فرشتے کہتے ہیں۔ یہ قوانین ان مقدس وجودوں کے ذریعہ ہم تک پہنچنے چاہئیں[۱] - جو اوّلاً خود ان پر عمل پیرا ہوں۔ اور اپنے عمل و نصیحت کے ذریعہ دوسروں کے خضر راہ بن جائیں۔ ان قوانین کا اثر اس زندگی پر اور مابعد پر ہونی چاہیے جہاں ہم اپنے اعمال کے ثمرات سے متمتع ہوں۔ ان امور نے اسلام میں ان چند صداقتوں پر ایمان لانا ضروری ٹھیرایا ہے۔ جسے صفت ایمان میں جمع کر دیا گیا ہے یعنی اللہ اس کے فرشتے۔ اس کی کتابیں۔ اس کے رسول۔ یوم آخر۔ نیکی و بدی کے ربانی اندازے (یعنی قانون اور زندگی بعد الموت) ✤

قرآن نے اس بات کو بھی تسلیم کیا ہے۔ کہ خدا کا الہام دوسری قوموں کو بھی ہوا[۲] بلکہ ایک مسلم کو ان الہاموں پر ایمان لانے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ فرمایا (مسلمانو!) لوگوں کو کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ان امور پر جو ہمیں نازل ہوئے یا ابراہیم۔ اسمٰعیل۔ اسحٰق اور یعقوب یا ان کے قبائل پر نازل ہوئے۔ ایسا ہی ہم ان باتوں کو بھی مانتے ہیں۔ جو جناب موسیٰ و عیسیٰ کو یا دنیا کے (دوسرے پیغمبروں کو دی گئیں۔ ہم مسلمان ان انبیاء میں کوئی تمیز نہیں کرتے (کیونکہ) ہم تو اللہ کے آگے سر جھکاتے ہیں[۳] (اور اس کی آواز جس طرف سے آئے ہم اس کے آگے سر جھکا دیتے ہیں)۔ اسی طرح ایک مسلمان کا فرض ہے کہ دوسری قوموں کے الہاموں کی بھی تعظیم کرے۔ لیکن ان الہاموں کی صحیح تعلیم کے لئے ہمیں پھر قرآن کی طرف نگاہ اٹھانی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نے ایک طرف تو یہ کہا کہ یہ کتابیں محرف و مبدل ہو گئیں۔ اور دوسری طرف یہ فرمایا کہ

---

[۱] سورۃ البقرہ آیت ۱۲۹ [۲] سورۃ ۳۰ - آیت ۴۲ [۳] آل عمران آیت ۸۳ ✤

قرآن نے ان تعلیمات کا سبق کو پھر دوہرا دیا ہے

جیسے میں نے پہلے بیان کیا۔ انسان میں تنزل و ترقی دونوں کی استعدادیں ہیں۔ وہ زمین سے نکالا ہے[1] اسلئے ایکطرف تو اسکی فطرت ارضی باتوں کی طرف میلان کرتی ہے[2] وہ ایک حیوان ہے۔ بلکہ حیوان سے بدتر واقع ہوا ہے[3]۔ دوسری طرف اسی انسان کو قرآن کریم نے خلیفۃ اللہ فی الارض کہا ہے[4] اور اسے وہ مقام بلند عطا فرمایا کہ جہاں وہ حدود الوہیت تک پہنچکر فرشتوں کا مسجود بن جاتا ہے[5]۔ الغرض اگر حیوانیت اس کی ابتدا ہے۔ تو حدود الوہیت اس کی انتہا۔ اس حقیقت کے کھولنے کے لئے قرآن ہماری رحمی نشو و نما کی طرف اشارہ کرتا ہوا اسکی ساتویں منزل ارتقا پر اس نئی مخلوق شدہ حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے جسے اس کتاب نے خلق آخر کے نام سے موسوم کیا ہے[6] یہ ہمارا نفس مدرکہ ہے۔ یہی ہمارے آئندہ نشو و نما کی بنیاد ہے۔ بردے تعلیم اسلام روح کوئی ایسی جداگانہ ہستی نہیں جو کہیں باہر سے آکر جسم انسانی میں ملتی ہو۔ روح انسانی اپنی ابتدا میں اس خلق آخر یعنی حیوانی نفس میں موجود ہوتی ہے۔ جو انسانی نفس ناطقہ کی پہلی منزل ہے۔ یہی نفس حیوانی ترقی کرتا کرتا کسی منزل پر پہنچ کر وہ حالت اپنے اندر اختیار کرلیتا ہے۔ جس کا نام روح رکھا جاسکتا ہے۔ اسکے آگے اور بھی ترقیات ہیں جہاں اسکی تکمیل ہوجاتی ہے۔ یہ نفس انسانی اپنی ترقیات کے لئے سات منازل میں سے ہوکر گذرتا ہے۔ قرآن نے ان مدارج کے نام حسب ذیل تجویز کئے ہیں :-

(۱) نفس امارہ یعنی حکم کرنیوالا نفس[7]

(۲) نفس لوامہ یعنی ملامت کرنے والا نفس[8]

(۳) نفس ملہمہ الہام پانے والا نفس[9]

(۴) نفس مطمئنہ۔ اطمینان یافتہ[10]

(۵) نفس راضیہ۔ راضی برضائے الٰہی[11]

---

[1] الاعراف آیت ۱۷۲ [2] المومنون آیت ۱۲ [3] الاعراف آیت ۱۷۹ [4] البقرۃ آیت ۳۰

[5] البقرۃ آیت ۳۴ [6] المومنون آیت ۱۲ الغایت ۱۴ [7] یوسف آیت ۵۳ [8] القیامۃ آیت ۲

[9] الشمس آیت ۸ [10] الفجر آیت ۲۷ [11] الفجر ۲۸ آیت

(۶) نفس مرضیہ یعنی جس پر خدا راضی ہوا [۱]

(۷) نفس کاملہ تکمیل یافتہ نفس [۲]

الغرض اسلام نفس امارہ کو نفس کاملہ بنا دیتا ہے۔ نفس امارہ روح انسانی کی ابتدائی حالت ہے۔ جس وقت انسان جذبات حیوانیہ سے ملوث ہوتا ہے۔ اسکے طبعی جوش برسر پیکار رہتے ہیں۔ یہ جذبات کسی نظم ونسق میں نہیں ہوتے۔ اور آنکھوں پھر بدعنوانیوں کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ اس نفس کی کیفیات کامل ایک شیرخوار بچہ میں نظر آتی ہیں۔ جس کی نگاہ جس چیز کی طرف ہو۔ اسے اپنی ہی سمجھتا ہے اور اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی بھی چیز اسے تشفی نہیں دیتی۔ ایک چیز ہے کہ اگر کوئی اور چیز دیکھ لے تو اسکی طرف دوڑتا ہے۔ حیوانوں کا بھی یہی حال ہے۔ جب ان میں اشتہا مشتعل ہو جائے۔ تو جو چیز بھی ان کے سامنے آئے۔ اس پر منہ مارتے ہیں۔ انہیں تمیز نہیں ہوتی۔ کہ یہ چیز ان کی ہے یا کسی اور کی۔ کروڑ ہا نفوس انسانی اس وقت ان حیوانی حدود پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ دوسروں کی جائداد یا ملک انکی آتش حرص کو بھڑکاتی اور ان کے دندان آز کو تیز کرتی اور ان کے عقل ومحاکمہ کو تاریک کر دیتی ہے۔ قرآن نے انہی لوگوں کا نقشہ ذیل کے الفاظ میں کھینچا ہے:-

یہ لوگ دل تو رکھتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔ آنکھ ہوتے دیکھتے نہیں۔ کان ہوتے سنتے نہیں۔ یہ حیوان ہی ہیں۔ بلکہ ان سے بھی بدتر [۳] زمین کی طرف یہ جھکے ہوئے ہیں اور ادنےٰ خواہشوں کے یہ غلام ہو رہے ہیں [۴]

یہ قومیں لاکھ تہذیب کی مدعی ہوں۔ لیکن ان کی فطرت کے اندر جو حیوان ہے۔ وہ ابھی تک بے لگام ہے۔ جو دوسروں کی چیز پر منہ مارنے کے لئے کو دوڑ رہا ہے۔ یہ اپنا نام فاتح رکھ لیں لیکن ان کے اندر وہی فطرت ہے جو چور اور ڈاکو کے اندر ہے۔ نفس مدرکہ انسانی کے اس مرحلہ میں نفس خطرناک طور پر انسان پر حکومت کرتا ہے۔ اسی لئے قرآن نے اس کا نام نفس امارہ رکھا۔ اس کا میلان بھی بدی ہی کی طرف ہوتا ہے [۵] ان النفس لامارۃ بالسوء نفس انسانی بدی

[۱] الفجر آیت ۲۸ [۲] الشمس آیت ۷ [۳] الاعراف آیت ۱۷۹ [۴] الاعراف ۱۷۶ [۵] یوسف آیت ۵۳

کی طرف بڑی سختی سے حکمرانی کرتا ہے +

یہ حالت نفس بہت ہی مشکل سے اصلاح پاتی ہے۔ حتےٰ کہ بعض تو اس حالت کو دیکھ کر کسی اصلاح سے بھی مایوس ہو جاتے ہیں۔" کہ اٹھتے ہیں۔ کہ انسان کی فطرت کے اندر گناہ ہے"۔ لیکن یہ ان کی غلطی ہے۔ انہوں نے استعداد انسانی پر فطرت انسانی کا دھوکا کھایا ہے۔ یعنی انہوں نے انسان کی بدی کی استعداد کو انسان کی فطرت سمجھ لیا۔ ہم میں بہت سی استعدادیں ہیں۔ جو دب سکتی ہیں۔ اور ظاہر بھی ہو سکتی ہیں۔ بہر حال یہ پہلی منزل بہت ہی کڑی منزل ہے۔ اور اس میں سے انسان کا نکلنا گویا مشکلات عظیمہ کا سامنا کرنا ہے۔ لیکن کائنات میں خوبصورت سے خوبصورت چیز کا بھی آغاز علی العموم نہایت ہی ناخوشگوار اور کریہہ حالات سے ہوتا ہے۔ تو پھر ہمارا نفس امارہ سے نکل کر کسی احسن مدارج ترقی پر پہنچ جانا کیوں محالات سے سمجھا جائے۔ چنانچہ ایسے ہی مایوسین کی حوصلہ افزائی کے لئے قرآن کریم نے ہمیں یہ خوشخبری دی۔ کہ انسان کی استعدادیں بھی لامحدود ہیں۔ اگر وہ صحیح راستہ پر چل جائے تو اسکی اخلاقی و روحانی ترقی بھی لامحدود ہے۔

رُوح کی جن سات منازل کا میں نے اُوپر ذکر کیا ہے۔ اسکے نقشے ہمیں ارد گرد نظر آتے ہیں۔ گناہ و جرائم میں ڈوبا ہوا انسان بھی بعض وقت تائب ہو جاتا ہے۔ ایک سنگدل بھی نیکی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ جن کاموں میں ہمیں دلچسپی ہو۔ انکے لئے سختیاں بھی جھیل لیتے ہیں۔ اس سے یہ تو پایا جاتا ہے۔ کہ اگر ہم چاہیں تو ہم اخلاقی و روحانی عالم میں بھی بلند پروازی کر سکتے ہیں +

اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ انسان بدیوں کا غلام نہیں۔ اگر وہ مجاہدہ کرے تو اس میں بہترین خصائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ جس منزل ترقی کو ہم نے پہنچنا ہے۔ اس کا راستہ ہمارے نفس کے اندر ہے۔ لہٰذا ہم اپنا بوجھ کسی اور پر ڈال نہیں سکتے۔ اگر کسی سرجن کے اپنے جسم کے چیرہ دینے سے یا خود کوئی دوائی کھا لینے سے اسکے مریض اچھے نہیں ہو سکتے۔ تو پھر

---

۵۱ البلد ۷ لغایت ۱۰ آیت ۵۲ التین آیت ۴ لغایت ۶ ۵۳ الفاطر آیت ۱۸ +

کسی کا کوئی عمل ہمیں منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتا ۔ کائنات کی دوسری ہستیوں کی طرح ہم کو بھی ہر مدارج ترقی کے مطابق حال کسی نہ کسی راہ ہدایت کی ضرورت ہے کہ جس پر گامزن ہو کر ہم بام ترقی پر پہنچ جائیں ۔ ایسا ہی ہمیں چند ایسی تادیبی امور کی بھی ضرورت ہے ۔ جو ہم میں راہ راست پر چلنے کی کامل استعداد پیدا کر دیں ۔ اسلام ان دونوں باتوں کو دنیا میں لایا ۔

ارکان اسلام

ہم میں کئی قسم کی اشتہائیں ہیں ۔ جن کے دفعیہ کے لئے ہمیں اشیائے مختلفہ کی ضرورت ہے ۔ خواہش حصول اشیاء ضرور ہے تو حصول کے بُرے راہ بھی سکھاتی ہے جس سے قانون کی خلاف ورزی ہوتی ہے ۔ لیکن اسلام ایک معنے میں انسان کی وہ فطرت ہے جو قانون کی عزت کرتی ہے یہ سوسائٹی کے آئین کو تسلیم کرتی ہے ۔ اس فطرت کے مضبوط کرنے کے لئے قرآن نے چند تادیبی طریق قائم کئے ہیں ۔ اور ان کا صحیح طور پر نام **ارکان اسلام** رکھا ۔ وہ تعداد میں پانچ ہیں ۔ کلمۂ شہادت (لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ) نماز ۔ روزہ ۔ زکوٰۃ ۔ حج ۔ ان ارکان اسلام کی ادائیگی میں جو خاص راز مضمر ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ ہم اپنے صحیح مکسوبات کے ایک حصہ سے بطیب خاطر الگ ہو جائیں ۔ جیسا کہ قرآن نے فرمایا ۔ لن تنالوا البر حتی تنفقون مما تحبون [۱] (تم حقیقی نیکی تک) پہنچ بھی نہیں سکتے ۔ جب تک اپنی محبوب ترین چیزوں کو اپنے سے جدا نہ کر دو ۔ انسان کی پیاری چیز اس کا وقت ۔ اس کے کاروبار ۔ اکل و شرب کی چیزیں ۔ تعلقات زناشوئی ۔ دولت ۔ اہل و عیال ۔ دوست ۔ ملبوسات ۔ آسائش کے سامان اور بعض ایسی چیزیں جن کی ہم پرستش کرتے ہیں ۔ انہی چیزوں کے لئے زندگی میں جدوجہد ہوتی ہے ۔ انہی چیزوں کو ناجائز طریق پر حاصل کرنے کی خواہش مختلف جرائم کی محرک ہو جاتی ہے ۔ لیکن اگر مذہبی احکام کے ماتحت انہی چیزوں کو ہم حسب ضرورت بطیب خاطر جدا کرنے کی عادت ڈال لیں ۔ تو پھر کس طرح ہر کسی سے کوئی جرم یا گناہ سرزد ہو ۔ کلمہ شہادت پڑھ کر اور اس پر عملاً کاربند ہو کر ہم اللہ کے مقابل ہر ایک

[۱] آل عمران آیت ۹۱ ۔

اپنی خواہش اور ہر ایک اپنے بُت کو اپنے سے جدا کر دیتے ہیں نماز کے ذریعہ ہم اپنے کاروبار کو روزہ رکھ کر اکل و شرب و تعلقات زناشوئی کو۔ زکوٰۃ دیکر اپنے مال کو خدا کے لئے چھوڑنے کی عادت ڈالتے ہیں۔ رہا حج ہم اپنے عیال کو۔ دوستوں کو کاروبار کو۔۔ ملک کو خدا کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم اپنے ملبوسات اور جسمی آسائش سے بھی الگ ہوکر دو چادروں میں گذارا کرنے لگتے ہیں۔ جب مقدس ارض حجاز میں قدم رکھتے ہیں۔ تو ہر قسم کی لڑائی یا جنگ یا بدالفاظی سے بھی احتراز کرتے ہیں [۵۱] اپنا یا بیگانہ اس مقام پر جو بھی ملے۔ اس سے پرلے درجہ کا سلوک اخوت کرتے ہیں۔ اور قدم قدم پر لبیک کہہ کر خدا کے سامنے یہ اقرار کرتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہمارا ہے۔ وہ ہم سب کچھ تیری نذر کرنے کو تیار ہی ہیں۔ خاتمہ پر ہم ایک جانور کو ذبح کرتے ہیں۔ اگر غور سے دیکھو تو ارکان اسلام کی ادائیگی میں ہم نے ان تمام باتوں کو ترک کرنے کی عادت ڈالی ہے۔ جو ہماری فطرت حیوانیہ کی متقاضیات ہیں۔ اور حج میں یہ سارے کے سارے ارکان ایک ہی وقت جمع ہو جاتے ہیں۔ تو اگر جہانتک حج کا خاتمہ ایک حیوان کی قربانی پر ہو جاوے۔ تو اس امر کی کسی بوجہ احسن نمائندگی ہو جاتی ہے کہ وہ حیوان جو انسان میں تھا۔ اور جس نے انسان کے اندر نفس امارہ پیدا کر رکھا تھا وہ آج ذبح ہوگیا۔ حج اگر صحیح طریق پر ادا ہو۔ تو بالفاظ نبوی انسان کو گناہوں سے دھو ڈالتا ہے۔ کیونکہ انسان اس وقت حیوانی اور بہیمی تقاضوں سے جدا ہوگیا۔ .. .. اور روح انسانی ان بندھنوں سے آزاد ہوگئی۔ اور انسان ایک سچا مسلمان بن گیا۔ اسی لئے نبی کریم صلعم نے حج کو سلوک کی آخری منزل ٹھیرایا +

{ باقی انشاءاللہ علیحدہ کتابی صورت میں شائع ہوگا جب بالضرور احباب کے نام کتاب شائع ہونے سے پہلے مینیجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور کے پاس رجسٹر ہو جاوینگے + مترجم }

---

[۵۱] البقرہ آیت ۱۹۷ +

دنیا کے تین عظیم الشان انبیاء علیہم السلام

حضرت موسیٰ و عیسےٰ و محمدؐ صلعم

از قلم جناب الحاج لارڈ ہیڈلے الفاروق

یہ تینوں حضرات کرام جنکے اسماء عالی زیب عنوان ہیں۔ اور جو ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جنہوں نے ممالک عرب اور فلسطین میں نشوونما پائی۔ یہ تینوں بڑے زبردست مذہبی ریفارمر اور مصلحان قوم وملت گذرے ہیں۔ اُنکے علاوہ اور بھی بہت سے مختلف المراتب انبیاء ہوئے ہیں۔ لیکن جو اہمیت ان کے نام کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور جو خصوصیات انہیں حاصل ہیں ان کو نہیں۔

واضح ہو کہ بعثت انبیاء حسب منشائے باری تعالیٰ زمانہ اور اقوام کی ضرورتوں کے لحاظ سے ہوا کرتی ہے۔ تاکہ حقائق کا انکشاف تام ہو اور کافۃ الناس خلاق ارض وسما کی مرضی معلوم کر سکیں۔ اور اُن غلطیوں اور گمراہیوں سے نکلیں جنمیں دانستہ یا نادانستہ پڑے ہوئے ہوں لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ در اصل انبیاء میں کوئی تفریق یا امتیاز نہیں۔ جہانتک کہ مقصد کا لحاظ ہے۔ سب کا مشن ایک ہی ہوتا ہے سب کی بعثت کی علت غائی یہی ہوتی ہے۔ کہ اصلاح ظہور پذیر ہو۔ اور جو پیغام کہ انہیں خدا کی جناب سے ملتا ہے بے کم وکاست مخلوق تک پہنچاتے ہیں۔ اور ہم خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق انبیاء کے زیر سایہ تعلیم پاتے ہیں۔ یعنی ہم مثل اس چکنی مٹی کے ہیں جو کمہار کے چاک پر ہو۔ اور کمہار اپنی منشا کے موافق جیسا چاہے بنائے +

خدا تعالیٰ بندوں کے حالات اور ضروریات سے خوب واقف ہے۔ بلکہ ہم خود اسقدر واقف نہیں جس قدر وہ ہے پس وہ اپنی پاک مرضی کے مطابق بڑے کرم وفضل کے باعث ہماری ضرورتوں اور حاجات کو ملحوظ رکھتے ہوئے مناسب وقت پر انبیاء کو مبعوث

کرتا رہا ہے +

تاریخ شاہد ہے کہ جب انبیائے عظام اصلاح کیلئے مامور ہوئے اُن کے پیرؤں نے اُن کی ذات و صفات میں غلو کا پہلو اختیار کیا۔ اور کسی نہ کسی رنگ میں الوہیت کا جامہ پہنایا۔ اور بعض امور ایسے اُن کی جانب منسوب کئے جو ذاتِ باری سے مختص ہیں۔ اس کے مقابلہ میں دوسرے لوگوں نے انہیں کو بندۂ زر، طالب جاہ یا کذّاب و دجّال یقین کیا۔ حق بات یہ ہے کہ افراط اور تفریط دونوں ہی بیجا ہیں۔ نہ وہ صحیح نہ یہ۔ ان رسُولوں کو بیشک محترم سمجھنا چاہیئے۔ اور قرار واقعی عزت کرنا چاہیئے۔ لیکن اُن کو عالم الغیب یا الوہیت کے خواص سے رنگین سمجھنا یہ سراسر نادانی اور سفسطہ ہے۔ بلکہ علیٰ قدر مراتبہم اُن کی قرار واقعی عزت کرنی چاہیئے +

ہم اسی نقطۂ نگاہ سے ان تین بڑے اولو العزم انبیاء کی زندگی پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔ واضح ہو کہ دو امور لوازمۂ نبوّت ہیں۔ ایک تو ضرورتِ زمانہ جس کے باعث انبیاء مبعوث ہوئے ہیں۔ دوسرے وہ اصُول تام جن کی مطابقت میں انہوں نے اپنے فرائض منصبی کو انجام دیا۔ اور ضرورت ہے کہ ہم خالی الذہن ہو کر اس معاملہ میں غور کریں۔ تا کہ کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیں +

گو انبیاء کے دائرہ عمل اور رنگ تبلیغ کے لحاظ سے ہم خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کا تصور مختلف طریقوں سے کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ باعتبار ذات و صفات ایک حقیقت تامہ اور مسلّمہ اور مطلقہ ہے۔ انبیاء نے ضروریاتِ زمانہ کے لحاظ سے اسی ذات مطلق کے متعلق کسی نہ کسی ایک بڑی حقیقت پر زور دیا۔ اور ایک خاص صفت کو اپنا مبدءِ تعلیم قرار دیا۔ مثلاً گوتم بدھ نے رحم پر زیادہ زور دیا۔ حکیم کنفیوشس نے تمدّن اور معاشرت کی تعلیم کو ایک خاص اہمیت دی۔ مسیحیت نے محبت کا درس دیا۔ اور اسلام نے خدا تعالےٰ کی مرضی کو مقدم کرنا اور اس کے احکام کے سامنے

سرِ تسلیم خم کرنا سکھایا +

اندک تامل سے آشکارا ہو جائیگا۔ کہ اسلام کی تعلیم میں جمیع تعلیماتِ ما سبق کا مفہوم مجموعی طور پر موجود ہے۔ اسلئے کہ وہ خدا تعالیٰ کی مرضی کے .. .. .. سامنے سر جھکانے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور انسان کو خدا کے حضور پیش کرتا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ ان آیندہ اوراق میں ان تینوں بزرگ انبیاء کے تاریخی واقعات پر تین چار نکتہ ہائے خیال کو ملحوظ رکھتے ہوئے' بے کم و کاست کچھ ہدیہ ناظرین کروں۔ اور وہ یہ ہیں + (ا) کن حالات کے ماتحت ان کی بعثت عملیں آئی (ب) کیا کام ان کے سپرد کیا گیا اس کی نوعیت کیا تھی (ج) کن حالات کے ماتحت وہ دنیا سے رخصت ہوئے (د) انکے بعد زمانہ کا رنگ کیا بدلا؟ اور ان کی تعلیم کا دنیا کے لوگوں پر کیا اثر ہوا +

حضرت موسےٰ علیہ السلام

آپ مصر میں پیدا ہوئے اور فرعون کے گھر میں پرورش پائی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب بنی اسرائیل مصر میں غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ آپ نے مصری علم و تمدن کی کافی تحصیل کی۔ اور جسقدر علوم اس زمانہ میں رائج تھے۔ سب سے کما حقہٗ واقفیت بہم پہنچائی۔ تاریخ بتاتی ہے۔ کہ فراعنۂ مصر بڑے جابر حکمران گذرے ہیں۔ وہ دنیاوی حکومت کے علاوہ مذہبی سیادت بھی رکھتے تھے۔ اور ان کی سخت گیری پر تاریخ شاہد ہے۔ آپ کو حکم باری پہنچا۔ کہ بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دیں۔ چنانچہ توریت میں مرقوم ہے :۔

" اور خداوند نے کہا، میں نے اپنے لوگوں کی تکالیف ملاحظہ کی ہیں جو آجکل مصر میں رہتے ہیں۔ اور انکی گریہ و زاری سُنی ہے۔ اور مجھے ان کی مصائب کا پورا علم ہے۔ اور میں ان کو مصریوں کی غلامی سے نجات دونگا۔ اور وہاں سے نکالکر ایک ایسی زمین میں بساؤں گا جہاں دُودھ اور شہد کی افراط ہے۔ یعنی کنعانیوں کی زمین میں رکھوں گا اور ان کو ہٹی ٹیز اور اموراٹیں اور پیری زائٹس اور ہیوائیٹیز اور جیبوسائٹس کی زمین عطا کرونگا +

بنی اسرائیل کی چیخ پکار کی آواز مجھ تک پہنچی ہے۔ اور جو مظالم مصری ان پر توڑ رہے ہیں۔ میں نے ان کو بچشم خود ملاحظہ کیا ہے۔ موسیٰ اُٹھ میں تجھ کو فرعون کے ملک میں بھیجوں گا تاکہ تو میرے بندوں بنی اسرائیل کو مصریوں کی غلامی سے نجات دے" (خروج باب ۳)+

مصر اس زمانہ میں رُوئے زمین پر اول درجہ کا متمدن اور مہذب ملک تھا۔ اور بڑی شان و شوکت کی سلطنت وہاں قائم تھی۔ جن کی وسعت کل افریقہ پر شامل تھی۔ اور دور دراز کے ممالک سے تجارتیں ہوتی تھیں۔ مصر کا مذہبی معاشرتی اور ملکی قانون بھی بہت اعلےٰ مرتب ہوتا تھا۔ اور لوگوں کے درمیان اخلاقی تعلیم کا علمبردار تھا۔ اور اس کی بناء پر اُنکے دلوں میں حیات بعد الموت کا عقیدہ راسخ ہو گیا تھا۔ اور جو عقیدہ انسانی اقوال اور افعال کی رُوح رواں ہے۔ اور سوسائٹی کی حیات ملی پر اس کا اثر بڑا زبردست ہوتا ہے +

(باقی آیندہ)

گوشوارہ آمد و خرچ ووکنگ مسلم مشن

دفتر ہندوستان در ماہ نومبر ۱۹۲۴ء

تفصیل آمد	نمبر شمار	رقم آمد ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر شمار	رقم خرچ ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن	نمبر ۱	۰	۴	۱۷۴۹	خرچ مشن	نمبر ۳	۰	۰	۰
قیمت رسالہ و مفت تقسیم رسالہ	نمبر ۲	۰	۹	۵۳۵	خرچ اسلامک ریویو	نمبر ۴	۰	۰	۰
میزان	۰	۰	۱۳	۲۲۸۴	میزان	۰	۰	۰	۰

دستخط۔ ڈاکٹر غلام محمد آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۴ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن جناب محمد شفیع صاحب سرینگر	۰	۰	۳	امداد مشن جناب سید محبوب علی صاحب [illegible]	۰	۰	۹
″ ″ ظفریاب علی صاحب بھمبر	۰	۰	۱	″ ″ [illegible] صاحب [illegible] ″	۰	۰	۱

نمبر ۳ ۴۔ اس بھی جو نکہ بجٹ پاس نہیں ہوا۔ اس لئے عملہ کی تنخواہیں خزانہ سے برآمد نہیں ہو سکیں۔ سکریٹری۔

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب مرزا نعیم بیگ صاحب معرفت محمد حبیب علی گڑھ الیا تفصیل میں ۱۰؎ قیمت بیان القرآن بلحاظ امداد مشن ملنے ۵؎ بحیثیت نظر ثانی پر امداد کرائے جائینگے۔ اور قیمت بیان القرآن ادا کی جائیگی	۰	۰	۱۵
منجانب جناب عبد الباسط صاحب از لوسیشل آڈٹ آفس مدراس کرایہ دکان موقوفہ حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم	۰	۱۲	۳
انگلش ویئر ہوس دی مال۔ لاہور۔	۰	۰	۷۰۰
جناب فرید الدین صاحب اندور	۰	۰	۴
" معلوم الاسم	۰	۰	۲
جناب ایم اے جبار صاحب کراچی	۰	۰	۴
" عبد القیوم صاحب کراچی بی اے	۰	۰	۲
" نواب الدین صاحب کشمیر	۰	۰	۶
جناب مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب دہلی	۰	۰	۵
معلوم الاسم	۰	۰	۱
جناب مرزا غلام حسین صاحب	۰	۰	۱۴
" شیخ یاور حسین صاحب سندھین	۰	۰	۴
" ایس۔ ایم رقیب صاحب "	۰	۰	۴
" مسٹر محمد یسین صاحب	۰	۰	۴
سیر الہند یا معرفت جناب حافظ احمد اللہ صاحب کانپور	۰	۰	۱۰۰
جناب حاجی نبی بخش صاحب کانپور	۰	۰	۱۰۰
" " عبد اللہ صاحب "	۰	۰	۱۰۰
" " بابا عبد اللطیف صاحب "	۰	۰	۱۰۰
" " سید فضل الرحمان صاحب "	۰	۰	۱۰۰
" " حسن علی بہار علی " "	۰	۰	۵۰
" " حضور عالم صاحب "	۰	۰	۵
" " ایک مسلم صاحب "	۰	۰	۵

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب عبد الوحید صاحب کانپور	۰	۰	۱۰
" حاجی محمد عبد اللطیف صاحب کانپور	۰	۰	۵۱
" ضمیر الدین صاحب "	۰	۰	۲۵
ایک مسلمان صاحب "	۰	۰	۱۰
جناب ڈاکٹر عبد الصمد صاحب "	۰	۰	۵۰
" فہیم الدین "	۰	۰	۵۰
" حافظ محمد عبد الحلیم صاحب "	۰	۰	۱۰۰
جناب والدہ خواجہ خلیل احمد صاحب لاہور	۰	۰	۱۲
" فاطمہ بی بی صاحبہ لاہور	۰	۰	۱
جناب منشی الہی بخش صاحب معرفت جناب مولوی عبید اللہ خان صاحب کابل	۰	۰	۱۱
جناب عبید اللہ خان صاحب "	۰	۰	۸
" سلطان محمد صاحب "	۰	۸	۵
" حاجی مراد علی صاحب حیلی پور پھلدایا رسالہ اشاعت اسلام ماہ دسمبر ۲۳ء صفحہ نمبر ۵ ملاحظہ ہو	۹	-	۱۸
جناب ڈاکٹر ایم۔ اے صوفی صاحب بی اے کلکتہ	۰	۰	۱۰
امداد مشن جناب منہاج الدین صاحب لکھنؤ	-	-	۵
" حضور نواب رفعت یار جنگ صاحب بہادر دکن	۰	۰	۱۵
" جناب فضل کریم صاحب ابازئی پشاور	۰	۰	۳
" " ڈاکٹر محمد یوسف قلات	۰	۰	۱
" " اسد اللہ صاحب گوروا سپور	۰	۰	۱
" " محمد فاروق صاحب "	-	۰	۱
" " ایم ایس خان صاحب پنڈ لسین بمبئی	۰	۰	۴
" " احسان الحق صاحب ڈیرہ غازیخان	۰	۰	۱۵
میزان	۰	۴	۱۷۴۵

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۴ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
منصت تقسیم جناب ڈاکٹر ایم۔ اے۔ صوفی صاحب بی اے کلکتہ	-	۰	۱۰
" " سید مقبول احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر الہ آباد	۰	-	۵
" " حضور نواب رفعت یار جنگ صاحب بہادر عوض طباعت کتب	۰	۰	۲۰
قیمت رسالہ	۰	۹	۵۰۰
میزان پانصد پینتیس روپے نو آنہ	۰	۹	۵۳۵

عورت

(اسکی مغلوبیت مظلومیت اور آزادی)

عورت کی حیثیت عیسویت کے ماتحت

(از قلم خواجہ نذیر احمد صاحب قائمقام امام مسجد ووکنگ (انگلستان))

(بہ تسلسل صفحہ ۴۷ جلد ۱۰ نمبر ۱۰)

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ کہ عیسویت علم و عقل کی تحریک کی چنداں حامی نہیں تھی وہ محض مذہبی لہر کا ایک تموج تھا۔ جس پر صدیوں سے یہودیوں کے اندر حالت جمود طاری ہو چکی تھی۔ عیسویت کا اہم کام مذہب کو روحانیت کا رنگ دینا تھا۔ اصول معاشرت کا نہ اس کو کچھ علم تھا۔ اور نہ اسکی طرف اسکی توجہ تھی۔ تمدن کے اندر جو قباحتیں رونما ہو رہی تھیں عیسائیت ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتی تھی۔ کیونکہ ایک قرار واقعی نظام معاشرت کا قیام اس کے احاطۂ عمل سے خارج تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمچو قسم فروعی مسائل کے متعلق کہ مثلاً عورت کس سلوک کی مستحق ہے عیسائیت انہی خیالات پر قناعت کر بیٹھی تھی۔ کہ جن [illegible] خیالات زمانہ مقتضی ہوتے تھے۔ باوجودیکہ عیسائیت سے پیشتر متمدن گفتار کا پایۂ تہذیب بہت بلند ہو چکا تھا تاہم عامۃ الناس پرانے دقیانوسی خیالات باطلہ کے دلدادہ تھے اور عیسائیت نے قبولیت عام حاصل کرنے کی غرض سے انہی خیالات کا رنگ و روپ اختیار کر لیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ کتاب پیدائش [illegible] لے کر کتاب مکاشفات تک عورت کی غلامی پر زور دیا گیا۔ [illegible] کی ہستی کا آغاز [illegible] کے بعد معرض ظہور میں آتا ہے۔ گویا اب تک وہ طاق نسیان میں تھی۔ اور اس کا [illegible] زندگی غلامانہ حیثیت میں کٹتا ہے۔ ہر ایک قسم کی طاقت اور ہر ایک قسم کا تفوق مرد کا حق واحد گردا جاتا ہے، اور کلیسا کی تمام کوشش صدیوں تک یہی رہی ہے۔ کہ عورت کو غلامی کے گڑھے میں ہی

رکھا جائے۔ اور بالفاظ سینٹ پال اسکے لئے مرد پر فوقیت اور برتری حاصل کرنے کا سدباب کردیا جائے[1]۔ عیسوئیت کو جو اثر صنف لطیف پر حاصل تھا اس پر اظہار خیالات کرتے ہوئے تقدس مآب ڈولنسن صاحب لکھتے ہیں۔ کہ

> عموماً اس رائے کا اظہار پے در پے کیا جاتا ہے۔ کہ عورت کی موجودہ اعلیٰ حیثیت عیسوئیت اور دیگر "اقوام ابیض" کے علم وعقل کا نتیجہ ہے لیکن واقعات پر ایک ناقدانہ نظر ڈالنے سے عہد عیسوئیت کی پہلی تین صدیوں کے اندر اس تغیر کا کچھ پتہ نہیں ملتا معلوم ہوتا ہے۔ کہ عیسائیوں کے ہاں عورت کی حیثیت بہت کم اور اس امر کے متعلق خیالات بہت مبتذل اور گھنونے تھے"+

گو پرنسپل ڈولنسن صاحب عیسوئیت کے متعلق اپنا فیصلہ محض تین پہلی صدیوں تک ہی محدود رکھتے ہیں لیکن یہ ثابت کرنا کچھ مشکل نہیں۔ کہ صاحب موصوف کا یہ فیصلہ اس سے بہت بعد کے زمانہ پر بھی ایسا ہی صادق آتا ہے۔ اور نیز یہ امر بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ سکتا ہے۔ کہ زمانہ کے اندر جو جو ترقیاں معرض ظہور میں آتی رہیں۔ وہ عیسوئیت کا نتیجہ نہیں تھیں۔ بلکہ وہ دوسرے تاثرات کا نتیجہ تھیں۔ جن سے عیسوئیت ہمیشہ متصادم رہتی تھی۔ بہرکیف ان تین صدیوں کے اندر عیسائی مقدسین نے مسیحی تعلیمات کا ایک ڈھانچہ تیار کیا۔ جو کم از کم زمانۂ اصلاح (Reformation) تک تمام یورپ کا لائحہ عمل رہا۔ ہم اس امر کو پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ وحشی اقوام کے نزدیک مرد

---

[1] سینٹ پال کی تبدیلئ مذہب کا حال جیسا کہ ایبونائیٹس نے بیان کیا ہے بہت کچھ نتیجہ خیز ہے۔ پال جیسا کہ اس نے خود ظاہر کیا ہے طارسس کا رہنے والا تھا نہ کہ یروشلم کا۔ وہ طارسس سے یروشلم گیا اور وہاں بڑے پادری کی لڑکی کو دل دے بیٹھا۔ اور اسی غرض سے اس نے مذہب تبدیل کر ڈالا اپنی معشوقہ کے ساتھ شادی کی درخواست کی۔ لیکن ناقابل التفات سمجھی جا کر نامنظور ہوئی۔ اس پر غضبناک ہو کر اس نے رسم ختنہ سبت اور شریعت کی تردید میں بہت کچھ تحریر کیا۔ اس کی تحریروں کے اندر صنف لطیف کے خلاف جو زہر اگلا ہوا ہے وہ کسی اسی قسم کی بے التفاتی کا نتیجہ بیان کیا جاتا ہے جو کسی عورت کی طرف سے اسکے تجربہ میں آئی تھی + منہ

اور عورت کے اعلےٰ اور ادنےٰ ہونے کا سوال چنداں وقعت نہیں رکھتا تھا بلکہ وہ دونوں میں فرق کے قائل تھے - یہ فرق کسی مذہبی اور اخلاقی اصول پر قائم نہیں کیا گیا تھا - بلکہ یوں کہنا چاہئے - کہ اسکی بنیاد زندقہ پر رکھی گئی تھی - اب سوال یہ ہے - کہ عیسویت نے آکر کیا کیا؟ یہی کہ بربری اقوام کے ان خیالات فاسدہ کے ساتھ جو وہ جنس لطیف کے متعلق رکھتے تھے اپنے معتقدات مذہب کو جو عورت کی تذلیل و تحقیر پر مبنی تھے مخلوط کردیا +

اس تحقیر و تذلیل کے نشو و نما کی داستان جو مقدسین کلیسیا کی تصانیف سے ملتی ہے جسقدر اہم اور ضروری ہے - اسیقدر دلکش اور دلاویز ہے - ہم پہلے مقدسین یونان کو لیتے ہیں - نہ صرف اسلئے کہ وہ دوسروں پر تقدم زمانی رکھتے تھے - اور اسی تقدم کا نتیجہ ہی ہے کہ عورت کی بیہودگی کا نقشہ جو انہوں نے پیش کیا ہے وہ بہت کچھ خام اور غیر مکمل ہے - بلکہ اس وجہ سے بھی کہ "متمدن" کفار کے ساتھ ان کے بہت قریبی تعلقات تھے +

اسکندریہ کے رہنے والے سینٹ کلیمنٹ کی تحریر سے جبکہ وہ بطور ایک محقق کے قلم اٹھاتا ہے ظاہر ہوتا ہے - کہ اسکے زمانہ کے تعلیمیافتہ یونانی لوگ جنس ضعیف کے متعلق کسی قدر اچھے خیالات رکھتے تھے - پہلے پہل تو وہ یہ کہتا ہے - کہ عورت وہی سرشت لیکر آئی ہے جو مرد" لیکن جب سینٹ پال کے خطوط کے مشہور مضامین اسکی آنکھوں کے سامنے آتے ہیں - اسکی طبیعت میں تذبذب واقع ہونے لگجاتا ہے - اور اس پر بیہودہ خیال عورت کے متعلق غالب آنا شروع ہوجاتا ہے معاً ہماری نگاہیں اس نفرت کو جو شادی کے متعلق ظاہر کیجاتی ہے تاڑ لیتی ہیں - اور جس کو ہم کلیسیائی غلطیوں میں سے ایک اہم غلطی سمجھتے ہیں +

اس جگہ یہ بیان کردینا خالی از فائدہ نہوگا - کہ قدیم کلیسیائی فقیہوں نے اپنے اُن عقائد اور بیہودہ خیالات کی بنا پر جو وہ مرد و عورت کے متعلق رکھتے تھے

ہمیشہ یہ سمجھا ہی کہ شادی سے محض تو اسے شہوانی کا تقاضا مراد ہے۔ اکثر اسکو بالکل ناجائز خیال کرتے تھے لیکن جو لوگ کسی قدر وسیع الخیال تھے انہوں نے انسانی فطرت کی کمزوری کو مدنظر رکھکر اسکو جائز قرار دیا۔ مگر وہ تاہم اسکو نہایت سخت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ کچھ تو اس بناء پر کہ وہ اس امر کو کہ شادی مسیح اور کلیسیا کے اتحاد کی علامت ہو سکتی ہے۔ اپنی تعلیمات و اصول مذہب کے خلاف سمجھتے تھے۔ اور کچھ اس لئے کہ وہ اس کو سفلی جذبات کا ایک بین ثبوت خیال کرتے تھے۔ مقدسین کلیسیا کا لب ولہجہ اس موضوع پر آجکل کے تعلیمیافتہ لوگوں کو نہایت عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر انہوں نے شادی کی مشروط اجازت نہ دی ہوتی تو ان کی زبان و قلم سے جس امر کا اظہار ہو رہا ہے وہ یہ ہے۔ کہ شادی ایک قطعی لعنت ہے"۔ اسکے متعلق چند ایک نقطۂ نظر کا پیش کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ کیونکہ ان سے معلوم ہو سکیگا کہ عیسائیوں کے اندر عورت کے متعلق کس قدر نفرت پائی جاتی تھی۔ اور اسی نفرت کو وہ لوگوں میں پھیلانا چاہتے تھے۔ مثلاً ایتھنا گورس دوسری شادی کو مہذب زنا سے تعبیر کرتا ہے اسکے یہ الفاظ ہر زمانہ میں زبان زد عام رہے ہیں۔ حتٰے کہ کلیسیا کی ایک مجلس اپنے ضوابط کے اندر اسکو بطور قانون کے شامل کر لیتی ہے کلیمنٹ کے نزدیک زنا کی حد فاصل ایک شادی سے زیادہ شادیاں ہیں۔ اس خرابی سے بچنے کیلئے وہ مندرجہ ذیل علاج تجویز کرتا ہے:-

سب سے زیادہ ضروری امر ہے کہ ہم عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں وہ جذبۂ الفت جو اس خواہش سے بھڑک اٹھتا ہے۔ جسکو ہم محبت سے موسوم کرتے ہیں۔ اس آگ کی طرف لیجاتا ہے۔ جو مشتعل ہونے کے بعد پھر بجھ نہیں سکتی

سینٹ اوریجن جو مقدسین کلیسیا کے طبقہ میں فضیلت علمی کے اندر سب سے زیادہ ممتاز تھا۔ وہ بھی شادی کے متعلق اسی قسم کی حقارت اور نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ گو شادی کرنے والے مرد اور عورتیں مسیح کے نام کی طفیل سے ہلاکت سے بچ جائینگی لیکن

وہ کسی حالت میں بھی (مسیح) سے تاج نہیں پہنائی جائیگی"+

اس کے علاوہ کئی ایک دوسرے مقامات پر وہ پہلی شادی کے خلاف بھی صدائے نفرین بلند کرتا ہے +

دوسرے تین بڑے یونانی مقدسین سینٹ باسل سینٹ گریگری آف نیاسا اور سینٹ گریگری آف نیزی این زم ہیں - باسل نے اولاً عورت کو دماغی قوت کے لحاظ سے مرد کے مساوی ظاہر کیا - اور محض جسمانی طاقت میں کم قرار دیا - لیکن اس کے مذہبی احترام اور عہد نامہ عتیق اور پال کی تعلیمات پر کورانہ ایمان نے اسکو اسبات کے کہنے پر مجبور کیا ہے - کہ "ان کا طرز عمل عورت کے متعلق ایک راز سربستہ ہے" سینٹ گریگری آف نیاسا گو خود بنفس نفیس شادی شدہ بشپ تھا لیکن تاہم وہ تجرد کی مدح سرائی کرتا ہے سینٹ گریگری آف نیزی این زم عورت کے متعلق اور ہی غضب ڈھاتا ہے - وہ کہتا ہے کہ اس کا کمال عقل اطاعت ہے - اس کا گھر اس کا شہر ہونا چاہئیے - اسکو سیاہ شادی اور بپتسمہ کی مجالس سے احتراز کرنا چاہئیے اور معاملات ملکی میں ذرا بھی توجہ نہیں دینی چاہئیے - مبارک ہے جو تجرد کی زندگی بسر کرتی ہے - اور خدا کی شکل جو اسکو ودیعت کی گئی ہے - اسکو شہوانی خواہشات کی غلاظت سے آلودہ نہیں ہونے دیتی - کلیسیا کے ساتھ مسیح کے اتحاد اور شادی کا مقابلہ جو سینٹ پال نے کیا ہے - اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہی صاحب لکھتے ہیں :-

"اس عبارت کی رو سے ایک سے زیادہ شادیاں کرنا مجھے مذموم معلوم ہوتا ہے ہاں اگر دو مسیح ہو سکتے ہیں - تو دو خاوند یا دو بیویاں بھی ہو سکتی ہیں - لیکن جب مسیح ایک ہی ہے - اور وہی ایک کلیسیا کا مطاع ہے - تو لازماً شادی بھی ایک ہی ہے اور کسی دوسرے کی گنجائش نہیں - مگر جس صورت میں وہ دوسری شادی کی بھی ممانعت کرتا ہے - تو پھر تیسری شادی کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے (میرا فیصلہ یہ ہے کہ) پہلی شادی عصمت ہے - دوسری عیاشی اور تیسری ظلم لیکن جو ان حدود سے بھی آگے نکل جاتا ہے - وہ انسان نہیں حیوان ہے"۔

کلیسیا کے عظیم الشان مُقدس ستیوں کی اس قسم کی تحریریں اور سرتاپا صنف لطیف کی تحقیر و تذلیل سے لبریز ہیں۔ بالآخر وہ کہتا ہے :۔
کہ بیشک بھوت کی سرشت میں سخت تندی اور افعی کی طبیعت میں سخت مکاری ہوئی ہے لیکن عورت ان دونوں کی جامع واقع ہوئی ہے نعوذ باللہ من ذالک سینٹ جان کرشاسٹم جو ایک ہر دلعزیز واعظ تھا۔ اور جس کے اردگرد عورتوں کا ایک جمغفیر جمع رہتا تھا۔ وہ بھی پورا پورا اپالوی یا مقلد پال ہے صنف لطیف کی کسی خفیف سی حرکاتِ بیداری کی علامات کو بھانپ کر وہ بزور لکھتا ہے کہ اس کا حق نہیں کہ وہ (مردوں سے) مساوات کا مطالبہ کرے کیونکہ قدرت نے اس کو ماتحت رکھا ہے۔ اسکے ساتھ ہی اس نے عورتوں کے متعلق عجیب عجیب ۔ ۔ ۔ تجویز کئے ہیں کہیں اس کو ایک "لازمی خرابی"۔ ایک "پسند خاطر بلاء جان" لکھا ہے کہیں "مہلک سامانِ دلبستگی"۔ اور کہیں "خوبصورت بلا" ظاہر کیا ہے +
لیکن جب ہم یونانیوں سے رُومی مقدسین کی طرف عنانِ توجہ مبذول کرتے ہیں اور ان کی تحریروں پر نظر تنقید ڈالتے ہیں تو جنس لطیف کی تحقیر و تذلیل کی ایک زیادہ سنجیدہ شکل ہماری آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے +
ٹرٹولین جو لاطینی مقدسین میں سب سے پہلے ہوا ہے۔ اور جو رہبانیت کی ایک بولتی ہوئی تصویر ہے۔ اپنی حسب معمول آتش زبانی کے ساتھ اپنی کتاب کے پہلے فقرہ میں ہی اس طرح تیرباری کرتا ہے :۔

"اگر تمہارا ایمان ایسا ہی غیر متزلزل اور مستحکم ہو۔ جیسا کہ اس کا ابدی اجر۔ تو اے میری عزیز بہنو! تم میں سے کوئی بھی جس کو اپنے نفس کا اور اپنے محبت کرنیوالے خداوند کا علم ہو خوشنما لباس زیب تن کرنا پسند نہیں کریگی۔ بلکہ وہ چیتھڑوں کو موجب صد زیب و زینت سمجھیگی۔ اور خاک اور دھول سے آلودہ تن رہنا اپنے لئے باعث عزت خیال کرے گی۔ گویا وہ حوا ہے۔ جو اپنے کئے پر نادم اور اندوہگین ہے"+
پھر ایک اور مقام پر وہ عورتوں سے ان الفاظ میں خطاب کرتا ہے" :۔

کیا تم جانتی ہو؟ کہ تم میں سے ہر ایک حوّا ہے۔ خدا کا حکم تمہارے طبقہ کے متعلق اب بھی قائم ہی، جب حکم قائم ہے۔ تو جرم بھی ضرور موجود ہونا چاہیئے۔ تم شیطان کے ورغلانے ہو۔ تم شجر ممنوعہ کی مہر توڑنے والی ہو۔ تم الٰہی قانون کی سب سے پہلی تارک ہو۔ تم ہی وہ ہو جنہوں نے اس شخصیت کو اپنے دام تزویر میں پھنسالیا کہ جس پر شیطان کو قابو پانے کی جرأت نہیں پڑتی تھی۔ تم نے "خداوند کی شکل" (مرد) کو تباہ و برباد کیا۔ تمہاری سزا ئے موت کے بدلے میں خداوند خدا کے بیٹے کو صلیب پر مرنا پڑا"+

یہی بزرگوار تجرد کی مدحت سرائی میں سب سے زیادہ رطب اللسان ہیں۔ اور شادی کی ممانعت پر اسقدر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ کہ بالآخر یہ کہنے پر جرأت کرتے ہیں کہ "شادی اور زنا میں کچھ نمایاں فرق نہیں"+

افریقہ کا ایک اور بڑا مقدس سینٹ سائی پرین اپنے فتاووں میں کسی قدر اعتدال پسند نظر آتا ہے۔ یہ حضرت محض ان الفاظ پر ہی قناعت کرتے ہیں۔ کہ "عورت ایک ہتھیار ہے۔ جو شیطان مردوں کی رُوحوں کو قبضۂ تصرف میں لانے کیلئے استعمال کرتا ہے"+

سینٹ آگس ٹائن۔ جو بالطبع نہایت شرافت پسند واقع ہؤا ہی کیونکہ وہ اپنے زمانہ کے قابل ترین اشخاص میں سے تھا۔ وہ بھی کسی موقعہ پر عورت کی تحقیر سے نہیں چُوکتا۔ کتاب پیدائش کی تفسیر کرتے ہوئے وہ ایک جگہ اپنے آپ سے سوال کرتا ہے، کہ عورت کے پیدا کرنے کی کیا علت غائی تھی"؟ اور اسکو اس سوال کا اس سے بہتر جواب نہیں سُوجھتا۔ کہ "بقائے نسل کی اشد ضرورت کیلئے"۔ پھر خود ہی کہتا ہے کہ شاید وہ یعنے عورت اس کے خلق کی گئی ہے کہ مرد کے ساتھ بطور رفیق زندگی کام دے سکے لیکن پھر اسکی بھی تردید کردیتا ہے۔ اور کہتا ہی کہ اس سے تو یہ بہتر تھا کہ دو مرد آپس میں بیٹھ کر حظِ صحبت سے محظوظ ہو لیتے۔ اس کے بعد اپنے سوال کا بہترین حل اسکو یوں ملتا ہے۔ کہ عورت درحقیقت ہبوط آدم کے اس سانحہ

لو انجام دینے کیلئے پیدا کی گئی تھی۔ جو قضا و قدر نے پہلے سے ہی مقدر کر رکھا ہے +
میں اب بنظر اختصار محض چند متقدمین کے حوالہ جات پر ہی اکتفا کرتا ہوں
سینٹ ایمروس عورت کو یاد دلاتا ہے۔ کہ
اسکو خدا کے ہمشکل ہونے کا شرف حاصل نہیں جو مرد کو ہے" سینٹ برنرڈ
س کا نام شیطان کا ہتھیار رکھتا ہے۔ سینٹ انتھنی اسکو شیطان کی رسیوں کی بانی مبانی
کے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ سینٹ بوتا وینچور اس کو ایک بچھو سے جو ہر وقت نیش زنی
پر آمادہ ہو" خطاب کرتا ہے۔ اور بالآخر سینٹ تھا ماٹر کس اس کے متعلق یوں
گلفشانی کرتا ہے :۔
میں نے تمام لوگوں کے اندر عصمت اور پاکدامنی کی تلاش کی۔ جو ان کیلئے واجبی ہے
لیکن یہ متاع بے بہا مجھے کہیں نظر نہ آئی۔ البتہ ایک شخص کو ہزاروں مردوں میں سے
یک مرد پاکدامن مل سکیگا لیکن عورتوں میں سے ایک بھی نہیں ملیگی + (باقی آیندہ)

اسلامیہ سٹیم پریس دروازہ لاہوری لاہور میں منشی محمد لطیف کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبد الغنی مینیجر رسالہ اشاعت اسلام نے عزیز منزل لاہور سے شائع کیا

حصہ و اپریل نمبر ۸-۹

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

عزیز منزل - لاہور

قیمت سالانہ للعہ
ممالک غیر کیلئے عہ

جسٹرڈ ایل ۹۰۸ نمبر

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

قیمت سالانہ للعہ

عزیز منزل ۔ لاہور

ممالک غیر کیلئے صہ

شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا
أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ
بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ
لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي
فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ
فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ
أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ
هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ
أَنَّكُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ
وَعَفَا عَنْكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ
اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ
الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ
ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ
وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ

فہرست مضامین

رسالہ اشاعت اسلام لاہور

جلد (۱۱) بابت ماہ فروری ۱۹۲۵ء مطابق ماہ رجب ۱۳۴۳ھ نمبر (۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ فروری ۱۹۲۵ء

شذرات

حضرت خواجہ صاحب کا لیکچر بمبئی میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے کاؤس جی جہانگیر ہال بمبئی میں "اسلام صلح و محبت کا مذہب" کے عنوان سے ایک لیکچر دیا۔ جو کسی آئندہ کی اشاعت میں ہدیۂ ناظرین ہوگا۔ ڈاکٹر جیونجی جے موذی کرسی صدارت پر رونق افروز تھے۔ خواجہ صاحب نے نہایت فخر کے ساتھ اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے۔ کہ میں پہلے مسلمان ہوں اور اسکے بعد ہندوستانی یہ بتایا۔ کہ کوئی ملکی یا قومی ونسلی یا حُبُّ الوطنی کا خیال ایسا نہیں کہ وہ ان تمام جذبات کو جو کل دنیا میں صلح و محبت باہمی احساس و ہمدردی اور حُبِّ وطن کے خیالات کو پیدا کرنے کیلئے ضروری ہیں اس طرح سے پیدا کرسکے جیسے اسلام پیدا کرسکتا ہے +

آپ نے بتایا۔ کہ مذہبی جنگیں جن کی قرآن نے اجازت دی ہے مدافعانہ تھیں۔ اور اُن میں مذہبی معبدوں کی حفاظت میں جو لڑائی لڑی جائے وہ خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اسلام کے تیرہ صد سال میں اِس کا بنیادی اصول

رواداری رہا ہے۔ اور اسکے ثبوت میں ہندوستان کی تاریخ سے بڑھ کر اور کوئی زبردست شہادت نہیں ہو سکتی +

لیکچر کے آخر میں آپ نے مسلمانوں کو تبلیغ مذہب کے مقدس فرض کیطرف توجہ دلائی۔ جو آگ اور تلوار یا کسی قسم کے تشدد اور جبر سے نہیں بلکہ نیک نمونہ کے ذریعہ سے جو تمام دلوں کو اپیل کرتا ہے۔ اور ان پاک اعمال سے جو مذہب کیلئے زندگی کی رُوح ہے دوسروں کو اسلام میں لایا جائے +

یہ لیکچر جس کے سُننے والوں میں تمام مذاہب کے نمائندے موجود تھے بہت کچھ موثر ثابت ہوا۔ جس کا اظہار فاضل صدر نے نہایت شاندار اور موزُوں الفاظ میں کیا +

ڈاکٹر جیونجی جے مودی نے لیکچرار کا شکریہ ادا کرتے ہوئے حاضرین سے کہا۔ کہ جس طرح سے آپ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسُول سمجھتے ہیں۔ ویسے ہی آپ میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے۔ کہ آنحضرت کے نمونہ کی پیروی کرتے ہوئے اپنے محدُود دائرہ کے اندر رسالت کا کام کرے۔ آپ سب کا یہ فرض ہے۔ کہ اسلام کا پاک پیغام جو آج آپ نے اس ہال میں سنا ہے اپنے ہم مذہبوں اور ان سب لوگوں میں لیجائیں جنمیں آپ رہتے اور کام کرتے ہیں +

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الاسلام ہے اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے اس فطری مذہب کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جو نسل انسانی کیلئے خدا تعالےٰ کی طرف سے آیا۔ کس قدر مسرت اور خوشی کا مقام ہے۔ کہ جوں جوں دُنیا تہذیب اخلاق میں ترقی کرتی ہے۔ اس کا قدم اس فطری مذہب کی طرف تیز تر ہوتا جاتا ہے۔ آج یُورپ کے مادہ پرست اپنے دُنیوی انہماک کے باوجود اصُول اور معتقدات کے لحاظ سے انہی باتوں کو مانتے ہیں۔ جن کی اسلام نے تعلیم دی ہے۔ اور وہ نہیں جانتے کہ اسلام سے الحقیقت یہی ہے۔ ووکنگ مسلم مشن

نے اس وقت تک کثیر التعداد انگریزوں کو اس سے واقف کیا۔ اور انہیں حلقۂ اسلام میں لانے کا موجب ہوا +

سال سابق و سال نو

ذیل میں ہم خواجہ نذیر احمد صاحب کا وہ پیارا مضمون درج کرتے ہیں جو انہوں نے اسلامک ریویو کے جنوری کی اشاعت میں ووکنگ مشن کی سال گذشتہ کی زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔ یہ سال بفضلہ کامیاب گذرا۔ اور اس سال کے کارنامے ہمارے لئے کچھ کم حوصلہ افزا نہیں۔ خصوصاً جب ہم اس بات کو دیکھتے ہیں کہ بعض ناگزیر حالات سے وہاں مشن کے کل کا کل کام خواجہ نذیر احمد صاحب کے یکہ و تنہا کندھوں پر ڈال دیا۔ ۱۹۲۳ء کے آخر میں خواجہ کمال الدین صاحب کو اپنے گرامی قدر برادر اکبر خواجہ جمال الدین صاحب مرحوم کی اچانک وفات ہندوستان لے آئی۔ اور دوسری طرف اسی طرح جناب ماسٹر محمد یعقوب خان صاحب بی اے بی ٹی بعض امور ضروریہ کی وجہ سے ہندوستان واپس لوٹ آئے۔ اس وجہ سے ان ... کی مشکلات ... رہی۔ لیکن جو بات حوصلہ افزا ہے وہ یہ ہے کہ اگر سچے جوش اور ارادے سے خدا کی راہ میں کوئی نکلے تو خدا کا فضل اس کے شامل حال ہو جاتا ہے۔ اصل میں انسانی کوششیں کوئی چیز نہیں۔ صرف سچی ارادتمندی اور خدمت اسلام کا حقیقی شوق اگر قلب مسلم میں پیدا ہو تو باقی دیگر کمی خود بخود فضل الٰہی سے پوری ہو جاتی ہے +

زندہ مذہب

آج ہم سال نو کے آستانہ پر کھڑے ہیں۔ یہ سال بھی ہمارے سامنے جہاں سرگرمی او جرأت کی فضا پیش کرتا ہے۔ وہاں ساتھ ساتھ ہی کچھ ناکامیاں اور ناامیدیوں

کی جھلک دکھاتا ہے۔ان دو متضاد حالتوں کو دیکھ کر طبعاً انسان کی طبیعت
گذشتہ حالات پر جا پڑتی ہے۔ واقعات گذشتہ پر نگاہ ڈالنا فائدہ
سے خالی نہیں ہے۔اس سے یہاں یہ نظر آتا ہے۔کہ کس قدر اپنے راہ
کی مسافت ہم نے طے کر لی۔کیا کیا کامیابیاں ہمیں نصیب ہوئیں۔کس کس قسم
کی مشکلات کا سامنا ہوا۔کن راہوں سے ہم نے ان سد راہوں کو دور کیا
یا ان کے دفعیہ کی کوشش کی۔ وہاں ساتھ ہی یہ بھی نظر آتا ہے کہ کہاں تک
ہمارا قدم پھسلا۔ اور کس طرح ہم غلطی میں پڑ کر کامیابی سے دور جا پڑے۔
وہ کونسے عمدہ سے عمدہ اسباب تھے جنہیں ہم نے اپنے غلط اندازوں سے اپنے لئے
مفید نہ بنایا +

یہ تبصرہ حالات گذشتہ اگر ہمیں یہ سکھلا دے کہ سال آیندہ ہمیں کن
راہوں کو اختیار کرنا ہے۔ اور کس طرح اپنی گذشتہ ناکامیابیوں سے سبق
عبرت حاصل کر کے اس خار راہ کو عصا ہدایت میں تبدیل کرنا ہے۔ تو شاید
یہ گذشتہ منظر آئندہ منزل مقصود کیلئے خضر راہ بن جاوے +

گذشتہ سال کے بعض منظر نے الواقع حوصلہ افزا ہیں۔ان ایام
میں عیسائیت کی بیخ و بن ہل گئی۔ نصرانیت کے قلعہ بان حصور کا دہ
ثابت ہوئے مسیحی بھیڑوں کی آنکھ کھل گئی۔ مایوسی اور نا امیدی
کی گھنٹیاں ان کو دکھائی دینے لگ پڑیں۔گلہ پراگندہ ہو گیا۔ اور
گلہ بانوں نے گلے کی تعداد گھٹتے دیکھی۔گرجے خالی اور ویران ہو گئے
اور ان گرجوں کی عبادت کرنیوالے کسی اور معبد کی تلاش میں لگ گئے۔کلیسیا
کے فرمانروا آرچ بشپ اور بشپ اس فکر میں ہیں کہ ان کے محل اور
انکے اسباب راحت ہاتھ سے نکلنے نہ پائیں۔ لہذا حالات نو کے ساتھ موافقت
کرنے کیلئے اس سعی میں کوشاں ہو رہے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح حالات جدیدہ کے
ساتھ مذہب کی مطابقت کریں۔آرچ بشپ آف یارک نے بآواز بلند اعلان کیا

کہ دنیا کو کلیسیائی مذہب سے بالکل نفرت ہے۔ آرچ بشپ آف کنٹربری اس ٹوہ میں لگ گئے کہ کس طرح گلہ نصرانیت اپنی بھیڑوں کو گلے میں تھام سکے۔ لندن کے لارڈ بشپ نے بصد حسرت و یاس یہ دیکھا۔ کہ لندن کے شہری حصہ کے گرجاؤں میں معابدین کی تعداد سینکڑوں کی جگہ ۴ سے ۱۲ تک ہی رہ گئی۔ انگلستان کی مسیحی کانفرنسیں عقائد پر توجہ کی ترمیم کرنے لگیں لیکن زنگ خوردہ آئینہ کی صفائی یہاں تک کی کہ خود آئینہ کا صفایا ہو گیا۔ آہستہ آہستہ ۱۹۱۵ء سے ۱۹۲۲ء تک عیسائی عمارت کے مختلف حصص کو اس طرح بدلا اور اسکے پرانے ستونوں کی جگہ کچھ ایسے نئے عمود اور شہتیر ڈالے کہ ۱۹۲۳ء میں جس نئی عمارت کا خاکہ پیش کیا گیا۔ وہ اصلی سابقہ عمارت سے بالکل جداگانہ دکھائی دینے لگی لیکن نتیجہ کچھ نہ ملا۔ مذہب ایک ربانی عمارت ہے۔ اسکے لئے اینٹ اور پتھر اس کا مصالحہ اور چونا ربانی ہاتھ ہی کا ہونا چاہئیے تو وہ عمارت قائم رہ سکتی ہے۔ انسانی دماغ اس ربانی ہیکل کو قائم نہیں رکھ سکتی۔ کائنات میں جس حیوان یا انسان نے اپنے آرام و آسائش کے لئے مکان تعمیر کیا۔ اس کا استحکام و قیام اسی حد تک رہا کہ جس حد تک خدائی ہاتھ کا پیدا کردہ مصالحہ اسمیں جوڑا گیا۔ پتھروں کی بنا کردہ عمارت خشتی عمارت سے اسی وجہ سے زیادہ مضبوط اور پائدار ہوتی ہے کائنات میں ایک ہی جانور ہے جو اپنے گھر کا مصالحہ اپنے اندر ہی سے نکالتا ہے۔ اسی لئے عنکبوت کا گھر سب سے کمزور ہے۔ قرآن کریم نے دین باطلہ کی مثال اسی لئے بیت العنکبوت سے دیکر فرمایا کہ ان اوھن البیوت لبیت العنکبوت یعنی مکڑی کا گھر تمام گھروں سے زیادہ ناپائدار ہے۔ حوادث بیرونی جب اسکے گھر کو توڑتے ہیں۔ تو وہ فی الفور مرمت میں لگ جاتی ہے لیکن وہ مرمت کردہ گھر اپنی شکل و صورت میں پہلے گھر سے بالکل جداگانہ ہوتا ہے۔ دوسری صدی مسیحی سے انسان نے مسیحی مستعمرات کو بدلنا شروع کیا۔ یا بسطح برنیسری چوتھی صدی سے اسکی شکل بدلتی رہی۔ آخر آج یہ مذہب اپنے خط و خال

میں کہیں سے کہیں جا پہنچا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مسیحی مذہب میں حقیقی حیثیت باقی نہیں رہی۔ جب حقائق کائنات پر انسان کی آنکھ کھلی اس نے مسیحیت کو متضاد باتوں کا مجموعہ پایا۔ علمی انکشافات کی روشنی میں جب انسانی نگاہ نے نصرانیت کی آنٹول کی تو یہ حقائق اور صداقت سے نہ صرف برعکس نظر آئی۔ بلکہ اس کے خط و خال کچھ ایسے گھنونے نظر آنے لگے کہ اس مذہب کا جادو آہستہ آہستہ ختم ہونے لگا۔ اور آج اس پر سکرات موت وارد ہو گئی۔ بلکہ معقول نگاہوں میں تو اس مذہب کا جنازہ تک اُٹھ چکا ہے۔ انسان ایک زندہ جاوید مذہب کی تلاش میں ہے۔ جو اس کی رات دن کی زندگی کا دستور العمل ہو سکے۔ اسلام ہی وہ چیز ہے جس کی تلاش میں انسان لگی ہوئی ہے۔ یہی وہ مذہب ہے جو ہمیشہ سے استقامت لاتبدیل حقائق اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اس کی تعلیمات غیر متبدل معقول۔ علم و منطق کی جان اور صداقتوں کی روح رواں ہے۔ فرقی تنازعات اور انفرادی تفرقات سے بہت ہی ارفع اور بلند تر ہے۔ علمی انکشافات اور سائنٹیفک صداقتوں کی آندھیاں چلیں۔ علمی سرگرمیاں نئے سے نئے طوفان برپا کریں علم منطق تو زنو دور محشر خیز ہوں۔ لیکن اسلام جس ربانی چٹان پر مستحکم ہے۔ ان باتوں سے متزلزل نہیں ہوتا ہے۔ آج تیرہ سو برس گذرے۔ وہی عقیدہ۔ وہی اصول۔ وہی اخلاق۔ وہی تمدن کے اصول۔ وہی عبادات ہیں ۔

اسلام کیلئے بہترین مواقع

ان انقلابات نے مغرب میں اسلام کے لئے وہ فضا پیدا کر رکھی ہے جس کی نظیر صدیوں سے اس سرزمین تثلیث میں پیدا نہ ہوئی تھی۔ اگر ہم ایک ہی پیغام پر عمل کریں۔ اور اس پیغام پر پورے انہماک سے کاربند ہوں تو مغرب کی منتظر اور مشتاق آنکھیں خدا کے اس آخری پیغام کے قبول کرنے کو تیار ہوں۔ جو حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے نسل انسانی کو

ملا۔ لیکن جس پیغام قرآنی پر مسلم بھائیوں کو آج عمل کرنا ہے وہ پیغام عمل ہے۔ ووکنگ مسلم مشن کی سرگرمیاں محتاج بیان نہیں۔ مشن نے رُوح و راستی کے ساتھ اس آخری پیغام کو مغربی دنیا میں بلا کم و کاست پہنچا دیا۔ وہی مذہب حنیف جس کی تعلیم ختمیت مآب نے فرمائی۔ اور جو اسلام کے نام نہاد فرقی تنازعات سے ارفع ہے اسے ہی مغرب کے سامنے پیش کرتا ہے +

خدا تعالےٰ نے مختلف رنگوں میں ہمیں کامیاب کیا۔ خصوصاً جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ انسانی امداد نے ہماری توقعات کو بہت محدود طریق پر پورا کیا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ کہ ہم سالگذشتہ کی کامرانی پر خدا کی جناب میں سجدات تشکر بجا لانے کے قابل ہیں۔ ہماری جد و جہد کا معاوضہ بھی اسی جناب سے ہمیں ملنے کا ہے۔ اور وہ معاوضہ بھی یہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بھی بڑھ کر خدمت کا موقع دے۔ انجیل عمل پر ہمارا ایمان ہے۔ یہی ہمارا خضر راہ ہے۔ اگرچہ سرمایہ کی کمی اور مسلم بھائیوں کی عدم توجہ ہماری منزل کو لمبا کرتی جاتی ہے یہ بھی سچ ہے۔ کہ ہم نے ابھی بہت سی ایسی جگہوں سے استمداد نہیں کی جہاں سے اعانت ہو سکتی ہے۔ اور حق الامر یہ ہے۔ کہ ہمیں ان دلوں کا پتہ نہیں جو ہماری آواز پر لبیک کہنے کو تیار رہوں۔ بہرحال ہمیں اس حقیقی مستعان کی طرف ہی جھکنا ہے۔ جس کی عنایت سے من حیث لا یحتسب راہوں سے امداد آئی اور آئیگی۔ لیکن انجیل عمل کو عامل کو سرمایہ کی طرف سے بےفکر رہنا چاہئیے۔ ہم نے تو ان سرگرم نفوس کی ضرورت ہے جو اپنی روزانہ زندگی میں اور اپنی سرگرمیوں میں اس عمل کو ہر وقت ثابت کرنے کو تیار رہوں کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ اور ہم اسکے سچے پیرو ہیں +

سیاسی اُلجھنوں نے آج مطلع اسلامی کو گدلا کر رکھا ہے۔ لیکن اگر میدان عمل میں ہمارا قدم مستحکم ہو جائے۔ تو مایوسی کے سیاہ بادلوں کے کنارے روشن ہونے لگے ہیں۔ آفتاب امید کی کرنوں نے مغرب میں مشرق کا رنگ پیدا کرنا شروع کر دیا ہے

اُفق مغرب پر نئے سے نئے مواقع سامنے آرہے ہیں - ایک بڑا بھاری فصل پختہ ہونے کے قریب آرہا ہے - خرمن تیار ہے بشرطیکہ ہم ان مواقع کو مفید بنالیں اور ان فصلوں کے پکانے کے لئے مزدور بھیجدیں - اور ان خرمنوں کو جمع کرنیوالے مغرب میں لے آئیں - کیا ہی عجیب تماشہ ہے - کہ اور مذہب کی تعلیمات سننے والے موجود ہی نہیں - اور مغرب میں اسلام کے سُننے والے اور گرویدہ تو ہیں مگر اسلام کے سنانیوالے نہیں - حق الامر یہی ہے - جیسے کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے ان الدین عند اللہ الاسلام - اسلام ہی اللہ کا اور اسکی مخلوق کا مذہب ہے - اسلام پر پہلے بھی نازک وقت آیا - ان مصیبت افزاء حالات کا مطالعہ ایک ہی بات کو قائم کرتا ہے - اور وہ یہ ہے - کہ اس وقت کے مسلمانوں کی اپنی ہی اسلام سے دُور افتادہ حالت نے اسلام پر قیامت پیدا کی - اور وہ قیامت بظاہر اسلام کے فنا کرنیوالوں کی شکل میں نمودار ہوئی لیکن وہی دشمنان اسلام آخر کار فرزندان اسلام کہلانے لگے - تاریخ نے آج بھی سابقہ واقعات کو دُہرایا ہے - وہی قومیں جو سیاسی طور پر اسلام کے مٹانے کے درپے ہیں انہی سے وہ لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو زُو حانیت اسلام کے حلقہ بگوش ہو رہے ہیں جنہیں مسلم کہلانے پر آج ناز ہے مسلمان بھائی اگر تبلیغ اسلام کے فرض اولین کی طرف متوجہ ہو جائیں تو مغرب میں

یدخلون فی دین اللہ افواجاً

کا منظر دیکھنا کچھ مشکل نہیں - گذشتہ چند ماہ میں ذیل کی سعید روحوں نے اسلام کی فرزندیت کو قبول کیا +

مترجم - اس فہرست میں خواجہ نذیر احمد صاحب نے اٹھائیس نام درج فرمائے ہیں - انمیں سے اٹھارہ نام دسمبر کے اشاعت اسلام میں درج کئے جاچکے ہیں ۔ اسلئے انکو نظرانداز کرکے ذیل کے گیارہ نام یہاں درج کئے جاتے ہیں - وھوھذا :-

نمبر شمار	اصل نام	مقام	اسلامی نام
۱	لیلین - ایف - ایم - پرسہوس	برمنگھم	فاطمہ

نمبر شمار	اصل نام	مقام	اسلامی نام
۲	ولیم سائر	لنڈن	عبدالوحید
۳	آرتھر ایس۔ کنگ	"	احمد
۴	ایس۔ ای۔ ڈائن	سلسے	علیہ
۵	ٹے۔ ایچ۔ ڈیون	مصر	حمیدہ
۶	لیلین ماڈ ہملٹن	سلسے	مریم
۷	سٹنس بلڈ براؤن	"	عبداللہ
۸	فلورنٹس کوکس	ڈچانڈ	فاطمہ
۹	فریڈرک سونڈرس	ناٹنگھم	فضلکریم
۱۰	الفرڈ دوپرمٹ گریوز	یارک	احمد
۱۱	سرجنٹ میجر ٹامس البرٹ برٹن ڈگلس	دوکنگ	عبدالمجید

تنظیم! اتحاد!! اشاعت!!!

خدا کی شان! وہ قوم جو اخلاق۔ آداب سوسائٹی کے اسالیب اور تنظیم کی بہترین راہوں کو جانتی تھی۔ اور جس کے تعلیم کردہ اصول آج بھی دوسروں کی ہدایت کا موجب ہو رہے ہیں۔ وہی قوم آج دوسروں کے قدموں کو دیکھ رہی ہے۔ فرقی تنازعات میں تو ایک گروہ دوسرے کو تقلید کا مطعون کرتا ہے۔ لیکن ملکی و سیاسی معاملات میں کُل کے کُل اندھی تقلید میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور پھر تقلید بھی کسی اپنے مذہبی پیشوا یا مجتہد کی نہیں بلکہ کسی اور قوم کے مذہبی اور قومی لیڈر ہمارے پیشوا بنے ہوئے ہیں۔ ملکی معاملات میں اشتراک یا اتحاد کسی غیر قوم یا غیر مذہب سے کر لینا تو ایک اسلامی حقیقت ہے لیکن

جس اشتراک میں ایک فریق جو چاہے منائے اور دوسرے فریق میں اتباع اور اطاعت ہی رہجاوے۔ اور ان میں ہر دماغ اپنے لئے راہ سوچنے کی استعداد کو بھلاوے تو وہ افراد من حیث القوم اگر دنیا سے مٹ جائیں تو یہ ایک طبعی امر ہے۔ حضرت ختمیت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایکدفعہ اُمت مرحومہ کی کسی آنیوالی حالت کو دیکھ کر ٹھنڈی سانس بھری۔ آپ افسردہ خاطر ہوئے صحابہ کرامؓ کے دریافت کرنے پر آپ نے اس آنیوالی دردناک حالت کا ذکر فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کی۔ کہ کیا اس وقت مسلمان تعداد میں کم ہو جائیں گے آپ نے فرمایا۔ کہ تعداد میں تو بیشمار ہونگے۔ لیکن اس خس و خاشاک کی مانند ہونگے جنہیں ہوا یا آندھی کے جھونکے جدھر چاہینگے اپنے آگے لگالیونگے۔ مخبر صادقؐ کے الفاظ کے مصداق اگر کوئی قرن ہے تو یہ ہماری۔ کبھی مغرب میں ہمیں خس و خاشاک بنایا۔ اور آج برادران وطن میں سے بعض ہمیں یہی سمجھے۔ یہ باتیں نہ تشریح کی محتاج ہیں۔ اور نہ ہی کسی گہرے تبصرہ کو چاہتی ہیں +

یہ بھی خدا کا شکر ہے۔ کہ اس کورانہ تقلید سے آنکھ کھلنے لگ گئی ہے ہندو بھائیوں میں سے بعض لوگ ہم سے یہ توقع رکھتے ہیں۔ کہ ہم ان کی ہاں میں ہاں ملاتے جائیں۔ لیکن اگر ہم اپنی کسی بہبودی کو سامنے رکھ کر کوئی تجویز پیش کریں تو ہمیں ہر طرح سے مطعون کیا جائے۔ وہ سنگھٹن بنائیں۔ وہ کسی آیندہ مہم کو سامنے رکھ کر جسمانی ورزشوں کی فکر میں لگجائیں لیکن اگر ہم اپنی تنظیم کا فکر کریں تو ہم مورد الزام ٹھیریں۔ مولوی ظفر علیخانصاحب اگر پنڈت مالویہ کی حقیقت حال سے خلافت کانفرنس امرتسر میں پردہ اُٹھانا چاہیں تو روک دیئے جائیں۔ ڈاکٹر کچلو اگر بدگام کانفرنس میں کھری کھری بات سنانے لگیں تو کل ہندو پریس اُنہیں بُرا بھلا کہیں۔ اگر ہم میں سے بعض کہیں کہ ہم پہلے مسلمان ہیں اور پھر ہندوستانی۔ تو پھر ہم ہندی برادری میں شمولیت کے

قابل نہیں ٹھیرائے جاتے۔ بہرحال وقت آگیا ہے۔ کہ ہم اپنے لئے کوئی دستورالعمل سامنے رکھیں۔ اور اپنی ہستی کے قیام و بقا کی فکر میں لگ جائیں۔ میری اس سے یہ مراد نہیں کہ ہم برادران وطن سے معاملات ملکیہ میں الگ ہو جائیں۔ ۱۹۲۱ء کے آخر میں انگلستان کو جاتے ہوئے میں نے واقعات حاضرہ پر ایک نظم لکھی تھی اس کا ایک بند یہاں لکھے دیتا ہوں:۔

بہ پلتیک[1] کسانے گشتہ شاد	مگر پلتیکِ قرآں رفت از یاد
ہمہ پلتیک درج مصحفِ پاک	مگر چیزے دگر ہا از تو ایجاد
بکارِ اشتراک و نیک با غیر	بکن شرکت کہ قرآں کرد ارشاد
مگر شرکت۔ تساوی شرط آرد	چہ شرکت۔ دست تو باشد نہ آزاد
چہ شرکت ہا پیشوات چوں اتباع شد	تو شاگردی ترا شد دیگر استاد
ہمے بینم چو وقتِ کار آید	گناہت لازم و نیکیت برباد
چہ شد گر شیخ گرے از حرم تاخت	مگر بتخانہ ما باد آباد
سیاسیات خود را کن تماشا	تو در بندی و یارِ ماست آزاد
مصائب ہا اگر وارفتہ کردت	ز ما ہم یک سخن ماند ترا یاد
سرِ تسلیم کن بر گفتۂ یار	مگر ہستئ قومی را نگہدار

مگر ہستی قومی را نگہدار۔ اس بات کو ہمنے سامنے رکھنا ہے ہمیں برادران وطن کے ساتھ اشتراک میں کوئی تامل نہ ہونا چاہئے۔ جیسے کہ علی برادران کی رائے ہے۔ اور یہ صحیح رائے ہے۔ مگر کسی ایسے امر سے ہمیں ان کے ساتھ اتفاق نہ کرنا چاہئے۔ نہ کسی ایسی بات میں ہمیں شرکت کرنا ہے۔ جس سے ہماری قومی ہستی کو اور مسلم کی انفرادی شخصیّت کو نقصان پہنچے۔ پنجاب کے ہندو بھائیوں میں سے بعض نے جن کی روح سماجی روح ہے۔ گذشتہ سال کے طرز عمل سے یہ ثابت کر دیا۔ کہ وہ کسی ایسے کام میں شریک نہ ہونگے۔ جن میں مسلمانوں کی شرکت یا احتیاج کرنی پڑے۔ وہ ایکدن اس طریق عمل سے پچھتاویں گے۔

[1] پلتیک مفرس پالٹیکس۔ دریں اشعار حضرت مصنف بہ سیاست مسلمانان ہند و بہ اتفاق ہند و مسلمانان اشارہ کند۔ از مرتب

ہندوستان مسلم شرکت کے سوا کچھ نہیں کر سکتا - اس کے مقاصد کے حصول ہماری ذات سے وابستہ ہیں - ہم اس زنجیر کی ایک لازمی کڑی ہیں - اسلئے میں یہ تو نہیں کہتا کہ ہم پنجاب کے ہندو بھائیوں کے قدم بر قدم رکھیں - لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ ہماری قومی تنظیم کچھ اس قسم کی ہونی چاہئے - کہ اگر برادران وطن پنجاب کے برادران کی طرح ہم سے الگ ہونا چاہیں - تو پھر ہم اپنے آپ کو ایک مضبوط حصن حصین پائیں - آج ہندو بھائی اگر الگ ہوں - تو وہ ایک طاقت اپنے اندر رکھتے ہیں - ہمنے گذشتہ دس سال میں غلامانہ اطاعت ہی سیکھی - اسے ہمیں چھوڑ دینا چاہئے ملکی معاملات میں ہمیں برابر کا شریک ہونا چاہئے - نہ یہ کہ اگر شریک غالب ہم سے الگ ہو تو ہم ایک قدم آزادانہ بھی اُٹھانے کے قابل نہیں - اگر ڈاکٹر کچلو نے ہر لوم لائم سے لاپرواہ ہو کر سچی سچی باتیں بلگام کانفرنس میں سنادی ہیں - اور کسی قسم کے مداہنے سے کام نہیں لیا - تو مولوی ظفر علیخان صاحب نے اپنے صدارتی خطبہ کانفرنس امرتسر میں جو لائحہ عمل پیش کیا - وہ بہت حد تک قابل قدر ہے - فسید فرنگ میں انہیں حالات حاضرہ پر غور کرنے کا بہت موقع ملا - اور اگر تنہا سوچ کا یہ معنی خیز تقریر ایک نتیجہ ہے تو نہایت ہی قابل قدر نتیجہ ہے - مجھے ان دو بزرگوں کے قابل قدر خیالات پر ایزاد کرنے کی ضرورت نہیں - لیکن میں اپنے خیال کے مطابق چند عملی باتیں یہاں لکھونگا +

اگر کسی قوم کو اس وقت تنظیم کی ضرورت ہے تو وہ مسلم قوم ہے - لیکن یہ تنظیم جس کا دوسرا نام مسلم اتحاد ہے - کوئی عملی شکل اختیار نہیں کر سکتی جبتک وہ عناصر سکوت وجمود میں نہ آجائیں - جو فرقی تنازعات کو اپنی سرگرمیوں کا معراج سمجھتے ہیں - کس قدر حیرت کا مقام ہے - کہ برادران وطن تو ایسے وسیع القلب ہو جائیں کہ ہندو مذہب کی تعریف میں ان تمام مذاہب

کو شامل کریں۔ جو اپنے عقاید و تعلیم کے لحاظ سے تو ایکدوسرے سے مشرق و مغرب کا بعد رکھے۔ لیکن اگر وہ مذہب ہندوستان کے پیدا شدہ ہوں تو وہ ہندو ہیں۔ ایک خدا پرست۔ ایک دہریہ۔ ایک تناسخ کا ماننے والا یا اس کا منکر وید کو خدا کی کتاب ماننے والا۔ یا اس کے الہامی ہونے کا منکر۔ بُتوں کے توڑنے والا یا بُتوں کا پرستار۔ مشرک یا موا حد۔ الغرض کسی کا کوئی خیال ہو یہ سب کے سب ہندو ہو سکتے ہیں۔ لیکن وہ قوم جس کے افراد اصول مذہب میں متفق ہیں۔ جن کا خدا۔ جن کا رسُول۔ جن کی کتاب۔ جن کا کعبہ ایک ہے۔ جن کے ارکان اسلام ایک ہیں۔ جن کی عبادات ایک ہیں۔ جن کا آداب و اخلاق کا سرچشمہ مشترک ہے۔ جن کے شعائر کُل کے کُل ایک ہیں۔ جن کی سمیات مذہبی ایک ہیں۔ وہی لوگ ان اختلافات کے باعث جن کو فروع بھی نہیں کہنا چاہیئے۔ جن کو اساس مذہب کوئی تعلق بھی نہیں۔ وہی ایکدوسرے کی تکذیب۔ تفسیق۔ تکفیر میں لگ کر شیرازۂ قومی کا ستیاناس کر رہے ہیں۔ کیا جس غرض نے ہندو بھائیوں کو آپسمیں اجتماع اضداد پر مجبور کر دیا ہے۔ کیا وہی ضرورت اجزاء متفقہ کو منفرد کرنے سے ہمیں نہیں روکتی۔ وہ آگ پانی کے ملانے کی فکر میں ہیں۔ تو ہم کیوں پانی کے پھاڑنے کی دھن میں ہیں جن شرائط کے ہوتے پر آنحضرت صلعم نے اسلام کا سرٹیفکیٹ دیدیا اُن کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا کس کو حق حاصل ہے۔ وہ تو صلوٰۃ زکوٰۃ و اہل قبلہ ہونا۔ اسلامی ذبیحہ کا کھانیوالا مسلمان ہونے کیلئے کافی سمجھتے ہیں تو پھر کسی کا اور کیا حق ہے کہ مفروضہ قطعیات شرعیہ کی فکر میں لگجائیں۔ یہ بات کچھ ایسی نہیں کہ جس پر ہیں زور دوں مسلمان مٹنے سے بچ نہیں سکنے۔ اگر سب سے اوّل اپنے اندر اس اتحاد کو پیدا نہ کرلیں جسمیں شرکت کے لئے آنحضرت صلعم کے الفاظ قطعی اور آخری نہ سمجھے جائیں۔ قرآن کریم تو

ایمان باللہ و بالیوم الآخر اور عمل صالح پر جنت کے دروازے کھول دے اور اسمیں ایک عیسائی ایک یہودی اور ایک صابی تک کو بھی شامل کرے۔ آج دائرہ کے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اور میں نہایت ادب سے علماء کرام کیخدمتیں اور مدیران اخبار کیخدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ بخاری شریف کو دیکھیں آنحضرت نے جس کو مسلمان کہا ہے۔ جو بھی اہل قبلہ اور کلمہ گو ہو اُسے کسی غرض کے لئے نہیں تو قومی استحکام کیلئے اور شماری طاقت کو ایک مجتمع حالت میں کام کرنے کے لئے دائرہ اسلام سے خارج نہ کریں ہاں کوئی ایسی جماعت جو اپنے عمل سے ہر ایک اسلامی معاملہ میں برادران اسلام سے الگ ہونی چاہئے۔ انہیں حوالہ بخدا کریں شدھی کے معاملہ میں ہمیں چند ہزار نفوس کے چلے جانے پر رنج ہوا ہم نے بہت شور و غوغا کیا۔ ہم آریوں کے مقابل میدان عمل میں آئے۔ جو نتیجہ ہؤا۔ اس پر میں کچھ نہیں لکھتا۔ میں صرف دو باتیں عرض کرتا ہوں کہ اگر وہ غیرت ہماری جو چند ہزار کے ایسے نفوس کے چلے جانے سے صدمہ خوردہ ہوگئی ہے۔ جو نہ کلمہ سے واقف۔ نہ انہیں نماز سے تعلق جنکی رسمیات کُل کی کُل ہندوانہ۔ جن کی طرز معاشرت کل کی کل غیر مسلم۔ تو وہی غیرت کیوں جوش میں نہیں آتی۔ جب ہم لکھو کہا اہل کلمہ و کعبہ کو زکوٰۃ دینے والوں کو۔ نماز و روزہ کے پابند رہنے والوں کو۔ ذبیحہ ... کے کھانے والونکو اور فی الجملہ ہر ایک ایسے امر کے پابند کو جسکی موجودگی سے ایک شخص خدا اور رسُول کے سامنے مسلمان ہو جاتا ہے دائرہ اسلام سے خارج ہوتا دیکھیں۔ اس موضوع پر میں صرف ایک بات عرض کرتا ہوں۔ کہ معاملہ تکفیر میں اب لمبے چوڑے اجتہادوں کو چھوڑ دیا جائے۔ صرف خدا اور رسُول کے ان الفاظ کو اُنہی کے صحیح اور سادہ معنوں میں لیا جائے۔ آج اسلام کے ان تمام نہاد فرقوں نے فرادہ فرادہ ہر فرقے اور ہر جماعت

ہیں نہایت کارکُن ایثار کرنیوالے قومی معاملات پر سوچ کر صحیح راہ پر گامزن ہونیوالے موجود ہیں۔ وہ کیوں لا الہ الا اللہ کے لوئے تلے ختمیت مآب کے علم تلے جمع نہ کر لئے جائیں۔ مسلم بھائی ایک دس سال کیلئے اس پر عمل کریں وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ اگر کوئی شخص اہل قبلہ ہے۔ قرآن کو خاتم الکتب مانتا ہے۔ اور حضرت محمد صلعم کو خاتم الرسل مانتا ہے اسے اپنے میں شامل سمجھ کر اتفاق کی کوئی صورت پیدا کریں +

قومی چندوں کے لئے بھی مجھے کچھ کہنا ہے۔ گذشتہ تجربے نے ہم پر یہ روشن کر دیا ہے۔ کہ ہم اب کل ہندوستان کے مسلم سرمایہ کو ایک جگہ جمع کرنے کے خیال کو چند عرصہ تک چھوڑ دیں۔ اول تو ہر شہر میں ضلعوار اتحاد کی انجمنیں ہوں۔ جو لوکل سرمایہ پر چلیں۔ وہیں کے کارکن ہوں اور وہیں کے عہدہ دار اور وہیں اپنے ہاں اتحاد و تنظیم کا کام کریں۔ وہاں کا سرمایہ بہت حد تک وہیں خرچ ہو۔ یہ کہنا کہ ان ضلعوار انجمنوں کے اصول ایک ہی ہونگے۔ ایک تحصیل حاصل ہے۔ اسلام نے حبل اللہ ہمارے ہاتھ دی ہے۔ وہی حبل اللہ کا اہتمام تنظیم کی بہترین کنجی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سیاسی کانفرنسیں نہ ہوں۔ ہندوستان سے باہر کے معاملات میں دلچسپی نہ لیجاوے لیکن یہ سب کے سب معاملات تو ہی کامرانی کا منہ دیکھینگے۔ جب ہم میں کامل اتحاد ہو گا +

آریوں نے تو چند ہزار مرتد بنا کر شور و شغف کیا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ خدانخواستہ اگر چند لاکھ بھی چلے جائیں۔ لیکن ان کے مقابل میں یہاں کے سات کروڑ مسلمانوں میں سے پچاس لاکھ مسلم صحیح معنوں میں متحد ہو جائیں۔ تو ہمارے تمام مقاصد حل ہو جائیں۔ جن لوگوں کے ساتھ ہمیں ملنے کی ضرورت بتلائی جاتی ہے۔ اور میرے خیال میں صحیح طور پر بتلائی جاتی ہے۔ وہی لوگ بہزار منت ہم سے رشتۂ محبت جوڑنے کی خود بخود سعی کرتے ہیں +

اشاعت اسلام کے لئے ضروری نہیں کہ ساری کی ساری قوم اس کام پر لگجاوے میرا مطلب یہ ہے۔ کہ اگرچہ اشاعت اسلام ہمارے فرض اوّلین میں سے ہے لیکن اس وقت اتحاد اسلام کی ضرورت شدید ترین ہے۔ اس کام میں تو میں چاہتا ہوں۔ کہ ہمارا ہر ایک فرد کوشش میں لگجائے۔ ہر ایک کی زبان پر اتحاد ہو۔ اور ہمارے عمل اس کی تصدیق کریں۔ اور ان عناصر کو سکوت میں لانے کی کوشش کریں۔ جو کفر بازی سے اسلامی اتحاد اور طاقت کو کمزور کر رہے ہیں۔ بدقسمتی سے آج سے ۳۰ سال سے پیشتر کا دفن شدہ تنازع مابین حنفی و اہلحدیث پھر مشتعل ہؤا ہے۔ اور ان بجھے ہُوئے انگاروں کو راکھ میں سے بڑی تلاش کے ساتھ نکالا جا رہا ہے۔ اور تو اور رفع یدین آمین بالجہر تنازع پھر بمبئی اور دیگر مقامات میں شروع ہو رہے ہیں چند سال ہوئے لندن مسلم ہوس میں بعد از نماز جمعہ چند نومسلموں نے میرے خطبہ پر جس کا موضوع یہ تھا۔ کہ "اسلام میں کوئی فرقہ نہیں" نماز کے بعض شعار پر جن میں فقہاء نے ایکدوسرے سے اختلاف کیا ہے سوال کیا۔ خدا کے فضل سے انگلستان میں ایک ہی امام کے پیچھے ہر فرقہ کے لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ شیعہ۔ حنفی۔ شافعی۔ مالکی حنبلی اپنی اپنی طرز پر شعار نماز ادا کرتے ہیں۔ کبھی کوئی ایکدوسرے سے متعارض نہیں ہؤا۔ اس موقع پر ایکدفعہ جو گفتگو مجھ میں اور نومسلموں میں بھی ہوئی وہ میں نے اپنی کتاب مکالمات طیبہ کے ایک حصہ میں درج کی ہے ہمارے ہندی مسلم بھائی غور فرمائیں۔ کہ جو باتیں انگلستان کے نومسلموں کی نگاہ میں وجہ تفریق نہیں سمجھی جاتیں وہی باتیں ان مسلم نہادوں میں کیوں باعث پیکار ہو جاتی ہیں +

مسئلہ اشاعت و تبلیغ اسلام اتحاد کے بعد اس وقت ہمارے لئے مسئلہ بقا و حیات ہے میں اپنے تجربے سے کہتا ہوں۔ کہ اگر اسلام کی خوبیونکو اس مُلک میں بھی پیش کیا جاوے۔ تو وہی لوگ جو ہمارے قلع قمع کرنے پر تُلے ہوئے ہیں

وہ حلقہ بگوش اسلام نہیں۔ تو سچے مدارج اسلام ہو سکتے ہیں۔ میں پھر عرض کرتا ہوں۔ کہ یہ بات میں اپنے تجربہ سے کہتا ہوں۔ ابھی پچھلی اکتوبر میں میں نے بمبئی میں بزبان انگریزی کاؤس جی ہال میں ایک لیکچر دیا۔ جس کا صدر پارسی قوم ایک فاضل موبد ڈاکٹر جیونجی مودی تھا۔ یہی لیکچر آریوں کی خواہش پر کانپور میں ہوا۔ جس کا صدر وہاں کی سماج کا پریزیڈنٹ ڈاکٹر مراری لال تھا۔ اس لیکچر کے بعض حصص ہندوستان کے بعض شہروں میں دُہرائے گئے۔ ہر جگہ غیر مذاہب والوں نے بالفاظ ڈاکٹر مراری لال یہی کہا۔ کہ اگر اس مذہب کو ایک سال کیلئے ہندوستان میں تبلیغ کیا جائے تو کُل کے کل ملک کے اندر امن و آشتی پھیل سکتی ہے۔ بمبئی کے لیجیسلیٹو کونسل کے ممبر پنڈت بے کارسٹر نے اور مسٹر بھروچہ نے باصرار مجھ سے درخواست کی۔ کہ میں اس اسلام اور اس قرآن کو ہندو مسلمانوں میں تبلیغ کروں ایک ذی علم اور ذی حیثیت ہندو بھائی نے مجھے کہا۔ کہ جو نفرت مجھے اپنی ناواقفیت کے باعث اسلام سے تھی۔ وہ اس ایک لیکچر سے دور ہو گئی۔ آج ہندو سوسائٹی کے نزدیک ہم ہمسائیگی کے قابل نہیں۔ ہمارے اخلاق انہیں محمود نظر نہیں آتے۔ اور یہ جو کچھ ان کی رائے ہے۔ ہمارے اپنے اعمال اسکے ذمہ وار ہیں۔ جب ہماری آپس کی مخالفتیں انتہائی مقام پر پہنچی ہوئی ہیں تو اسے دیکھ کر وہ ہم سے کس سلوک کی توقع رکھ سکتے ہیں۔ وہ اگر ہم سے اتفاق چاہتے ہیں تو محض وقتی ضرورت کے لئے۔ کیونکہ وہ ہمیں کسی تمدن کے قابل سمجھتے ہی نہیں۔ انہیں چند ایک جانفروشوں کی ضرورت ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہماری پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر ہم سے جاں فروشی کرا سکتے ہیں چنانچہ جہاں گورنمنٹ کے مقابل ہنگامہ ہوا۔ اور اسمیں ہندو مسلم نے توبرابر کا حصہ لیا۔ لیکن جیل میں مسلمان زیادہ گئے۔ جہاں ہندو مسلم آپسمیں لڑے وہاں ہر جگہ ابتدا تو ہندوؤں نے کی۔ لیکن جب پولیس آئی تو ہاتھ مسلمانوں پر پڑے

جس بات کو ہم ہاتھ سے کھو بیٹھے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہم نے علم وعقل پر جذبات پر غلبہ دیا۔ ہم چند خوش کن باتوں میں آکر اپنے جذبات کے غلام ہو جاتے ہیں +

اشاعت اسلام کی یہاں اور باہر از حد ضرورت ہے ہمیں یقین کر لینا چاہیئے کہ اسلام کے محاسن اور خوبیاں کچھ ایسی دلربائیاں اپنے اندر رکھتی ہے۔ کہ ان کی کاٹ تلوار سے زیادہ کام دیتی ہے۔ نقص ہم میں یہ آرہا ہے کہ ہم سب کے سب وقت پر ایک ہی طرف جھک جاتے ہیں۔ اور باقی امورِ ضروریہ کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ گذشتہ دس سال میں ہم نے اس امر اولین کو پس پشت ڈال دیا۔ ہمیں یہ کہا گیا کہ بعض سیاسی کامیابیوں کے حصول پر ہمارے تمام معاملات سلجھ جائیں گے۔ خیر۔ جو ہؤا سو ہؤا۔ اب ہمیں تقسیم عمل پر کام کرنا ہے۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف واولئک ھم المفلحون کے حکم کے ماتحت ہمیں تبلیغ و شاعت کی بہت ساری جماعتیں بنانی چاہئیں۔ ہمارے علماء کو آپس کے جھگڑے چھوڑ کر ایسا لٹریچر پیدا کرنا چاہیئے جو غیر مسلموں کو اسلام کا گرویدہ بنا دے۔ اگر انگلستان کے لوگ تمام مشکلات کے ہوتے ہوئے اسلام کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ اور وہ دن قریب ہے جب یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا نظارہ دکھائی دے تو وہی اسلامی مقناطیس ہندوستان میں بھی کام کر سکتا ہے۔ جس لٹریچر کی ضرورت ہے۔ وہ اخلاق اور اعمال کے متعلق ہونا چاہیئے۔ اس سے نہ صرف برادران وطن کی رائے ہمارے متعلق بدل جائیگی۔ بلکہ خود مسلم بھائی سمجھ لینگے۔ کہ اگر انہیں دنیا میں کامیاب ہونا ہے۔ تو انہیں کیا کچھ کام کرنا ہو گا۔ اور کن اخلاق سے متصف ہونا ہے +

لندن مسلم ہوس میں چند نومسلموں سے گفتگو

(اقتباس از مکالمات علیہ مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ)

میں نے لندن مسلم ہوس میں ایک جمعہ کے خطبہ میں اس امر پر زور دیا کہ جہاں عیسائیوں میں اور ایسے ہی دیگر مذاہب میں مختلف فرقہ جات ہیں انکے مقابل اسلام میں کوئی فرقہ نہیں - اس خطبہ کے بعد ایک خاتون نے مجھ سے کچھ باتیں کرنے کے لئے کہا - چنانچہ کچھ وقت کے بعد خاتون مذکورہ مع دو چار اور احباب نومسلم میرے ہمراہ ڈرائنگ رُوم میں آگئیں جہاں ہم میں ذیل کی گفتگو ہُوئی :-

نومسلم[1] - آپ کا خطبہ تو نہایت مفید اور نئے معلومات اپنے اندر رکھتا تھا بات بھی سچ ہے - خدا کی طرف سے اگر مذہب آئے تو وہ سب دنیا کے لئے ایک ہی ہونا چاہئے - اور اس کی تعلیم ایسی بین اور مبرہن ہونی چاہئے کہ اسکی کسی اصولی تعلیم پر دورائی نہ ہوسکے - یہ بھی آپ نے نہایت صحیح طور پر ثابت کر دیا - کہ اگر قرآن اس قسم کی تعلیم لایا ہے - تو پھر یہ خاتم الکتب ہونا چاہئے - جب ایک دفعہ تعلیم آگئی - اور وہ مغشوش و مخدوش ہونے سے بچ چکی ہے - تو پھر اس تعلیم کے اعادہ کی کیا ضرورت ہے - لیکن میں نے چند باتیں نوٹس کی ہیں جنمیں سے مجھے ہمارے بعض مشرقی مسلم بھائی ایکدوسرے سے اختلاف رکھتے نظر آتے ہیں +

میں - واقعی شاید آپ کو غلطی لگ گئی - میرے علم میں تو ایسا نہیں +

نومسلم - ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو - ہاں آپ تو امام ہوتے ہیں اسلئے آپکو ان اختلافات کا علم نہ ہوتا ہوگا +

میں - میں سمجھتا نہیں - آپ تشریح کریں +

---

[1] اس گفتگو میں باقی حاضرین نے بھی حصہ لیا تھا لیکن میں نے سب جگہ یہاں لفظ نومسلم لکھا ہے خواہ بولنے والا مرد تھا یا عورت

نو مسلم۔ اعلان اسلام سے پہلے بھی میں یہاں آیا کرتا تھا۔ اور آپ کو نماز پڑھتے دیکھتا تھا۔ اب بھی نماز جماعت کے بعد جو حصہ نماز کا آپ لوگ ادا کرتے ہیں۔ اس میں کچھ اختلاف سا نظر آتا ہے۔ بعض لوگ ہاتھ چھاتیوں پر رکھتے ہیں۔ بعض زیر ناف۔ بعض دوست ہر ایک سکون و حرکت پر ہاتھ کانوں کی طرف ٹھیک اسی طرح لیجاتے ہیں۔ جیسے آپ اور آپ کی اقتدا میں ہم سب شروع نماز میں اپنے ہاتھ کانوں کی طرف لیجاتے ہیں۔ پھر جب آپ قرآن کی پہلی سورت (سورت فاتحہ) ختم کرتے ہیں۔ تو بعض کو تھوڑے کسی قدر بلند آواز سے آمین کہتے ہیں۔ عیسائی گرجوں میں تو ایک قسم کی ہم آہنگی اور ایک رنگی ہوتی ہے۔ آپ ہمارے ہاں کیوں نہیں کراتے +

میں۔ اب میں آپ کا مطلب سمجھ گیا۔ یہ ایک لمبی بحث ہے +

نو مسلم۔ تو شاید آپ کے پاس اس وقت وقت نہ ہوگا پھر کبھی سہی +

میں۔ اس سے بہتر میرے لئے اور کوئی مصروفیت نہیں۔ میں اب بھی حاضر ہوں لیکن پیش ازیں کہ میں اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالوں۔ میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں۔ کہ آپ نے میرا عمل ان مراسم نماز میں کیا دیکھا +

نو مسلم۔ آپ کے ہاتھ کان کی طرف تو بار بار نہیں جاتے۔ نہ آپ مقتدیوں میں ہوتے ہیں۔ کہ جس سے معلوم ہو کہ آیا آپ آہستہ اونچی کہتے ہیں یا نیچی البتہ جب آپ تنہا نماز پڑھتے ہیں تو اس وقت میں نے غور کیا کہ آپ کے ہاتھ کبھی زیر ناف ہوتے ہیں کبھی چھاتی پر۔ ہاں ہماری جماعت میں ایک دو احباب اور بھی ہیں مستر . . . . جن کے ہاتھ اکثر کھلے رہتے ہیں +

میں۔ میں نے یہ سوال بھی اسی لئے کیا تھا۔ کہ تا آپ سمجھ جائیں۔ یہ باتیں اصول مذہب میں داخل نہیں۔ اس اختلاف سے نماز میں خلل نہیں ہوتا اگر یہ اہم باتیں ہوتیں۔ تو بالضرور ہم مسلم شرا دوں میں اس پر کبھی تنازعہ ہوتا۔

ہم نے یہ مراسم نماز آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) سے لئے ہیں۔ یہ سب طریق انہی کے ہیں۔ انہوں نے ہی نماز میں یہ مختلف انداز اختیار کئے ہیں جن کی اتباع ہم لوگ کرتے ہیں۔ بات صرف یہ ہے۔ کہ زید کے نزدیک آنحضرت صلعم کا کثرت عمل ایک طرح پر ثابت ہے۔ اور دوسرے کے نزدیک دوسری طرح پر۔ یہ سب محبوب کے ہی انداز ہیں۔ کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ جو انداز میں نے اختیار کیا وہی صحیح ہے۔ اور دوسرے انداز آنحضرت صلعم سے ثابت نہیں +

نومسلم۔ یہ تو صحیح ہو گا۔ جیسے کہ آپ فرماتے ہیں۔ کیونکہ آپ مشرقی مسلمانوں میں باوجود اس اختلاف کے کبھی ان امور پر تنازع نہیں ہوا۔ نہ آپ نے کبھی انہیں ان امور کے مٹانے اور ایک طریق عمل کے اختیار کرنے کے لئے تصفیہ کیا +

میں۔ اسی لئے کہ یہ اختلاف کوئی اصولی اختلاف نہیں۔ اور اختلاف تو تب ہو۔ کہ ان باتوں کو ہم نماز میں خلل انداز سمجھتے ہوں +

نومسلم۔ اچھا ہمارے نبی (صلعم) نے یہ مختلف باتیں کیوں اختیار کیں

میں۔ اس بات کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ آپ پہلے یہ سمجھ لیں کہ مسلم نماز نے اور ایسا ہی مختلف مذاہب کی عبادتوں نے مختلف شکلیں کیوں اختیار کر لیں۔ نماز تو ایک قلبی کیفیت ہے جسکے پیدا کرنے یا قائم رکھنے کے لئے بعض الفاظ زبان پر لائے جاتے ہیں۔ بعض نادان لوگ تفکر اور دھیان نماز کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ اور الفاظ کا دہرانا یا دیگر حرکات وسکنات کو ایک رسمی نماز کہتے ہیں۔ انہوں نے انسانی سائیکالوجی پر کبھی غور ہی نہیں کیا۔ آپ خود تجربہ کر لیں کہ الفاظ اور ان کے مفہوم کو زیر نظر رکھنا جو تفکر اور دھیان کو پیدا کرتا ہے۔ وہ خالی خولی تفکر نہیں پیدا کر سکتا۔ انسانی دماغ کبھی

خالی رہتا ہی نہیں۔ کوئی نہ کوئی خیال اس پر مستولی رہتا ہے کسی خاص خیال کو انسانی دماغ پر مسلط کرنے کا صحیح اور آسان طریق یہی ہے کہ اس خیال کو الفاظ کا جامہ دیدیا جائے۔ اور پھر ان الفاظ کو زبان پر لایا جائے۔ یہی علت غائی نماز کے چند فقرات دُہرانے کی ہے۔ قلبی کیفیّت کا اظہار انسان کے جوارح سے ہوتا ہے۔ بعض وقت بعض حرکات جوارح خاص کیفیات پیدا کرنے کا موجب ہو جاتی ہیں۔ ایک لیکچرار کو آپ پلیٹ فارم پر دیکھ لیں۔ اس کے ہاتھ اسکی آنکھیں اس کے چہرہ پر دیکھ لیں۔ اس کے ہاتھ اسکی آنکھیں اس کے چہرہ کے مختلف حصّے اضطراراً کیا کیا نئے نقشے اختیار کرتے ہیں۔ یہ نہ صرف اسکی دلی کیفیت کا اظہار ہوتا ہے۔ بلکہ سامعین پر بعض وقت یہ حرکات وسکنات اس کے الفاظ سے کہیں زیادہ تاثیر بخش ہوتی ہیں۔ ادب کا اظہار سر جُھکانے سے ہوتا ہے۔ لیکن اگر آپ نے انسانی سائیکالوجی پر غور کیا ہوگا تو آپ سمجھ لیں گے کہ بعض وقت ان حرکات کے ادا کرنے سے جو کسی خاص جذبۂ قلب کے لئے انسانی سوسائٹی نے تجویز کیا ہو۔ وہی جذبہ اور کیفیت دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً کیفیت ادب سر کو جُھکاتی ہے۔ اور سر کا جھکانا خود بخود کیفیت ادب کو دل میں پیدا کر دیتا ہے۔ عربی زبان بھی بڑی خوبصورت زبان ہے۔ اور بڑے بڑے حقائق اپنے اندر رکھتی ہے۔ یہ جو ہم اپنے سر کو زمین پر رکھتے ہیں۔ عربی میں اس فعل کا نام سجدہ ہے۔ اور لفظ سجدہ کے ایک معنی اطاعت کرنے کے ہیں۔ گویا اطاعت کا اظہار سجدہ سے ہوتا ہے۔ اور سجدہ کیفیت اطاعت پیدا کرتا ہے۔ نادان ہیں وہ لوگ جو ارکان نماز کو ایک رسمی بات سمجھتے ہیں۔ کوئی شکل نماز کی اختیار کیجائے آخر وہ بھی ایک صورت ہوگی۔ لیکن اگر خدا کا نبی خدا سے علم پا کر عبادت

کیلئے کوئی شکل تجویز کرے۔ تو پھر وہ شکل کسی اتفاقی خیال یا فوری تجویز و تحریک کا نتیجہ نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ وہ باتیں وہ ہوں جن کی صداقت پر علم النفس والقویٰ کے حقائق مہر کریں۔ یعنی عبادت میں جسمانی حرکات وسکنات ان جذبات و کیفیات کے مولد اور مؤید ہوں جو نماز میں پیدا ہونی چاہئیں۔ روح نماز تو ادب اور اطاعت ہے جو بعض وقت خوف سے اور بعض وقت محبت سے پیدا ہوتی ہے بعض وقت انسان میں ایک صاحب جبروت حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر بیکسی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اب یہ تین کیفیات محبت و اطاعت بیکسی لازماً تین مختلف شکلیں اظہار کے وقت اختیار کرینگی۔ شاید آپ کو مختلف اقوام اور ممالک کے دیکھنے کا موقع نہ ملا ہوگا مجھے ایسا اتفاق ہوا ہے۔ جب کوئی شخص کسی حاکم کے سامنے کھڑا ہو کر اپنے اعضاء سے اظہار اطاعت کرنا چاہے۔ تو خواہ وہ ہندوستان ہو یا انگلستان مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ اس کے دونوں ہاتھ ناف پر آکر جمع ہو جاتے ہیں۔ کمال محبّت کا اظہار ہاتھوں کو سینہ پر جمع کر لینا ہے یاں جب انسان پر سخت خشیت اور خوف طاری ہو۔ حتّٰی کہ وہ اپنی ذات کو بھی بھول جائے تو پھر ممکن نہیں کہ اس کا قابو اس کے ہاتھوں پر ہو نہ ہاتھ چھاتی پر رہینگے نہ ناف پر۔ اضطراراً ہاتھ کھل جائینگے۔ نماز پڑھنے والے پر اگر حقیقی کیفیت اطاعت یا محبّت یا بیکسی طاری ہو جائے تو پھر اضطراراً اس کے ہاتھ جو بھی شکل اختیار کریں صحیح ہے۔ نماز تو قلبی کیفیت ہے۔ اور یہ حرکات اس کیفیّت کے اظہار کی شکل یا اسکے متممات و مکمّلات ہیں +

نو مسلم ہم سب آپکے از حد مشکور ہیں۔ بہت دقتیں آج حل ہو گئیں۔ اس سے تو یہ پایا گیا۔ کہ ہم نماز کے وقت ان مروجی طریقوں میں سے جو بھی طرز اختیار

کریں۔ اس سے نماز ساقط نہیں ہوتی لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ کیوں مسٹر ۔ ۔ ۔ ۔ ہمیشہ نماز میں ہاتھ کھلے رکھتا ہے۔ اور مسٹر ۔ ۔ ۔ کے ہاتھ ہمیشہ سینے پر ہوتے ہیں۔ اور بعض ہمارے بھائیوں کے ہمیشہ ناف پر ہوتے ہیں۔ آپ کے ہاتھ کبھی زیادہ تر ناف پر ہوتے ہیں۔ اور کبھی کبھی سینہ پر۔ لیکن آپ کے ہاتھ کبھی کھلے نہیں دیکھے +

صبس ۔ آپ نے تو کمال ہی کر دیا کس طرح آپ ہمارے ہر سکون و حرکت کو دیکھتے رہتے ہیں۔ ہاں بات بھی ٹھیک ہے۔ یہ طریق بھی مذہب سیکھنے کا نہایت عمدہ ہے۔ آپ کا سوال بجا ہے۔ اگر حضورِ قلب سے نماز پڑھی جائے اور پڑھنے والے کی قلبی کیفیات بھی مختلف جلوہ آرائیاں کریں تو لازماً ہاتھوں کی نشست ہر نماز میں یکساں نہ ہوگی۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ہر رکعت میں ہاتھوں کی صورت بدل جائیگی۔ بلکہ ایک ہی رکعت میں اگر ایک شخص نہایت تذلل سے جناب باری کے آگے ہاتھ ناف پر رکھ کے کھڑا ہوا اپنا عجز اپنی گناہگاری اور اپنی نا اہلیت ایکطرف اس کے سامنے آجائے۔ دوسری طرف جبروتِ الٰہیہ اور خشیت ربی اس پر طاری ہو تو ممکن نہیں کہ اسکے جسم میں ایک قسم کی سنسناہٹ نہ ہو۔ اس کے جسم کے بال کھڑے نہ ہو جائیں۔ اور اس کا دل رُعب الٰہی سے نہ بھرا ہو۔ یہ وہ حالت ہے۔ کہ جب انسان کا نہ اپنے جسم پر قابو رہ سکتا ہے۔ نہ اسکے ہاتھ اسکے قبضہ میں رہینگے۔ ہاتھ کھل جائینگے۔ اس وجدانی کیفیت میں انسان بعض وقت منٹوں کھڑا رہتا ہے۔ اسی حالت کا نام نماز ہے۔ اسی حالت کے پیدا کرنے کیلئے یہ مختلف قیام قعود رکوع و سجود ہوتے ہیں۔ روحانی کیفیات پیدا کرنے میں جسمانی اوضاع کا خاص تعلق ہے۔ اختلاف طبائع اور اختلاف [illegible] جسمانی کو بھی اس سے خاص تعلق ہے۔ بعض لوگوں

جو کیفیت قلب سجدہ کے وقت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ دوسرے
قیام یا قعود میں حاصل کر لیتے ہیں۔ بعض کیلئے رکوع زیادہ موزوں
ہے۔ اسلئے اسلام نے جو اپنے ہر شعار میں ہمہ گیری لئے ہوئے ہے۔
نماز میں جسمی حرکات کی ساری اوضاع کو جمع کر لیا ہے۔ میری طبیعت
کے مطابق سجدہ زیادہ موزوں ہے۔ یہ جو میں نے قلبی کیفیت کا اُوپر
بیان کیا ہے۔ یہ کوئی قصہ و کہانی نہیں۔ میں ان کیفیات سے ایک حد
تک آشنا ہوں۔ کبھی کبھی نماز تنہائی میں ایسی کیفیت ہو گی مجھ پر پیدا ہوئی
ہے۔ کہ میرے ہاتھ کھل گئے ہیں۔ چونکہ یہ کیفیت اپنے اختیار
میں نہیں۔ نہ محبت ہر نماز میں جوش زن ہوتی ہے۔ اسلئے جب نماز
میں کھڑا ہوتا ہوں تو اطاعت کے رنگ میں کھڑا ہوتا ہوں۔ اسلئے
میرے ہاتھ زیر ناف ہوتے ہیں +

نومسلم مسٹر ... کے ہاتھ ہمیشہ چھاتی پر ہوتے ہیں۔ اور ایسا
ہی مسٹر ..... ہمیشہ ہاتھ کھلے نماز پڑھتے ہیں۔ کیا ان کا اپنے
دل پر اس قدر قابو ہے۔ کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوں ہمیشہ
اپنے دل کو محبت یا بیکسی کی کیفیت سے رنگین کر لیں۔ یہ تو امر ناممکن سا
ہے بصورت دیگر نماز میں کوئی رُوح نہ ہو گی۔ بلکہ مشین کی حرکات
رہ جائیں گی +

میں - یہ آپ نے پتہ کی بات کہی مُسلم ہو یا غیر مسلم نمازیں بہت حد تک
ایک مُردہ حالت میں پڑھی جاتی ہیں۔ جیسا کہ آپ نے مشین کی حرکات
کے ساتھ مشابہت دی ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا۔ یہ سب کے سب
حرکات و سکنات آنحضرت (صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے ہی مروی ہیں
صرف بعض کے نزدیک ایک عمل کثرت سے ثابت ہے۔ بعض کے
نزدیک دوسرا۔ چونکہ نماز میں صاحب حال تھوڑے ہوتے ہیں۔ اسلئے

جس مجتہد یا محقّق کا کوئی مُقلّد ہوتا ہے۔ اس کی تقلید میں کوئی عمل اختیار کرلیتا ہے۔ یہ سب باتیں جائز ہیں۔ جو کیفیّت قلب آپ کی نماز کے وقت ہو آپ اختیار کرلیں۔ یہ جو کچھ میں نے کہا ہے اپنی کیفیت قلبی کے مطالعہ پر کہا ہے +

نومسلم۔ ہاتھ کانوں کی طرف لیجانے کی غرض کیا ہے۔ آپ تو صرف نماز کے شروع میں ایسا کرتے ہیں۔ بعض نمازیں جسم کی ہر وضع بدلنے پر ایسا کرتے ہیں +

میں۔ اصل میں یہ فعل کسی امر سے دستکش کرنے کے اظہار میں کیا جاتا ہے جب انسان کسی دوسرے پر یہ ظاہر کرنا چاہیے کہ میں فلاں کام سے ابرا کرتا ہوں یا میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اس اظہار ابرا پر زور دینا چاہے۔ تو طبعاً اور اضطراراً اسکے ہاتھ کانوں کی طرف جاتے ہیں۔ ہم نماز کے وقت دُنیا جہان سے کنارہ کشی کرکے خدائے اکبر کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اس کنارہ کشی کے اظہار کے لئے شروع نماز میں ہمارے ہاتھ کانوں کی طرف جاتے ہیں۔ کہ اب ہم دُنیا کو چھوڑ چکے ہیں۔ چونکہ حرکات جسم انسان کے خیالات کو بھی بعض وقت بدل دیتے ہیں۔ اور اس سے یکسوئی نہیں رہتی۔ اسلئے کیا ہی ہے کہ انسان نماز میں جسم کی ہر وضع بدلنے پر ان بیرونی خیالات سے کانوں پر ہاتھ دھرے جنہوں نے اس کی طبیعت کو ممکن ہے اپنی طرف کھینچ لیا ہو۔ اگر یہ باتیں حضورِ قلب سے ہوں۔ تو پھر نماز میں عروج پیدا ہوجاتی ہے۔ دِالّا مشین کی گردش۔ وضو میں بھی گویا دنیا سے ہم ہاتھ دھوتے ہیں وغیرہ وغیرہ +

نومسلم۔ اب ایک بات رہگئی جو محتاج روشنی ہے۔ ہمنے تو آج آپ کو بہت ہی تکلیف دی۔ اور بہت ہی فائدہ بھی ہؤا۔ اسلامی باتیں تو

نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی حکمت اپنے اندر رکھتی ہیں۔ گرجاؤں میں بھی نماز ہوتی ہے۔ اسمیں بھی بعض ارکان ہوتے ہیں لیکن جب کبھی کسی بڑے سے بڑے پادری سے بھی ان کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو خشک منطق کے سوا اس سے کچھ جواب نہیں بنتا۔ جو باتیں ان کے ہاں محض رسمیات ہیں۔ وہ اسلام میں توحقیقت وحکمت نظر آتی ہیں۔ اب آخری بات اُونچی آواز آمین کہنے کے متعلق ہے +

میں۔ یہاں تو نادر ہی موقعہ کسی دوسرے کے پیچھے مجھے نماز پڑھنے کا ملا لیکن ہندوستان میں میں دوسروں کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں میں نے آمین بالجہر بھی کہی ہے۔ اور اس کے برعکس بھی۔ میں اپنی قلبی کیفیت آپ کو عرض کر دیتا ہوں۔ اصلی حقیقت سے خدا یا اس کا رسول (صلعم) آشنا ہے۔ اگر انسان کے دل میں حقیقی خشیت اور خوف طاری ہو تو اس کا اثر لازماً اسکی آواز پر پڑتا ہے۔ اسکی آواز ہلکی ہو جاتی ہے۔ اور اس قابل نہیں رہتی۔ کہ اس کا ہمسایہ اسکی آواز کو سُن سکے۔ خوشی کا رنگ اظہار چاہتا ہے۔ محبت کے نقشے بھی دونوں ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ کہیں اخفا ہوتا ہے کہیں اظہار۔ سورۂ فاتحہ ایک دُعا ہے۔ آمین کے معنے ہیں۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ یعنی امام اصالتاً یا وکالتاً بارگاہ الٰہی میں اپنی طرف سے اور مقتدیوں کی طرف سے عرض حال کرتا ہے۔ اور مقتدی آمین کہتے ہیں۔ بعض وقت ایک سائل اپنی مصیبت اور مایوسی سے تنگ آکر اپنے دردِ دل کو گلا پھاڑ پھاڑ کر بیان کرتا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہوتی۔ کہ سننے والا اُونچا سنتا ہے۔ بلکہ یہ کہ سُنانے والا بلند آوازی سے اپنا اضطراب قلب ظاہر کرتا ہے +

نو مسلم۔ کیا عجیب بات ہے۔ تو ہی تو آپ کے مقتدی نماز میں مختلف الحرکات ہوتے ہیں۔ لیکن آپس میں ایک دوسرے کے فعل پر نکتہ چینی نہیں کرتے

اور بات بھی ٹھیک ہے یہ ممکن نہیں۔ کہ نماز میں سب مقتدیوں کی کیفیات قلبی یکساں ہوں۔ تو پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ رفع یدین یا آمین کہنے یا ہاتھوں کے باندھنے میں سب کا طرز عمل ایک ہی ہو۔ ہاں نماز پڑھنا اگر مشینی حرکات کا رنگ اپنے اندر رکھے تو بالضرور سب کے سب حرکات ایک ہی قسم کے ہونگے۔ چنانچہ عیسائی گرجاؤں میں اسبات کا بڑا اہتمام رہتا ہے۔ کہ جو ان کے مقررہ حرکات ہیں۔ انمیں فرق نہ آئے۔ یہ جو عیسائیوں میں مختلف فرقے ہیں۔ ان کے مراسم نماز بھی جدا جدا ہوتے ہیں۔ بلکہ ان امور پر یہاں تک زور دیا جاتا ہے۔ کہ ایک کے نزدیک دوسرے کی نماز ہوتی ہی نہیں۔ بلکہ کسی مقتدی کی کسی گرجا میں کیا مجال ہے۔ کہ وہ مراسم نماز میں کسی دوسرے فرقے کا طریق عمل اختیار کرے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارا مذہب (اسلام) ان تنازعات سے پاک ہے +

آہ! یہ آخری فقرہ کس قدر چوٹ میرے دل پر لگا گیا۔ ہمارے احباب بعد از نماز عصر چائے پی کر رخصت ہوئے۔ اور میں گھنٹوں ان تنازعات اور مقدمات پر سوچتا رہا۔ جنہیں ہم بغرض حصول ثواب شوق سے کیا کرتے تھے۔ کس طرح آج سے تیس چالیس برس پہلے وہ مسجدیں دھلائی گئیں۔ جہاں کسی نے آمین بالجہر یا رفع یدین کی۔ کس ظالمانہ جرأت سے ایک شخص نے لاہور کی ایک مسجد کے دروازہ پر اعلان لکھ دیا۔ کہ اس مسجد میں کوئی ایسا شخص داخل نہ ہو جو حنفی طریقہ پر ارکان نماز ادا نہ کرتا ہو۔ وہ بلوے وہ دنگہ فساد وہ جھگڑے ابھی تک یاد ہیں۔ جو انہی باتوں پر ہماری مسجدوں میں ہوا کرتے تھے۔ کیا شامت ربی ہے۔ کہ آمین بالجہر کا مقدمہ الہ آباد اور کلکتہ ہائیکورٹ تک نہیں بلکہ پریوی کونسل لندن تک پہنچے۔ اور وہاں مسلمان نہیں بلکہ عیسائی ججوں کی کونسل

یہ فیصلہ کرے۔ کہ آمین بالجھر ساقط نماز نہیں۔ یہ سب باتیں مسلّم طور پر سنت نبویہ ہیں۔ اور ہر ایک مسلمان کو حق پہنچتا ہے۔ کہ ہر ایک مسجد میں جاکر اپنے فرقے کے انداز پر نماز ادا کرے۔

نادان نہیں سمجھتے کہ کسی مذہب میں یہ وہ امور نہیں ہو سکتے کہ جس سے کوئی فرقہ پیدا ہو۔ جب یہ ساری باتیں سنّت نبویّہ ہیں تو یہ کس قدر گستاخانہ جرات ہے۔ کہ ہم جو فعل نہ کریں اس پر نکتہ چینی کریں۔ یہ تو ایک پیارے محبوب کے مختلف خطّ و خال اور انداز ہیں۔ یہ تو ممکن بلکہ طبعی امر ہے۔ کہ کسی کو محبوب کا کوئی انداز بھاگیا ہو کسی کی نگاہ میں کوئی ادا کھب گئی ہو۔ لیکن سچی محبّت اور حقیقی عشق اس امر کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ عاشق اسی محبوب کی دوسری اداؤں پر نکتہ چینی ہو۔ مجھے ایک ادا نے اپنا شکار کرلیا ہے۔ لیکن اگر حقیقی عاشق ہوں تو اس کی سب اداؤں کے آگے سر جھکاتا ہوں میرے نزدیک جو اہلحدیث کسی حنفی المذہب کی انداز ادائیگی نماز پر حرف گیری کرتا ہے۔ وہ مذہب عشق میں غدّار ہے۔ اسی طرح جو حنفی المذہب کسی کی رفع یدین یا آمین بالجہار پر برافروختہ ہوتا ہے وہ نیک فعل نہیں کرتا۔ حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کی توہین کرتا ہے۔

کیا یہی باتیں نہیں جو ہم مسلمانوں میں بنائے فساد ہوئی ہیں
جنہوں نے قبیلوں اور خاندانوں کو جدا کر دیا
اور مسلمانوں کو ضعف اور ادبار تک پہنچایا۔
حالانکہ اس کو اصول مذہب سے
چنداں تعلق نہ تھا۔

الاسلام

(از خامۂ گہر بار حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

(سلسلہ کیلئے دیکھو جلد ۱۱ نمبر ۲ صفحہ ۳۵)

ابتدائی اصلاحیں

اب تک میں نے اسلام کا ایک عام نقشہ پیش کیا ہے۔ قرآن چونکہ عالمگیر اصلاح کے سامان لے کر آیا۔ اسلئے ہمیں نسل انسانی کے ہر شعبہ کی اصلاح کا ذکر ہے انسانی اخلاق کی بالیدگی پر غذا کا ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ صحیح دل و دماغ ہی صحیح اخلاق پیدا کرتا ہے۔ لیکن صحیح دل و دماغ کا ظہور بھی تندرست جسم میں ہی ہوتا ہے۔ اسلئے قرآن کریم نے ان اکل و شرب کی چیزوں سے ہمیں روکدیا ہے۔ جو جسم کے علاوہ روح و قلب کیلئے بھی مضر واقع ہوئی ہیں قرآن نے اسلئے خون کو یا ایسے مذبوح جانوروں کے گوشت کو جنمیں سے پورا خون نہ نکل چکا ہو مثلاً جو خود مرجائیں یا کہیں سے گر کر یا ضرب رسیدہ حالت میں یا شکاری جانور کے حملہ تلے مرجائیں۔ ان سب کو حرام کر دیا ہے۔ اسطرح لحم خنزیر یا چڑھاوے کا گوشت یا خدا کے سوا کسی اور کے نام پر مارا ہوا جانور بھی جائز نہیں رکھا[۱]۔ جو چیزیں ستھری ہوں اُنہیں کھانے پینے کی اجازت دیدی[۲]۔ ہاں اسراف بہر حال میں روکدیا[۳]۔ کپڑوں کو دھونے[۴] اور جسم کو پاک رکھنے کے احکام دیئے[۵]۔ عام برتاؤ کے اخلاق بھی تعلیم کر دیئے مثلاً فرمایا۔ جب تم کہیں جمع ہو۔ تو دوسروں کے بیٹھنے کے لئے بھی جگہ کر دیا کرو[۶]۔ اگر کسی مصلحت پر تمہیں کہا جائے کہ تم چلے جاؤ تو چلے جایا کرو[۷]۔ بات چیت کرو جو سچائی اور نرمی کے ساتھ ہو۔ آواز اونچی نہ کرنی چاہیئے۔ دوسروں کی طرف حقارت سے نہ دیکھو۔ چلنے میں متکبرانہ قدم نہ ہو۔ قدم ہمیشہ صحیح[۸]

(۱) ۳/۵ (۲) ۴/۵ (۳) ۱۴۲/۶ (۴) ۴۵/۷۴ (۵) ۶/۵ (۶) ۱۱/۵۸ (۷) ۷/۳۳ (۸) [illegible]

راہ پر ہو ۔ جب کسی کے گھر جاؤ تو اسکے دروازہ میں سنے[۱] ۔ اور پھر بھی بلا اجازت کسی کے گھر کے اندر نہ جاؤ ۔ جب گھر میں داخل ہو تو صاحب خانہ کو سلام کہو ۔ اور اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو پھر گھر میں نہ جاؤ[۲] ۔ جب کوئی تم پر سلام کہے تو تمہارا جواب اس سے احسن تر ہو یا کم از کم اس انداز پر ہو جس پر تم کو دوسروں نے مخاطب کیا[۳] ۔ شراب ۔ قمار بازی اور بُت پرستی سے بچو[۴] قتل یا زنا مکرو[۵] ۔ نہ عورتوں سے خفیہ سازش کرو[۶] ۔ نیک اور صالح بیبیوں سے نکاح کرو[۷] انہیں ان کے مہر دیدو[۸] ۔ تمہارے باپ کے نکاح میں آئی ہوئی عورتیں بہنیں ۔ پھوپھیاں اور خالائیں ۔ رضاعی مائیں ۔ رضاعی بہنیں نا سکی لڑکیاں اور بہوئیں ۔ سب تم پر حرام کر دیگئیں ہیں[۹] +

اس قسم کی ہدایات ۔ اور ایسی بہت ساری قرآن میں اور بھی ہیں ۔ انسان کو ابتدائی سے ابتدائی حالت حیوانیت سے اُٹھانے کیلئے قرآن کریم نے تجویز فرمائیں ۔ اور یہ وہ حالت تھی جسمیں بعثت نبوی پر عرب کے لوگ ملوث تھے +

اصلاح کا دوسرا درجہ

لیکن اس سے بھی مشکلتر اصلاح کا وہ مقام ہے جب انسان مذکورہ بالا پہلی حالت سے نکل آتا ہے ۔ اس مقام پر اصلاح کی غرض یہ ہوتی ہے کہ انسان کے سینہ میں نفس لوامہ پیدا ہو جائے ۔ اسے اصطلاح عامہ میں ضمیر انسانی کہتے ہیں یعنے نفس انسانی کی وہ کیفیت جو اسے امور بد پر ملامت کرے نفس لوامہ کی تکمیل ہی ایک بڑی چیز ہے ۔ اور یہ وہ بات ہے جو کروڑ در کروڑ انسانوں میں پائی نہیں جاتی +

انسان مدنی بالطبع واقع ہوا ہے ۔ تمدن کی بہتری چاہتی ہے کہ سوسائٹی کے حدود کی عزت ۔ علم ۔ تجربہ اور عقل کی افزائش اور حدود سوسائٹی کے توڑنے پر طرح طرح کی تکالیف جو بطور تادیب یا تعذیب ہمیں پہنچتی ہیں ہمارے اندر

(۱) ۱۸۹/۲ (۲) ۲۹ (۳) ۲۷ و ۲۴ (۴) ۸۶/۴ (۵) ۹۰/۵ (۶) ۳۳/۲۷ (۷) ۲۵/۴ (۸) ۵/۵ (۹) ۵/۵ (۱۰) ۲۵/۴ +

ایک قسم کی پشیمانی کو پیدا کر دیتی ہیں۔ اس پشیمانی کا دوسرا نام پیدائش ضمیر ہے۔ ہر فعل بد پر ہمارے سینہ میں ایک قسم کا ہیجان پیدا ہوتا ہے تحریکات بدیا تحریص ہمیں اپنی طرف کھینچتی ہے۔ ضمیر ہمیں روکتا ہے قدم قدم پر ہم اکثر پھسل جاتے ہیں۔ لیکن اگر ہم ضمیر کی آواز پر کان دھریں تو آہستہ آہستہ ضمیر میں طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور نفس امارہ کی مدافعت کے قابل بن جاتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ بدی سے بچیں اور نیک و بد میں تمیز کرنے کے قابل ہوں ۔

قرآن کریم نے اس حالت کے پیدا کرنے کا ایک عجیب لیکن فطری رستہ تجویز کیا ہے۔ انسان کی فطرت میں ایک معبود کی پرستش مرکوز ہے۔ خدا کا کوئی بھی مفہوم ہو ہمارے زاویہ نگاہ میں جو عمدہ سے عمدہ اور اچھی سے اچھی باتیں ہوں۔ وہی ہماری نگاہ میں ہمارے نزدیک اخلاق خداوندی ہیں۔ خدا کی خوشی یا اسکی ناراضگی ہی ہمارے ضابطۂ اخلاق کی اساس ہوتی ہے۔ جسکے متعلق ہمارا خیال ہو کہ خدا فلاں فلاں بات سے محبت کرتا ہے اس کا نام ہم نیکی رکھتے ہیں۔ اور ایسے ہی وہ چیزیں ہماری فہرست بدی میں داخل ہو جاتی ہیں۔ جو ہمارے نزدیک خدا کی نگاہ میں منفور ہیں۔ چنانچہ جو باتیں اوّل الذکر کی فہرست میں آ جائیں۔ انہیں ہم خوشی سے کرتے ہیں۔ اور آخر الذکر امور سے ہم بچنا چاہتے ہیں یہی باتیں ہمارے ضمیر یا نفس لوامہ کی ساخت کرتی ہیں اسکے ٹھان کے لئے قرآن کریم نے بعض باتوں کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ان باتوں سے پیار کرتا ہے۔ اور بعض کے متعلق فرمایا۔ کہ ان سے نفرت کرتا ہے۔ مثلاً فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت نہیں کرتا جو حدود کو توڑیں (۱) نقصان رساں چیزوں کے مرتکب ہوں (۲) ناشکر گذار (۳) ناانصاف (۴) مغرور (۵) شیخی باز (۶) دغاباز (۷) بدزبان (۸) اسراف کرنیوالے (۹) فخر ہونا (۱۰)

(۱) ۱۹۵/۲ (۲) ۲۵۰/۲ (۳) ۲۷۶/۲ (۴) ۵۶/۳ (۵) ۲۳/۱۴۰ (۶) ۳۶/۴ (۷) ۱۰۶/۴ (۸) ۳۵/۴ (۹) ۱۴۰/۶ (۱۰) ۳۶/۴ ۔

نحر د مباہلات سے کام لینے والا (۱) +

اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے جو محسن ہوں (۲) انصاف پسند ہوں (۳) مطہر ہوں (۴) خدا کی جناب میں توبہ کریں (۵) اُس پر بھروسہ کریں (۶) نیک کام کریں (۷) سچ بولیں (۸) اس طریق پر فرمایا کہ خدا کی لعنت کا مورد وہ ہے جو بے ایمان ہو (۹) یا گندہ اور تخریز (۱۰) یا ٹونہ منتر جنتر پر ایمان رکھے (۱۱) توہم پرست (۱۲) مشرک (۱۳) منافق (۱۴) لوگوں کو صحیح راستہ سے روکنے والا (۱۵) معاہدے اور عہد کا توڑنے والا (۱۶) حق کا چھپانے والا (۱۷) صداقت پر تنازعہ کرنیوالا (۱۸) جھوٹ بولنے والا (۱۹) خدا اور خدا کے رسول کے متعلق بدزبانی کرنیوالا (۲۰) اور ایسے ہی قتل عمد کرنیوالا (۲۱) قرآن نے لعنت کا مفہوم خدا تعالیٰ سے دوری بتایا ہے۔ اس پر قرآن نے نفس لوامہ کے مضبوط کرنے کیلئے یہ باتیں بتلائیں۔ لیکن ان حسنات و سیئات کو کسی ایک صفحہ یا کسی سورت میں جمع نہیں کر دیا۔ نہ ان پر کوئی خطبہ یا سرمن پڑھا جسمیں کہیں لعنت کا اور کہیں برکت کا ذکر ہو۔ ان باتوں کا ذکر جُدا جُدا مختلف طریقوں پر کیا۔ بعض جگہ فطرت انسانی کے نیک یا بد استعدادوں کا ذکر کرتے ہوئے ان حسنات و سیئات کا ذکر کیا۔ کہیں سابقہ قوموں کے ترقی و تنزّل کے اسباب بیان کرتے ہوئے ان حسنات و سیئات کی طرف اشارہ کیا +

قرآن نے ان امور کا صرف نام ہی نہیں گنا دیا۔ بلکہ انکے خط و خال بھی بیان فرمائے۔ اور ان کا ایک ایسے انداز پر ذکر کیا۔ کہ جس سے ہمارے نفس میں بدی سے نفرت اور نیکی سے محبت پیدا ہو۔ اور اس محبت و نفرت کے باعث نفس لوامہ کی بالیدگی ہو۔ اسی کے متعلق قرآن نے بالتصریح ان امور کا بھی ذکر کر دیا۔ جو انسان کے دل کو پتھر بنا دیتی ہے۔ اور وہ اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے جب خدا تعالیٰ اسکے دل اور کان پر مہر لگا دیتا ہے۔ اور آنکھ پر پردہ ڈال دیتا ہے (۲۲) انکے ضمیر مردہ ہو جاتے ہیں۔ ان پر ترقی کی راہیں ہی بند ہو جاتی

(۱) ٦/٢٨ (۲) ١٩٥/٢ (۳) ٤٢/٥ (۴) ١٠٨/٩ (۵) ٢٢٢/٢ (۶) ١٥٩/٣ (۷) ١٤٨/٣ (۸) ١١٩/٩ (۹) ٦٤/٣٣ (۱۰، ۱۱، ۱۲) ٥١،٥٢/٤
(۱۳) ٥/٤٨ (۱۴) ٦٨/٩ (۱۵) ٢٢/٤٤ (۱۶) ١٣/٥ (۱۷) ٥٩/٢ (۱۸) ٦٠/٤ (۱۹) ٧/٢٤ (۲۰) ٥٧/٣٣ (۲۱) ٩٣/٤ (۲۲) ٧/٢ +

ہیں - اور وہ اسفل السافلین میں چلے جاتے ہیں - وہ حالات ذیل کے ہیں:-

(۱) خلاف ورزی کرنے والے - نہ ماننے والوں کی جماعت میں کے ایسے لوگ جن کے لئے ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہو - الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم .... + (۱)

(۲) منافق (۲)

(۳) دو رُخے - جب انہیں کہا جائے کہ فساد نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو امن کے قائم کرنیوالے ہیں + (۳)

(۴) گھمنڈی - جب انہیں کہا جائے کہ تم بھی دوسروں کی طرح ایمان لاؤ تو کہتے ہیں - کہ کیا ہم دوسروں کی طرح ایمان لائیں + (۴)

(۵) بُزدل - جب ایمانداروں سے ملتے ہیں - تو کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں اور جب اپنے شیطانوں (سرداران مخالفت) سے تنہا ملتے تو کہتے ہیں کہ درحقیقت ہم تو مذاق کرتے تھے + (۵)

(۶) عدم قوت فیصلہ - نہ ادھر نہ اُدھر + (۶)

(۷) موروثی بداعتقادی کی غلامی - جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا - وہی ہمارے لئے کافی ہے + (۷)

ان حالات سے بچنے اور مذکورہ بالا حسنات کو اختیار کرنے اور سیئات سے بچنے کے ساتھ ضمیر انسانی مضبوط ہو جاتا ہے - اور اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ جب سیئات کا اس پر کوئی اثر نہیں رہتا - اور وہ نیکیوں کی طرف طبعاً مائل ہو جاتا ہے - اس مقام پر آکر انسان اخلاق کی ابتدائی منازل میں آجاتا ہے +

لیکن اس مقام پر ایثار کے بغیر پہنچنا ناممکن ہے - اور یہ مقام اسے ہی نصیب ہوتا ہے جو دوسروں کے لئے ہر ایک ایسی بات کرنے کو تیار ہو جاتا ہے - جو وہ اپنے نفس کیلئے کرتا ہے - کیونکہ بدی سے وہ بچتا ہے جو دوسروں کے

(۱) ۲/۶ (۲) ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان لائے - حالانکہ وہ ایمان نہیں ۸/۲ (۳) ۱۱/۲ (۴) ۱۳/۲ (۵) ۱۴/۲ (۶) ۱۴۳/۴ (۷) ۱۷۰/۲ و ۲۷/۵

ساتھ وہ نہیں کرنا چاہتا جو اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔ اسی لئے میں نے کہا۔ کہ یہ امر ایثار کے سوا ناممکن ہے۔ اور ایثار انسان میں کس طرح طبعاً اور بلا تکلف پیدا ہو۔ اس راز کو بھی قرآن مجید نے ہی کھولا۔ یہ بات ایک صاحب عیال کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے انسان کی ابتدائی اصلاحوں میں شادی کا ذکر کیا۔ ایثار شرح صدر اور وسعت قلب کو چاہتا ہے۔ اسکے لئے سب سے پہلے نفس مُدرِک میں توسیع کی ضرورت ہے۔ یعنی جس طرح انسان اپنی ضروریات اور اسباب دفع ضروریات کا ادراک طبعاً کرتا ہے۔ وہی ادراک دوسروں کی ضرورت اور اسکے دفعیہ کے لئے اسمیں پیدا ہو جاوے۔ اس معاملہ میں ادراک حیوانی اگرچہ بہت ہی محدود ہے۔ یہانتک کہ بچے کے پیدا ہونے پر جو ادراک مادری حیوانوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اور جس ادراک کے ماتحت وہ بچوں کی ضروریات دیکھتے رہتے ہیں۔ وہ ادراک حیوانوں میں اُسی وقت معدوم ہو جاتا ہے۔ جب بچے اپنی ضروریات کو دیکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ مگر یہی ادراک حیوانی جب انسانی ہیولے میں اپنی ابتدائی شکل میں پیدا ہوتا ہے۔ تو یہ ایک لامحدود توسیع کی استعداد اپنے اندر رکھتا ہے۔ مسلم متکلمین نے اس ادراک حیوانی سے الانسان کی بالیدگی کے سات منازل تجویز کئے ہیں (۱) ادراک حیوانی (۲) ادراک انفرادی (۳) ادراک اہلی (۴) ادراک قومی (۵) ادراک ملکی (۶) ادراک نوعی (۷) ادراک کونی۔ دراصل ترقی رُوح بھی ترقی وسعت ادراک پر ہی وابستہ ہے۔ ادراک حیوانی میں سوائے ذاتی احساس کے کسی دوسرے کی ضرورت کا احساس نہیں ہوتا۔ بچپن میں کچھ تھوڑے عرصہ کے لئے یہ ادراک انسان میں رہتا ہے۔ لیکن بہت ہی جلد یہ ادراک ادراک انفرادی میں منتقل یا متبدل ہو جاتا ہے۔ آخر کار ہم مدنی بالطبع ہیں۔ اور کوئی سوسائٹی چل نہیں سکتی جسمیں انفرادی حقوق کی عزت نہ ہو۔ جسکے دوسرے معنے یہ ہیں کہ ممبران سوسائٹی

میں ادراک انفرادی نشو و نما پالے یعنی ذاتی حقوق کا جیسے مجھے خیال ہوتا ہے۔ ویسے مجھے دوسرے کے حقوق کا خیال ہو۔ یہ کیفیت تو ضرور تاً ہر ایک طبیعت میں پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ نظام سوسائٹی چل نہیں سکتا۔ لیکن اس ادراک کو اور وسیع کرنا بہت ہی گراں ہے۔ اسکے معنے یہ ہیں کہ ہم دوسروں کی ضروریات کا احساس اپنی ضرورت کی طرح کریں۔ اور اسکے لئے دفع ضرورت کا تہیہ کریں۔ یہ تو ہی ہوگا کہ ہم اپنے کمشوبات اور مقبوضات کو بوقت ضرورت دوسروں کے سامنے رکھ دیں۔ اسی کا نام ایثار و قربانی ہے۔ اسی امر کا نام قرآن نے پہاڑی کے اوپر جانے کا نام تجویز کیا ہے (۱) لوگ عموماً محبت کا چرچا کرتے ہیں لیکن نہیں جانتے کہ محبت کا دوسرا نام قربانی ہے۔ اخلاق فاضلہ کی جان بےنفسی ہی ہے۔ لیکن یہ بےنفسی نہایت آسانی سے اور بلا تکلف اپنے متاہل کی زندگی میں پیدا ہو جاتی ہے۔ عقد نکاح سے دو شخص باہم پیوستہ ہو جاتے ہیں۔ باہمی اختلاط ان میں ایک دوسرے کے لئے ذاتی احساس پیدا کر دیتا ہے۔ بچے پیدا ہو کر روح ایثار کو اور بھی ترقی دیدیتے ہیں۔ ہماری گاڑھے پسینے کی کمائی بچوں کی خدمت میں لگجاتی ہے۔ نفسانیت مرجاتی ہے۔ پھر شادی ہی نئے تعلقات کو پیدا کر دیتی ہے۔ رشتہ داری اور دوستی کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے۔ ہمارے احساسات انکے لئے بھی ویسے ہی ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ جیسے اپنی ذات کیلئے۔ اسلئے وہ ادراک ذاتی جو متاہل زندگی میں ادراک اہلی میں متبدل ہو چکا تھا۔ اہل و عیال کی چار دیواری سے نکلکر اپنی چوتھے درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ جسے ہم ادراک قومی کہہ سکتے ہیں۔ یعنی قوم کے افراد کیلئے یا اپنے رشتہ داروں کے لئے۔ اسی طرح ایک امر کو محسوس کرنا جیسے اپنی ذات کیلئے۔ اس سے اگلی منزل ادراک ملکی اور اسکے بعد چھٹی منزل ادراک نوعی ہے۔ یعنی ہر فرد ملک ہر فرد انسان کی ضرورت کو اپنی ضرورت کیطرح محسوس کرنا۔ آخری شکل ادراک کی ادراک کونی یا ادراک ربانی ہے یعنی اس

(۱) ۱۲ + ۹

ادراک کا ساحل اپنے ہیں اور ہر مخلوق الٰہی میں فرق نہیں دیکھنا - ان کی ضرورت کو اپنی ضرورت سمجھتا ہے - اس مقام پر ہمارا ادراک اپنے مقام عالی پر پہنچ جاتا ہے - اور ہماری روح کے کل پر و پرزے نکل آتے ہیں - الغرض ان سب کی تہ میں جو بنیادی چیز ہے - وہ محبت و مرحمت ہے - اس محبت و مرحمت کا تخم ہماری فطرت میں ہے لیکن اس تخم کی بالیدگی متاہل زندگی میں ہی ہوتی ہے - چنانچہ قرآن کریم نے فرمایا کہ "اللہ تعالےٰ کا ایک یہ بھی نشان ہے - کہ اس نے تمہارے جوڑے پیدا کئے - اور تم میں مودت اور رحمت پیدا کردی (۱) اسلام میں شادی کا مقصد ہی یہی ہے - کہ انسانی فطرت کا جوہر محبت و رحمت بارور ہو جائے + صحیح محبت اور سچی مرحمت طبعی رنگ میں ایک متاہل گھر میں ہی پیدا ہوتی ہے - قرآن کریم نے ایک اور آیت میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے - جو ہر خطبۂ جمعہ میں پڑھی جاتی ہے - ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ - اللہ تعالیٰ تمہیں نصفت شعاری اور احسان کا حکم کرتا ہے - اور یہ بھی حکم کرتا ہے کہ تم اوروں سے بھی سلوک کرو جو تم اپنے اہل وعیال سے کرتے ہو (۲) + نصفت شعاری سے ہی سوشل معاملات تکمیل حاصل کر لیتے ہیں - اس سے صحیح طریق پر ادراک انفرادی پیدا ہوتا ہے لیکن اس سے آگے کی ترقی یا تو احسان پر مبنی ہو یا دوسروں کے ساتھ اس سلوک کے کرنے سے پیدا ہوتی ہے جو ہم اپنے اہل وعیال سے کرتے ہیں - کیسے مختصر لیکن بلیغ طریق پر قرآن نے اس آیت میں کل فلسفہ اخلاق کو دو لفظوں میں جمع کر دیا - تم مخلوق الٰہی سے اس طرح پیش آؤ - جیسے تم اپنے بچوں سے پیش آتے ہو - تو ادراک مادری یا پدری متبدل بہ ادراک ربانی ہو جائیگا - النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی - **ترجمہ** - نکاح میری سنتوں میں سے ہے - اور جس نے میری سنت کو چھوڑا وہ مجھ سے نہیں + لیکن یہ بھی یاد رہے - کہ نکاح و شادی سے ہی یہ مقصد عظمیٰ پورا نہیں ہو سکتا - جبتک عورت کی حیثیت سوسائٹی میں نہ بڑھے - اور اخلاق ہلی

(۱) ۳۰/۲۱ (۲) ۱۶/۹۰ +

کوئی بہتر شکل اختیار نہ کریں +

اسلام کے ظہور سے پہلے کل دنیا میں عورت کی جو ذلیل سے ذلیل حالت تھی وہ محتاج بیان نہیں - قرآن آیا اور ایک ہی آیت میں عورت کا رتبہ مرد کے برابر کر دیا۔ یاایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا رجالاً کثیرا ونساء ج

ترجمہ - اے انسانوں تم اپنے رب سے ڈرو جس نے تم مرد و عورت کو ایک ہی جوہر اور ایک ہی نفس سے پیدا کیا (۱) پھر فرمایا - عورتیں تمہارا لباس ہیں - اور تم انکے لباس ہو (۲) تمہارے حقوق ان پر وہی ہیں - جو ان کے تم پر ہیں (۳) اس ضمن میں نبی اکرم صلعم فرماتے ہیں - کہ مرد عورت ایکدوسرے کے توام ہیں - ایک نیک بی بی دنیا کی ایک قیمتی سے قیمتی چیز ہے - پھر فرمایا - اللہ تعالے نے تمہیں حکم دیتا ہے - کہ عورتوں سے بہت ہی نیک سلوک کرو - وہ تمہاری مائیں - بہنیں - پھوپھیاں اور خالائیں ہیں - عورتوں کے حقوق کا احترام کرو - کیونکہ ہر حال میں ان کے حقوق محترم ہیں +

گوشوارہ آمد و خرچ لنگ مسلم مشن

دفتر ہندوستان بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۴ء

تفصیل آمد	نقشہ نمبر	رقم آمد — در ہندوستان — پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نقشہ نمبر	رقم خرچ — در ہندوستان — پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن	۱	۰	۲	۲۱۳	خرچ مشن	۳	۰	۰	۵۰۰
قیمت ریویو منفعت تقسیم	۲	۰	۸	۵۷۷	خرچ [illegible]	[illegible]			
میزان	×	۰	۱۰	۷۹۰	میزان	۰	۰	۰	۵۰۰

نوٹ پانصد روپیہ عمدہ کی [illegible] مشنری بابت [illegible] پاس [illegible] پر باقاعدہ بل [illegible] دفتر محاسب میں جائیں گے اور یہ رقم واپس مشنری میں جمع ہو گی - سیکرٹری

دستخط [illegible] آنریری فنانشل سکرٹری لنگ مسلم [illegible] لاہور

(۱) ۱/۴ (۲) ۱۸۷/۲ (۳) ۲۲۸/۲ +

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۴ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
اسٹاک پوسٹل آفس مدراس	-	.	۳	جناب عبدالکریم صاحب رانچی	.	.	۳۰
جناب عبدالمعبود خان صاحب نیت پور	-	.	۱	جناب سلطان علی صاحب	.	.	۱۰
؍؍ فضل الدین صاحب	-	.	۱۰	؍؍ تاج الدین صاحب	-	.	۱۰
؍؍ فتح محمد صاحب امینری	.	.	۵	حضور رفعت یار جنگ صاحب			
؍؍ سید سرمست حسین صاحب ٹمکور	-	-	۳	حیدرآباد	.	.	۱۵
؍؍ محمد فاروق صاحب گورداسپور	.	.	۱	جناب محمد عبدالواحد صاحب اجمیر	.	.	۱۲
؍؍ اسد اللہ خان صاحب	.	.	۱	؍؍ منشی عابد علی صاحب جبتی پور	-	-	۴
؍؍ عبدالعظیم صاحب انجن گاؤں	.	-	۱	؍؍ میاں محمد خان صاحب اوکاڑہ	.	.	۲۰
؍؍ محمد ابراہیم صاحب	-	-	۲	؍؍ عبدالرحیم صاحب کمی میسور	-	-	۱۲
؍؍ میاں محمد خان صاحب اوکاڑہ	-	-	۲	؍؍ امیر حسن صاحب کاکوری لکھنو	.	.	۱
؍؍ ڈاکٹر ایم اے صوفی صاحب بی اے کلکتہ	.	-	۱۰	سید محمد محمود صاحب دہلی	.	.	۴
				؍؍ حکیم اجمل خان صاحب دہلی	.	.	۵
؍؍ ایم - اے خان صاحب بمبئی	-	.	۱	؍؍ منہاج الدین صاحب	-	.	۵
؍؍ امیر حسن صاحب کاکوری لکھنو	.	.	۱	؍؍ فضل کریم صاحب آبازئی پشاور	.	.	۳
؍؍ نور غنی صاحب امروہہ	.	-	۵				
؍؍ خیرات اللہ صاحب	-	.	۳	؍؍ سید سرمست حسین صاحب ٹمکور	-	۸	۱
جنابہ فاطمہ بی بی صاحبہ لاہور	.	.	۱	میزان کل	-	۲	۲۱۳
جنابہ والدہ خلیل احمد صاحب لاہور	.	.	۲				

نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۴ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
مفت تقسیم - جناب سید مقبول احمد صاحب مراد آباد	.	-	۵
؍؍ جناب ڈاکٹر ایم - اے صوفی صاحب بی اے - کلکتہ	.	.	۱۰
؍؍ جناب رفعت یار جنگ صاحب حیدرآباد دکن مفت تقسیم عنہ طباعت کتب عنہ	.	.	۲۰
؍؍ جناب حاجی محمد حمید اللہ خان صاحب بہادر بھوپال	.	.	۱۵۰
میزان	.	-	۱۸۵
قیمت اسلامک ریویو	.	۸	۳۹۲
کل میزان اسلامک ریویو و مفت تقسیم	.	۸	۵۷۷

اسلام قرآن کی زبان میں

صلح و محبت کا مذہب

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کا لیکچر بمبئی میں

۱۳- اکتوبر کی رات کو کاؤس جی جہانگیر ہال بمبئی میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے انگریزی زبان میں ایک لیکچر اسلام کے صلح اور محبت کا مذہب ہونے پر ڈاکٹر جیونجی مودی کی صدارت میں دیا۔ جس کا ترجمہ ناظرین کرام کے فائدہ کیلئے حسب ذیل ہے:

مجھے ایک ایسے مضمون پر لیکچر دینے کے لئے کہا گیا ہے جس کو اسقدر تھوڑے وقت میں جو میرے سپرد ہے پورے طور پر بیان کرنا مشکل ہے۔ گھنٹہ یا دو گھنٹہ کی تو ایک طرف اِن اصولوں کی وضاحت اور تشریح کے لئے جو قرآن اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نسل انسانی میں صلح محبت اور رشتہ موانست پیدا کرنے کیلئے وضع کئے ہیں۔ اور جن کو خیالات، قومیت رنگ اور زبان کے امتیازات سے قطع نظر کرتے ہوئے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں قائم کرنا چاہا ہے جلدوں کی جلدیں درکار ہیں۔ اس مختصر سے وقت کو مدنظر رکھتے ہوئے میری سپرد ہے۔ میں اس مسئلہ کے نام نہاد مذہبی پہلو کو لیتا ہوں (نام نہاد مذہبی پہلو میں اس کو جان بوجھ کر کہتا ہوں ورنہ ہر کام جو میں مختلف شعبہ ہائے زندگی میں کرتا ہوں وہی قرآن کریم کی تعلیم کے ماتحت میرا مذہب ہے) اسلام مذہب کو چند رسمیات کی ادائیگی یا خاص عبادت تک ہی محدود نہیں رکھتا۔ ہم مسلمان اپنے ہفتہ کے دنوں کو اس طرح تقسیم نہیں کرتے کہ کچھ دن خدا کے ہوں اور کچھ انسانوں کے +

ہر ایک دن خدا کا دن

ہے۔ اگر انسان خدائی زندگی کو بسر کرتا ہے۔ میری خانگی زندگی میری کاروباری زندگی میری وہ زندگی جو ایک شہری ہونے کے لحاظ سے ہے۔ وہ زندگی جو ایک ہمسایہ ہونیکے

لحاظ سے میں بسر کرتا ہوں - یہ سب میرا مذہب ہے۔ اگر میں ان تمام مختلف حالات میں احکام الٰہی کی کامل اطاعت کو مدنظر رکھتا ہوں - وہ احکام جو انسانی معاملات کی سرانجام دہی میں ہمارے معین و مددگار ہیں - ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا مطیع و فرمانبردار ہو - جن کو قرآن کریم کا حکم ہے کہ اپنی زندگی کا مقصد دنیا کو ان الفاظ میں بتائیں - کہ قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ ربّ العٰلمین - کہدے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدا کے لئے ہے جو رب العالمین ہے - یعنے تمام اقوام - تمام مذاہب اور مختلف طبقات انسانی کا خالق - ان کو قائم رکھنے والا اور رازق ہے (المائدہ ۱۶۳)

غرض انسانیت کو بلند کرنا ایک بہت بڑا مقصد ہے - جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے - لیکن آج میں مذہب کو اس تنگ دائرے کے اندر دیکھنا چاہتا ہوں - جو اس لفظ کا عام طور پر مفہوم سمجھا جاتا ہے - اگلے دن جو پالی (بمبئی) پر ایک خاص بات میرے خیال میں آئی - جو شاید بہت لوگوں کے نزدیک ایک نئے سُرا راگ سمجھی جاتی ہوگی - ہمارے بعض دوست ایک مسلمان کے منہ سے یہ سُننا زیادہ پسند کرتے ہیں - کہ وُہ پہلے ہندوستانی ہے اور بعد میں مسلمان" - لیکن میں کہتا ہوں - اور میں ایسا کہنے میں اپنا فخر سمجھتا ہوں - کہ میں پہلے مسلمان ہوں اور پھر ہندوستانی اسلام اور صرف اسلام ہی ہے (اور کوئی ایسا مُلک جو قومیت کے خیال کا دلدادہ ہو یا کوئی حب الوطنی کا جذبہ نہیں - جو میرے اندر یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ میں ان تمام ضروریات کو پُورا کروں جو دُنیا میں صلح و محبت باہمی ہمدردی اور احساس اور حُبُّ الوطنی کے اصُولوں کو قائم کرنے کے لئے درکار ہیں - اور

مسلمان کون ہیں ؟

میری بجائے قرآن کریم اس سوال کا جواب دیگا - قل امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما انزل الی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احدٍ منھم ونحن لہ مسلمون (البقرہ: ۱۳۶) کہدے ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اتارا ہم پر اور جو

اُتارا گیا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور قبائل کیطرف اور جو اُتارا گیا موسیٰ اور عیسیٰ کی طرف اور جو نبیونکو انکے رب کی طرف سے دیا گیا۔ ہم ان سے کسی میں فرق نہیں کرتے۔ اور اسکے بعد (اللہ تعالےٰ کے) فرمانبردار ہیں +

ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جو نبیوں کو انکے رب کی طرف سے دیا گیا۔ اور کیا قرآن کریم نے کھلے لفظوں میں نہیں فرمایا۔ کہ ہر ایک قوم ہر ایک جماعت اور ہر ملک کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نہ ایک رہنما اور نذیر ملا ہے؟ اور ہندوستان اس میں کیوں شامل نہیں؟ میں بحیثیت مسلمان اسبات کا پابند ہوں کہ

دنیا کے تمام پیغمبروں کی صداقت

پر ایمان لاؤں قرآن کریم کے فرمان کے مطابق میرے لئے ضروری ہے کہ میں بائبل کی اصل تعلیم کو جو ابتدا میں آئی اپنی مذہبی کتاب سمجھوں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ میں وید مقدس اور جناب زرتشت کے دانشمندانہ اقوال کو اپنے ہندو اور پارسی بھائیوں کی محبت میں ایک مشترکہ جائداد سمجھتا ہوں۔ مجھے انبیائے کرام میں کوئی تفریق نہ کرنی چاہئے۔ کہ میں ایک نبی کو مانوں اور دوسرے کا انکار کروں۔ جیسا کہ قرآن کریم نے مجھے حکم دیا ہے۔ اور کیوں میں ایسا کروں جبکہ مجھے خدا تعالیٰ کی اطاعت کرنی ہے۔ نہ کہ کسی انسان کی؟ یہی اسلام ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ کے الہام کے آگے سر تسلیم خم کردینا چاہئے۔ اور قطعاً اسبات کا خیال نہ کرنا چاہئے کہ وہ کہاں نازل ہوا۔ خواہ وہ ہندوستان میں آیا ہو یا عرب میں مجھے اس کا ماننا ضروری ہے، بشرطیکہ اسکی اصل اور خالص تعلیم مجھ تک پہنچ جائے۔ اگر ہم قرآن کریم کے اس زرین اصول پر عمل کریں۔ اور نصف سے زیادہ مشکلات اور مصائب ہمارے رستے دُور ہوجاتی ہیں۔ میں تمام قدیم مذاہب کی اصلیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مانتا ہوں اور یہی قرآن کا ارشاد ہے۔ اگر بعض جگہ مجھے دوسروں سے اختلاف ہوگا تو وہ کسی عبارت کے مطلب و مفہوم یا اس کی اصلیت کے سوال میں ہوگا۔ کیا ہمارے ہندو بھائی جو مختلف فرقوں اور خیالات سے تعلق رکھتے ہیں عبارات

کے مطالب اور مفہوم کے سمجھنے میں آپس میں مختلف ہونے کی وجہ سے ایکدوسرے سے دست وگریبان نہیں ہیں؟ کیا ویدوں کے سمجھنے میں

آریہ اور سناتن دھرمی

ہندؤوں میں بُعد المشرقین نہیں پایا جاتا؟ مجھے وہ اگر بُت شکن قرار دیتے ہیں تو سوامی دیانند نے بھی وہی کام نہیں کیا؟ میں اگر توحید الٰہی پر ایمان رکھتا ہوں توکیا راجہ رام موہن رائے بھی اسی کا قائل نہ تھا؟ ہندوو دوستو! جب تم ایک آریہ اور برھمو سے بھی مل کر اپنے دل کو برقرار رکھ سکتے اور اُسے تشفی دے سکتے ہو تو میرے ساتھ کیوں تم اُلجھتے اور جنگ کرتے ہو۔ ہندؤوں کے مختلف اصُولوں اور تعلیمات کا مُطالعہ کرو! اور تم میرے اعتقادات میں جہانتک بُنیادی اصُولوں کا تعلق ہے۔ ایک بھی ایسی بات نہ پاؤگے جس کو ہندوؤں کا ایک یا دوسرا فرقہ مانتا نہو +

پہلے مسلمان اور پھر ہندوستانی

میں تمہارے ہر فرقہ کے اصُولوں میں سے بہترین خیالات کو لے لیتا ہوں اور انہی میں اسلام کا بہت بڑا حصہ آجاتا ہے۔ کیا میرا ہندوستانی ہونا میرے اندر ایسا احساس پیدا کرسکتا ہے جس کی وجہ سے دُنیا کے تمام آسمانی رہنماؤں کی عزت میرے اندر پیدا ہوجائے؟ میں کہتا ہوں ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا لیکن اسلام اس قسم کا احساس پیدا کردیتا ہے! اور اسلئے میں بڑے فخر کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ میں پہلے مسلمان ہوں اور پھر ہندوستانی۔ یہ وسیع القلبی کی تعلیم ایک ایسے مذہب کے ذریعہ ہمیں ملی ہے جس کو تنگدلی کے الزام سے مُلوّث کیا گیا ہے۔ دُنیا کے تمام مُقدس صحائف کو کھولو اور انہیں مجھے دکھاؤ۔ کہ کہاں اس قسم کی تعلیم انہیں دیگئی ہے۔ جسکو میں نے قرآن کریم سے تمہیں پڑھکر سنایا ہے۔ اس کتاب کا نام تنزیل من رب العٰلمین رکھا گیا ہے۔ یعنے وہ الہام جو تمام جہانوں کے خالق و رازق کیطرف سے نازل ہوا ہے کس طرح وہ کوئی ایسی تعلیم دے سکتی تھی جو کسی ایک انسان کی بھی بہبودی اور فائدہ کے خلاف ہو۔ قطع نظر اسبات سے کہ وہ کون سے مذہب

کا پیرو ہے۔ میں یہاں صرف ایک آیت آپ کے سامنے پڑھتا ہوں اور قرآن کریم اس قسم کی آیات سے بھرا پڑا ہے :۔

اعبدوا اللہ ولا تشترکوا بہ شیئا و بالوالدین احسانا و بذی القربی والیتمی والمساکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب۔ اللہ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ۔ والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اور قریبیوں کے ساتھ اور یتامی اور مساکین اور قریبی ہمسایہ کے ساتھ اور اجنبی ہمسائیوں کے ساتھ اور جو شخص سفر میں تمہارا ساتھی ہو اس کے ساتھ احسان کرو (النساء : ۳۶)

الجار الجنب (اجنبی ہمسایہ) کے الفاظ پر غور کرو۔ اور بتاؤ کہ کونسی قوم نسل انسانی کا کونسا طبقہ ہے جو اس سے باہر رہ جاتا ہے۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے حضرت نبی کریم صلعم کو رحمۃ للعالمین کہا گیا ہے۔ یعنے آپ تمام نسل انسانی کے لئے باعث رحمت ہیں۔ کیا ایک مسلمان محمد رسول اللہ صلعم کا سچا متبع ہو سکتا ہے۔ اگر اسکی حرکات سے اسکے ساتھیوں کو تکلیف اور دکھ پہنچے

تیسرے میں اپنی روزانہ نماز میں اس خدا کی عبادت کرتا ہوں جو رب العلمین ہے۔ یعنے سب کا خالق اور رازق ہے۔ نمازیں یا زبانی شکریہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتا اگر انہی الفاظ کا جو ہم زبان سے نکالتے ہیں مطلب و مفہوم عمل میں لا کر نہیں دکھاتے خدا تعالیٰ کی عبادت اور پرستش تم کس طرح کر سکتے ہو۔ اگر دوسروں پر ظلم و ستم کرتے۔ اور ان کیلئے موجب تکلیف ہوتے ہو۔ کیا دوسرے لوگ اسی رب العلمین کی مخلوق نہیں۔ جس کے ہم بھی پیدا کردہ ہیں؟ ایک مسلمان اسبات کا پابند ہے کہ وہ

رب العالمین کے مقاصد

اور اسکے کاموں کو پورا کرے۔ اپنے ارد گرد دیکھ لو جہاں تک جسمانی ربوبیت کا تعلق ہے۔ ایک وہر یہ بھی انہی رحمتوں کا مورد ہے جو ایک مومن پر نازل ہوتی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی برکات کو سب پر نازل فرماتا ہے۔ تو اے ہندوؤ! عیسائیو!

اور مسلمانو! تم کو کیا حق حاصل ہے۔ کہ کسی کو رحمت الٰہی سے محروم کر دو؟ مسلمانو! تم تو اس بات کے قائل ہو کہ تمہارا اللہ رحمٰن اور رحیم ہے وہ رحیم و کریم خدا ہے جس کی رحمت و ربوبیت سب پر حاوی ہے۔ اور اس بات کا اسے کوئی لحاظ نہیں کہ کوئی شخص کسی عقیدہ یا مذہب کا پابند ہے۔ کیا تمہیں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ ارشاد نہیں۔ کہ اپنے بچوں کے نام تم خدا کے نام پر رکھو۔ اور اس سے پہلے عبد (یعنے بندہ) کا لفظ لگا دو؟ پس اگر تم عبد الرحمٰن نام کو پسند کرتے ہو تو ضروری ہے کہ تمہارے کاموں سے یہ ظاہر ہو کہ تم رحمٰن کے بندے ہو! اور تم نہایت عجز کے ساتھ اس رستہ پر گامزن ہو جو رحمٰن کا رستہ ہے۔ کیا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے

تخلقوا باخلاق اللہ

کے پاکیزہ الفاظ میں تم پر یہ فرض نہیں ٹھیرا دیا۔ کہ تم سے وہی اخلاق ظاہر ہونے چاہئیں۔ پس اگر تم عبد الرب اور عبد الرحمٰن ہو تو ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کو تم سے فائدہ حاصل ہو مسلمانو! تم کو قرآن کریم نے حکم دیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو۔ اور اسی کو اپنی تمام مقصود اور مطلوب اشیاء پر مقدم رکھو لیکن

اللہ سے محبت کس طرح ہو

اسکے جواب کے لئے میرے پاس مت آؤ۔ تمہارا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم تمہیں بتاتا ہے کہ "اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو اسکی مخلوق سے محبت کرو"۔ آہ! ان پاک اور مقدس الفاظ کو اپنے نازیبا حرکات سے ہم کسقدر جھٹلاتے ہیں۔ تم ایک جانور۔ ایک کتے ایک گھوڑے اور ایک بلی سے محبت کرتے ہو۔ لیکن کیا انسان اللہ تعالیٰ کا ظل نہیں؟ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی بہترین صنعت نہیں۔ قطع نظر اس سے کہ وہ ہندو ہے یا پارسی یا عیسائی؟ ہندو دوستو! تم

گائے کی حفاظت

پر بیشک اپنا پورا زور صرف کرو۔ لیکن انسان "رام مورتی" اللہ تعالیٰ کی تصویر ہے۔ اور وہ یقیناً گائے سے بڑھکر ہے گائے کی حفاظت پرمیشر کی نظر میں کیا وقعت حاصل کر سکتی ہے اگر تم اپنے جذبات کی حرارت کے اثر سے نسل انسانی کو دکھ پہنچاتے ہو؟

مَیں اس مضمون پر گھنٹوں تقریر کر سکتا۔ اور قرآن کریم میں سے اپنی تائید میں آیات پر آیات پڑھ سکتا ہوں۔ لیکن مجھے اس ضروری مسئلہ کے متعلق بھی کچھ کہنا ہے۔ جو مختلف مذاہب کے معابد سے تعلق رکھتا ہے +

ہستی باریتعالیٰ

یہ مضمون جس قدر اہم ہے۔ اور جسقدر مشکل سے مشکل امور ایک مصنّف کی راہ میں پیدا کر دیتا ہے۔ جب وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت میں قلم اُٹھاتا ہے۔ ویسا ہی اسبات کی بھی ضرورت ہے۔ کہ قرآن کی روشنی میں اس مضمون پر کچھ لکھا جائے۔ قارئین کرام نے اشاعت اسلام کے صفحات میں اکثر یہ بحث دیکھی ہوگی۔ کہ جس بات نے مختلف مذاہب میں اعتقادی تفرقہ ڈال رکھا ہے۔ اس کی بناء خدا تعالیٰ کی وہ صفات ہیں۔ جو مختلف مذاہب میں مختلف زاویۂ نگاہ سے بیان کئے یعنی ان صفات باریتعالیٰ کے بیان کرنے میں مختلف مذاہب نے ایکدوسرے سے اختلاف کیا۔ اور اسی اختلاف نے عقاید مختلفہ پیدا کر دیئے۔ آخر ایک بڑا بھاری فرق جو عیسائیت اور اسلام میں ہے وہ یہ ہے کہ ہمارا خدا

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ

ہے۔ اور عیسائی خدا باپ بھی ہو سکتا ہے اور بیٹا بھی۔ یہی اصولی اختلاف اسلام اور دیگر مذاہب میں ہے۔ دہریہ بھی اس ہستی کو مان نہیں سکتے جس کا نقشہ عیسائیوں نے یا دوسرے مذاہب نے کھینچا ہے بالمقابل اگر خدا کے

اسلام کو یا بالفاظ دیگر ان صفات الہیہ کو جو قرآن کریم نے پیش کئے ہم ایک دہریہ کے سامنے رکھیں تو آج کل سائنس کی روشنی میں اس خدا کی ہستی سے انکار کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ یعنی اگر خدا کی ہستی کا ثبوت سائنس کی روشنی میں ہوسکتا ہے تو وہ **خدائے اسلام** ہے۔ ایک مدت سے مختلف اصحاب نے ہمیں لکھا۔ کہ ہم حضرت خواجہ صاحب سے اس مضمون پر کچھ لکھائیں۔ خواجہ صاحب نے بھی کئی دفعہ قلم اُٹھائی۔ لیکن وہی دماغی عوارض تکمیلِ کتاب کے مانع ہوئے۔

بحمد اللہ!

یہ مضمون آخر کار تکمیل تک پہنچ گیا۔ اور عنقریب ناظرین کے سامنے آجائیگا +

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی مبلغ اسلام و امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

راز حیات یا انجیل عمل

ں کتاب میں فاضل مصنف نے دکھایا ہے کہ مذہب کو روز آ
ندگی میں دخل ہے۔ ایمان کی ترقی بھی اعمال سے ہوتی ہے۔
وت۔ دولت و حشمت۔ جاہ و جلال مرفع المعالی
کا راز قوت عمل میں ہی مضمر ہے۔ جس طرح کہ باغ کی
ر و تازگی نشو و نما پانی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح زندگی کا
راز قوت عمل میں پنہاں ہے۔ یہ کتاب تمام ہندوستان
یں مقبول ہو گئی ہے۔ قیمت بجلد ۵؍ مجلد عہ

سلک مروارید بلا جلد عہ مجلد ۱۲؍

بیان دس زبردست معرکۃ الآرا لیکچروں کا اردو مجموعہ ہے
حضرت خواجہ صاحب نے ۱۹۱۱ء سے لے کر ۱۹۲۲ء تک مذہبی
انفرنسوں میں مختلف مقامات دنیا میں انگریزی زبان میں دیئے
ن میں دیگر مذاہب کے مقابل سلام کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے
ختلف عنوانوں کے ماتحت اسلام پر لیکچر دیئے گئے ہیں حضرت
خواجہ صاحب کے تمام مذہبی لٹریچر کا نچوڑ ہے + بلا جلد عہ مجلد ۱۲؍

توحید فی الاسلام

فاضل مصنف نے اس کتاب میں ضروریات زمانہ کے
مطابق مسلمانوں کے ہر شعبہ زندگی پر روشنی ڈالی ہے
اسمیں بیان کیا گیا ہے کہ روح توحید ہی تہذیب و تمدن کی
جان ہے۔ اسی سے اخلاق فاضلہ کی آبیاری ہوتی ہے
یہی علوم جدیدہ کی محرک حکمت و فضیلت کی مولد اور جمہوریت
کی جان ہے۔ توحید سے ہی حقوق انسانی کی حفاظت
ہوتی ہے + قیمت بلا جلد عہ مجلد ۵؍

ضرورت الہام بلا جلد ۱۲؍ مجلد عہ

فی زمانہ تعلیم یافتہ اصحاب وحی اور الہام کے وجود
سے انکاری ہیں۔ اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا
کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ اس
کتاب میں سائنٹیفک طریق پر اور عقلی دلائل سے
بتایا گیا ہے۔ کہ الہام کی انسان کو ضرورت ہے
اور الہامی مذہب آیا ہے + بلا جلد ۱۲؍ مجلد عہ

مکالمات ملیہ

یعنی وہ گفتگوئیں یا بحثیں جو حضرت خواجہ صاحب اور
دیگر مذاہب کے رہنمایان کے درمیان مختلف
مقامات پر ہوئیں۔ اسمیں جمع کی گئی ہیں۔ یہ
مکالمات مبلغین اسلام اور دیگر مسلم
اصحاب جنکو مخالفین اسلام سے بحث
کرنی پڑتی ہے۔ ان کے لئے مفید
ہیں قیمت ۱۲؍ مجلد عہ

صلائے نصرت بہ اہل ہمت

یہ ایک فارسی نظم ہے جس میں
واقعات حاضرہ قرآنی آیات و احادیث
بڑی سعی اشاعت اسلام کی اہمیت
مسلمانوں پر
واضح کی گئی ہے +
قیمت بلا جلد ۸؍

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں قیمت ۱۲؍ مجلد عہ

اس کتاب میں فاضل مصنف نے عقلی و نقلی دلائل
سے ثابت کیا ہے۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں اور
سب تمام نہاد فرقوں کے اصول ایک ہیں۔
فقط فروعی اختلافات آپس میں ہیں
اور تمام مسلمانوں کو یک جہتی سے
کام کرنے کی تلقین کی ہے +
قیمت ۱۲؍ مجلد عہ

براہین نیرہ حصہ اول

معروف بہ

زندہ و کامل الہام

ہمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں
تہذیب و تمدن کے کل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے
ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی
ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت
منطقیانہ بحث کی ہے + قیمت ۱۲؍ مجلد ۔۔۔۔ عہ

اسوۂ حسنہ

معروف بہ

زندہ و کامل نبی قیمت ۸؍ مجلد ۱۲؍

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا
یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے اسکو پڑھ کر
ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی نبی کامل ہو سکتا
ہے تو وہ آپ ہی کی ذات ہے + قیمت ۸؍ مجلد ۱۲؍

المشتہر۔ مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور (پنجاب)

اسلامیہ پریس کی دروازہ لاہور میں منشی محمد لئیق خان کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبدالغنی مینیجر رسالہ اشاعت اسلام نے عزیز منزل لاہور سے شائع کیا

مارچ و اپریل نمبر ۸-۹

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

قیمت سالانہ للعہ — عزیز منزل - لاہور — ممالک غیر کیلئے صہ

شَهِدَ مِنْكُمُ فَلْيَصُمْهُ ۚ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا
أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ
بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ز وَ
لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي
فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ
فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ
أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ
هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ
أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ
وَعَفَا عَنْكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ
اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ
الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ
ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ
وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ

فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام لاہور

جلد (۱۱) | بابت ماہ مارچ ۱۹۲۵ء مطابق ماہ شعبان ۱۳۴۳ھ | نمبر (۳)

شذرات

شاہجہاں مسجد ووکنگ کے آستانہ پر تیسرا لارڈ

تصویر کے جسقدر سجدات شکر ہم ادا کریں تھوڑے ہیں۔ لارڈ ہیڈلے فاروق۔ سر عبداللہ آرچی بالڈ ہملٹن کے نام نامی تو ہر مسلم گھر کے مایہ ناز ہیں۔ آج ایک تیسرے لارڈ اور بیرونٹ۔ رائٹ آنریبل ارل آف کریون اور کونسل آف کاتھ کارٹ کو ہم آستانہ شاہجہاں مسجد ووکنگ (انگلستان) پر اس تصویر میں ہم دیکھتے ہیں۔ خداتعالیٰ رئیسہ بھوپال کے خاندان کو سرسبز رکھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نواب شاہجہاں بیگم صاحب مرحومہ و مغفورہ کے عطیہ سے مسجد ووکنگ تعمیر ہوئی۔ نہ معلوم یہ مسجد کس اخلاص اور محبت سے بنائی گئی۔ کہ جو آج مغرب میں مرکز اسلام بنگئی جس کے آستانہ پر انگلستان کے رؤسائے عظام پہنچتے ہیں۔ اگر مرحومہ بیگم بھوپال نے مسجد بنا دی۔ تو حضرت علیا موجودہ سرکار بھوپال نے نہ صرف مسجد کے ماہواری اخراجات کو مہیا کر دیا۔ بلکہ آپ کا وجود باوجود مسلم فرمانروایان میں سب سے اول ہے جنہوں

نے بلا تحریک حضرت خواجہ صاحب خود بخود اس کار خیر یعنے ووکنگ مشن کی امداد کی طرف توجہ فرمائی اور اس میں معتد بہ حصہ لیا۔ جس سے اس مسجد کا نام اس وقت عالم کے چار گوشوں میں پہنچگیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے پسند کیا۔ کہ اس مسجد کا نام مسجد شاہجہاں رکھا جائے۔ تاکہ نہ صرف اس کے بانی کا علم دنیا کو ہو۔ بلکہ آپ کا نام گرامی مسلم دُعاؤں میں آوے +

ووکنگ سے تازہ چٹھی جو آئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اور انگلش بیرونٹ کے بیٹے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ وہ اگر امریکہ میں جاکر امریکن رعایا نہ بنتے تو آج ہم مسلم بیرونٹوں کی تعداد میں ایک اور کا اضافہ دیکھتے۔ ان کے علاوہ سات اور مرد عورتیں اسلام میں شریک ہوئیں۔ جنکے نام رسالہ ہٰذا کے صفحہ ۱۴۲ پر درج ہیں +

البانیا کا تخت انگریزی اخبارات میں یہ خبر نہایت خوشی سے دیکھی گئی کہ لارڈ ہیڈلے اور آپ کے بعد سر عبداللہ ہملٹن کو رعایا البانیہ نے تخت البانیہ پیش کیا۔ جو انہوں نے کسی مصلحت سے قبول نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم پر وہ دن پھر لانیوالا ہے۔ جب اسلام میں سچے ایمان کا عوضہ خدا کی جناب سے تخت و تاج ہُوا کرتا تھا۔ کیا یہ واقعات کل کے کُل برادران اسلام کو اشاعت اسلام کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کافی نہیں۔ مسلم بھائی خوب غور کرلیں ہماری مشکلات کا بہترین حل اسی مسئلہ اشاعت اسلام پر ہے۔ اول بھی اسلام غربا نے ہی پھیلایا۔ اور آج بھی اسلام انہیں کی طفیل پھیلیگا۔ بھائیو! اٹھو جاگو!! ہمت کرو۔ سردست دو کام کرو۔ ایک تو رسالوں کی اشاعت بڑھا دو۔ انکے منافع اشاعت اسلام کیلئے ہی وضع ہو چکے ہیں۔ دوسرا ہر ایک بھائی ایک ایک دو دو روپے اپنے ذمے ماہواری چندہ ڈالدے۔ اور سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور کو اس کی اطلاع دے۔ وہ ماہواری وصول کرلینگے۔ اس سے بہت کچھ ہو سکتا ہے +

انگلستان میں اسلام کی شاندار فتح

حضرات پادری کا فرار

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
ماہ گذشتہ میں ووکنگ کے پادری صاحب ریورینڈ آر۔ بی۔ جالی نے دی کرسچن مشنری سوسائٹی پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک سرسری ریمارک ہمارے مشن کے متعلق کیا۔ اور کہا۔ کہ "اسلامی ہوا" ووکنگ بھی آن پہنچا ہے +

عامۃ الناس میں اس ریمارک پر ایک ہلچل سی پڑ گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مقامی اخبار موسوم بہ ووکنگ نیوز اینڈ میل میں ایک اچھی خاصی لمبی خط وکتابت اسلامی ہوا کی سرخی کے نیچے چھڑ گئی جسکے کہ خواجہ نذیر احمد صاحب امام مسجد ووکنگ کو پادری صاحبان کو ایک کھلے مباحثہ کیلئے الوہیت مسیح پر چیلنج کرنا پڑا۔ پادری صاحبان اپنی پرانی عادت کے مطابق مقابلہ پر نہ آئے۔ انہوں نے اپنے عمل سے اسلام کی صداقت کا ایک عملی ثبوت دیا۔ جس کا اثر اللہ کے فضل سے ہر فرد بشر پر عمدہ ہوا +

آپکے قارئین کرام کی دلچسپی کیلئے ذیل کی خط وکتابت ارسال کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اپنے رسالہ میں درج فرما کر ممنون فرمائیں گے +

خاکسار۔ قادر دبو خاں از مسجد ووکنگ (انگلستان)

اسلامی ہوا

مکرمی ایڈیٹر صاحب ووکنگ نیوز اینڈ ڈیلی میل:۔

میں نے آپکے گذشتہ نمبر میں کرائسٹ چرچ کے پادری صاحب کی تقریر پڑھی ہے جیسں انہوں نے ذکر کیا ہے۔ کہ مسلم "ہوا" ووکنگ میں بھی پہنچ گیا ہے۔ کیا مقدس پادری صاحب

کی مراد ان مسلمان فوجیوں سے ہے جو بروک ووڈ اور ہارسل کے قبرستانوں میں مدفون ہیں ؟ یا انکا اس ہوا سے مراد ان مسلمانوں سے ہے جنہوں نے برطانیہ عظمیٰ کو اس عیسائی ملک یعنی جرمنی سے بچانے میں جان دی ؟ میں چاہتا ہوں کہ پادری موصوف اس ہوا کو اپنے اصلی معنوں میں پیش کریں ۔ میرا خیال ہے ۔ کہ عقائد اسلام یہودیت سے بہت ملتے جلتے ہیں ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہودی تبلیغ کے حامی نہیں ۔ اور اسلام کی نظر میں سب خدا کے نیچے ہیں ۔ اور یہ کہ حضرت عیسیٰ خدا نہ تھے بلکہ نبی ۔ اسلام میں کوئی مذہب کا ٹھیکہ دار (جس طرح کہ عیسائی ممالک میں پادری صاحبان ہیں) نہیں ہوتا ۔ اسلام شراب کو ناجائز قرار دیتا ہے ۔ میرے خیال میں یہ اصول کسی کے لئے ہوا نہیں ہو سکتا +

۲۱ نومبر ۱۹۲۴ء مارس رابرٹ

مکرمی ایڈیٹر صاحب

ووکنگ میں اس اسلامی ہوا کا حوالہ دیتے ہوئے کئی سال ہوئے ۔ کہ جب اس ہوا کو یہاں سے نکالنے کی کوشش کی گئی تھی ۔ ایک مشرقی طالب العلم کو سکاٹلینڈ سے اسی غرض سے بلایا گیا تھا ۔ تو سب لڑکے سے جنکے تو الدین مسیحیت قبول کر چکے تھے مسجد کے ایک لیکچر میں اقرار کیا ۔ کہ پادری صاحبان بالجبر تثلیث کی تبلیغ نہیں کرتے ۔ درحقیقت اُسے کبھی اس مقدس راز سے آگاہی نہ تھی ۔ جب تک کہ امام مسجد ووکنگ نے اُسے ان اصولوں سے آگاہ نہ کیا ۔ نتیجہ یہ ہوا ۔ کہ وہ فوراً اپنے دھرم باپ سے متنفر ہو گیا +

خیر خواہ جی ڈکر ووکنگ

(ووکنگ کے پادری صاحب)

مکرمی ایڈیٹر صاحب !

مجھے شہر کے پرانے باشندوں سے معلوم ہوا ہے کہ ریورنیڈ جالی کے فقرے اسلامی ہوا سے مراد ووکنگ مسلم مشن کے کارکنندگان سے ہے ۔ مجھے اخبار ووکنگ نیوز و ڈیلی میل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب موصوف نہایت ہی شکاری انسان ہیں ۔ کیا ہی اچھا ہو اگر وہ اپنا زرہ بکتر پہن میدان میں نکلیں اور ووکنگ کے مسلمانوں سے بحث مباحثہ کریں ۔ مجھے یقین ہے کہ ایک تو انہیں اس سے غور و خوض کا موقع ملیگا دوسرا اس مباحثہ کی آمدنی ووکنگ ہسپتال کے کام آئیگی +

مارس رابرٹ ۔ ہارسل

ان خطوط کے اخبار مذکور میں چھپنے کے بعد خواجہ نذیر احمد صاحب امام مسجد ووکنگ نے ایک چیلنج اس مضمون کا بھیجا ۔ اور درخواست کی ۔ کہ وہ جلد جواب دیویں لیکن تاحال انکی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا

وہ چیلنج بدیں الفاظ تھا:-

مکرمی ایڈیٹر صاحب ووکنگ نیوز اینڈ ڈیلی میل:-

جناب من! مجھے ابھی بتایا گیا ہے۔ کہ ایک بہت دلچسپ خط و خط کتابت چند ہفتوں سے آپ کے کالموں میں ہو رہی ہے جس میں ہمارے مشن کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے میں وکر موصوف کرائسٹ چرچ کے ان قابل ذکر کلمات پر صدائے احتجاج بلند نہیں کرونگا۔ مسٹر مارس رابرٹ کا رویہ میری رائے میں قابل داد ہے۔ اور میں بخوشی مسٹر جالی کو "الوہیت مسیح" پر مباحثہ کرنے کیلئے دعوت دیتا ہوں چونکہ قرآن مجید پادری صاحب موصوف کیلئے کوئی معیار صداقت نہیں اس لئے میں تجویز کرتا ہوں۔ کہ دونوں طرف سے دلائل کا ماخذ انجیل ہو میں یہاں یہ کہنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ میں انجیل کو جہانتک وہ اپنی موجودہ صورت میں خدا کی کتاب کہلانے کی مستحق ہے الہامی کتاب مانتا ہوں +

میں اس مباحثہ کے آدھے اخراجات دینے کیلئے تیار ہوں یا یکمشت دس پونڈ بھی دینے کیلئے تیار ہوں۔ علاوہ ازیں پادری صاحب موصوف کو حق ہوگا۔ کہ مباحثہ کی آمدنی کسی مقامی خیراتی کام میں صرف کریں۔ تین مفصلہ ذیل شرائط مباحثہ پیش کرتا ہوں +

۱۔ مباحثہ تحریری ہو۔ اور سوال وجواب نہوں۔ اس لئے عقلمند لوگ خود ہی رائے قائم کرلیں گے۔

۲۔ ایک منتظمہ کمیٹی جسمیں ہر دو فریقین کے نمایندوں کے علاوہ ہر مختلف مذہب کے انسان شریک ہوں بنائی جاوے

۳۔ شرح داخلہ زیادہ نہو مثلاً ایک شلنگ ۶ پنس +

۴۔ ووکنگ نیوز اینڈ میل میں کارروائی مباحثہ چھپنی چاہیئے +

آپ کا خیر خواہ

خواجہ نذیر احمد ـ امام مسجد ووکنگ

اس کا جواب پادری صاحب موصوف نے امام مسجد ووکنگ کو ذاتی طور پر دیا۔ اور کہا کہ دو تین ہفتہ کے بعد جواب دینگے چنانچہ امام موصوف نے دوبارہ ایڈیٹر اخبار کو لکھا کہ جبتک پادری صاحب جواب دینگے۔ وہ اس معاملہ میں کوئی قدم نہیں بڑھا سکتے۔ چنانچہ پادری صاحب موصوف نے ایک خط ایڈیٹر صاحب کو لکھا جسمیں انہوں نے یہ جواب دیا:-

مکرمی ایڈیٹر صاحب!

جناب من! ـ بوجہ بیماری میں نے چند ہفتوں سے آپ کا اخبار نہیں پڑھا۔ اور میں یہ سنکر حیران ہوا ہوں کہ "مسلم ہوا" کی سرخی کے نیچے میرا نام شائع ہوتا رہا ہے میں لفظی جنگ میں شامل ہونے کا خواہشمند نہیں ہوں مسجد ووکنگ

کی طرف اشارے سے میری مُراد اس کی روز افزوں ترقی تھی۔ اس مسئلہ پر میں تمام خط و کتابت ایک ایسے دوست کو بھیجتا ہوں جس نے اس معاملہ کا خاص طور پر مطالعہ کیا ہے اور جو آپ کو عنقریب ایک چٹھی لکھیں گے +

خیر خواہ ۔ آر ۔ بی ۔ جالی

چنانچہ پادری صاحب موصوف کے دوست پادری سٹانٹن نے حسب ذیل خط لکھا :۔

مکرمی ایڈیٹر صاحب ووکنگ نیوز ڈیلی میل

جناب من! کرائسٹ چرچ ووکنگ کے پادری صاحب نے میری توجہ اس خط و کتابت کی طرف مبذول کی ہے جو کہ آپ کے کالموں میں "اسلامی ہوّا" کے عنوان سے چند ہفتوں سے شائع ہو رہی ہے۔ مجھے ووکنگ مشن کے حالات اچھی طرح معلوم ہیں۔ اسلئے میں یہ چند سطور ارسال خدمت کرتا ہوں۔ میری رائے میں لفظ "اسلامی ہوّا" کا پادری صاحب موصوف نے غیر مناسب استعمال کیا ہے۔ اور اس کی وجہ میری رائے میں دو ہیں۔ اوّل اس سے مُراد یہ ہے۔ کہ ووکنگ کا "اسلامی پروپیگنڈا" عیسائیوں کیلئے خطرناک ہے۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ووکنگ مسلم مشن والے رواجی اسلام کے برخلاف خدا کی ابوّت اور اخوت انسانی، مذہبی رواداری، تواحد از دواج اور بہشت کی روحانی برکات اسلام کے نمایاں پہلو بتاتے ہیں یہ سب کے سب عیسائی نصب العین ہیں۔ جو کہ رواجی اسلام قبول نہیں کرتا +

لفظ "ہوّا" سے دوسری مُراد یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ مسلمان عیسائیوں کے دشمن جری ہیں۔ اور ہم عیسائی لوگ ان کا انحطاط دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ہم عموماً ایکدوسرے کو یہ کہتے ہیں کہ کاش ہم عیسیٰ کی پیروی کرتے۔ کیا آج تک کبھی کسی مسلمان نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ کاش ہم عیسےٰ کی پیروی کرتے۔ کیا آج تک کسی مسلمان نے یہ بھی کہا ہے کہ کاش ہم محمدؐ کی پیروی کرتے انسانیت کیلئے۔ یہ نقصان عظیم ہو گا۔ اگر اوّل الذکر نصب العین کو موخر الذکر سے تبدیل کر لیا جائے +

خواجہ نذیر احمد صاحب کی تجویز بحث و مباحثہ کے متعلق میری عرض ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ انکے والد بزرگوار (خواجہ کمال الدین صاحب جو کہ مشن کے بانی ہیں) بحث مباحثہ کو بنظر استحسان نہیں دیکھتے۔ مزید براں اس مسئلہ پر ہماری بہت سی کتب چھپ چکی ہیں (یہاں پادری صاحب نے چند کتب کے نام درج کئے ہیں) +

آپ کا خیرخواہ ۔ ایچ لیوائٹ برخنٹ سٹانٹن ۔ ڈی ۔ ڈی

اس کا جواب خواجہ نذیر احمد صاحب نے مفصلہ ذیل دیا :-

مکرمی ایڈیٹر صاحب

جناب من! میں امید کرتا ہوں - کہ آپ میری اس چٹھی کو اپنی اخبار میں جگہ دیکر ممنون فرمائینگے - ریورینڈ آر - بی جالی کے خط سے جو کہ آپکے اخبار مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا ظاہر ہوتا ہے - کہ اگرچہ وہ زخمی کرنیکے بہت مشتاق تھے - مگر ضرر پہنچانے سے گھبراتے بھی تھے - اگر وہ "مسلم ہوا" کے برداشت کی تاب نہ رکھتے تھے تو کیا یہ بہتر نہ تھا - کہ وہ اسکی ترقی کو روکتے - کیا وہ ایسا کرنے کی جرأت کرینگے ؟ ہرگز نہیں ؟ بہر حال یہ قابل افسوس ہے کہ وہ ایک ایسے دوست کی آڑ میں کہ جس نے اسمعاملہ کا خاص مطالعہ کیا ہے' پناہ لیں +

میری رائے میں ڈاکٹر سٹانٹن نے اسمعاملہ پر کسی قسم کی نئی روشنی نہیں ڈالی - وہ عیسائیت اور احتیاط کو مترادف الفاظ سمجھتے ہیں - اور اُن کی عقل اور تجربہ اُنکو یہی سکھلاتا ہے کہ وہ کوئی جنبش نہ کریں - سوائے چند ایک بے بنیاد دعووں کے اُنھوں نے کچھ نہیں کہا - وہ عیسائیت کے چار پہلو پیش کرتے ہیں - جن کو اُنکے خیال میں اسلام نے نقل کیا ہے - وھو ھذا :-

۱ - **خدا کی ابوت اور اخوت انسانی** - اسکے جواب میں میں ایک عیسائی سند پیش کرتا ہوں "اسلامی اور قدیم اسرائیلیوں کی اخوت ایک بہت بھاری قوت ہے - برعکس اس کے عیسائی ممالک میں یہ ایک فقرہ بےمعنی ہے (انسائیکلوپیڈیا ببلیکا جلد چہارم کالم ۴۶۵۸) +

۲ - **مذہبی رواداری** - میرا جواب اسکے متعلق جنگ صلیبی اور ... سے ہے جو عیسائیت کے ساتھ خاص تعلق رکھتے ہیں +

۳ - **تواحد ازدواج** حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پولوس کا نصب العین تجرد تھا لیکن پولوس کا حضرات پادریوں کو زجر و توبیخ کرنا جس کا انجیل میں ذکر ہے - ان لوگوں کیلئے جو تدبر کریں بہت بڑے گہرے معنی رکھتی ہے +

۴ - **بہشت کی روحانی برکات** بہشت کے متعلق اسلامی تصور یہ ہے کہ وہ ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے اور وہ اس دُنیا سے شروع ہو کر حیات بعد الموت میں جاری رہتی ہے - لیکن برعکس اسکے عیسائی تصور مجتہدان صلیب کے نقطۂ نگاہ سے مخلوق خدا کا سواد اعظم

یعنی غیر عیسائیوں کو اُن تمام نعمتوں سے محروم ٹھیراتا ہے +

میری تجویز مباحثہ کے جواب میں ڈاکٹر سٹانٹن صاحب نے میرے والد بزرگوار کے ایک خیالی اعتراف کا ذکر کیا ہے ۔ اور اس ذریعہ سے وہ تمام معاملہ سے گریز کر گئے ہیں ۔ گو مجھے یہ پڑھ کر خوشی حاصل ہوئی ہے ۔ کہ ڈاکٹر صاحب موصوف میرے والد بزرگوار کو اپنے لئے کامل نمونہ سمجھتے ہیں ۔ اور خصوصاً جب اُنہیں اپنا اُلو سیدھا ہوتا نظر آئے ۔ تو ان کے نقش قدم پر چلنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں ۔ میں اپنی کتابوں کا آپ کے کالموں میں بغیر اُجرت اشتہار دے کر آپ کی مہربانی کا ناجائز فائدہ اُٹھانا نہیں چاہتا ۔ جیسکہ ڈاکٹر سٹانٹن نے کیا) +

آپ کا خیر خواہ

خواجہ نذیر احمد امام مسجد ووکنگ ۔

ذیل کی کتب زیر طبع ہیں ۔ احباب ان کتب کی خریداری کے لئے اپنے نام رجسٹر کرائیں +

۱ ۔ رُوحانیات نے الاسلام
۲ ۔ ہستئ باریتعالیٰ
۳ ۔ الاسلام ۔ یعنی ویمبلے کانفرنس کا مضمون کتابی شکل میں +
۴ ۔ پادری صاحبان کیلئے حل طلب مُعمّے +
۵ ۔ اسلامی نماز کا فلسفہ +

تمام درخواستیں بنام دفتر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل ۔ لاہور

معراج

شب معراج عروج تو ز افلاک گذشت
آں مقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

معراج کے کوئی معنے لئے جائیں۔ علماء۔ صوفی فلسفی اسکی جو چاہیں تشریح کریں قدسی کا یہ شعر ہر معنوں میں صحیح نظر آتا ہے ؎

اگر آنحضرت صلعم زمین سے آسمان پر اور پھر آسمان اول سے کل افلاک سے آگے عرش معلٰے تک جا پہنچے۔ تو یہ کوئی امر ان کے لئے مستبعد تھا جبکہ ان کا قلب مبارک جس رفعت کو پہنچا تھا۔ وہاں دیگر انبیا علیہم السلام کے قلوب پہنچے ہوئے نظر نہیں آتے۔ ہماری دنیوی رفعت اور سوشل ترقی ہی تو ہمارے قلب و دماغ کی رفعت کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ اسی طرح ہماری روحانی کیفیات کا بھی حال ہے۔ وسعت قلب سے ہی رفع روحانی ہوتا ہے۔ اور اس رفعت روح کے ماتحت ہی انسان مختلف افلاک سے کہیں پرے چلا جاتا یشرح صدر سے کوئی ممدوح الم نشرح لک ورفعنا لک ذکرک کا مستحق ہو جاتا ہے ؎

معراج کی رات آنحضرت صلعم مختلف آسمانوں سے گذرتے ہوئے عرش تک پہنچے۔ قاب قوسین کے مصداق ہوئے۔ راستہ میں مختلف انبیاء علیہم السلام انہیں مختلف آسمانوں پر نظر آئے۔ جناب آدمؑ اگر آسمان اول پر تھے۔ تو جناب مسیح فلک چہارم پر نظر آئے۔ جناب موسٰے پانچویں آسمان پر آپؐ کو ملے۔ تو جناب ابراہیمؑ چھٹے آسمان پر۔ علٰے ہذا ہر آسمان پر ایک نہ ایک نبی نظر آیا۔ معراج کی رات کس نگاہ نے یہ نظارے دیکھے۔ وہ کشفی تھی یا جسمانی۔ یہ انبیاء علیہم السلام نے الواقع ان مختلف آسمانوں پر کھڑے تھے

یا یہ اُن کی رُوحی رفعت کے مقامات کا ایک کشفی نظارہ تھا۔ میں اس مختصر مضمون میں ان امُور پر بحث کرنی نہیں چاہتا۔ میں ہر دو امُور قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اور اُنکے لئے دلائل بھی رکھتا ہوں۔ سما کے معنے رفعت اور بلندی کے بھی ہیں۔ مرنے کے بعد کی رفعت یہاں کی قلبی کیفیت سے وابستہ ہوتی ہے۔ اور قلبی کیفیات کی رفعت کا اندازہ اسبات پر ہے۔ کہ انسان کہاں تک اخلاق خداوندی اپنے اندر رکھتا ہے +

کل صفاتِ الہیّہ کی سرتاج صفت ربُوبیت ہے۔ یا ان سب کیلئے ربّ العٰلمین بطور اُتم ہے۔ جسکے ظہور کے خاص خط و خال اولین رحمانیت۔ رحیمیّت اور مالکیّت ہیں۔ باقی اسماءِ حسنہ مندرجۂ قرآن کُل کے کُل اُن چار صفات تلے آجاتے ہیں۔ ہر ایک چیز خواہ وہ کسی عالم سے تعلّق رکھتی ہو۔ محض حق مخلوقیّت کی بنا پر اس ربُوبیّت عامہ سے مستفیض ہوتی ہے۔ اس فیض کی تقسیم میں کوئی تمیز نہیں ہوتی اس وسیع قلب کے ساتھ ربُّ السّمٰوات والارض عرش عظیم پر متمکن ہیں۔ خاک کے پتلے میں جو قلب ہے۔ وہ بھی اسی قلب الٰہیّہ کا ایک ظل ہے۔ اس کی پہنچ بھی عرش عظیم تک ہے۔ اگر اسکے قواء اور اسکے کمسُوبات کُل کے کُل بلا تمیز قوم و رنگ و جنس مخلوق الٰہیّہ کی پرورش میں لگجائیں۔ یعنی انسان ربّ العالمین والے اخلاق کا متخلّق ہو جائے یہی مقام قاب قوسین ہے۔ جہاں اِنسانی قوس کا اُوپر والا حصّہ ربّانی قوس کے نچلے حصّہ سے جا ملتا ہے +

جس طرح کائنات میں یہ سات بلندیاں (سمٰوات) ہمارے سر پر ہیں قلب انسانی کی رفعت کے بھی سات ہی سمٰوات ہیں۔ انسان کے اندر کی ضروریات ہی اسکی کُل حرکات و علُوم کا باعث ہوتی ہیں۔ ان ضروریات اور انکے دفعیہ کے اسباب کے تہیّہ کا احساس انسان میں اور ایسا ہی حیوان

میں ایک چیز پیدا کرتا ہے۔ اسکو ادراک کہتے ہیں۔ اس ادراک کی رفعت و بلوغت کے سات مقام ہیں۔ حیوان جب کسی ضرورت یا اشتہا کو محسوس کرتا ہے تو جہاں کہیں بھی اس کی دفع ضرورت کے اسباب ہوں وہاں پہنچتا ہے اور اسباب کی تمیز نہیں کرتا۔ کہ کہاں تک ان اسباب سے متمتع ہونے کا اُسے حق حاصل ہے۔ حیوان کے سامنے جو آئے اس پر منہ مارتا ہے۔ یہی قلب حیوانی کی کیفیت ہے۔ انسانوں کا ایک بھاری حصہ آج اسی قلب و ادراک کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ جو چیز دیکھتے ہیں۔ اُسے اپنی سمجھتے ہیں اور اس پر قبضہ کرنے میں تامل نہیں کرتے۔ خواہ اس حصول کا ذریعہ چوری ہو یا سینہ زوری۔ چور۔ ڈکیت۔ دغاباز۔ مختلف جرائم پیشہ اور آجکل کی مہذب فاتح قومیں یہ سب کی سب ایک ہی قطار میں ادراک کی اس پہلی منزل یا قلب حیوانی کو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔ اس سے حقیقی تمدن قائم نہیں ہوسکتا۔ تمدن کی پہلی منزل نصفت شعاری سے وابستہ ہے۔ جہاں ہر ایک کے حقوق کا پاس ہو۔ پھر انسان وہی ہے جو اس کا حق ہو۔ اور خوشی سے دوسرے کو اس کا حق لینے دے۔ یعنی خواہ وہ کسی کو فائدہ تو نہ پہنچائے لیکن دیگر مخلوق قطعاً قطعاً اسکی اذیت اور نقصان رسانی سے بچ رہا وے۔ جو اس حالت کو حاصل نہیں کرتا۔ وہ حیوان بھی نہیں اس سے بدتر ہے انہیں کا نام قرآن نے کالانعام بل ھم اضل رکھا ہے۔

الغرض عدل سے کام لینے والا ادراک کی دوسری منزل پر ہوتا ہے لیکن وہ روحانیات کے پہلے آسمان طے کر لیتا ہے۔ اسکے لئے جنت اول کے دروازے کھلجاتے ہیں۔ اُسے فلسفی اصطلاح میں ادراک انفرادی کہتے ہیں۔ اسکے بعد آہستہ آہستہ انسان میں دوسرے ادراک پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی وہ دوسرے کی ضروریات کو اپنی ضرورت کی طرح سمجھنے لگتا ہے۔ انکی تکلیف کو اپنی تکلیف جانتا ہے۔ اس ادراک کے پیدا ہونے سے اُس کی

روحانی ترقی ہوتی ہے۔ چنانچہ اسمیں سے پہلی منزل ادراک اہلی ہے۔ جب انسان اپنی ضروریات کی طرح عیال کی ضروریات کو سمجھے۔ اور اسی جوش وخروش سے ان کا مہیّا کرے۔ جیسے وہ اپنے لئے کرتا ہے۔ ادراک علی العموم ہر ایک انسان میں شادی کرنے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ قرآن نے شادی کا مقصد اس خلق کو پیدا کرنا بتلایا ہے۔

(وجعل بینھم مودۃ ورحمۃ)

اسکے بعد ادراک کی دوسری منزل اس انسان کو حاصل ہوتی ہے یہاں تک کہ چاردیواری سے گذر کر اپنے کنبہ کے دیگر افراد سے اسی طرح سلوک کرنے کی اہلیت اپنے اندر دیکھتا ہے جیسے وہ اپنی ذات سے یا اپنے اہل وعیال سے کرتا ہے۔ اس کا نام صلہ رحمی ہے۔ اسکے بعد اس کی ہمدردی اور اس کا حسن سلوک اس قوم کے ساتھ ہو جاتا ہے جس کو وہ پیدا ہوا۔ وہ اپنی کل کی کل قوم کو اپنا کنبہ بنالیتا ہے۔ اُن اخلاق کے متعلقہ روحانی رفعت کے چوتھے آسمان پر ہوتے ہیں۔ پھر اس کے بعد کنبہ کی طرح سلوک کرنا اور اسکے بعد جنس انسان کو حقیقی معنوں میں اپنا کنبہ سمجھنا یہ سلوک یا روحانیات کی پانچویں اور چھٹی منزل ہوتی ہے۔ اسکے بعد وہ منزل ہے۔ جہاں کل کی کل مخلوق الٰہیہ انسان کا اپنا خاندان ہو جاتا ہے اس مقام کا مالک ایک ادنےٰ سے ادنےٰ جانور کی تکلیف و ضرورت کو اپنی تکلیف اور اپنی ضرورت سمجھتا ہے۔ اور اس کے دفعیہ کا انتظام کرتا ہے۔ ان ترقیات کیلئے جیساکہ میں نے پہلے کہا ضروری ہے کہ گو انسان سے کسی دوسری جماعت کو تائید نہ پہنچے۔ لیکن اس سے اس کو نقصان تو مطلق نہ پہنچے۔ چونکہ یہ صفت منزل دوم میں ہی ضروری ہو جاتی ہے۔ جس کی لازمی صفت نصفت شعاری ہے بہت سے لوگ اپنے کنبہ اور اپنی قوم اور اپنے ملک والوں سے نیکی کرتے ہیں لیکن جو ظلم و حق تلفی دوسری قوموں کی کرتے ہیں۔ اس سے اُنکے کل اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں۔ ان اور اُنکی شرح وصدر کی کل منازل کو طے کرکے انسان روحانیات

کے ساتوں آسمان سے پار، اس مقام پر چلا جاتا ہے۔ جہاں سے ربّ العالمین کے صفات کاملہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اس مقام کا دوسرا نام عرش ہے۔ ایسا ہی انسان متخلق باخلاق کاملہ الٰہیہ ہو جاتا ہے۔ اسی کا قلب مظہر عرش عظیم ہوتا ہے+

جناب آدم طبعاً اخلاق کے پہلے آسمان پر ہی آنحضرت صلعم کو نظر آنے چاہئے تھے۔ کیونکہ انکی مودّۃ ورحمۃ کے حاصل کرنے والے انکے کنبہ کے اپنے ہی لوگ تھے۔ آپ کی فطرت میں تو تمام اخلاق کے کُل جوہر تھے۔ لیکن ان کے اظہار کے مواقع ابھی پیدا نہ ہوئے تھے۔ جناب مسیحؑ کا اپنا قول وفعل انہیں ادراک کی چوتھی منزل سے آگے جانے نہیں دیتا۔ وہ بچوں کی روٹی کتوں کو نہیں ڈالتے۔ وہ سُوروں کے آگے موتی نہیں بکھارتے۔ ان سے آپ کی مراد غیر اسرائیلی لوگ ہیں۔ وہ جس رُوحانی الوان نعمت یعنے دین حقہ کو لائے اُسے کسی غیر قوم کو دینا نہیں چاہتے۔ اور جب درد محسُوس کرتے ہیں تو یروشلم اور اُس کے بچوں کیلئے وہ روتے ہیں۔ انہیں اَوروں سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن جناب موسےٰ کو اسرائیلیوں کے علاوہ فرعون اور آل فرعون کا بھی درد ہے۔ وہ اُنکی اصلاح کی فکر میں بھی ہیں +

لہٰذا اگر جناب مسیحؑ اور موسےٰؑ خاتم النبیینؐ کو چوتھے اور پانچویں آسمان پر نظر آئیں تو یہ طبعی امر تھا۔ جناب ابراہیمؑ کا درد ہر ایک قوم کیلئے ہے وہ سب کے لئے مہمان نواز ہیں۔ ان کی محبت انکی مُروّت اور ان کی ہمدردی کا مستحق ہر فرد انسان ہے۔ جس کی شاہد بائیبل اور قرآن ہے۔ یہ ادراک کی چھٹی منزل ہے۔ تو لازماً اس رُوحانیت اور ادراک الا انسان موت کے بعد چھٹے آسمان پر متمکن ہو جاتا ہے +

آنحضرت صلعم کے رُوحانی عروج کی شہادت نہ صرف قرآن کریم بدیں الفاظ دیتا ہے۔ قل انّ صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ ربّ العٰلمین یعنے آپؐ کی زندگی کا مقصد ربوبیت عالمین ہے جنمیں کُل کی کُل مخلوق الٰہی شامل ہے۔ بلکہ آپ کی زندگی بھی اسی کی شاہد ہے۔ آپ کا کل نسل انسانی کی اصلاح کیلئے

مبعوث ہونا۔ آپ کی کل کی کل تعلیمات کا من کل الوجوہ انسانی فلاح و صلاح سے وابستہ ہونا قومی ملکی ۔ لونی عصبیات و تعصبات سے ارفع ہونا۔ پھر بے زبان حیوانوں سے اپنی زندگی میں ہر وقت نیک سلوک کرنا اور دوسروں کو اس سلوک کی تعلیم و ترغیب دینا مثلاً اونٹوں ۔ ہرنیوں ۔ گھوڑوں ۔ کوؤں ۔ کتوں بلیوں اور دیگر پرند چرند جانوروں ۔ حتٰی کہ درختوں تک کی تکلیف پر آپ کا دل پسیجنا ۔ اور ان کی تکلیف کے دفعیہ کے سامان کرنا ۔ یہ وہ باتیں ہیں جو اور انبیاء میں نظر نہیں آتیں ۔ آپ کا ادراک اور آپ کی وسعت قلب اور خلق عظیم جن مقامات پر پہنچا وہاں تاریخاً دوسرے انبیاء نہیں پہنچے ۔ یہ مقام ساتوں آسمان یا عرش عظیم کا مقام ہے سے

شبِ معراج عروج تو ز افلاک گذشت
آں مقامیکہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آنحضرت صلعم نے جو کچھ شب معراج کے متعلق بتلایا وہ محض ایک استعارہ تھا ۔ اور لفظی معنوں میں آپؐ کے ارشادات کی کوئی حقیقت نہ تھی ۔ مجھے اولاً یہ دکھلانا تھا ۔ کہ انسان کا قلب ہی اپنی بہشت اور روحانیت کے آسمان بنا لیتا ہے ۔ اور موت کے بعد وہاں جا پہنچتا ہے ۔ جس جس روحانیت کے مقام پر اس دنیا میں کوئی کھڑا ہوتا ہے ۔ مرنے کے بعد وہ اس رفعت یا آسمان پر چلا جاتا ہے ۔ اگر شب معراج میں عروج نبویؐ اس قدر بلند ہے ۔ تو آپؐ کا قلب مطہر ہی تو اپنی وسعت میں اور آپؐ کا ادراک ہی تو اپنی رفعت میں سب سے بلند تر ہے ۔ ورنہ جو کچھ ہمارے حضورؐ نے دیگر انبیاء کے متعلق فرمایا وہ حقیقت تھی ۔ اور آپؐ کی سیر افلاک بھی حقیقت تھی +

رہا آپؐ کا جسم کے ساتھ آسمان پر جانا ۔ میں تو اس امر کا بھی قائل ہوں کہ آپؐ کے اس رویا کو خواب سے تعبیر کرنا غلط ہی نہیں بلکہ گناہ ہے ۔ آپؐ جسم سے گئے ۔ ہاں اس جسم کی کیفیت میں اختلاف رائے ہو تو ہمیں حرج نہیں ۔ اور

اس اختلاف کی بانی حضرت عائشہ صدیقہ ہے۔ لیکن یہ میرا ایمان ہے کہ آپ نے سوئے ہوئے نہیں۔ بلکہ جاگتے ہُوئے اپنے حواس کاملہ کے ساتھ یہ سیر کی۔ ہاں آپؐ کا جسم خاکی آپؐ کی رفیق زندگی یعنے حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھا جیسے کہ وہ فرماتی ہیں۔ یہ امر کسیقدر تشریح چاہتا ہے۔ اولاً ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ یہ کس طرح ممکن ہے (میں نے اس مضمون پر اپنی کتاب (الی الاسلام (Towards Islam) میں بزبان انگریزی مفصل لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ یہاں دیتا ہوں) آج بجلی کی کلوں کے ذریعہ انسان آناً فاناً کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے۔ ہزاروں میل کی باتیں منٹوں میں سُن لیتا ہے لیکن بذات خود بجلی کچھ نہیں کر سکتی۔ جب وہ انسانی دماغ سے مل جاتی ہے۔ تو یہ سب کرشمے دکھلاتی ہے۔ بجلی کے مرتبان پر انسانی قلب و دماغ باہر سے کام کرتا ہے۔ اب بالفرض اگر انسانی دل و دماغ بجلی کے مرتبان میں ہو تو یہ سب کرشمے خود بجلی کا مرتبان کر دکھائیگا۔ اسی طرح اگر انسانی جسم کُل کا کُل گوشت و پوست کی بجائے بجلی کا ہو جائے۔ تو پھر ہم فوق الطرق پر دیکھیں اور سُنیں آن واحد میں ہزاروں میل طے کر جائیں۔ سائنس کے انکشافات سے آج پتہ چلتا ہے۔ کہ بجلی کے ذرات ہی اولاً عناصر اور پھر عناصر کے بعد تنظیمی اور غیر تنظیمی مخلوق بنکر آہستہ آہستہ درخت حیوان اور انسان بن گئے۔ گویا برقی ذرّات کثیف ہوتے ہوتے کائنات کو پیدا کر رہے ہیں۔ انسانی جسم بھی برقی ذرّات کا ہی مجموعہ ہے۔ لیکن یہ ذرّات انسانی ہیولا میں آکر بہت کثیف ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ ذرّات اپنی کثافتوں سے کسی وقت الگ ہو جائیں۔ اور اپنی اصلی لطافت کو پالیں تو پھر یہ خاک کا پتلا کہاں سے کہاں چلا جائیگا۔ لیکن برقی ذرات سے بھی الطف ایک اور چیز ہے جو کئی منزلوں بعد کثیف ہوتے ہوتے برقی ذرات کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اس کا نام نور ہے۔ بجلی کے مقابل نور روشنی سریع السیر مانی گئی ہے۔ حالانکہ خود روشنی بھی اُس

نورِ اصلی کی کثیف سے کثیف شکل ہے۔ یہ باتیں اب علمی انکشافات میں آچکی ہیں۔ اللہ نُورُ السموٰات والارض والی آیت بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے یعنے خدا کے نور سے کائنات بنی۔ اور انسان میں کائنات کے کُل جوہر آگئے۔ انسانی دل ودماغ اور اس کے قوت ارادی میں اللہ تعالیٰ نے یہ خاص خوبی رکھی ہے۔ کہ اگر وہ کسی رنگ میں کامل ترقی پالیں، تو جسم انسانی سے امر متعلقہ میں جو چاہے خدمت لیلے۔ اور وقت ضرورت پر خاص قوا کو دوسرے قوا سے جُدا کرلے۔ مثلاً انسان میں ہنسنے اور رونے کے خواص ہیں۔ یہ دو متضاد باتیں ہیں۔ جب وہ روتا ہے تو ایسا معلوم کرتا ہے کہ اسمیں ہنسنے کے خواص کبھی بھی نہ تھے۔ بالمقابل ایک فن کا مشاق یہ طاقت بھی رکھتا ہے۔ کہ آن واحد میں روئے بھی اور ہنسے بھی۔ ہمارے اندر کی کُل قوتوں کا بھی یہی حال ہے۔ اگر ہم رُوح کی صفائی کرلیں اور اسکے ماتحت وہ ذرّاتِ نُور اپنا کام کرنے لگجائیں۔ جس سے ہمارا جسم ابتداءً بنا یا بالفاظ دیگر اس نورِ جوہر کو جسمانی کثافتوں سے پاک کرلیں۔ تو پھر کسی مکمل انسان کے اندر کا نورانی جسم اگر خاکی جسم سے الگ ہوکر ہفت افلاک سے گذرتا ہوُا عرش تک کی سیر کرے۔ اور اس کا خاکی جسم بھی بستر سے جُدا نہ ہو تو کونسا امر مستبعد ہے۔ ہم دور کی باتیں سُن سکتے ہیں۔ دُور کے مشاہدات گھر بیٹھے کرسکتے ہیں۔ ایک ہی وقت گھر میں دور کسی اور مقام پر جاسکتے ہیں۔ یہ باتیں قریب قریب سائنٹیفک انکشافات میں آتی جاتی ہیں۔ یہ سب کی سب باتیں ممکن ہیں۔ اس وقت برقی قوت سے یہ ہورہا ہے۔ عالم کبیر میں سے ذرات برقی لے کر یہ کام کرتے ہیں۔ ٹیلیفون ہمارے ہی تو کان ہیں۔ اب باقی یہ ہے کہ عالم کبیر کے بجائے ہم عالم صغیر یعنے انسان کے اندر سے ان ذرّات برق کو لیلیں۔ ذرّات نور کو متحرک کرلیں۔ انکو جمع کرلیں۔ اور انکے ذریعہ وہ کرلیں جو بیرونی بجلی کے ذرات کرتے ہیں۔ اگر ایک لکڑی کو کسی انداز سے بجلی کی طاقت تلے لے آئیں تو وہ حرکت کرنے لگجائیگی۔ جس انداز پر اُسے چلائیں وہ چلیگی۔

برقی بیٹری سے بجلی لینے کی بجائے اگر امداد الٰہی سے ہم پہلے ہی اندر کی بجلی
کو جمع کر سکیں۔ تو پھر عصاء موسیٰ والا معجزہ دیکھ لینا کوئی امر مشکل نہ ہوگا۔
اگر آج بے سلکی پیغام رسانی ہو رہی ہے۔ اور اس کا راز یہ ہے۔ کہ جہاں جہاں
خاص درجے کے بجلی کے کھیت ہونگے۔ انہیں سے اگر ایک برقی کھیت پر
کوئی آواز نکلے تو دوسرے ہر ویسے کھیت پر وہ آواز سنی جائیگی + تو پھر
ہمارے مشائیں یا اشراقین دو مختلف اور بُعد کے مقاموں پر بیٹھ کر آپس میں
باتیں کر لیتے تھے تو کونسا مشکل امر تھا۔ وہ نور باطن سے یہ کام کرتے تھے
اس ساری بحث کا خلاصہ اور ان نظریات کی صحت صرف ان دو باتوں پر
آ رہتی ہے۔ کیا انسان عالم صغیر ہے یا نہیں۔ اور یہ بات سائنس نے تسلیم
کر لی ہے۔ دوسرا کیا انسان کا جسم برقی یا نوری ذرات کی ایک کثیف
صورت ہے یا نہیں۔ یہ بات بھی اب مُسلّم ہے۔ اب آخری بات یہ ہے
کہ انسان اپنی قوت ارادی کو بڑھا کر اپنی ان مضمرہ قوا پر حکومت کر سکتا
ہے یا نہیں اس بات کا امکان بھی مُسلّم ہے +

مذہب دُنیا میں اسی لئے آیا کہ انسان کے قلبی لطائف کو متحرک کرنے
کا طریق سکھائے اسکی بالقوہ روحانیت کو بالفعل کر دے۔ کثافت جسمی
کو دور کر کے لطافت پیدا کرے۔ یہ سب کچھ قوت ارادی پر منحصر ہے۔ اور یہ قوت
اس کو حاصل ہوتی ہے جو جسم اور نفس کی خواہشات سے ارفع ہوتا ہے۔ ان
امور کا حصول ایک لمبا اور مشکل راستہ چاہتا ہے لیکن یہ امر ناممکن نہیں
اور یہ راستہ اگر کہیں نظر آتا ہے تو صرف قرآن کریم میں ہے۔ باقی کل کتب
اور مذہب اس سے بے بہرہ ہیں +

معراج کا مہینہ اور زکوٰۃ

زکوٰۃ و رُوحانیات

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

یوں تو زکوٰۃ کا کوئی خاص مہینہ مقرر نہیں۔ جن کے ہاں جو وقت سال میں آمد کے حساب کا ہو۔ اس پر زکوٰۃ کا حساب لگا کر یکمشت یا باقساط رقم زکوٰۃ کو ادا کر دیں۔ لیکن مستحسن طریق یہی سمجھا گیا ہے۔ کہ زکوٰۃ ماہ رجب میں دیجاوے۔ یہ مہینہ اسلئے تجویز ہؤا ہے۔ کہ اس ماہ میں شب معراج آتی ہے۔ جس نے انسان کے کمال کو دنیا پر ظاہر کیا۔ اور یہ بتلایا کہ ایک خاک کا پتلا کہاں سے کہاں پہنچتا ہے۔ ان اوراق میں بعنوان معراجؐ جو لکھا گیا ہے۔ اس سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انسان جب نفسانی دقتوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ تو اسکے اندر کا نور دن بدن روشن ہوتا جاتا ہے۔ بظاہر وہ جسم خاکی میں ہوتا ہے۔ لیکن اسکے اندر اس کا نوری حصہ جسم پر غالب آجاتا ہے۔ پھر وہ ربانی کرشموں کو دیکھتا ہے۔ یہ باتیں اسی کو حاصل ہوتی ہیں۔ جو اپنے آپ کو ان چیزوں سے جُدا کرے۔ جس سے نفس انسانی موٹا ہوتا ہے۔ نفسانی جذبات ہی ہم سے طرح طرح کی غلط کاریاں کراتے ہیں۔ جب ہم صحیح راہوں سے ضروریات نفس کو پورا نہیں کر سکتے یا ایسا کرنے سے دل چُراتے ہیں۔ تو لازماً فطری تقاضوں کی تسکین کیلئے غلط راہوں کو اختیار کرتے ہیں۔ اس سے مختلف قسم کے جرائم اور اخلاقی نقائص پیدا ہوتے ہیں۔ اگر چہ ان بری راہوں سے بچتے ہیں۔ اور صحیح طریق پر روپیہ کما کر دفع ضرورت کرتے ہیں۔ ایمیں ایک اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ اُنکی آمد اور ان کے مکسوبات انہیں عزیز ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ان سے جدا نہیں ہو سکتے۔ اور رات دن اسی کے فکر میں لگے جاتے ہیں۔ اس سے انسان خواہشات کا غلام ہو کر تکمیل نفس سے رہجاتا ہے۔

اصلاح نفس کا بہترین راستہ اسلام نے سکھلایا۔ انسان کو ارکان اسلام کے ذریعہ سے سکھلایا۔ کہ وہ نہ صرف دوسروں کے مال پر نگاہ ڈالے۔ بلکہ جائز طریق پر

جمع کرو۔ مکروہات سے بطیب خاطر جدا ہو جائے۔ جو ماہ رمضان میں خواہشات کو جائز
طریق پر تسکین دینے سے بطیب خاطر بچے۔ وہ کیوں حرام پر منہ مارے۔ جو حلال
کمائی کو اپنے سے جدا کر سکتا ہے اسے کیا ضرورت ہے۔ کہ ناجائز مال پر نگاہ ڈالے۔
چنانچہ زکوٰۃ کے لفظی معنے بھی اسی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جس عربی مادہ
سے یہ لفظ نکلا ہے۔ اسکے تین معنے ہیں۔ نجاست سے پاک ہونا۔ فالتو
چیزوں کو اپنے سے دور کرنا۔ پھولنا پھلنا +

جو چیزیں ہم میں اور حیوانات میں مشترک ہیں۔ ان میں کا انہماک
ہی ہماری تباہی روح کا موجب ہوتا ہے۔ اور اس چیز کی ترقی کو روکتا ہے
جو ہم میں اور حیوانات میں مابہ الامتیاز ہے۔ اور وہی وہ چیز ہے۔ کہ جس کی
نمو اور بلوغت کے لئے انسان یہاں آیا ہے۔ وہ امتیازی چیز انسان کے
ذہنی اور روحانی قواء ہیں۔ اور انکی ترقی اسی امر سے وابستہ ہے کہ انسان ان
چیزوں میں بقدر قیام حیات حصہ لے۔ اور باقی اس امتیازی چیز کی ترقی کا فکر
کرے۔ اسکے علاوہ باقی سب کی سب فالتو چیز ہے۔ اور فالتو چیز ہی نجاست ہے
دنیا میں کوئی چیز بذات خود نجس نہیں۔ نجاست اور طہارت امور اضافی ہیں۔
ایک چیز جو ایک جگہ حرام ہے وہ دوسری جگہ حلال ہے۔ انسان کی روحانی ترقی کی رو
اسکی نفسانی خواہش ہے یا وہ چیزیں جن سے یہ خواہش پوری ہو۔ ان میں مال ایک بڑی
چیز ہے۔ اسلئے مال کا جدا کرنا گویا اپنے آپکو اس سے پاک کرنا ہے جو مانع ترقی روح ہے
اور جب کسی چیز سے موانعات ترقی دور ہو جاتے ہیں تو وہ پھولنے پھلنے لگتی ہے۔ عربی زبان
بھی کیا پیاری زبان ہے ایک ہی لفظ میں یہ تین معنے رکھ دیئے گئے +

الغرض یہ زکوٰۃ کا مہینہ ہے جو روح کی صفائی کے ایک احسن طریق کو ہمارے سامنے لے آتا ہے
اسی مہینے نے ہمیں یاد دلایا ہے کہ صفائی قلب و روح کی تکمیل ایک انسان کو کہاں کا کہاں
پہنچا دیتی ہے۔ اور وہی ذات پاک ہمارا اسوہ حسنہ ہے +

زکوٰۃ و سوشلزم

زکوٰۃ کا ایک اور مقصد بھی ہے۔ حضرت خاتم النبیین نے فرمایا۔ کہ زکوٰۃ کے ذریعہ امرا کے مال پر غریبوں کو امیر بنایا جاتا ہے یہ مغربی سوشلزم کے سامنے بھی یہی مقصد ہے کہ امرا کے مال سے مفلسوں کو مرفع الحال کیا جائے لیکن طریق حصول مقصد جدا جدا ہیں۔ سوشلزم چاہتا ہے۔ کہ امرا سے زبردستی مال لیا جاوے یہ طریق مکروہ ہے۔ اور اسلئے ناکام رہا ہے۔ اسلام نے زکوٰۃ کو تو فرض کر دیا۔ باقی صدقات پر زور دیا۔ اور حکومت کے جبر کے مقابل خدا کی خوشنودی کی طرف متوجہ کیا۔ لیکن عجیب بات یہ ہے۔ کہ سوشلسٹ جو اپنا نصب العین تجویز کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہی زکوٰۃ کا مقصد بیان فرماتے ہیں +

زکوٰۃ کا مقصد افلاس کو قوم سے دور کرنے کا ہوتا ہے۔ زکوٰۃ و صدقات کے مصرف قرآن کریم نے خود تجویز کئے ہیں۔ وہ آٹھ ہیں۔ مساکین و فقرا کی امداد۔ فی الرقاب یعنے فی زماننا ناداروں قرضداروں کے قرضے اتارنے اور اسیروں کو بندھنوں سے آزاد کرنا۔ مسافروں کی رفع تکلیف فی سبیل اللہ امور کی امداد۔ مولفۃ القلوب کی امداد۔ محصلین زکوٰۃ اور خدا کی راہ میں کام کرنے والے کا احتیاج +

تبلیغ اسلام فنڈ

فی سبیل اللہ سے مراد اسلام اور اشاعت اسلام ہے۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ اور ان آٹھ مقاصد میں تین مقاصد کم از کم اشاعت اسلام سے وابستہ ہیں۔ اور حق پوچھو تو اسلام ہی آج مسکین و فقیر ہے بہر حال ہر ایک شخص کی زکوٰۃ کا ۳/۸ تو لازماً اشاعت اسلام میں خرچ ہونا چاہیئے +

آج ہماری گل کی کل تحریکوں نے ہم پر یہ ظاہر کر دیا۔ کہ خدا کے نزدیک بھی اشاعت اسلام ہی ایک محبوب کام ہے۔ باقی تحریکوں میں ہماری ناکامیاں اور اشاعت اسلام میں ہماری ترقی اور خصوصاً وہ کام جو اسوقت انگلستان میں ہو رہا ہے۔ ایسی فوق العادۃ کامیابی بھی یہی امر ظاہر کرتی ہے۔ خدا کے فضل سے گذشتہ سال کیسا کامیاب ہم پر گذرا۔ لوگ لکھوکھا روپیہ خرچ کر کے پیرونٹ بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمکو اپنے فضل سے دو پیرونٹ عطا کر دیئے۔ کونسا مہینہ ہے جو حلقہ اسلام میں بڑے بڑے انسانوں کو نہیں لا رہا۔ یا درکھو کہ حکمران قوم کا ایک ادنے بھی محکوموں پر بھاری ہے۔ اور وہی ہم میں شامل ہو رہے ہیں ۔ ضرورت صرف اسی قدر ہے کہ ہمارے مبلغین کی تعداد بڑھے۔ اور ہمارا لٹریچر مفت تقسیم ہو +

یہ امر کونسا مشکل ہے۔ اس مبارک مہینہ میں ہم یہ کام کر سکتے ہیں۔ اگر ہم سب کے سب
اس مشن سے محبت رکھتے ہیں۔ وہ اپنی زکوٰۃ کا نصف ہی انگلستان میں اشاعت اسلام کیلئے
دیں تو ہم آسانی سے ایک دو مبلغین کی خدمات کو حاصل کر سکتے ہیں۔ میں اپنی رقم زکوٰۃ میں سے
پچاس روپے تبلیغ فنڈ میں دیتا ہوں۔ یعنے اس فنڈ کو تبلیغ کی اور کسی فضول خرچ پر خرچ
نہ کیا جائیگا۔ بلکہ اس رقم ضروری کے جمع ہونے پر اس سے اور مبلغین بھیجے جائیں گے
خدا تعالےٰ میرے دوستوں اور کرمفرماؤں کو میرے ساتھ اس کام میں شریک
ہونے کی توفیق دے۔ اگر چار ہزار روپیہ کم از کم سالانہ زکوٰۃ میں سے جمع کر لیا کریں
تو ایک مبلغ کا انتظام ہو جائیگا۔ میری تحریک پر میری رقم سمیت اس وقت
سات صد روپے کی رقم آگئی ہے۔ جس کی رسید آئندہ پرچہ میں دیدیجائیگی +

نوٹ۔ تمام ترسیل زر بنام آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور ہو +

اللہ تعالیٰ کی محبت اسلام میں

زبیدہ خاتون بی۔ اے کے قلم سے

بہت سے عیسائی مصنفین نے غلطی سے یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ اسلام میں اللہ تعالےٰ
کو ایک نہایت خوفناک اور ڈراؤنی چیز سمجھا جاتا ہے۔ اور اس کا خوف ہر وقت
دلوں پر چھایا رہتا ہے۔ اسلام میں ان کے نزدیک انسان کو اللہ تعالےٰ سے
ہر وقت خوفزدہ رہنا چاہئیے جسکی قدرت ہر وقت تمام کائنات پر چھائی ہوئی ہے۔ وہ
کہتے ہیں کہ اسلام کے خدا میں محبت اور رحم نہیں +

یہ سچ ہے کہ اسلام مسیحیت کی طرح خدا اور انسان کے مابین باپ اور
بیٹے کے تعلقات قائم نہیں کرتا۔ نہ ہی اس نے دوسرے مذاہب کی طرح اللہ تعالےٰ
کی محبت کو ایسا رنگ دینا چاہا ہے۔ جیسے ماں۔ باپ۔ خاوند یا بیوی کی محبت
ہوتی ہے۔ اسلام اس کے خلاف یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی محبت

کا احساس غیر مرئی طور پر کرے اور اس لئے اللہ تعالےٰ کو اب (باپ) کہنے کے بجائے مسلمان اسے رب کہتے ہیں۔ اور اس نام سے اللہ تعالےٰ کیلئے ویسی ہی بلکہ اس سے بڑھ کر محبت اور عشق ان کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ اب کے کہنے والوں کے دلوں میں۔ اسلئے یہ نہایت غلط فہمی کی بات ہے۔ اور ہمکو دل سے نکال دینا چاہئے۔ کہ اسلام محبت جیسے پاکیزہ جذبہ سے عاری ہے +

قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کا مطالعہ اگر ایک تنقیدی نگاہ سے کیا جائے۔ تو ہمیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ اسلام کا خدا صرف خوف پیدا کرنیوالا ہی نہیں۔ بلکہ ایک غیر محدود محبت اس سے پیدا ہوتی ہے۔ اسلام کوئی فرضی مذہب پیش نہیں کرتا۔ بلکہ وہ ایک عملی مذہب ہے جو عملی دنیا کے کام آنیوالا ہے۔ انسان کو اللہ تعالےٰ نے مدنی بالطبع پیدا کیا ہے۔ اور اس دنیا میں ہر فرد کا دوسرے افراد سے کچھ نہ کچھ تعلق ہے۔ اس تعلق کو صرف محبت اور خوف کے ذریعہ سے قائم رکھا جاسکتا ہے۔ ان دونوں میں سے ایک چیز کا فقدان بھی انسانی سوسائٹی کے لئے خطرناک اور برباد کن ثابت ہوگا۔ اور یہ ایک دوسرے پر انحصار جس پر نسل انسانی کا سارا دارومدار ہے کسی پختہ بنیاد پر نہ ہوگا +

معمولی کاروبار کے محکموں یا انتظامی شعبوں کے اندر بھی اگر انتظامی اصولوں کی بنیاد محبت اور خوف پر مبنی نہ ہو۔ تو کام تسلی بخش طور پر نہیں ہو سکتا۔ تمام انتظام درہم برہم ہو جائے۔ اگر ان دونوں کو خوشگوار طور پر ملایا نہ جائے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہمارے تعلقات کے اندر بھی یہ دونوں ضروری اصول ہمیشہ ہمارے دلوں کے اندر موجود رہتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ قدیم زمانہ کے لوگ اپنے دیوتاؤں اور دیویوں کو جن سے وہ خوف رکھتے تھے اور انہیں برائی کا منبع سمجھتے تھے۔ راضی کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اسکے ساتھ ہی وہ ان دیوی دیوتاؤں سے محبت رکھتے اور ان سے دعائیں کرتے تھے جنہیں وہ مہربان سمجھتے۔ اور ان کی مہربانیوں کے متمنی ہوتے تھے +

اسلام سے پہلے یہودیت اور مسیحیت نے ان دو ضروری چیزوں (محبت اور خوف) میں سے صرف ایک ایک پر ہی زور دیا ہے۔ اور دوسرے کو اپنے احاطۂ اثر سے خارج کر دیا ہے۔ مسیحیت کا دعوے ہے۔ کہ خدا محبت ہے۔ اور موسیٰ کی شریعت اس کے بالکل خلاف اللہ تعالیٰ کے غصہ سے لوگوں کو خوفزدہ اور متنبہ کرنے والی ہے۔ اسلام نے اِن دونوں کے خلاف اعتدال کی راہ اختیار کی ہے۔ اور افراط و تفریط کو قطعاً چھوڑ دیا ہے۔ اور اس نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف محبت یا خوف ہی نہیں چاہتا۔ بلکہ وہ ہم سب کا مالک ہے جس سے ہم سب کو محبت اور خوف رکھنا چاہئے۔ وہ قادر مطلق ہے۔ غصہ بھی رکھتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی۔ وہ منصف ہے لیکن اس کا انصاف رحم سے ملا ہوا ہے۔ وہ اپنی مخلوق کو سزا بھی دیتا ہے اور اس سے محبت بھی کرتا ہے +

اِسی طرح سے قرآن کریم نے صاف اور سیدھے الفاظ میں اللہ تعالےٰ کی صفات کو بیان کیا ہے۔ ان صفات کی روشنی میں ایسی سخت غلط فہمی واقع نہ ہونی چاہئے +

قرآن کریم کے بعد حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی اسلامی تعلیمات کا بہترین نمونہ ہے۔ آپؐ کی زندگی ہمارے لئے اسباب کا سبق ہے کہ عرب کے ایام جاہلیت میں وہ ایک ہی انسان تھا جسکو باقی تمام لوگوں پر اس بات میں فوقیت حاصل تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شدید محبت اور اس کا شدید خوف آپکے دل کے اندر تھا۔ آپ کی یہ خواہش تھی۔ کہ دوسرے مسلمان بھی آپ کے نقش قدم پر چلکر فائز المرام ہوں +

وہ مذہب جو صرف خوف اور رُعب پر مبنی ہو۔ وہ لوگوں کے دلوں کو یقیناً سخت کر دیگا۔ اسلام کی حیثیت اس سے بہت بلند تر ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نفسیات کے اس پہلو سے واقف تھے۔ اور اس لئے آپ نے پورے طور پر اور بار بار اس بات کو

دوہرایا۔ کہ اللہ تعالیٰ ایک محبوب۔ رحمٰن ورحیم اور انصاف پسند ہستی ہے مسلمان اس
پاک ذات کو اللہ کے پاکیزہ نام سے یاد کرتے ہیں جس کے معنے محبوب کے ہیں
یہ اگرچہ ایک چھوٹا سا لفظ ہے لیکن نہایت شاندار خیالات کا جامع ہے۔ اس
لفظ کو حضرت نبی کریم صلعم نے چُنا اور ایک محبت کرنیوالے خدا کیلئے جس کی
ہم تعریف اور عبادت کرتے ہیں۔ یہ ایک نہایت عمدہ اور بہترین نام ہے +
ہمیں حکم ہے۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے پیاروں سے بڑھ کر محبت کریں
اذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا۔ والذین اٰمنوا اشد حبا للہ
فی الحقیقت اسلام کا خدا ہم سب سے بڑھ کر محبت کے قابل ہے۔ سب سے پہلے الفاظ
جو قرآن کریم کو کھولنے پر ہمیں نظر آتے اور موجب مسرت ہوتے ہیں وہ ہیں
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بن مانگے اور بغیر کسی استحقاق کے
رحم فرماتا ہے۔ اور ہماری محنتوں پر اجر مترتب فرماتا اور رحیمیت کی نظروں سے
ہمیں دیکھتا ہے +
عربوں کو ان الفاظ کا مطلب سمجھانے اور ان کے دلوں پر ان کی عظمت بٹھانے
کیلئے ۱۱۴ سورتوں میں انہیں دوہرایا گیا ہے۔ کیا اس قدر تواتر بھی انسانی قلوب
کے اُوپر محبت۔ رحم اور مہربانی کے جذبات پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں +
علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کے ننانویں ۹۹ ناموں کو مسلمان بار بار دُہراتے اور
اپنے کلام میں استعمال کرتے ہیں۔ اور ان تمام اسمائے الٰہیہ میں اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ اور
پاکیزہ صفات کا بیان ہے۔ ان اسمائے حسنہ میں بہت سے ایسے ہیں جو نسل انسانی
کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت اور مہربانیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ اُس کے علاوہ اُسے
بخشش کرنیوالا اور بے پناہ کو پناہ دینے والا بھی کہا جاتا ہے۔ اسلام کا سب سے
پہلا حکم یہ ہے۔ کہ ایسا ایمان انسان کے اندر پیدا ہو۔ جو اپنے آپ کو محبت کے
ذریعہ ظاہر کرنے۔ یہی بات ہمارے انسانی تعلقات میں بھی کام آتی ہے کسی انسان کے

ساتھ ہم محبت نہیں رکھ سکتے جب تک کہ ہمیں اس پر ایمان نہ ہو +
"خدا سے محبت کرو وہ تم سے محبت کریگا" حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم
کا زبردست پیغام ہے۔ اللہ تعالےٰ صادق توبہ کرنیوالے۔ ایماندار۔ منصف۔
بیمار اور پاکباز انسان سے محبت کرتا ہے۔ محمد الرسول اللہ صلعم نے یہ خوشخبری
دنیا کو دی ہے۔ کہ "تحقیق اللہ بخشنے والا ہے۔ اور وہ جو توبہ کریں۔ اور اسکی طرف
متوجہ ہوں بخش دیئے جائیں گے" اسلئے اسلام میں ایک بدترین گناہگار
کو بھی اس کے رحم سے مایوس نہ ہونا چاہیے +
حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ "اس دنیا میں اپنے دوستوں
والدین اور بچوں کے ساتھ محبّت اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک حصہ ہے۔ جو
مختلف طریقوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت و امداد سے جو انسانی
وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی کون انکار کرسکتا ہے +
حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے ہمیشہ دعائیں
کرتے رہے۔ اور اس کے حصول کیلئے آپ نے زندگی بسر کی۔ اور اسکے لئے
جدوجہد فرمائی۔ آپ کی نہایت مختصر اور پیاری دعا "اے اللہ مجھے
اپنی محبت عطا کر۔ اور ان لوگوں کی محبت عطا فرما۔ جن سے
تو محبّت رکھتا ہے" ظاہر کرتی ہے۔ کہ اس بے اندازہ عطیہ اور اعلےٰ
درجہ کی رحمت کو حاصل کرنے کے لئے کسقدر جوش اور تڑپ آپکے دل میں تھی +
ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ "کہ میں اس شخص سے محبت
رکھتا ہوں۔ جو میری محبت اور مجھ سے نزدیکی چاہتا ہے۔ اور نماز۔ دعا اور
رجوع الی اللہ کے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میرے ہی فضل سے وہ اس
دنیا میں دیکھتا سنتا اور کام کرتا ہے۔ میں ہمیشہ ایسے شخص کے ساتھ ہوں"
ایکدفعہ جب ایک نہایت سخت جنگ ہو رہی تھی۔ ایک عورت نے اپنا بچہ
اسکے اندر کھو دیا۔ اس نہایت سخت گھبراہٹ اور مایوسی کے عالم میں اس نے

کسی ایک بچہ کو اُٹھا لیا اور اسکو چوما۔ عورت کے اس فعل کو دیکھتے ہی حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو آپ کے اردگرد جمع تھے۔ فرمایا کیا یہ ماں کبھی اس بات کا وہم بھی اپنے دل میں لا سکتی ہے۔ کہ وہ اپنے بچہ کو آگ کے اندر پھینک دے؟ اس پر سب نے جواب دیا۔ کہ نہیں ہرگز وہ ایسا نہیں کر سکتی۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا۔ میں تمہیں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق اس سے بھی زیادہ پیاری ہے۔ جتنا ایک ماں کو اپنا بچہ پیارا ہوتا ہے +

اپنے بستر وفات پر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرا ایک ہی دوست ہے۔ اور اسکے سوائے کوئی نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ "بالرفیق الاعلےٰ" آپ کے آخری الفاظ تھے۔ جن کو دوہراتے ہوئے آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا +

ان تمام مذکورہ بالا واقعات سے ظاہر ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی محبت پر پورا ایمان رکھتے ہیں جیسے مسیحی یا دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اس کی محبت کا دعوےٰ ہے لیکن مسلمان اس کے ساتھ ہی خوف خدا بھی اپنے دلوں میں رکھتے ہیں +

یہ کہنا کہ اسلام کا خدا خوف و خطر کا مرقع ہے اسلامی تعلیمات کے متعلق اپنی جہالت کو ظاہر کرنا ہے۔ پیشتر اس کے کہ ایسی غلط فہمیاں پیدا ہوں ضرورت ہے کہ اسلام کو پورے طور پر غور و فکر کے ساتھ بغض و تعصب سے خالی ہو کر مطالعہ کیا جائے +

اسلامی رواداری ہندوستان میں

(از قلم مسٹر محمد مارماڈیوک پکتھال)

اکثر لوگ "اسلام" کے خلاف یہ الزام لگانے کے عادی ہیں۔ کہ گویا اسلام بربریت کا مُترادف ہے۔ اس الزام کی ایک وجہ تو وہ بڑا اتہام ہے۔ کہ اس مذہب کی اشاعت تلوار سے وابستہ ہے۔ اور دوسری یہ کہ آجکل کا ایک **مُسلم** ایک عیسائی کی نسبت مذہب کے بارہ میں زیادہ سرگرمی کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن حقیقت نفس الامری یہ ہے۔ کہ اسلام پر بربریت یا جبر و تشدد کا الزام محض اسلامی نکتۂ خیال اور اسلامی تاریخ سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔ گو بعض ایسے مسلمان جو دشمنان دین کی عداوت میں قطعیات و ضروریات دین کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ اس غلطی کا شکار رہیں +

میں کہتا ہوں۔ کہ خود ہندوستان کے ملک سے بڑھ کر کوئی اور ملک واقعات کی دردناک کیفیت کو زیادہ واضح نہیں کرسکتا۔ ہندوستان میں ہندو لوگ من حیث القوم اس خیال کے پابند ہیں۔ کہ اگر مسلمانوں کو موقع ملے تو وہ تمام ہندوؤں کو تہ تیغ کردیں۔ اور یا ان کو بجبر اپنے مذہب میں لے آئیں۔ دوسری طرف مُسلمان من حیث القوم یہ خیال کئے بیٹھے ہیں۔ کہ ان کی ہستی کا بڑا مقصد وہ مخالفت الحیل ہیں۔ جن سے وہ سرکاری ملازمتوں کے حصول میں ہندوؤں کی نسبت اپنی حیثیت زیادہ مضبوط و مستحکم بنا سکیں دونوں جانب کے روشنضمیر رہنمایان قوم کی مساعی جمیلہ کے باوجود ایک سخت منافرت اور عدم رواداری کی لہر زوروں پر ہے۔ اور دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے۔ کہ عدم رواداری کی اس لہر کی ابتدا ہندوؤں کے ہی ایک فرقہ کیطرف سے ظہور میں آئی ہے۔ یہ لوگ تاریخ ہند

کی تقریب اس صدیوں کو نظر انداز کر کے اپنے مسلم ہموطنوں کو اجنبی اور نووارد خیال کرتے ہیں۔ اور ان کو ہندوؤں کا جانی اور پکا دشمن سمجھتے ہیں۔ اس طرف ذرا بھی توجہ نہیں دیتے کہ یہی ہندو مسلمان فرمانرواؤں کے ماتحت صدیوں تک بخیر و خوبی زندگی بسر کرتے۔ اور خوب پھولتے پھلتے رہے ہیں۔ اس حقیقت کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے کہ ہندوؤں کی زیادہ تعداد خاص کر انہی علاقہ جات میں پائی جاتی ہے۔ جہاں مسلمان بادشاہوں کا عمل و دخل سب سے زیادہ رہا ہے۔ حالانکہ یہی ایک امر اس الزام کی کہ "اسلام" عدم رواداری کو جائز نہیں رکھتا کافی تردید ہے +

حیدر آباد کی ریاست پانچ طول و عرض میں فرانس کے لگ بھگ ہے وہاں ہندوؤں کی آبادی ۹۰ فیصدی ہے۔ ان کو وہاں مسلمانوں کے ساتھ مساوی حقوق حاصل ہیں۔ حالانکہ وہاں کا فرمانروا ایک مسلمان ہے۔ انکے مندروں اور انکے رسوم مذہبی کی عزت کی جاتی ہے۔ اور محصل کا ۱۰ فیصدی تمام مذاہب کی امداد کیلئے وقف ہے۔ حیدر آباد کی ریاست کے آئینہ میں سلطنت مغلیہ کے خط و خال بخوبی نظر آتے ہیں۔ کیونکہ یہ اس عظیم الشان سلطنت کا ایک ٹکڑا ہے جو اس سلطنت کی تباہی اور بربادی کے بعد سلامت رہ گیا

اس ریاست میں کبھی ہندوؤں مسلمانوں کے درمیان ناخوشگوار تعلقات کا ظہور عرصہ شہود میں نہیں آیا۔ سوائے اس سال کے جبکہ گلبرگہ کے اندر محض ایک واقعہ رونما ہوا۔ جس کی تشریح و توضیح تا ایں وقت ناممکن ہے ایک ایسی ابتری کے اندر جو ایک گھنٹہ کے عرصہ سے زیادہ نہیں رہی۔ اور وہ بھی آفیسران ذمہ وار کی عدم موجودگی میں۔ ایک مسجد کی بےحرمتی کے انتقام میں ایک مندر تباہ کر دیا گیا۔ اور چند ایک مندروں کو نقصان پہنچایا گیا۔ جب افسران بالادست اس جگہ پر پہنچ گئے۔ تو فوراً امن قائم کر دیا گیا۔ اور اس وقت سے لے کر اب تک قائم ہے۔ اسی دن سے تفتیش شروع ہے۔

اور ہندوؤں کو ایک نقصان رسیدہ فریق ٹھیرا کر مسلمان افسروں کیطرف سے انکی خاص مراعات مدنظر رکھی جا رہی ہیں۔ یہ امر بین ہے۔ کہ ہندو مسلم فسادات کے موجب وہ لوگ ہیں جو ریاست سے تعلق نہیں رکھتے۔ بلکہ وہ فسادات باہر کی بعض ناپاک تحریکات کا نتیجہ ہیں۔ جو مہاتما گاندھی کے اثر ورسوخ کے زائل ہو جانے کے بعد معرض ظہور میں آ رہی ہیں۔ اس واقعہ کو ہندو اخبارات اور ہندو پرچارک اس امر کی دلیل گردانتے ہیں۔ کہ گویا حضور نظام صوبہ برار کے واپس لینے کے مستحق نہیں ہیں۔ یا بالفاظ دیگر یہ کہ ہندو نظام حیدرآباد کی حکومت میں باامن نہیں رہ سکتے۔ یہ ایک سخت نے الصافی کی بات ہے۔ اوّل تو یہ واقع ہی ایک ہے۔ جس کی صدیوں سے تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ اور دوسری یہ کہ اس واقعہ کی تفتیش کے دوران میں مسلمان حکام ریاست نے کمال درجہ کی مذہبی رواداری کا ثبوت دیا ہے۔ لہذا یہ واقع ہرگز اس امر کی دلیل میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔ کہ نظام کی گورنمنٹ ہندوؤں پر مظالم اور سختی روا رکھتی ہے۔

اسمیں شک نہیں کہ تمام اسلامی ریاستوں کے اندر جو سلطنت مغلیہ کی عام تباہی سے محفوظ رہگئی ہیں۔ ہندوؤں کے حقوق ویسے ہی مسلّم ہیں جیسا کہ خود مغلوں کے زمانہ میں تھے۔ لیکن مسلمان رعایا کی حالت اس ملک کی ہندو ریاستوں کے اندر بدرجہا مختلف رہی ہے۔ ان میں سے اکثر ریاستوں کے اندر مسلمان رعایا کے لوگ محض اجنبی اور غیر ممالک سے آئے ہوئے سمجھے جاتے ہیں۔ اور انکو کسی رعایت کا مستحق نہیں سمجھا جاتا۔ کشمیر میں جہاں مسلمانوں کی آبادی ۹۵ فیصدی ہے۔ اور جہاں ایک ہندو راجہ فرمانروا ہے۔ مسلمان لوٹ مار کا تختہ مشق اور ۹۵ فیصدی ہندوؤں کے غلام اور رعایا بنے ہوئے ہیں۔ ابھی تھوڑے ہی دنوں کا واقعہ ہے کہ بھرتپور کی ہندو ریاست میں وہاں کے فرمانروا نے مسلمانوں کی بہت سی مساجد

مسمار کر دینے کا حکم نافذ کیا تھا۔ مسلمانوں کے جذبات کا ذرا بھی احترام نہ کیا گیا۔ اور نہ ہی ان غریبوں کی چیخ و پکار پر کوئی توجہ کی گئی۔ اور نہ ہی انکے نقصانات کی تفتیش کے لئے کوئی تحقیقاتی کمیٹی بنائی گئی۔ جیسا کہ گلبرکہ کے معاملہ میں ایک مسلم فرمانروا نے ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کرکے اپنی رواداری کا بین ثبوت دیا تھا +

الغرض اسلامی رواداری کے زبردست شواہد و نظائر ہندوستان کے ہر چہار اطراف میں نظر آرہے ہیں۔ لیکن دیکھنے کو چشم بینا چاہیئے۔ ان مناقشات کی دلدل سے اگر مسلمان باہر نکلنا چاہتے ہیں۔ تو ان کو چاہئے کہ وہ اسلامی رواداری کے اصول پر گامزن ہوں۔ اور ان اصول کے سرچشمہ اور منبع یعنے قرآن مجید اور اسوۂ حضرت رسول کریم صلعم کی طرف اپنی تمامتر توجہ مبذول کردیں۔ دونوں قومیں قرآن مجید کے حکم پر عمل پیرا ہو کر کامیابی کا منہ دیکھ سکتی ہیں۔ اور وہ حکم یہ ہے کہ:۔

ولکل وجهة هو موليها - فاستبقوا الخيرات اين ما تكونوا يات بكم الله جميعاً - ان الله على كل شئ قدير -

اور ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے۔ جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے (نماز کے وقت) پس تم نیک امور میں ایک دوسرے سے سبقت لیجاؤ۔ جہاں کہیں تم ہوگے۔ اللہ تم سب کو لے آئیگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمام امور پر قدرت اور طاقت رکھتا ہے (قرآن مجید پارہ دوم) +

الاسلام

مضمون ومبلے کانفرنس

(منجانب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ)

(سلسلہ کے لئے دیکھو اشاعت اسلام جلد ۱۱ نمبر ۲ صفحہ ۷۹ و ما بعد)

اسلام سے پہلے بعض کا خیال تھا۔ کہ عورت انسانی رُوح سے خالی ہے۔ اور وہ ایسی ناپاک ہے۔ کہ مقدس مقامات میں جانے کی اسے اجازت نہیں۔ قرآن کریم نے اسبات کا ابطال کیا۔ اور کھلی کھلی تعلیم دی۔ کہ عورت مرد یکساں رُوحانی اور اخلاقی ترقی کر سکتے ہیں۔ اگر بہشت ہی رُوح کا آخری مقام ہے۔ تو بروئے تعلیم قرآن بہشت میں عورت جائیگی۔ پھر ایک مقام پر قرآن نے مرد و عورت کی اخلاقی و رُوحانی حالتوں کو ایک ہی طریق پر بیان فرمایا۔

درحقیقت مسلم مرد اور مسلم عورتیں۔ مومن مرد اور مومن عورتیں۔ صادق مرد اور صادق عورتیں۔ صابر مرد اور صابر عورتیں۔ منکسر المزاج مرد اور منکسر المزاج عورتیں۔ زکوٰۃ دینے والے اور زکوٰۃ دینے والیاں۔ روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں۔ پاکدامن مرد و پاکدامن بیبیاں۔ اللہ کو یاد کرنیوالے مرد اور اللہ کو یاد کرنیوالی بیبیاں +

اہل اخلاق کے متعلق آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ اور اہل اخلاق سے ہی اخلاق عامہ کی بہتری ہوتی ہے:۔

پکا مسلمان وہ ہے۔ جس کی عادات کو اس کے گھرانے کے لوگ زیادہ پسند کریں۔ اور سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کا اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ ہو۔ طلاق اگرچہ اصول شرع کے مطابق پسندیدہ ہے۔ مگر خداوند تعالیٰ اس سے ناراض

ہوتا ہے - خاوند کا نہایت ہی عمدہ خزانہ ایک نیک بی بی ہے - عورتوں کو مسجد میں جانے سے نہ روکو - اگر تم نے اپنی بی بی کو کچھ کہنا چاہو تو نرمی سے کہو مسلمان کو چاہئے کہ اپنی بیوی کو حقارت سے نہ دیکھے - گر اسکی ایک بات پسند نہ ہو تو دوسری سے خوش ہونا چاہئے - جب خود کھانے لگو تو اسے بھی کھانے کو دو - جب خود کپڑے پہنو اُسے بھی پہننے کو دو - نہ اُسے گالی دو - اور نہ غصہ میں اُسے طلاق کی دھمکی دو - نہ اُسے مارو - اگر وہ ایک ہی دن کے سفر کو جانا چاہے - تو اسکے ساتھ کسی مرد کو کر دو ٭

یوں تو قرآن کو جہاں سے دیکھو - انسان میں اوراک ربانی پیدا کرنے کی تعلیمات سے بھرا پڑا نظر آتا ہے - لیکن میں یہاں چند آیات اور حدیث پر اکتفا کرتا ہوں :-

ہمیں حکم ہے - کہ ہم والدین کے ساتھ اس سلوک کے عوض نیکی اور احسان سے پیش آئیں - جو انہوں نے ہمارے بچپن کے زمانہ میں ہم سے کئے ($\frac{16}{2}$) خصوصاً ماؤں سے جنہوں نے خود تکلیف اُٹھا کر ہمیں آرام دیا ($\frac{31}{14}$) اور جنہوں نے دو برس تک ہمیں دودھ پلایا ($\frac{31}{14}$) ہمیں اُنکے ساتھ مرحمت اور نرم کلامی سے پیش آنا چاہئے - خصوصاً جب اُن کو بڑھاپا آگھیرے - تو ان سے رحمت کی گفتگو کریں - اور "اُف" تک منہ پر نہ لائیں - اور اگر انکو پیچھے چھوڑ کر باہر جانا ہو تو نہایت نرمی کے ساتھ ان سے رخصت ہوں ٭

رسول مقبول فرماتے ہیں :-

نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ نوجوان صرف اپنے والدین کی خدمت نہ کرنے کے باعث بہشت سے محروم کئے جائیں - ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے - باپ خوش تو خدا خوش وہ ناراض تو یہ بھی ٭

والدین کے بعد قریبی رشتہ دار، یتیم - اہل حاجت اور ہمسائے

پردیسی - ہمسفر - مسافر - نوکر اور اسیران سلطانی ان سب کے ساتھ جو اپنے گھر سے ہوں یا وہ ہمسایہ جو غیر اور اجنبی ہوں نیکی کرنے کا حکم ہے (۴/۳۶) غلام کو آزاد کرنا (۹۰/۱۳) بھوکوں - یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلانا (۷۶/۸) مٹی میں پڑے ہوؤں کی امداد کرنا یہ سب کے سب قرآنی احکام ہیں (۹۰/۱۵-۱۶) اور یہ سب کچھ نہ کسی معاوضہ کی امید کیلئے نہ اظہار فخر و تکبر کے لئے ہو - بلکہ محض فی سبیل اللہ ہونا چاہئے (۷۶/۸-۷) +

رسول اکرم صلعم فرماتے ہیں - اگر تمہیں اپنے خالق سے محبت کرنا ہو تو پہلے ابنائے جنس سے محبت کرو - جو شخص یتیموں کا سربراہ ہو وہ قیامت کو میرے ساتھ ہوگا - بیواؤں کی خبر گیری کرو - جو شخص نہ اپنے بچوں پر شفیق ہے اور نہ بڑے بوڑھوں کی عزت کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے - خستہ حالوں کی خبر گیری اور مصیبت زدوں کی حاجت روائی خدا کی جناب میں اپنا خاص انعام رکھتی ہیں - جو شخص ضرورت کے وقت ابنائے جنس اور پژمردہ حال کی حاجت روائی کرتا ہے - تو خدا تعالیٰ اسکی تکلیف میں اُسے خود مدد کرتا ہے ۵

اگر رحمت زحق داری تمنا تو ہم بر دیگراں رحمے بفرما

خدا تعالیٰ اسی کو زیادہ محبوب رکھتا ہے جو خلق اللہ پر زیادہ مہربان ہو - جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے - اللہ اس کے گناہ بخشتا ہے کُل مخلوق ایک کنبے کا حکم رکھتی ہے - اور جو شخص بندگان خدا کے ساتھ زیادہ بھلائی کریگا وہی اس کا زیادہ محبوب ہے - پروردگار کی خوشی چاہتے ہو تو اس کے غریب اور مفلس بندوں کی امداد کرو - غضب الٰہی سے بچنے کیلئے خیرات کرو - بہشت میں وہی لوگ داخل ہونگے جو راستباز - صاف اور رحمدل ہیں - اے عائشہ! دیکھنا فقیر کو دروازے پر سے خالی نہ جانے دینا بلکہ اُسے ضرور کچھ نہ کچھ دینا - اور نہیں تو آدھی کھجور ہی سہی" +

چونکہ خیرات سے قربانی کرنے والی روح تقویت پکڑتی ہے۔ اسلئے اسلام نے اس پر بہت زور دیا ہے۔ قربانی ہی جملہ اخلاقی اوصاف کا سرچشمہ ہے۔ قرآن شریف نے اخلاق کو دو عنوانوں تلے رکھا ہے +

(الف) وہ اعلیٰ اخلاق جن سے دوسروں کی عزت۔ زندگی یا ملاک خطرہ سے بچ جائے مثلاً عفت دیانت۔ انکسار۔ مراعات +

(ب) ایسے اخلاق جن کے استعمال سے دوسرونکو ہم سے نفع پہنچے۔ مثلاً عفو۔ احسان شجاعت۔ راستگوئی۔ صبر۔ مواسات۔ ترحم +

ان اخلاق کے متعلق قرآن شریف نے مہمل اور ناممکن التعمیل وعظ نہیں کئے بلکہ ان اخلاق کی تشریح و تعریف کی۔ اور پھر اُنکے صحیح استعمال کے مواقع تجویز کئے یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ جذبات و افعال بذاتہ نہ اچھے اور نہ برے ہیں۔ مگر صرف محل استعمال کی وجہ سے ہمارے جذبات اچھا یا برا اخلاقی پہلو اختیار کرتے ہیں۔ ایسا ہی حالات و واقعات ہی انکی صورت بدل دیتے ہیں۔ شریر النفس کو معاف کرنا ظلم ہے۔ بقول سعدی ؎

نکوئی با بداں کردن چناں است　　　کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

خیرات کا نامناسب استعمال اسراف ہے۔ لفظ خیرات بذات خود تشریح طلب ہے چنانچہ قرآن شریف نے اس مسئلہ کو بالوضاحت بیان کر دیا۔ میں نے جن اخلاق کا اوپر ذکر کیا ہے۔ ان کے متعلق میں یہاں چند قرآنی آیات نقل کر دیتا ہوں جن سے ہمیں ان اخلاق کے پیدا کرنے میں امداد ملتی ہے +

عفت

عفت "مومنوں کو کہدو: اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ ان کیلئے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اللہ اس سے خبردار ہے۔ جو وہ کرتے ہیں۔ اور مومن عورتوں کو کہدو۔ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔ سوائے اسکے جو (عادتاً) کھلا رہتا ہے۔ اور چاہئے کہ اپنی

اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں۔ ...... اور اپنے پاؤں کو (اس طرح) زمین پر نہ ماریں۔ کہ جو کچھ وہ اپنی زینت چھپائے ہوئے ہیں۔ وہ معلوم ہو جائے۔ اور اے مومنو سب کے سب اللہ کیطرف رجوع کرو۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ (۱) اور زنا کے قریب مت جاؤ۔ کیونکہ وہ بےحیائی کی بات ہے۔ اور بُری راہ ہے (۲) اور چاہئیے کہ وہ جو شادی (کا سامان) نہیں پاتے۔ اپنے آپ کو بچائے رکھیں (۳) اور رہبانیت انہوں نے خود نکالی۔ ہم نے اسے ان پر لازم نہیں کیا۔ ہاں اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے (نکالی) پر انکی وہ نگہداشت نہ کر سکے۔ جو اسکی نگہداشت کا حق تھا" (۴)

امانت

امانت "۔ اور کم عقل لوگونکو تم اپنے مال نہ دیدو۔ جنکو اللہ نے تمہارے لئے سہارا بنایا ہے۔ اور تم انہیں ان کے ذریعے سے کھانے کیلئے دیدو۔ .... اور انہیں بھلی بات کہتے رہو (۵) اور یتیموں کا امتحان لیتے رہو۔ یہانتک کہ جب وہ شادی (کی عمر) کو پہنچ جائیں تب اگر تم ان میں عقل کی پختگی پاؤ۔ تو انکے حوالہ کردو۔ اور فضول خرچی سے اور جلدی کر کے انکو کھا نہ جاؤ کہ وہ بڑے ہو جائینگے اور جو امیر ہے کہ وہ رُکا رہے۔ اور جو حاجتمند ہے۔ تو وہ مناسب طور پر لیلے۔ پھر جب تم انکے مال انکے حوالے کردو۔ تو انکے سامنے گواہ کرلو (۶) جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی کھاتے ہیں اور وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہونگے (۷) اور اپنے مالونکو آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ۔ اور (نہ) انکے ذریعہ حاکموں تک پہنچو۔ تاکہ لوگوں کے مال کا ایک حصہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ (۸) اللہ تمکو حکم دیتا ہے۔ کہ امانتیں انکے اہل کو ادا کرو (۹) وہ مکار کا روادار نہیں (۱۰) پیمانہ پورا دیا کرو۔ اور کم دینے والوں میں سے نہ ہو۔ اور ٹھیک ترازو سے تولا کرو۔ اور لوگونکو ان کی چیزیں کم نہ دو۔ اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو (۱۱) اور اچھی چیز کو ردی سے نہ بدلو (۱۲)

(۱) سورۃ النور آیت ۳۱-۳۰ (۲) بنی اسرائیل آیت ۳۲ (۳) سورۃ النور آیت ۳۳ (۴) سورۃ الحدید آیت ۲۷ (۵ و ۶) سورۃ النساء ۶-۵ (۷) النساء آیت ۱۰ (۸) البقرہ ۱۸۸ (۹) النساء ۵۸ (۱۰) سورۃ ۶ آیت ۶۰ (۱۱) الشعراء آیت ۱۸۳-۱۸۲ (۱۲) النساء آیت ۲

حلم

حلم۔ اور آپس میں صلح کرو (۱) اور صلح اچھی چیز ہے (۲) اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی اسکی طرف جھک جاء (۳) اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر انکسار سے چلتے ہیں۔ ... (۴) اور جب لغو پر گزرتے ہیں بزرگانہ طور پر گذرتے ہیں (۵) بدی کو اس طریق سے دور کرو جو بہت اچھا ہے۔ تو دیکھو کہ وہ شخص کہ تجھ میں اور اسمیں دشمنی ہے۔ گویا کہ وہ گرمجوش دوست ہیں (۶)

حسن اخلاق

جب کسی سے بات چیت کرنے لگو۔ تو خندہ پیشانی اور خوش اسلوبی سے کرو (۷) ایک قوم (دوسری) قوم پر ہنسی نہ کرے۔ شاید وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں (دوسری) عورتوں پر (ہنسیں) اور اپنے لوگوں کو عیب نہ لگاؤ۔ اور نہ ایک دوسرے کو نام دھرو...... بہت گمان (بد) کرنے سے بچو۔ کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہے.... اور نہ ایک دوسرے کی چغلی کرو (۸) اور اسکے پیچھے نہ لگنا جس کا تجھے علم نہیں۔ کان اور آنکھ اور دل ان سب سے اسکے متعلق سوال کیا جائیگا (۹)

عفو

جن اخلاق حسنہ کے ذریعہ ہم دوسروں کے لئے نفع رسانی کر سکتے ہیں۔ انمیں سب سے اول خلق عفو ہے۔ خطاکاروں کو سزا دینے کی بجائے معاف کر دینا چاہیئے۔ لیکن اسلام نے وقت بیوقت معافی کی تعلیم ہی نہیں دی۔ نہ یہ کہا کہ ہر بدی کے مقابل خاموشی یا درگذر سے کام لو۔ اسلام کا نصب العین صلاح ہے۔ اگر نرمی سے کام نکل آئے تو فھو المراد ورنہ سختی کی بھی اجازت دیگئی ہے۔ قرآن نے اسمعاملہ میں حکم دیا ہے۔ بدی کی پاداش بالضرور بدی ہے لیکن اگر عفو کرنیسے صلاح ہو۔ تو عفو ہی کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالی کے ہاں عفو کرنیوالے کا عوضہ ہے (۱۰) لیکن اگر چھوٹوں سے خطا سرزد ہو۔ تو قرآن کریم نہ صرف درگذر کرنے ہی کی سفارش کرتا ہے۔ بلکہ عالی ہمتی دکھلانے کی بھی سفارش کرتا ہے۔ بشرطیکہ اس سے انکی

(۱) الانفال آیت ۱ (۲) سورہ النساء آیت ۱۲۸ (۳) الانفال آیت ۶۱ (۴) الفرقان آیت ۶۳ (۵) الفرقان آیت ۷۲ (۶) السجدہ آیت ۳۴ (۷) سورہ النساء آیت ۱۲۸ (۸) سورہ الحجرات آیت ۱۲ (۹) بنی اسرائیل آیت ۳۶ (۱۰) سورہ

اصلاح ہو۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ کہ نیکوکار وہی ہیں جو غصے پر قابو پا کے خطاکاروں کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں۔ قرآن پاک ہر قسم کی معافی مستحسن نہیں سمجھتا بیصبری یا خطا کے انتقام وانسداد کی ناقابلیت سے کچھ نہ کر سکنا معافی نہیں کہلاتی۔ تکلیف کے پہنچنے پر تکلیف دینے والے سے پرخاش نہ کرنا عفو نہیں کہلاتا۔ بہت سے جانور بھی ایسا کر لیتے ہیں۔ گائے۔ بچھڑے۔ اور بہت سے دیگر جانور بھی اسی طرح بُردباری دکھلاتے ہیں۔ صفت عفو کے دعویدار وہی ہو سکتے ہیں۔ جو دوسروں پر اُس وقت رحم کریں۔ جب وہ ان کے رحم کے سوا بچ نہ سکیں۔ ان میں بدی کے انتقام کی طاقت تو ہو۔ اور دشمن ان کے قابو میں بھی ہو۔ لیکن پھر وہ درگذر کریں۔ اور غصہ پر قابو پائیں۔ عفو کے نتائج اگر بد ہوں۔ تو قرآن ایسے عفو کی اجازت نہیں دیتا۔

گوشوارہ آمد و خرچ ووکنگ مسلم مشن

دفتر ہندوستان بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء

تفصیل	نمبر ثبوت	رقم آمد — درہندوستان: پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر ثبوت	رقم خرچ — درہندوستان: پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن	۱/	-	۸	۳۷۶					
قیمت اسلامک ریویو مفت تقسیم	۲/	۰	۲	۲۵۵۳		۳/	۱	-	۲۹۲۵
میزان	۰	۰	۱۰	۲۹۲۹	میزان				۲۹۲۵

الغلط) ۳/ اس رقم میں سے دو ہزار روپیہ پیشگی برائے اخراجات سفر مبلغان ووکنگ کیلئے برآمد ہوا بروئے ریزولیوشن ۲۷ مورخہ ۲۵ مجلس منتظمہ ووکنگ مسلم مشن اور مبلغ نو صد پینتیس روپیہ مد قرآن انگریزی یا بابت قیمت قرآن کریم انگریزی کے منتقل کیا گیا۔ جو ووکنگ میں زرخرچ ہوا۔ سکرٹری

دستخط۔ ڈاکٹر غلام محمد آنریری فنانشل سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد شن در ہندوستان بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب محمد ابراہیم صاحب بھوالی	۰	۰	۲	جناب مسیح الدین صاحب رشک	۰	۰	۱
" سید حسین صاحب کانپور	۰	۸		" بابو فضل الدین صاحب جیت پور	۰	۰	۵
جنابہ الدہ خواجہ خلیل احمد صاحب لاہور	۰	۰	۴	" عبد القدوس صاحب لکھنؤ	۰	۰	۲۵
" فاطمہ بی بی صاحبہ	۰	۰	۱	" الہ بخش صاحب پھلدیاں	۰	۰	۲۰
جناب شیخ اکرام اللہ صاحب بہاول نگر	۰	۰	۲	" نبی بخش و مولا بخش صاحبان رامپور	۰	۰	۱۲
" الیس فتح محمد صاحب راجمندری	۰	۰	۵	" محمد احمد حسن صاحب لکھنؤ	۰	۰	۱
" عبد اللہ محمد شریف صاحب میسور	۰	۰	۲۵	" نور غنی صاحب امروکہ	۰	۰	۵
" میاں محمد خاں صاحب اوکاڑہ	۰	۰	۲۰	" خیرات اللہ صاحب	۰	۰	۱
" سید امیر علی شاہ میانوالی	۰	۰	۵	" محمد مسلم صاحب	۰	۰	۱
" معلوم الاسم	۰	۰	۱	" محمد بشیر خان " "	۰	۰	۱
" حافظ ہدایت حسین صاحب کانپور	۰	۸	۱۳۲	" علی محمد خان صاحب "	۰	۰	۱۵
" امان اللہ صاحب میمن سنگھ بنگال	۰	۰	۱	" عبد الغفور صاحب "	۰	۰	۷
" حضور نواب نعمت یار جنگ صاحب حیدرآباد دکن	۰	۰	۱۵	" اصغر علی صاحب "	۰	۰	۱
" سید احمد حسن صاحب کوہاٹ	۰	۰	۱۰	معرفت جناب طاہر الدین صاحب	۰	۰	۶
" ایم تاج الدین صاحب ٹنڈی ونم	۰	۰	۵	جناب ایم-اے-این شریف الدین صاحب	۰	۰	۱
" ڈاکٹر ایم-اے صوفی صاحب بی-اے کلکتہ	۰	۰	۱۰	" امام الدین صاحب ..	۰	۰	۲۰
" مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب دہلی	۰	۰	۵	" عبد المعبود صاحب بیلا تال	۰	۰	۲
" منہاج الدین صاحب بھٹنڈا	۰	۰	۵				
" فضل کریم خان صاحب آبادی لپٹار	۰	۰	۳	کل میزان		۸	۳۷۶

نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو بابت جنوری سنہ ۱۹۲۵ء در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
مفت تقسیم – حضور نواب نعمت یار جنگ صاحب بہادر حیدرآباد دکن بمد مفت تقسیم مع طباعت قیمت	۰	۰	۲۰
" جناب مقبول احمد صاحب الہ آباد - - -	۰	۰	۵
" ڈاکٹر ایم-اے صوفی صاحب بی-اے- کلکتہ - - -	۰	۰	۱۰
" سرمست حسین صاحب میسور - -	۰	۸	۱
" حضور میجر حاجی حمید اللہ خان صاحب بھوپال - - -	۰	۰	۵۰
" علی محمد صاحب گورداسپور - -	۰	۰	۵
قیمت اسلامک ریویو - - -	۰	۱۰	۲۴۶۱
میزان . . .	۰	۲	۲۵۵۳

اسلام قرآن کی زبان میں

صلح و محبّت کا مذہب

{حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کا لیکچر بمبئی میں
(ماخوذ از اسلامک ریویو فروری ۱۹۲۵ء صفحہ ۴۶ تا ۵۳ بہ تسلسل صفحہ ۹۵ جلد ۱۱ نمبر ۲ رسالہ اشاعت اسلام)}

آپ نے اکثر جہاد کے متعلق سُنا ہو گا جان و مال اور مذہب کی حفاظت کیلئے اسے تجویز کیا۔ قرآن نے اسکے تین ہی مقصد بیان کئے ہیں اور یہ تینوں کے تینوں بغرض دفعیہ ہیں۔ اوّلاً دشمن سے مال و جان کو بچانا دوم کسی عبادت گاہ کی حفاظت خواہ وہ کسی مذہب کی ہو۔ تیسرا مذہب میں آزادیٔ رائے۔ مسلمان خدا کی پولیس ہے۔ مذہب میں ہر ایک کا ضمیر آزاد ہونا چاہئے۔ کسی قسم کے جبر کی اجازت مذہبی معاملات میں قرآن نہیں دیتا۔ کسی کا حق نہیں کہ وہ دوسرے شخص اور اس کے خدا میں تیسرا بن کے آجائے جو شخص جو مذہب چاہے اختیار کرے۔ اور اگر کوئی اور شخص اپنا مذہب جبراً اس سے منوائے تو ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ایسے شخص کی سرزنش کرے۔ میری یہ باتیں تمہیں عجیب نظر آتی ہونگی کیونکہ اسلام کے خلاف پروپاگنڈا کرنے والوں نے خصوصاً مغرب میں جہاد کے متعلق ہر قسم کی بیہودہ داستانیں بنا رکھی ہیں۔ آپ قرآن پڑھیں اور قرآن بھی آنحضرت صلعم کے افعال کی روشنی میں، آنحضرت صلعم کے اخلاق اخلاقِ قرآن تھے' تو آپ مجھ سے متفق ہونگے۔ سب سے پہلے میں جہاد کے پہلے اور دوسرے مقصد کو لیتا ہوں۔ قرآن اسمیں فرماتا ہے:۔

اذن للذین یقٰتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین

اخرجو من دیارھم بغیر حق الا ان یقولو ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوٰت ومسجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز ۞ (سورہ حج آیت ۳۹-۴۰)

ترجمہ۔ ان لوگوں کو (بھی) ان کافروں سے لڑنے کی اجازت دیجاتی ہے۔ اسواسطے کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ اور کچھ شک وشبہ نہیں۔ کہ اللہ انکی مدد کرنے پر قادر ہے (یہ وہ مظلوم لوگ ہیں) جو بیچارے صرف اتنی بات کے کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے ناحق (ناروا) اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ایکدوسرے (کے ہاتھ) سے نہ ہٹواتا (تو نصاریٰ کے) صومعے اور گرجے اور یہودیوں کے) عبادت خانے اور مسلمانوں کی) مسجدیں جنمیں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے کبھی کے ڈھا دیئے جاچکے ہوتے +

قرآن کریم میں یہ پہلا حکم جنگ کیلئے آنحضرت کے ان صحابہ کو دیا گیا جن پر انکے دشمن جنگ کرچکے تھے۔ اور جو ہر طرح پر ستائے جاچکے تھے۔ اور جنہیں گھروں سے نکالا جاچکا تھا۔ اسی معاملے میں قرآن نے پھر فرمایا:۔

و اخرجوھم من حیث اخرجوکم۔ ۔ ۔ ۔ فان انتھوا فلا عدوان (سورہ بقرہ - ۱۹۱-۱۹۳) **ترجمہ**۔ انہیں ان جگہوں سے نکالو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا۔ اور اگر وہ لڑائی کرنی چھوڑ دیں۔ تو پھر عداوت جاری رکھنی نہیں چاہیئے +

اس جنگ کی اجازت پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ پیغمبر صلعم کے جنگ اسی امر پر تھے۔ اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں + پہلے تین جنگوں کے مقام ہی اس امر کا فیصلہ کردینگے۔ آپ نے اپنی جان بچانے کے لئے حکم ربی کے ماتحت مکہ چھوڑا۔ جہاں آپ تیرہ سال کے لئے متواتر طرح طرح کے مظالم کا شکار ہوتے رہے۔ آپ مدینے گئے لیکن دشمن نے وہاں بھی نہ چھوڑا۔ مکہ مدینہ میں ۱۲ منزل کا فاصلہ ہے

پہلا جنگ مقام بدر ہوا۔ جو مکّہ سے ۹ منزل اور مدینہ سے ۳ منزل۔ دوسرا جنگ اُحد پر ہوا جو مدینے سے ایک منزل اور مکّہ سے گیارھویں منزل پر ہے۔ تیسرے جنگ میں دشمن نے دس ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینے کا محاصرہ کیا۔ جنگ کے یہ تین مقام خود ہی فیصلہ کر دیتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم کو اپنی حفاظت میں ان تین جنگوں پر آمادہ کیا اسکے بعد ایک حربی حالت عرب میں پیدا ہوئی۔ کبھی ادھر سے حملہ ہوا کبھی اُدھر ہوا لیکن تاریخ میں ایک بھی نظیر ایسی نہیں جہاں کوئی شخص اسلام قبول کرنے کیلئے مجبور کیا گیا نہ آنحضرت کے وقت نہ صحابہ کرام کے وقت +

اسلامی جنگوں کا تیسرا مقصد مذہبی معابد کی حفاظت ہے جنمیں سب سے پہلے راہبوں کے رہنے کی جگہ کا ذکر ہے۔ اسلام کے سوا دنیا کا کونسا مذہب ہے۔ جہاں راہب اور انکی خانقاہیں نہیں ہوتیں۔ عیسائی ہندو ہر جگہ یہ خانقاہیں ہوتی ہیں۔ اور ہر مسلمان کا قرآنی فرض ہے۔ کہ انکی حفاظت کرے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں عیسائیوں کا جو فرقہ موجود تھا۔ وہ مسیح۔ مریم اور دیگر بزرگوں کے بتوں کو پوجتے تھے۔ وہ وہی باتیں کرتے تھے۔ جو آج بعض ہندو کرتے ہیں۔ میں آیت مذکورہ کی تفسیر آنحضرت صلعم کے اپنے عمل کے ذریعے کرتا ہوں۔ نجران کے عیسائی آپ کے پاس حاضر ہوکر بعض مراعات کے ملتجی ہوئے۔ آپ نے ذیل کا امان نامہ دیا +

نجران اور اسکے ارد گرد کی بستیوں کے عیسائیونکو خدا اور اسکے رسُول کی امان دی جاتی ہے۔ ان کی جو موجود ہیں یا غیر حاضر جان مال مذہب حفاظت میں ہیں۔ اُنکے مذہب اور شعار مذہب میں دخل نہ دیا جائیگا۔ نہ انکے حقوق میں کوئی تبدیلی ہوگی۔ نہ کوئی بشپ اپنے عہدے سے نہ کوئی راہب اپنی خانقاہ سے نہ کوئی پادری اپنے منصب سے علیحدہ کیا جائیگا۔ جو کچھ

اُنہیں اس وقت ملتا ہے۔ وہ جاری رہیگا۔ ان کی کوئی مُورت یا بُت یا صلیب نہ توڑی جائیگی۔ نہ وہ ظلم کرنے پائیں گے نہ اُن پر ظلم ہوگا.... کوئی عُشر ان سے نہ لیا جائیگا نہ انہیں مجبُور کیا جائیگا۔ کہ وہ فوج کو رسد دیں +

یہ نہ بھُولنا چاہئے۔ کہ یہ رعائتیں کسی معاہدہ کی شرائط تھیں جو جنگ میں دو دشمن حالات موجودہ کی مجبُوری سے کرتے ہیں۔ بلکہ ایک بادشاہ کیطرف سے اپنی رعایا کو یہ حقوق دیئے جا رہے ہیں +

آنحضرت صلعم کے بعد صدیق اکبر کا زمانہ آیا۔ مسلم سردار فوج خالد بن ولید ایک مقام کے فتح ہونے پر عیسائیوں کو اُن کی جان و مال کی حفاظت کا اعلان دیتے ہوئے یہ بھی اعلان دیتے ہیں +

انہیں ان کی خاص رسموں کے وقت نہ تو ناقوس بجانے سے اور نہ شہر میں صلیبیں پھرانے سے روکا جائیگا +

اس اعلان کو خلیفۂ اول اور آپ کے مشیروں نے پسند فرمایا۔ اگر ناقوس کی اجازت ایک غیر مذہب کو دیگئی۔ تو پھر ہندو اور عیسائی میں کیا فرق رہا۔ ہی اگر اسلام شہر میں صلیب پھرانے کو روا رکھتا ہے۔ تو صلیب میں اور ہندوؤں کی آرتی میں کیا فرق ہے۔ فوج کو ہدایات دیتے ہوئے خلیفۂ اوّل ذیل کا حکم نافذ فرماتے ہیں۔

تم کسی راہب یا تارک کے امن یا سکوت میں خلل نہ ڈالنا نہ انکے رہنے کی جگہ کو گرانا +

ایک مسلمان سپاہی تو جنگ کے شور و شر میں بھی کسی راہب کی عبادت میں خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ تو پھر ایک مسلمان باجے یا ڈھول بجاتا ہُوا کسطرح کسی مسجد کے پاس سے گذر سکتا ہے۔ میں ہنود بھائیوں کو انکے مذہبی احساسات پر چھوڑتا ہوں۔ اگر ان کا مذہبی جذبہ اسی طرح تسکین پا سکتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں وہ بیشک مسجدوں کے پاس ڈھول بجایا کریں۔ لیکن میں انہیں یقین دلاتا ہوں

کہ ہم مسجدوں میں ایک ہی بات کرتے ہیں۔ اسی خدا کو یاد کرتے ہیں جو ان کا بھی خدا ہے۔ اور کم از کم مجھے تو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ مسجد کے پاس ناقوس یا ڈھول بجا کر اور مسلمانوں کو خدا کی یاد میں خلل انداز ہو کر کسی کی روح یا اسکے مذہبی جذبے کی تسکین ہوتی ہے +

خلیفۂ ثانی کے وقت مصر فتح ہؤا۔ مصر کے کُل گرجے قائم رہے وہاں کے پادری اور اسقف اپنے عہدوں پر قائم رکھے گئے۔ گرجوں کنیسوں کی جاگیریں بحال رکھی گئیں۔ فاروق اعظم فاتح کی شان میں بیت المقدس میں داخل ہوتے ہیں۔ آپ کنیستہ القیامت میں داخل ہوتے ہیں۔ وہیں نماز عصر کا وقت آجاتا ہے۔ اسقف اعظم عرض کرتا ہے۔ کہ آپ یہیں نماز پڑھ لیں۔ لیکن فاروق اعظم بلا جواب دیئے کنیسہ سے باہر چلے جاتے ہیں۔ اور ایک فاصلے پر جاکر نماز پڑھتے ہیں۔ نماز کے بعد آپ کنیسہ کے بڑے پادری کو فرماتے ہیں۔ کہ میں جہاں نماز پڑھونگا وہیں آنیوالی نسلیں مسجد بنا دینگی۔ اس وجہ سے میں نے کنیسہ میں نماز نہ پڑھی +

دس سال ہُوئے میں نے اس کنیسہ کو بھی دیکھا۔ اور اس سے چند سو قدم کے فاصلے پر اس مسجد کو بھی دیکھا جو فاروق اعظم کے اس واقعہ کی یاد میں بنائی ہے۔ جناب عثمان کے وقت غیر مسلم مذاہب سے وہی فیاضانہ سلوک روا رکھا گیا۔ چنانچہ مرو کا افسر پادری اُسقفِ اعظم کو لکھتا ہؤا کہتا ہے۔ کہ خدا نے زمین کی بادشاہت آج عربوں کو دیدی ہے وہ ہمارے مذہب پر حملہ نہیں کرتے۔ بلکہ ہمیں امداد دیتے ہیں۔ ہمارے بزرگوں کی عزت کرتے ہیں ہمارے کنیسوں اور خانقاہوں کو زر امداد دیتے ہیں۔ جناب علی مرتضےٰ نے بھی اپنے وقت میں ایسا ہی انہوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا۔ آپ نے آتش کدوں کو قائم رکھا۔ اور ان کی آمدنیوں اور جاگیروں کو

یہ مقام وہی ہے جہاں جناب مسیح کو (حسب انجیل) صلیب کے بعد دفن کیا۔ اور وہ قبر ہی سے نکل گئے +

بحال رکھا۔

مذہبی رواداری

میں نہیں چاہتا کہ اس قسم کی رواداری کی مثالیں گنتا ہوا آپ کا وقت عزیز لوں مسلمان بادشاہ جہاں بھی گئے انھوں نے ہر جگہ ایسی ہی رعائتیں کیں میں صرف ہندوستان کا ذکر کرتا ہوں۔ پروپاگنڈا والے جو چاہیں کریں۔ لیکن واقعات واقعات ہی ہوتے ہیں۔ آپ میں سے کوئی ہندو بھائی میرے ساتھ بنارس چلا چلے وہاں بہت سے ہندو مندر ہیں۔ جن کے ملحق بہت سی جاگیریں ہیں ان کی دستاویزات اگر دیکھی جائیں تو یہ جاگیریں مسلمان بادشاہوں کی عطا کردہ ہیں جنمیں ایک سیدنا حضرت اورنگ زیب بھی ہیں۔ جنکے خلاف اس قدر جھوٹ سچ کہا گیا ہے۔ میرے پاس انکے حکم کا فوٹو بھی ہے۔ اکبر کی لوگ بہت تعریف کرتے ہیں۔ لیکن اس نے کوئی ایسی بات نہیں کی جسے قرآن نے ہر ایک مسلم پر واجب نہیں ٹھیرایا۔ بنارس کے بعد کشمیر کو دیکھ لو وہاں بھی ویسی صورت نظر آتی ہے آبادی کے ہر حصہ میں ہندوؤں کے بڑے بڑے تیرتھ ان کے متعلق جاگیریں ہیں۔ یہ جاگیریں مغلوں کی دی ہوئی ہیں۔ اور انہیں میں ایک اورنگ زیب تھے۔ لیکن جو جاگیریں کشمیر میں مسجدوں اور مسلمانوں کے مقدس مقامات کے متعلق مغلوں کی دی ہوئی تھیں وہ آج کہاں ہیں۔ سرینگر کی پتھر مسجد کے دروازے کشمیر میں کیوں مسلمانوں پر بند کردیئے گئے ہیں۔ اس سوال پر ہندو بھائی غور کریں۔

مسلمان کم از کم ایک ہزار برس تک طاقت وشوکت کے ساتھ ہندوستان میں حکومت کرتے رہے۔ اگر اسلام تلوار کے ساتھ ہی پھیلا تھا تو آج بھی ہندوستان میں مسلمانوں سے چوگنا ہندوؤں کی تعداد زیادہ کیوں ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے۔ کہ ہندوستان کے مسلمان سارے کے سارے نومسلم یا اُن کی اولاد نہیں کثرت سے تو باہر سے آکر یہاں آباد ہوئے۔

اب کشمیر سے دکن آجاؤ۔ ریاست کے لگان کا ایک بھاری حصہ ہندو مندروں آتشکدوں

گرجوں گوردواروں اور مسجدوں کی امداد میں جاتا ہے۔ شاہ دکن نے امن و رواداری کے مذہب کا سچا ثبوت دیا ہے۔ یہی حالت بھوپال میں بھی ہے۔ بدقسمتی سے آج مندروں اور مسجدوں کی بیحرمتی ہو رہی ہے۔ خدا کے گھر گرائے جاتے ہیں۔ گلبرگہ اور دوسری جگہ بھی یہی ہوا۔ لیکن شاہ دکن کے مذہب نے اُسے مجبور کیا کہ وہ گرے ہوئے مندروں کی مرمت اپنے خرچ پر کرا دے۔ راجگان ہند اور خصوصاً بھرتپور کو اس مثال سے سبق لینا چاہئے +

اب میں مذہب رواداری کی ایک بہترین مثال دیکر تخفیف تصدیعہ کرتا ہوں۔ اس مثال کی نظیر مجھے تاریخ عالم میں نظر نہیں آتی +

ایام نبوی میں چند پادری مذہبی بحث کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں مسجد کے ارد گرد کے حجروں میں جگہ دی۔ وہ چند دن تک مہمان رہے۔ اتنے میں اتوار کا دن آگیا۔ انہیں گرجا کرنا تھا۔ مسلمان کے لئے تو کل زمین مسجد ہے لیکن ان عیسائی مہمانوں کو عبادت کیلئے کوئی جگہ چاہئے تھی۔ مذہب محبت و رواداری کے معلم نے اُن کی اس گھبراہٹ کو دیکھا۔ انہیں اجازت دی کہ وہ مسجد نبوی کو ہی اپنا گرجا بنالیں حیرت کا مقام ہے۔ اسی خدا کے گھر میں جسکی شان لم یلد و لم یولد ہے خدا باپ اور خدا بیٹے کی پرستش کی +

اپیل با مسلم

برادران اسلام! مجھے صرف تمہیں اب ایک بات کہنی ہے۔ تمہارا ہی مذہب دُنیا میں ایسا ہے جس نے دوسروں کو اپنے میں داخل کرنے کی اجازت دی۔ ان دوسروں میں اپنے مذہب کی محبت اسی طرح پیدا کرو جس طرح تمہارے آباؤ اجداد نے کی۔ نیک اعمال محبت آشتی اور پیار سے لوگوں کو اپنے اندر جذب کرو۔ تمہارا امتیازی لفظ السلام علیکم ہے سلامتی اور امن کی روح سے تمہارے خیالات تمہارے کلمات تمہارے اعمال متمیز ہونے چاہئیں۔ تمہارا مذہب اسلام ہے جسکے معنے امن اور آشتی کے ہیں۔ تمہارا مذہب تمہارے اعمال سے ظاہر ہونا چاہئے۔ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ خدا تمہارے ساتھ ہو +

قبولیتِ اسلام

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ! پچھلے دنوں خدا کے فضل وکرم سے چند سعید روحیں خواجہ نذیر احمد صاحب امام مسجد ووکنگ کے ہاتھ پر حلقہ بگوش اسلام ہوئیں جن کے اسم گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں - یہ خدا کی عنایت اور کرم نوازی ہے +

پیدائشی نام	اسلامی نام
۱- مسٹر فریڈرک سانڈرسن	فضل کریم
۲- ایلفرڈ روپرٹ گریوز	احمد
۳- سارجنٹ میجر ٹامس البرٹ برنٹن ڈگلس	عبد المجید
۴- مس ڈارتھی کلالی	فاطمہ
۵- مس نورا ہابیڈلے	وقار بیگم
۶- مسٹر ٹی - جی - این - بریٹ	محمد توفیق
۷- ہرمن الیف - رایٹ	عبد الحمید
۸- مسٹر لارنس ایچ - ڈیمز	عبد اللطیف

اس فہرست میں مسٹر ہرمن الیف رائٹ خاص طور پر قابل ذکر ہیں - یہ امریکہ کے رہنے والے ہیں - ان کے والد انگلستان چھوڑ کر امریکہ جا بسے تھے اور خود بیرونٹ Baronet تھے - یعنی انگلستان کے ان مخصوص اُمرا میں سے تھے - جن کا جدی خطاب سر Sir رہا ہے - انہوں نے امریکہ میں امریکن قومیت اختیار نہ کی تھی - اس کی وفات پر ان کے خلف مسٹر ہرمن الیف رائٹ نے Baronetcy اور Sir کا خطاب ورثہ میں پایا - لیکن انہوں نے امریکن قومیت ۲۱ سال کی عمر میں اختیار کی - اور امریکہ اور انگلستان کے قوانین کے مطابق صاحب موصوف کو اپنی Baronetcy اور Sir کا خطاب چھوڑ دینا پڑا +

صاحب موصوف گذشتہ موسم گرما میں ومبلی کی نمائش پر تشریف لائے ہوئے تھے ۔ آپ امریکن ٹریڈ ڈیلیگیشن Trading Delegation کے معزز رکن تھے ۔ اتفاقاً سیٹھ عبد الغفور صاحب بیلونی کی دُکان پر جو نمائشگاہ میں تھی، امام مسجد ووکنگ سے ان کی ملاقات ہوئی ۔ مسٹر رائٹ نے اسلام میں خاص دلچسپی کا اظہار کیا ۔ چنانچہ آپ عید الاضحٰے کے موقعہ پر خواجہ نذیر احمد صاحب کی دعوت پر مسجد میں تشریف لے آئے ۔ آپ سے اُن کے امریکہ چلے جانے کے بعد بھی اسلام کے متعلق خط و کتابت جاری رہی ۔ خدا کے فضل سے اُنہیں نورِ ہدایت نصیب ہُوا ۔ اور انہوں نے پچھلے ہفتہ کی ڈاک میں ہمیں قبول اسلام کی خوشخبری سُنائی +

یہ سب پروردگار کے افضال ہیں +

خاکسار ۔ قادر داد خاں ۔ از مسجد ووکنگ انگلستان ۔ ۱۴ جنوری ۱۹۲۵ء

اے قومی رہنماؤ ۔ کچھ قوم کی خبر لو

قرآن مجید اور اس سے مسلمانوں کی خلاف ورزی

{ ذیل کا پردرد مراسلہ ایک مسلم محترم بہن کی قلم کا ہمیں ملا ۔ مراسلہ کیا ہے ۔ اُن کے درد دل اور خون جگر نے الفاظ کی شکل و صورت اختیار کر لی ہے ۔ مترجم }

کیوں مسلمان قرآن کو چھوڑ کر اوروں کے پیچھے لگ گئے ۔ گاندھی کی پیروی نے ہمیں نقصان پہنچایا ایک نسل کی نسل تعلیم سے گئی گذری ۔ ہزاروں بے روزگار ہوئے ۔ وہ نیک نیت ہو گئے لیکن انکی تعلیمی پالیسی کی پیروی ان کے ہم مذہبوں نے نہ کی ۔ اور انکی تعلیمگاہیں بچی ہیں بالمقابل ہمیں نقصان ہُوا ۔ یہ روز بد ہمیں اسلئے دیکھنا پڑا کہ ہمنے اپنی نورانی کتاب سے نور نہ لیا ۔ ایک بندے کے جلائے ہوئے چراغ کے پیچھے ہو گئے ۔ ایک ہوا کا جھونکا آیا جو اس چراغ کو بھی ساتھ ہی لیتا گیا ۔ پھر ہم اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتے رہ گئے ۔ کیا قرآن ہماری روشنی کیلئے کافی نہ تھا ۔ کہ ہم نے ایک غیر قرآنی بات سُنی ۔ ایک رونا ہو تو انسان روئے ۔ مسلمان اپنے دین کا کھیل بنا رہے ہیں جو اصلاح کے مدعی ہیں ۔ وہ خود اسلام کے قانون کے توڑنے والے ہیں جہاں جاؤ یہی حال ہے اپنا

فرائض سے مسلمان بے فکر ہیں تاش گنجفہ ۔ چوسر شطرنج ان کا شغل ہے ۔ جوا (قمار بازی)
تو قانون نے بند کر دی مگر اسکی جگہ برج نے آلی ۔ گویا قانون بھی نہ ٹوٹا اور روپے
کی ہار جیت بھی چلتی رہی ۔ پھر گھوڑ دوڑ کا سلسلہ ہے جسمیں پھر قمار بازی چلتی ہے ٹکٹ خریدے
جاتے ہیں ۔ اور لاٹریں پڑتی ہیں ۔ اس انگریزی تعلیم نے اور تو جو کیا سو کیا ۔ لیکن ہمارے
انگریزی خوانوں کو برائی غلط کاریوں کا نام بدلکر انھیں مشغول ہونے کا بہانہ دیدیا ۔ تاش گنجفہ
کھیلنا تو برائی بد تہذیبی سمجھی گئی لیکن وہ برج کی شکل میں تہذیب ہو گئی یعنی وہی جس کا نام برا
ہے اُسے انگریزی نام دیدیا جاوے تو وہ خوبی بن جاتی ہے ۔ عورتیں بچاری گھروں میں
جل بھن کر رہجاتی ہیں پھر آپ دیکھتے ہیں ۔ کہ اگر ہم اپنے مردوں کیلئے اسلامی لٹریچر منگوائیں
تو ان مردوں پر حرام ہے کہ وہ پڑھیں البتہ اگر کوئی انگریزی اخبار آجائے تو اسکی طرف توجہ ہے
اسے چھوڑ راتوں ناول خوانی ہوتی رہتی ہے ۔ اگر کوئی اعتراض کرے تو کہا جاتا ہے کہ اس سے
انگریزی اچھی ہوتی ہے لیکن یہ تو خالی بہانہ ہے کیا اسلامک ریویو یا کامریڈ کی یا مسلم اوٹ لک
کی کوئی خراب انگریزی ہے ۔ کیوں اسلامک ریویو نہ دیکھا جاوے ۔ مذہبی واقفیت بھی ہو
اور ان ناولوں کے مقابل بہتر سے بہتر انگریزی پڑھنے میں آئے ۔

اس سب کا نقص عدم تعلیم اور خصوصاً مذہبی تعلیم کی کمی ہے ۔ مذہب سے واقف نہیں
انھوں نے مذہب کو ایک قصہ کہانی سمجھا ہے ۔ حالانکہ یہ صورت نہیں ۔ آج قوم پر مصیبت
ہے حیرتناک امر یہ ہے کہ ہمسایہ قوم میں بھی ہمیں کوئی عزت حاصل نہیں ہوتی ۔ ہندو مذہب ایک قصہ
کہانی ہے ۔ مجموعہ اضداد ہے ۔ پھر بھی وہ لوگ اپنی قومی مضبوطی قیام مذہب میں دیکھتے
ہیں بالمقابل ہمارا مذہب تو عین حکمت و دانائی ہے ۔ ہر قسم کی برکات اسمیں ہے لیکن پھر مذہب
کیطرف توجہ نہیں قوم کچھ توجہ کرے سیاسی باتوں کو بعد میں دیکھا جائیگا ۔ سردست مذہبی تعلیم کی
سخت ضرورت ہے ۔ شہر شہر اسلامی مبلغ جانے چاہئیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کو آپسمیں لڑاکر اپنا
مطلب پورا کرتے ہیں ۔ بلکہ وہ جنکی زبان میں تاثیر ہو ۔ جنکے دل میں درد ہو ۔ وہ ہر جگہ جائیں وہ
اسلام کے محاسن بیان کریں وہ قوم کو غفلت سے جگائیں ۔ اور قومی نوجوانوں میں مذہب کا جذبہ اور محبت
پیدا کریں ۔ انہیں بد عادات سے بچائیں ۔ اور سب سے آخر یہ کہ انہیں قومی امداد اور قومی اتفاق اور اسلام
کی خدمت پر کھڑا کریں ۔

یہ مجرب اکسیر ذیل کی شکایات کا حکمی علاج اپنے اندر رکھتی ہے جسکی تصدیق میں ہم ذیل کے چند سرٹیفکیٹ پیش کرتے ہیں۔ سرٹیفکیٹ دہندگان کی حیثیت اسبات کی ذمہ وار ہے۔ کہ یہ دوائی اشتہاری حکیموں کی دوائی نہیں۔ معدہ پر اس کا اثر فوراً ہو جاتا ہے۔ لیکن دیگر اثرات بیس سال کی عمر سے کم پر دس دن میں ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ کی عمر والا پندرہ دن کے اندر اندر اس کے اثر کو دیکھ لیتا ہے +

(۱) وجع المفاصل یعنی جوڑوں اور اعصاب کی درد (۲) عرق النساء (۳) سوء ہضم یا Dyspepsia (۴) کمزوری دل و دماغ (۵) ایام کی بیقاعدگی (۶) سیلان رحم +

اصل بات یہ ہے۔ کہ یہ دوائی سب سے اول معدہ کی اصلاح کر کے خون صالح پیدا کرتی ہے۔ جس سے جسم کا ہر ایک حصہ قوت پاتا ہے۔ اور رنگت کو صاف کرتی ہے اور وزن کو بڑھاتی ہے۔ پندرہ دن کی خوراک کی قیمت معہ محصولڈاک عہ اور ایکماہ کی خوراک عہ معہ محصولڈاک

المشتہر مینجر اکسیر رحمانی عزیز منزل۔ لاہور (پنجاب)

نقول سندات

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

دماغی مشقتوں نے جو میرے اعصاب کا حال کر رکھا تھا اس کو میں بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ اس دماغی محنت نے میرے معدے جگر اور دل پر بھی اثر کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے ان تمام شکایات سے اکسیر رحمانی کے ذریعہ نجات بخشی۔ میں پھر [illegible]

ہوں۔ [illegible]

پھر کام کرنے کے قابل ہو گیا ہوں۔ اعصاب دماغیہ کی طاقت دینے میں تو یہ دوائی فی الواقع اکسیر ہے +

منشی سعادت علی صاحب از رامپور

کوڑے سے لے کر گھٹنے تک سخت درد میں مبتلا تھا۔ اس دوائی کے ذریعہ مجھے [illegible]

عالیجناب فرخی صاحب اُستاد نواب صاحب رامپور

اگر ہشتاد سالہ کی اشتہا اس دوائی کے استعمال سے دوگنی ہو جائے۔ تو اسے کرامت نہ کہا جائے تو اور کیا +

محمد صدیق صاحب مالک کارخانہ صابون محمد صدیق محمد ابراہیم دہلی

مجھے اس دوائی کے چندروزہ استعمال سے ازحد فائدہ ہوا۔ میرے جسم میں چستی چلنے میں طاقت اور اشتہا میں زیادتی پیدا ہوگئی +

عالیجناب ولیعہد ریاست گوندل (کاٹھیاواڑ)

اس دوائی کے استعمال سے میرا وزن دس دن میں ایک پونڈ بڑھ گیا میرے اور متعلقین نے بھی استعمال کیا۔ انہیں بھی ویسا ہی فائدہ ہوا +

عبدالاکبر خان صاحب نائب تحصیلدار چارسدہ

یہ دوائی مجھے خواجہ صاحب کی معرفت ملی ہے۔ استعمال سے میرے جسمانی اور دماغی قوا کو ازحد فائدہ ہوا۔ دو تین دن کے اندر جسم میں چستی پیدا ہوگئی۔ میرے ایک اور دوست نے بھی استعمال کیا۔ اور فائدہ اُٹھایا +

خانصاحب محمد دلاور خان اسسٹنٹ کمشنر چارسدہ

میرے چند دوستوں نے اس دوائی کو استعمال کیا۔ انہیں مختلف شکایات تھیں۔ ان سب کو نہایت عمدہ فائدہ ہوا +

محمد عبداللہ صاحب وکیل ہائیکورٹ سرینگر کشمیر

مجھے اور میرے احباب کو اس دوائی کے استعمال سے اعجازی رنگ میں خارق عادت فائدہ ہوا۔ جسمانی اور نفسانی قوا میں نمایاں طاقت محسوس ہوئی۔ حق الامر یہ ہے۔ کہ یہ اعجازی دوائی ایک زندہ کرامت ہے۔ میرے علاوہ محمد موسےٰ خانصاحب۔ محمد اکبر محمد اسمعیل صاحب اور غلام نبی صاحب کو بھی فوری فائدہ ہوا۔ ایک دوست غلام رسول وجع المفاصل سے تنگ تھا۔ اور اسکے گھٹنوں میں درد تھا۔ اسے بھی فوری فائدہ ہوا۔

ملک قیصر محمد صاحب سکرٹری محکمہ مال ریاست جموں و کشمیر

میں نے دوا ہاضمہ کو استعمال کیا۔ قوت ہضم بڑھانے اور اشتہا صادق کے پیدا کرنے میں اسے بے نظیر پایا چندروزہ استعمال سے اس دوا کا اثر ظاہر ہونے لگتا ہے۔ میرے علم میں کہنہ بدہضمی و امراض معدہ کے دفعیہ کیلئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ خون صالح پیدا کرتی ہے۔ میرا یقین ہے۔ کہ عالم پیری میں جسمانی قوا کی تقویت کیلئے اس دوا سے بہتر نافع غذا نہ ہوگی۔ دماغی کام کرنیوالوں کیلئے یہ دوا ازحد مفید ہے +

۲۷ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء

عالیجناب حکیم سید لعل شاہ صاحب برق (پشاور)

پچھلے دنوں مسٹر فضل احمد خانصاحب قیصر محلہ مسگراں کو جبکہ وہ ڈیرہ میں متعین تھے چھ ماشہ اکسیر رحمانی کا استعمال کرایا۔ ان کا بیان ہے کہ میرا وزن تین سیر بڑھ گیا۔ اور عام صحت بہ نسبت پہلے کے [illegible]

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

اُمّ الالسنہ

معروف بہ

زندہ و کامل زبان

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اسمیں یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی باتیں اس سے نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتاب سمجھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت ۱۲ ر

مُطالعۂ اسلام

بلا جلد ۱۲ ر — مجلد عہ ر

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

اس کتاب میں امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت کی نہایت فلسفیانہ اور محققانہ تفسیر کی گئی ہے۔ نیز پانچ ارکان اسلام کلمہ طیبہ حج۔ روزہ نماز۔ زکوٰۃ پر فلسفیانہ روشنی ڈالی ہے۔

خطبات غربیہ

یہ وہ معرکتہ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرفت کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کے لیئے انگلستان کے مختلف مقامات پر انگریزی زبان میں دیئے۔ بعض احباب کی خواہش پر اردو میں ترجمہ کئے گئے ہیں۔ مکمل سٹ بلا جلد ۱۲ ر مجلد ؎ ر

مقصد مذہب

یہ وہ معرکتہ الآرا لیکچر ہے۔ جو حضرت خواجہ صاحب نے لاہور کی مذہبی کانفرنس میں پڑھا۔ اس کانفرنس میں عیسائی۔ سناتنی۔ آریہ سماجی۔ برہمو سماجی۔ اور بہت سے مذاہب کے نمایندوں نے اپنے اپنے لیکچر پڑھے۔ اس لیکچر کی خوبی پڑھنے سے عیاں ہوتی ہے ✦ قیمت ۳ ر

مذہب محبّت

اسمیں فاضل مصنف نے براہین قاطعہ کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے۔ جو زمین پر صلح۔ امن۔ آشتی محبت پیار۔ محبتی کامیابی کے ساتھ قائم کر سکتا ہے ✦ قیمت ؎ ر

ذرّاتِ عالم کا مذہب

اسمیں مصنف نے دکھایا ہے۔ کہ سائنس اور مذہب کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ روح کی پیدائش اور اسکے فرائض مسئلہ ارتقائے انسانی۔ کفارہ پر ایمان اپنی ہتک ہے قیمت ۸ ر

اسلام اور علوم جدیدہ

اسمیں فاضل مصنف نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ قرآن ہی ایک کتاب ہے۔ جس نے لطیف حقائق اور باریک مسائل سمجھانے کیلئے صحیفہ قدرت اور اس کے مناظر کی طرف انسان کو متوجہ کیا۔ قیمت ۴ ر

ینابیع المسیحیت

یہ کتاب نوعیت میں بالکل نئی ہے۔ اسمیں دکھایا ہے کہ مروجہ اصول و حکایات مسیح کو جناب مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ مسیحی دین کی ہر ایک بات سورج پرستی اور مسیح سے قبل کی بت پرستی سے لی گئی ہے۔ اس کتاب کا ہر صفحہ نئے انکشافات اپنے اندر لئے ہوئے ہے منکشف شدہ حالات حیرت افزا اور سنسنی خیز ہیں جن سے کروڑ ہا عیسائی بیخبر ہیں۔ اور جن کے پڑھنے سے وہ اپنے مسلمات پر قائم نہیں رہ سکتے ✦

قیمت بلا جلد ۱۲ ؎ مجلد ؎

یسوع کی الوہیت

اسکی انسانیت پر ایک نظر

فاضل مصنف نے الوہیت مسیح کفارہ۔ معجزات مسیح علیہ السلام کی حقیقت الغرض وہ مسائل جو عیسائیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان سب کی براہین قاطعہ سے تردید کی ہے ✦

قیمت ۔ ۔ ۔ ۴ ر

المشتہر۔ مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور (پنجاب)

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی مبلغ اسلام و امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

راز حیات یا انجیل عمل

اس کتاب میں فاضل مصنف نے دکھایا ہے کہ مذہب کو روزانہ زندگی میں دخل ہے ایمان کی ترقی بھی اعمال سے ہوتی ہے۔ قوت۔ دولت و حشمت۔ جاہ و جلال مرفع الحالی کا راز قوت عمل میں ہی مضمر ہے۔ جس طرح کہ باغ کی تر و تازگی نشو و نما پانی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح زندگی کا راز قوت عمل میں نہاں ہے۔ یہ کتاب تمام ہندوستان میں مقبول ہوگئی ہے۔ قیمت مجلد ۸؍ مجلد

سلک مروارید بلا جلد ۸؍ مجلد

یہ بیان دس زبردست معرکۃ الآرا لیکچروں کا اردو مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے سنہ ۱۹۱۶ء سے لے کر ۱۹۲۳ء تک مذہبی کانفرنسوں میں مختلف مقامات دنیا میں انگریزی زبان میں دیئے۔ ان میں دیگر مذاہب کے مقابل اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے مختلف عنوانوں کے ماتحت اسلام پر لیکچر دیئے گئے ہیں حضرت خواجہ صاحب کے تمام مذہبی لٹریچر کا نچوڑ ہے۔ بلا جلد مجلد

مکالمات ملیہ

یعنی وہ گفتگوئیں یا بحثیں جو حضرت خواجہ صاحب اور دیگر مذاہب کے رہنمایان کے درمیان مختلف مقامات پر ہوئیں۔ انہیں جمع کی گئی ہیں۔ یہ مکالمات مبلغین اسلام اور دیگر مسلم اصحاب جنکو مخالفین اسلام سے بحث کرنی پڑتی ہے۔ ان کے لئے مفید ہیں قیمت ۱۲؍ مجلد

براہین نیرہ حصہ اول
معروف بہ
زندہ و کامل الہام

اسمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جس میں تہذیب و تمدن کے کل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقیانہ بحث کی ہے۔ قیمت ۱۲؍ مجلد

توحید فی الاسلام

فاضل مصنف نے اس کتاب میں ضروریات زمانہ کے مطابق مسلمانوں کے ہر شعبہ زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔ اسمیں بیان کیا گیا ہے کہ روح توحید ہی تہذیب و تمدن کی جان ہے۔ اسی سے اخلاق فاضلہ کی آبیاری ہوتی ہے یہی علوم جدیدہ کی محرک حکمت و فضیلت کی مولد اور جمہوریت کی جان ہے۔ توحید سے ہی حقوق انسانی کی حفاظت ہوتی ہے۔ قیمت بلا جلد مجلد

ضرورت الہام بلا جلد ۱۲؍ مجلد

فی زمانہ تعلیم یافتہ اصحاب وحی اور الہام کے وجود سے انکاری ہیں۔ اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ اس کتاب میں سائنٹیفک طریق پر اور عقلی دلائل سے بتایا گیا ہے۔ کہ الہام کی انسان کو ضرورت ہے اور الہامی مذہب آیا ہے۔ بلا جلد ۱۲؍ مجلد

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں قیمت مجلد

اس کتاب میں فاضل مصنف نے عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں اور سب نام نہاد فرقوں کے اصول ایک ہیں۔ فقط فروعی اختلافات آپس میں ہیں اور تمام مسلمانوں کو یک جہتی سے کام کرنے کی تلقین کی ہے۔ قیمت ۱۲؍ مجلد

صدائے فطرت بہ اہل ہمت

یہ ایک فارسی نظم ہے جس میں واقعات حاضرہ و قرآنی آیات و احادیث سے اشاعت اسلام کی اہمیت مسلمانوں پر واضح کی گئی ہے۔ قیمت بلا جلد

اسوۂ حسنہ
معروف بہ
زندہ و کامل نبی قیمت مجلد

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے اسکو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی نبی کامل ہو سکتا ہے تو وہ آپ ہی کی ذات ہے۔ قیمت ۸؍ مجلد

المشتہر: مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور (پنجاب)

اسلامیہ سٹیم پریس بیرون دروازہ لاہور میں باہتمام منشی محمد لشکر خان چھپا کر خواجہ عبدالغنی مینیجر ادارہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور سے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

عزیز منزل۔ لاہور

قیمت سالانہ للعہ ممالک غیر کیلئے صہ

شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا
أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ
بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ
لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي
فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ
فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ
أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ
هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ
أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ
وَعَفَا عَنْكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ
اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ
الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ
ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ
وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ

Prospective View of the Berlin Mosque.

فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام لاہور

جلد (۱۱) بابت ماہ اپریل ۱۹۲۵ء مطابق رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۳ھ نمبر (۴)

تشریح تصویر اس ماہ کے رسالہ کو برلن مسجد (جرمنی) کے فوٹو سے زینت دیجاتی ہے۔ جس کا مفصل ذکر اسی رسالہ میں "برلن مسجد" کے عنوان کے نیچے صفحہ ۱۵۹ پر دیا گیا ہے +

لندن میں مسجد

کیپٹن آر گارڈن کیننگ' لندن کے ویسٹ منسٹر گزٹ میں لکھتے ہیں کہ گورنمنٹ اگر پچاس ہزار پونڈ اور زمین مسجد کیلئے دیدے تو گورنمنٹ کوئی بڑا کام نہیں کریگی۔ فرانس کی حقیقت برطانیہ کلاں کے آگے کیا ہے بلحاظ آبادی رعایا اسلامی برطانیہ ایک بھاری اسلامی سلطنت ہے۔ جب فرانس اپنی مسلم رعایا کی خاطر پیرس میں مسجد بنا سکتا ہے۔ تو کیوں انگلستان وہی کام نہ کرے۔ کپتان موصوف کے خیال میں گورنمنٹ کا یہ فعل نہایت ہی مستحسن نگاہ سے مسلمانوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ کوئی ایسا راز نہیں جو انگلستان کے ارباب حل و عقد کے سامنے نہ ہو

کئی دفعہ ایسی تحریکیں ہوئیں۔ اور پھر اُن کا کچھ حشر نہ ہُوا۔ البتّہ اس وقت کثرت سے لوگوں کی توجہ اس طرف ہے۔ اس تجویز کی تہ میں سیاسیات ہیں۔ خواہ مسلمانوں کی تالیف قلوب کیلئے یہ ہو۔ خواہ یہ خیال کیا جائے۔ کہ برطانیہ کلاں کے ماتحت ایک بڑا بھاری حصہ مالیہ اور خراج کا مسلمانوں کی جیب سے نکلتا ہے۔ وہ دن اب ختم ہونے کو ہے۔ جب مالیہ اور خراج حکمران کی آسائش کیلئے وضع ہو جاتا تھا۔ اسلامی نقطۂ خیال سے وہی گورنمنٹ اپنے فرائض منصبی کو ادا کرتی ہے۔ جس کی توجّہ رعایا کی بہبودی اور رعایا کی صحیح خواہشوں کے پورا کرنے کیطرف آٹھوں پہر لگی رہے۔ گورنمنٹ دراصل رعایا کی ایجنٹ ہے۔ جو کام رعایا فرداً فرداً نہیں کر سکتی۔ وہ گورنمنٹ کرتی ہے۔ اور رعایا گورنمنٹ کو اس خدمت کا عوضہ دیتی ہے۔ اسی کے معنے ٹیکس ہیں۔ برطانیہ کلاں اگر اس بات کا فخر کرتی ہے کہ وہ ایک اسلامی سلطنت ہے۔ تو اس کے یہی معنے ہیں۔ کہ اس سلطنت کے ماتحت مسلمان ٹیکس دہندہ زیادہ ہیں۔ مسلمانوں کی جیب سے بشکل ٹیکس نکلا ہُوا روپیہ لازماً اُن کی صحیح خواہشات کے انفاذ میں خرچ ہونا چاہیئے۔ لندن میں اگر مسجد پر پچاس ہزار یا ایک لاکھ پونڈ خرچ ہو جائے تو کونسی بڑی بات ہے۔ مسلمان استحقاقاً لندن میں ایسی مسجد کو گورنمنٹ کے خرچ پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ آج نہیں تو دس دن کو گورنمنٹ کی آنکھ کھلیگی +

باقی رہا سیاسی پہلو۔ لندن میں گورنمنٹ کیطرف سے مسجد کا بننا اگر کسی صحیح سیاسی اصول کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ تو وہی ہے جو میں اُوپر بیان کر چکا ہوں اور اگر مسجد پر روپیہ خرچ کرنے کی غرض یہ ہو۔ کہ کوئی ایسے اغراض کا انفاذ مسجد کے ذریعہ کیا جائے کہ جو وقتی گورنمنٹ اپنے مفید مطلب سمجھے تو یہ ایک امر محال ہے نہ تو کوئی مسلمان اس قسم کی ضمیر فروشی کیلئے تیار ہو گا۔ اور بالفرض اگر کوئی ضمیر فروش نکل بھی آئے تو اسکی بات پر کان دھرنے والے بہت تھوڑے ہونگے +

لندن میں مسجد کی از حد ضرورت ہے۔ مسجد بنفسہٖ اسلام کا اشتہار ہے۔ جس رفتار سے

کام کرتی ہے۔ ان سب کے ارد گرد ایک ہی کرہ ہوائی ہے۔ وہ سب کے سب ایک ہی زمین سے نکلتے ہیں۔ لیکن ان سب کی پرورش الگ ہیں۔ انکی خوراکو نکی مقدار الگ الگ ہیں۔ کائنات کی ہر ایک چیز میں ایک قسم کی قوت مدبرہ کام کرتی ہے۔ جو اس چیز کو مضر چیزوں سے بچاتی ہے۔ اور مفید چیزوں کو لے لیتی ہے۔ ہمارے جسم کی بلوغت بھی اسی طریق پر چلتی ہے۔ جو مضر چیز معدہ میں گئی وہ قے۔ جلاب۔ جراحت۔ پسینہ وغیرہ کے راہوں سے باہر آجاتی ہے۔ جسم اس چیز کو قبول کرتا ہے۔ جو اسکے مفید ہو۔ انسان کے اندر ایک نئی چیز پیدا ہوتی ہے۔ جو ایکطرف اسکی ترقیات کا موجب ہوا اور دوسری طرف وہی اس کی تباہی کا موجب ہے۔ وہ اس کا ادراک اس کی قوت تمیز اور قوت محاکمہ ہے۔ حیوانیات میں تو قوت مدبرہ فطرتاً ہر چیز میں موجود ہوتی ہے۔ لیکن قوت تمیز و ادراک میں یہ قوت مدبرہ ہمیں خود پیدا کرنی ہے۔ یعنے وہ قوت جس کے ذریعہ ہم مضر چیزوں سے بچ جائیں۔ ہاں ہمیں ہدایت کی ضرورت ہے۔ اور ہدایت خالق کائنات سے ہی آنی چاہئیں۔ کیونکہ وہی خیر و شر کی راہوں سے واقف ہے بالفاظ دیگر ہمیں خدا کی طرف سے ایک کتاب کی ضرورت ہے۔ جس کا مقصد اعلےٰ ہمیں بری چیزوں سے بچانا ہو۔ جس پر عمل کر کے ہم بری چیزوں سے بچنے والے بنجائیں۔ قرآن نے اپنی غرض یہی بتلائی ہے۔ ذالک الکتٰب لاریب فیہ ھدی للمتقین۔ یہ کتاب جسمیں کوئی شک وشبہ نہیں بچنے والوں کیلئے ہدایت لائی ہے۔ اسی کا نام تقوی ہے۔ قرآن کریم نے اس تقوے کو پیدا کرنے کا ایک راستہ روزہ رکھا ہے۔ جب ہم حلال اور طیب چیز سے ایک ہستی بالاتر کی خاطر بچتے ہیں۔ تو پھر جو اس نے حرام کر دیا ہے۔ اس سے ہمیں اولےٰ تر بچنا ہوگا۔ اگر ہمنے روزہ رکھ کر حلال چیز کو خدا کی خاطر اپنے پر حرام کر دیا۔ تو پھر حرام کو اگر حلال کریں تو ہمنے روزہ نہیں رکھا۔ ہم یہ فاقہ کرکے اس راز کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل سے اور روشن کر دیا آپ بڑے لطائف ر

تھے۔ یعنے خیرات صدقات دینے میں اپنے معاصرین سے بہت بڑھے ہوئے تھے۔ لیکن ایام رمضان شریف میں آپ اور بھی جود وسخا میں بڑھ جاتے تھے۔ اس سے یہ نظر آتا ہے۔ کہ جہاں رمضان شریف کا ایک پہلو یہ ہے۔ کہ ہم اپنی ضروریات حقہ سے بھی الگ ہو جائیں۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے۔ کہ ہم وہ چیزیں جو ہمنے کھانے پینے سے بچائی ہیں وہ خیرات اور حسنات میں خرچ کریں۔ حق الامر یہ ہے۔ کہ حقیقی تقوے کی راہ پر وہی قدم زن ہوتا ہے۔ جو اپنے مکسوبات اور اپنے مال کو خدا کے راہ میں اور خدا کی مخلوق کیلئے متعین صرف کرتا ہے۔ کُل کے کُل شعار اسلامی میں یہی بات مضمر ہے۔ وہی کامل فلاح کا مُنہ دیکھتا ہے۔ جو ان دنیا کی چیزوں سے الگ رہنا چاہتا ہو۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ ہم جنگلوں اور بیابانوں میں چلے جائیں۔ ایسے شخص کیلئے دنیوی چیزوں سے الگ ہونا کونسی مشکل بات ہے۔ وہاں اُسے کونسی چیزیں ملینگی جنہیں چھوڑ کر وہ تقوے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر اور مشکل تر چھوڑنا تو اُن چیزوں کا ہوتا ہے جو ہماری اپنی ہیں۔ ہماری محنت کا صحیح ثمرہ ہو۔ روزہ رکھ کر تو ہمنے اپنی صحیح اور جائز چیز کو چھوڑا اور اس چیز کو چھوڑ کر ہم نے یہ سبق حاصل کرنا ہے۔ کہ اپنی اور چیزوں کو بھی چھوڑ دیں۔ پہلے جائز راہوں سے وہ چیزیں حاصل کریں۔ کمائی کا کوئی جائز راستہ ایسا نہ ہے جس پر ہم قدم زن نہ ہوں۔ پھر جب ہماری کوششیں ہمیں بہت سی چیزوں کا مالک کردیں تو پھر مردانہ وار اپنی ذات کو اس سے الگ کر کے خدا کی راہ میں وہ خرچ کردیں۔ اس طریق پر چلنے سے حقیقی تقوے حاصل ہوتا ہے۔ اور اس تقوے کو حاصل کرنے کے بہترین ایام رمضان شریف ہیں۔ روزے رکھو۔ قائم الصلوۃ رہو۔ قائم اللیل بنو۔ لیکن اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں وقف کرنا سیکھو۔ اس سے آدمی مفلس نہیں ہوتا۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کے دل سے اور اس کی ایسی کیفیت سے واقف ہوتا ہے۔ تو اس کے لئے

آسانیوں کی راہ کھول دیتا ہے۔ ومن یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب (جو اللہ کیلئے تقوے کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کے لئے راستے کھول دیتا ہے۔ اور ایسی راہوں سے رزق پہنچاتا ہے۔ کہ جس کا اس کو گمان بھی نہ ہو) وہ تقویٰ یہی ہے کہ تم خدا کے لئے ہو جاؤ خدا تمہارے لئے ہو جائیگا۔ یوں تو مسلمانوں کے ہاں اس گئے گذرے زمانہ میں بھی ان ایام شریف میں بہت کچھ خیرات ہوتی ہے۔ افطاریوں پر صدہا روپے خرچ ہو جاتے ہیں کھانے کھلائے جاتے ہیں۔ یہ سب صحیح لیکن مسلمانوں کے اچھے کام اس لئے تباہ نہیں ہو رہے کہ مسلمانوں میں جذبۂ خیرات و صدقات نہیں۔ تباہ ہم اسلئے ہو گئے کہ ہماری خیرات و صدقات کا مصرف غلط ہے۔ ہم خرچتے تو ہیں۔ لیکن بے ٹھکانے۔ برادران اسلام اس وقت قوم ہی من کل الوجوہ بڑی محتاج ہے۔ اسلام خود محتاج ہے اسلام خود غریب و مسکین ہے۔ تم اس کی افطاری کا بندوبست کرو۔ تم اس کی قوت لا یموت کا فکر کرو۔ اشاعت اسلام پر اپنے مالوں کو خرچ کرو۔ میں بلا تامل تمہیں عرض کرتا ہوں۔ کہ آپ صاحبان جس قدر خیرات ان ایام میں کرتے ہیں۔ اگر اس کا ایک حصہ اشاعت اسلام میں خرچ کریں تو اس کا ثواب دوسری راہوں سے بہت بڑھ کر ہے۔ گذشتہ نمبر میں میں نے مذکورہ کے متعلق جس تبلیغ فنڈ کے جمع کرنے کی تحریک کی تھی۔ اور بعض احباب نے میری صدا پر لبیک کہا۔ اسی طرح اس
ماہ صیام کی عزت میں آپ اُس
تبلیغی فنڈ کو نہ بھولیں [1]

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

[1] تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل لاہور (پنجاب)

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر

ہستیٔ باریتعالےٰ

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ)

فی زماننا حدوثِ مادہ سے انکار تو درکنار وجودِ ربّ العالمین سے اِنکار کرنا عند العقلا کوئی آسان کام نہیں۔ آج سے پچاس سال پہلے ربّ العالمین کی ہستی کو منوانا جسقدر مشکل تھا۔ آج اسی قدر اس سے اِنکار کرنا مشکل ہے۔ جدید علمی انکشافات کی روشنی میں مادہیں یہ کہنے پر تو مجبور ہیں۔ کہ اگر ہم اس کائنات کو ایک مُدرکۂ اعظم کے ساتھ وابستہ نہیں کرسکتے تو ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اسکے پیچھے کوئی ادراک و عقل کام نہیں کر رہے۔ بالفاظ دیگر مادہیں چھوڑ خود دہریوں تک کی حیثیت آج متشککین کی سی ہوگئی ہے۔ ہستیٔ باریتعالیٰ کے مضمون پر انگلستان کے ایک مشہور و معروف دہریہ مسٹر ...... کو لندن کے اخبار فری تھنکر[1] کے کالموں میں میری تحریرات کے مقابل یہی کہنا پڑا۔ کہ نہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ کائنات کی کُل کسی ادراک تلے ہے۔ اور نہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ کوئی مُدرکہ یا دماغ اس کُل کے کُل کارخانہ کے پیچھے ہے۔ نہیں وہ دن گئے جب نیچر کو ایک بے ڈھب خلیع الرسن قوّت مانا جاتا تھا۔ جس کی حرکات و سکنات میں نہ کوئی تنظیم نہ کوئی ترتیب سمجھی جاتی تھی۔ ایسے وقت میں یہ کہہ دینا کہ نیچر کی یہ بے ترتیب چال اور اس کے ظہور مختلفہ میں بیقاعدگیاں کسی دل و دماغ کا نتیجہ نہیں ہوسکتیں۔ ان وجوہ پر ہستیٔ باریتعالیٰ کا انکار ایک حد تک صحیح بھی تھا۔ لیکن آج تو دنیا ہی بدل گئی۔ جس مادہ کو ہمارے آریہ بھائی یا

---

[1] انگلستان میں مشہور و معروف دہریوں کا پرچہ ہے۔ جس کے کالموں میں حضرت خواجہ صاحب اور مسٹر ...... کے وجود باریتعالےٰ پر ایک دوسرے کے بالمقابل مضامین چھپتے رہے۔ دیکھو اسلامک ریویو سنہ ۲۲-۱۹۱۶ء

ان کا سنسکرت لٹریچر کا زمانہ خدا کا شریک بنائے ہوئے تھا۔ وہ آج خود کسی اور چیز کا مخلوق یا زائیدہ قرار دیا جا رہا ہے۔ آج کائنات کی ابتدا کسی ایسی چیز سے سمجھی نہیں جاتی کہ جس کا نام **مادہ** رکھا جاوے۔ قدیمی دنیا جسمیں ہندوستان بھی شامل ہے۔ کائنات کا آغاز عناصر مختلفہ سے سمجھتی تھی۔ انہیں **پرکرتی** کہو یا پرکرتیوں کی ترکیب۔ پچاس سال ہوئے جب عناصر کی جگہ کائنات کا ایک نیا باوا آدم نظر آنے لگا۔ اس کا نام **اتم** (Atom) رکھا گیا۔ لیکن آج **اتم** کو بھی برقی ذرات سے بھی کسی پہلے چیز سے نکلا ہوا قرار دیا۔ یہ **اتم** مثبت یا منفی ذرات برقی کی ترکیب مخصوصہ نے پیدا کئے۔ لیکن ان برقی ذرات کو خود ایک اور چیز کے نرومادہ کے اجزا کی تزویج نے وجود دیا جسے **نیوبلا** کہا جاتا ہے۔ یہ **نیوبلا** آگے چلکر اثیری (ایتھر) ذرات کی تزویج سے پیدا ہوئے۔ پھر یہ ایتری (Ether) ذرات بھی ہماری ابتدا نہیں اس سے ورے آگے کئی ایک قسم کی سیاہ رنگ کے انواری حجاب ہیں۔ اور آج یہ تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ ان سب کے ابتدا میں (Energy) یعنی قوت ہے۔ قوت علے وجہ التجرد ہی ان سیاہ انوار مختلفہ کے ذرات میں متشکل ہو جاتی ہے اور پھر مختلف ہیولے اور تشکلات میں شکلیں بدلتی ہوئی برقی روشنی بن جاتی ہے۔ اب اگر ان علمی اکتشافات سے انکار نہیں ہو سکتا۔ تو وہ تنازعہ کہ مادہ ضرور کسی جسم لئی ہوئی چیز سے پیدا ہونا چاہئے۔ ختم ہو گیا۔ مادہ کا خروج اگر (Energy) قوت سے ہوا ہے۔ تو اسی کو عربی زبان میں **قدرت** کہتے ہیں۔ اسلامی عقیدہ بھی تو یہی ہے۔ کہ کل کائنات رب العالمین کی قدرت سے پیدا ہوئی ہے۔ سوال صرف اسی قدر رہجاتا ہے۔ کہ آیا یہ قدرت کسی مدرکہ یا دماغ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اسکے ارادہ کو ظہور میں لا رہی ہے یا قدرت ہی بذات خود ایک چیز ہے۔ جس کی کائنات میں جلوہ آرائیاں ہو رہی ہیں یا بالفاظ دیگر آیا یہ تدبر ہے یا قدرت ہے۔ جسے رب العٰلمین یعنی کائنات کا پیدا کرنیوالا

کہا جاتا ہے جس بات نے آج محقق مادیین کو اس پر مجبور کیا ہے کہ وہ مادہ کی کسی شکل کو بھی آغاز کائنات نہ ٹھیرائیں۔ وہ یہ ہے کہ جہانتک انسان کی تحقیق پہنچتی ہے۔ اس نے فضاء عالم میں تنظیم۔ ترتیب۔ تقدیر کو دیکھا۔ یعنی کسی قانون کے ماتحت کائنات کا ہر ایک مرحلہ کسی مقرر اندازہ کے ماتحت کام کر رہا ہے۔ جیسے عام اصطلاح میں **قانون** کہتے ہیں۔ یعنی ہر ایک چیز ایک مقررہ قاعدے کے ماتحت پیدا ہوتی ہے۔ اور مقررہ قانون پر چلکر اپنی بلوغت یا مقام تکمیل تک جا پہنچتی ہے۔ حیوانات۔ نباتات۔ معدنیات اور ان سے آگے چلکر تنظیمی اور غیر تنظیمی عالم پھر عالم انجم اسکے آگے برقی عالم اس سے آگے **نیوبلا** اور پھر اثیری دنیا۔ کوئی بھی چیز نہیں جو قانون کی زنجیروں میں جکڑی بند نہ ہو۔ کسی نے نہ تو **نیوبلا** یا **نوری ذرات** یا **اثیری ذرات** کو دیکھا ہے۔ نہ محسوس ومشہود طریق پر مشاہدہ کر کے سیاہ انوار کی دس بارہ قسمیں یا لہریں تجویز کی ہیں۔ جن میں کی ایک قسم (X-Ray) ایکس ریز ہے۔ ان سب کے وجود کا پتہ قانون کے وجود کو تسلیم کرکے لگا ہے۔ آج جو ایتھر کو بھی تول ماپ میں لے آئے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے۔ کہ اس کا کرہ کرہ زمین سے پندرہ کھرب گنا بڑا ہے۔ اسیطرح ایتھر کی رقت کے متعلق یہ اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ دو صد پچاس پونڈ وزن میں ایتھر کا پھیلاؤ ہمارے کرہ ہوائی کے برابر ہو جاتا ہے۔ یہ علم کچھ تو قوانین امواج برقی کے ذریعہ اور کچھ علم مرایا کے اصولوں کے ماتحت حاصل ہوا۔ بہرحال اثیری عالم کے متعلق بھی یہی ثابت ہوا کہ کائنات کی وہ ابتدائی سے ابتدائی معلوم شکل بھی قانون کی ہی محکوم ہے +

مسلم صوفی بھی کس بلا کے باریک بین محقق تھے۔ انکے پاس اس زمانہ کے اکتشافی آلات تو نہ تھے۔ ہاں نور قلب اور کشفی بصارت نے ان دقائق پر پہنچایا جو آج سائنس کو تحقیق و تدقیق کے بعد بھی نصیب نہیں ہوتا۔ شیخ اکبر

حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔ کہ رب العالمین کا پہلا نور یا وہ چیز جسمیں اظلال خداوندی متشکل ہوئے۔ وہ اپنے رنگ میں انتہائی درجہ کا سیاہ ہے۔ پھر اس نور سیاہ سے بتدریج نور روشن پیدا ہوا۔ آج سائنس نے بھی تو اسکی تصدیق کی۔ ایتھر جس سے برقی روشنی پیدا ہوئی۔ اس قدر سیاہ و تاریک مانی گئی ہے۔ کہ اسمیں کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ ہاں آٹھوں پہر اسمیں نئی چیزیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ شیخ اکبر کی توجہ اس فلسفۂ حقہ کیطرف کنت کنزاً مخفیا والی حدیث نے منعطف کی۔ برودے الفاظ حدیث خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں ظاہر ہو جاؤں"۔ اس حدیث نے انہیں اس طرف متوجہ کیا۔ کہ ظہور عالم سے پہلے خدا کی جو صفت جلوہ آرائی کر رہی ہے۔ وہ لازماً الباطن ہوگی۔ یعنی جسکی گل کی کل چیزیں مخفی ہوں۔ لہٰذا اگر اس صفت کے کوئی اظلال متشکل ہونگے۔ تو وہ غیر مرئی سیاہ رنگ اختیار کرینگے۔ اسے تخیلات نہ سمجھا جائے۔ میں آگے چلکر دکھلاؤں گا۔ کہ خدا کی جن صفات کا ذکر قرآن نے کیا وہ آج بھی آیندہ کے علمی انکشافات کے لئے ایک صحیح ہادی کا کام دے سکتی ہیں +

الغرض جہاں تک بھی قی زمانہ تحقیق ہوئی۔ جو چیز بھی ابتدا میں نظر آئی۔ وہ قانون کی محکوم ہی نظر آئی۔ ان حقائق کو دیکھ کر آج کل کے فضلاء مادیین نے یہ قرار دیا۔ کہ جو بھی چیز کائنات کے آغاز کے آغاز میں ہے۔ اس کا نام مادہ یا مادہ کا کوئی مترادف رکھنا صحیح نہیں وہ ایک ایسی چیز ہے۔ جسکے اندر باہر قانون ہی قانون ہے۔ جس کی فطرت میں قانون مرکوز ہے۔ جو طبعاً قانون پر چلتی ہے۔ جسکی ہر ادا میں قانون ہی قانون نظر آتا ہے۔ اگر اس کا کوئی نام تجویز ہو سکتا ہے۔ تو اسے ہیولی قانون کہنا چاہئے۔ چنانچہ ان وجوہ پر جرمن حکیم ہیکل نے اسکا نام (Law Substance

یعنی مجسمہ قانون رکھا ہے ۔ جن نتائج پر معزلی مادہین تک پہنچ گئے ہیں ۔ اسکے آگے ایک ہی قدم باقی ہے ۔ اگر ابتدائی چیز کا نام لا سینٹس (بیجان قانون) کی جگہ لا سپرٹ یعنی روح قانون رکھ دیں ۔ تو اس کا نام اسلام نے اللہ رکھا ہے +

سوال یہ ہے کہ جب ہر جگہ قانون ہی قانون ہے ۔ تو کیوں نہیں کہا جاتا کہ ہر ایک چیز پر قانون حکمران ہے ۔ اس اقرار یا اظہار سے یہ مصیبت پڑتی ہے ۔ کہ قانون کو ہر ایک چیز کا روح رواں ماننے سے اشیاء اور قانون ایک چیز ہو جاتی ہیں ۔ لیکن اگر اشیاء کائنات کو محکوم قانون تسلیم کیا جائے ۔ تو اشیاء اور قانون دو جدا چیزیں ٹھیرتی ہیں ۔ اور قانون علاوہ وجہ التجرد ہی کسی مقنن کے وجود کو چاہتا ہے ۔ اب تو سائنس کے علماء اور ہم میں محض لفظی تنازعہ رہگیا ہے ۔ یہ تو تسلیم کرلیا کہ کائنات کی ابتدا ایک ایسی چیز سے ہوئی ہے ۔ جسکے اندر باہر قانون ہی قانون ہے ۔ تو پھر یہ کیوں نہ کہا جاوے کہ ابتدا میں خود قانون ہے ہاں قانون اگر ازلی ہے ۔ تو پھر لازماً اس سے ایک ارادہ ازلی کا پتہ لگتا ہے ۔ قرآن نے سچ فرمایا ۔ انما امرہٗ اذا اراد شیئًا ان یقول لہٗ کن فیکون ۔ بالمقابل اگر مادہین سے قانون ازلی کے وجود میں آنے کی وجہ دریافت کی جائے تو کہا جاتا ہے کہ ابتدائی سے ابتدائی شے نے منازل ارتقا کو شروع کرنے کے وقت جو چال اختیار کی اور پھر جن طریقوں سے اس نے آیندہ کے منازل بلوغت کو طے کیا ان طریقوں اور راہوں نے یہ قوانین مختلفہ بنا دیئے ۔ گویا اُن چالوں اور طریقوں کا نام قانون ہوگیا ۔ اور اگر تو ابتدائی چیزیں ایک ہی دفعہ کُل کی کل پیدا ہو کر اور اشکال مختلفہ اور ہیولے بدلتے بدلتے کائنات کو موجودہ شکل میں پیدا کردیتے ۔ اور نئے اجزا یا چیزوں کی تخلیق بعد میں نہ ہوتی ۔

تو ایک بات بھی تھی۔اور یہ بات وقعت کے قابل سمجھی جاتی۔لیکن ایتھری عالم کے متعلق تو یہ ثابت ہوا ہے۔کہ وہاں آٹھوں پہر سلسلہ تخلیق جاری ہے۔اور عنقریب اس ایتھری عالم کی تہ میں سے نہ معلوم کیا کیا ظاہر ہوگا۔نوری چنگاریاں ہر دقیقہ اور ہر لمحہ بڑی تیزی کے ساتھ ابتدائی سیاہ نور میں سے نکلتی رہتی ہیں۔انہیں پیش افتادہ اور مقررہ منازل میں سے گذر کر کائنات کا حصہ ہوتی جاتی ہیں۔اب سوال یہ ہے۔کہ ابتدا یا روز الست کو تو نور سیاہ سے نکلی ہوئی چنگاریوں نے اپنی بلوغت کے لئے اتفاقاً کوئی راستہ اختیار کرلیا جس کا نام قانون ہوگیا لیکن کیا اس کائنات میں بھی کوئی متعدی مرض موجود ہے۔کہ جو ایتھری اجزاء نیبو بلا یا نوری چنگاریوں کی شکل اختیار کرتے ہی وہ بھی اسی قدیمی راستہ پر چل پڑتے ہیں۔وہ اپنے لئے کیوں کوئی اور رستہ اختیار نہیں کرلیتے۔وہ کیوں پہلے کی پیدا شدہ چیزوں کی راہوں پر طوعاً وکرہاً چل رہے ہیں۔سائنس نے تو یہاں تک تسلیم کرلیا ہے۔کہ یہ اجزاء لا یتجزے اس طرح زنجیر قانون میں جکڑے ہوئے ہیں۔کہ جن راہوں پر انہوں نے چلنا ہے ان سے ایک انچ کا ہزارواں کیا لاکھواں حصہ بھی ادھر ادھر نہیں ہوتے۔اہل سائنس نے ذرات کی اس فطرت انقیاد کے متعلق لکھا ہے۔کہ عالم حیوانات میں اسکی مثال صرف شہد کی مکھی میں پائی جاتی ہے۔جو اپنے چھتے سے خواہ میلوں دور بھی چلی جائے۔جب واپس آتی ہے تو انہی قدموں پر ہی واپس آتی ہے۔اسی طرح یہ اجزاء بسیطہ مقررہ راہوں پر ایک کامل انقیاد کے ساتھ چلتے ہیں۔سبحان اللہ! قرآن نے بھی ایک موقعہ پر یہی مثال دی ہے[۱]۔

اب تو صرف اپنی بات کی ترنگ ہے۔جس پر آجکل کے فاضل دہریہ اڑے

---

[۱] واوحی ربك الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتاً ومن الشجر ومما یعرشون ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربك ذللاً

نیچے ہیں۔ والا قانون کی حکومت میں تو ایک رنگ جباریت نظر آئے
اور اس کی سلطنت کی قہاریت کے آگے کل کبائنات کی گردن جھکی ہوئی ہو۔
اور کائنات کا ہر ایک ہیولا اسی قانون کے جوئے تلے ہو۔ اور پھر کسی ایسے
مدرکہ اعظم کو ان چیزوں کا حکمران نہ مانا جائے۔ جس کا نام جبار و
قہار ہو۔ قرآن نے اس حقیقت کو دو لفظوں میں کھولدیا۔ وللہ تسجد ما
فے السموات ومافی الارض + (یہ مضمون کتابی شکل میں علیحدہ چھپیگا)

صاحب عزّ وشرف حضرت سیدنا ابو محمد طاہر سیف الدین صاحب

صاحب عزوشرف حضرت سیدنا ابو محمد طاہر سیف الدین اوّلین سردار دکن
جنکی فیاضی اور اسلامی جوش کی وجہ سے مسٹر عبد الخالق خاں ووکنگ مسلم مشن کے کام پر
متعین ہوئے ہیں۔ آپ بوہرہ قوم کے امام ہیں جو اسلام کی ایک نہایت ممتاز اور
ذی اثر جماعت ہے جو مومن قوم اور بعض دوسری اقوام پر مشتمل اور ہندوستان
کی تجارت کو اپنے ہاتھ میں لیئے ہوئے ہے +

اگرچہ یہ جماعت دُور دُور ممالک میں تمام سطح ارض پر پھیلی ہوئی ہے لیکن ابتک ایک ہی مذہبی پیشوا کے
ماتحت وہ ایک ہی مضبوط اور متحد جماعت کا رنگ رکھتی ہے۔ اس اعلےٰ درجہ کے نظام کے ماتحت
جو مصر کے دور فاطمی کی یادگار ہے وہ نہایت عمدہ منظم حالت میں ہے۔ اور یہ وہ جماعت ہے
جسکے کسی ممبر نے کبھی بھی خیرات پر گذر اوقات نہیں کی نہ ہی کبھی بیکاری کی شکل دیکھی +

ان کی ایک خدائی احکام میں ہے جو اسلام کو بنی نوع انسان کیلئے ہر روز ایک رحمت کا نہ ثابت
کرتے ہیں۔ انھیں زکوٰۃ کا طریق جسیں ہر شخص کو اپنی کمائی میں سے ۲½ فیصدی محتاجوں اور غربا کے لئے
ہر سال دینا پڑتا ہے ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا طریق ہے۔ لیکن بوہرہ کی مخیر قوم اس متوسط شرح پر قانع نہیں
اور کل جمع شدہ رقم کے ساتھ اس کا دسواں حصہ اور دیتے ہیں۔ اور اس تمام روپیہ کے صحیح مصارف
اور مستحقین پر خرچ کرنے کے لئے ویسا ہی انتظام اور احتیاط مدنظر رکھی جاتی ہے جو قرون اولیٰ میں مسلمان
بادشاہوں کا کام تھا +

اختلافات حالات کی وجہ سے جو بیرونی حکومت کا نتیجہ ہے۔ زکوٰۃ کا اصول بہت حد تک غلط شکل اختیار کر چکا ہے۔ لیکن بوہرہ قوم لاپرواہی اور غفلت کا شکار نہیں ہوئی ہے اور روزافزوں مرفع الحالی ان پر طاری ہے۔ صاحب عز و شرف حضرت سیدنا اپنے تقدس کی وجہ سے تمام اسلامی دنیا میں ممتاز ہونے کے علاوہ اپنی وسیع معلومات اور تہذیب و شائستگی میں معروف ہیں۔ ہر دماغی کام اور علوم دینیہ میں بلند تر مرتبہ رکھنے کے علاوہ آپ قومی معاملات کے انتظامات میں ایک گہری نظر رکھتے اور واقعات و حقائق پر پورا قبضہ رکھتے ہیں۔ یہ اتحاد اسلامی کی ایک شاندار مثال ہے (جو مسیحیت کے سینکڑوں فرقوں کے باہمی جنگ و پیکار سے قطعاً مختلف ہے) کہ ووکنگ مسلم مشن کے سرگرم مؤیدین میں ہر اسلامی جماعت سنی شیعہ اہلحدیث احمدی بوہرہ اور خوجوں کے افراد شامل ہیں۔ ایک مسیحی مشن کس بات پر فخر کر سکتا ہے۔ جبکہ ایک فرقہ کا مسیحی دوسرے فرقوں کے مسیحیوں کی نظر میں مسیحیت کے دائرہ سے قطعاً خارج ہے۔ مسیحیت نے خود اپنے فرزندوں کے خون سے ہاتھ رنگے ہیں۔ کیونکہ مذہب کے بنیادی اصولوں پر بھی ان میں ایک ایک فرد باہم زمین و آسمان کا اختلاف رکھتا ہے +

اِسلام اور شمشیر

(از قلم ڈاکٹر خالد بانگ)

عیسویت کے علمبردار اور مدبرین سیاست ہمیشہ یہ اعتراض کرنے کے عادی ہیں کہ مذہب اسلام من کل الوجوہ یا اس کا اغلب حصہ بنوک شمشیر اشاعت پذیر ہوا ہے۔ بہت سے غیر محقق ناواقف اور غیر محتاط لوگ اسی بوسیدہ اعتراض کو رٹتے رہتے ہیں۔ اور اپنے دعوے کی تائید میں عرب سیریا۔ عراق۔ مصر۔ شمالی افریقہ۔ فارس۔ سپین وغیرہ وغیرہ علاقہ جات کی ابتدائی فتوحات کو پیش کرتے ہیں۔ لیکن عیسائیوں میں سے جو لوگ زیادہ وسیع خیال اور محقق ہیں۔ وہ اس امر کے تسلیم کرنے میں کبھی تامل نہیں کر سکتے کہ عیسائیت بھی اسی حد تک انہی ذرائع سے اشاعت پذیر ہوئی ہے۔ چارلے مین نے ۵۰۰۰ سیکسنز کو محض عیسائی مذہب نہ قبول کرنے کی وجہ سے تہ تیغ کر دیا تھا۔ سپین کے اندر

مسلمانوں اور یہودیوں کی بیخکنی کر دیگئی - علی ہٰذا القیاس سپین کے محکمۂ تفتیش تجسس کے کارنامے جو ان دنوں سپین اور امریکہ میں معرض ظہور میں آئے وہ بھی اظہر من الشمس ہیں۔ فی زمانہ نا اسلام کے نام لیوا ازروئے زمین کے بیشمار حصوں کے اندر ہر ایک قسم کے مظالم کا شکار ہورہے ہیں۔ یونانی افواج جو حال ہی میں مغلوب ہوئی - اُن کی تعدیوں اور چیرہ دستیوں سے قطع نظر کرکے ریاست ہائے بلقان اور کریٹ کے اندر اسلام کو جس بے دردانہ اور وحشیانہ طریق سے نیچا دکھایا گیا اس کی داستان کچھ کم المناک نہیں ہے +

ہمارے مضمون کا موضوع یہ نہیں ہے۔ کہ ہم اسلام کو بزور شمشیر پھیلانے کی کے اعتراض کے بالمقابل اسی قسم کا اعتراض عیسائیت کے خلاف ثابت کرکے دکھائیں بلکہ ہم بالاختصار اس امر کی تنقید کرنا چاہتے ہیں - کہ یہ تہام کہ اسلام بنوک شمشیر اکناف عالم میں اشاعت پذیر ہوا کہانتک صداقت اور راستی پر مبنی ہے۔ اور کہانتک یہ محض کذب وافترا ہے +

اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ بات یاد رکھنی چاہئیے کہ قرآن مجید نے اس کے متعلق ایک حتمی فیصلہ صادر فرما دیا ہے - کہ لا اکراہ فی الدین یعنے دین میں جبر واکراہ نہیں - جس کی رُو سے اسلام میں جبراً کسی کو داخل کرنا ممنوع اور حرام قرار دیا گیا ہے - اسلام کو سیاسی طاقت حاصل ہوتے ہی شریعت حقہ نے جملہ اہل کتاب کے لئے جنمیں عیسائی - موسائی - زرتشت اور دوسرے حاملان و مدعیان کتاب شامل ہیں - اور جن کی کتب سماوی بوجہ محرف اور مختص بہ زمان و مکان ہونے کے اب منسوخ ہو چکی ہیں) ان سب کے لئے ایک مخصوص حیثیت قائم کر دی تھی۔ اور انکی حفاظت کے تمام قوانین مرتب فرما دیئے تھے - برعکس اس کے اصنام پرستی کلیتہً ممنوع قرار دیگئی تھی - گو یہ امر بظاہر کسی کو سخت معلوم ہو - لیکن قوم عرب کو حضیض ذلت سے اوج رفعت پر پہنچانے کے لئے یہ ضروری اور لازمی تھا - اور اسی ایک امر سے وہ آسمان علم وحکمت کے درخشاں ستارے بن گئے - اور ایک بہت قلیل عرصہ کے اندر تہذیب و

شائستگی علم وفضل ۔ اور اخلاق حسنہ کے تمام کمالات انہیں جلوہ گر ہوگئے ۔ وہ یورپ
کے معلم بنے ۔ اور علوم وفنون شریفہ کے تخم ریزی ان کے ہاتھوں سے ہوئی ۔ اور زمانہ
حال کے مدونہ علوم وفنون جو اس قدر معراج ترقی پر پہنچ چکے ہیں ۔ اسکے حقیقی بانی وہی تھے

اسلام کے ابتدائی ایام میں یہودیوں اور عیسائیوں کی ایک بہت قلیل تعداد
مشرف بہ اسلام ہوئی ۔ عرب میں عیسائیت اغلباً برائے نام تھی ۔ اور عمرو بن العاص
کی فتح مصر کے بہت عرصہ بعد تک ملک عیسائی ہی رہا ۔ حیرا میں بنو تغلب کے
قبیلہ کے عیسائی لوگ بنو امیہ کے ماتحت تاریخ عرب میں ایک نمایاں حصہ لیتے رہے
سیریا اور عراق میں عیسائی لوگ تاجر اور طبیب تھے ۔ اور بالخصوص دربار خلافت
میں میر منشی اور محاسب کے عہدہ ہائے جلیلہ انہی کی تفویض میں تھے ۔ خلافت راشدہ
اور عہد مبارک حضرت نبوی میں یہودیوں اور عیسائیوں کی ایک تعداد برضا ورغبت
خود حلقہ بگوش اسلام ہوئی ۔ بنی امیہ کے زمانہ میں عمر بن عبد العزیز کے عہد حکومت
تک کسی تبلیغی سرگرمی کا پتہ نہیں چلتا ۔ ہاں خلیفہ موصوف کے زمانہ میں تبلیغ واشاعت
مذہب کا نظام قائم کیا گیا تھا ۔ اور اس نظام کا نتیجہ ہی تھا ۔ کہ بیشمار عیسائی حلقہ بگوش
اسلام ہوئے ۔ بنی امیہ کے ابتدائی تاجداروں کے عہد میں یہ قاعدہ جاری وساری
تھا ۔ کہ تمام نومسلموں سے بھی جزیہ وصول کیا جائے ۔ لیکن عمر بن عبد العزیز جیسے باخدا
سلطان کے زمانہ میں یہ حکم متروک کردیا گیا ۔ لیکن معلوم ہوتا ہے ۔ کہ یہ محض تھوڑے عرصہ
تک ہی نافذ رہا ۔ اور خلیفہ ممدوح الصدر کے زمانہ میں جو حیرت انگیز ترقی مسلمانوں کی
اعداد وشمار میں ہوئی وہ کسی جبر واکراہ کا نتیجہ نہیں ۔ بلکہ تبلیغ واشاعت اسلام کا نتیجہ تھی
ہم اس امر کے معلوم کرنے سے بھی قاصر ہیں کہ باشندگان فارس نے اسلام قبول کرکے
کوئی معتد بہ مادی فائدہ حاصل کیا ہو ۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں ۔ فارسیوں کا عربوں کے
خلاف برسر پرخاش ہونا ایک اسلامی رنگ لئے ہوئے تھا ۔ اور یہ خیال کہ یہ واقعات
مسلمانوں کی "مذہبی دیوانگی" سے صادر ہونیوالے ظلم وستم کی وجہ سے رونما ہو رہے تھے بالکل
بے بنیاد ثابت ہوتا ہے یا بالفاظ دیگر یہ یورشیں محض سیاسی رنگ کی تھیں ۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نہیں

ارتداد لازمی تھا لیکن ہمیں ارتداد کی ایک مثال بھی نظر نہیں آتی۔ اسکی تردید اس امر سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ بخارا اور خیوا بہت جلدی اسلام کی پشت و پناہ بن گئے۔ اور وہاں سے ہی اسلام وسطی ایشیاء کی ترکی قوموں میں پھیل گیا۔ حالانکہ یہ قومیں عرب کے اقتدار کے خلاف علم مخالفت اکثر بلند رکھتی تھیں۔ پھر بخارا مسلمانوں کے علم وادب کا مرکز بنگیا۔ اور یہ حیثیت اسکو تقریباً آج تک حاصل رہی ہے۔ البتہ یہ سچ ہے۔ کہ شیعوں اور خارجیوں پر عراق و خراسان میں بہت کچھ تعدیاں عمل میں آئیں لیکن وہ محض سیاسی وجوہات پر مبنی تھیں۔ اسکی مثال اس طرح کی ہے جس طرح کہ ریاست ہائے متحدہ جیسی مہذب روشن خیال سلطنت بالشوزم کی بیخکنی کو ضروری اور مناسب سمجھتی ہے۔ یا جس طرح کہ برطانیہ کلاں آئرش کے حقوق جداگانہ کے خلاف تدابیر اختیار کرنے پر مجبور ہوتی ہے +

اب ایشیائے کوچک کے اسلام قبول کرنے کی کیفیت ملاحظہ کیجئے۔ یہ ملک سلجوقیوں کی آمد کے وقت کلیتہً عیسائی تھا۔ باشندے زیادہ تر یونانی یا آرمینی تھے اور عنان حکومت بازنتینی فرمانرواؤں کے ہاتھ میں تھی۔ اس ملک میں بھی اسلام بسرعت پھیلگیا۔ جس کی وجہ مسلمان حملہ آوروں کا اخلاقی تفوق اور ان کی وسیع جذبات رواداری تھی نہ کہ جبر و اکراہ۔ جب ۱۰۷۰ء اور ۱۰۷۱ء میں سلجوقی ایشیائے کوچک پر حملہ آور ہوئے۔ باشندے بازنتینی ظلم و تعدی سے سخت نالاں تھے تکلیف دہ جنگی خدمات اور ناقابل برداشت تاوانوں سے وہ بہت تنگ آگئے تھے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ گروہ در گروہ اپنے "نجات دہندوں" کے پاس جاتے ہیں۔ اور برضا و رغبت خود اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ بلکہ وہ جو مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے۔ وہ بھی سلجوقیوں کی حمایت میں بازنتینی حکومت کے خلاف برسر پیکار نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آجکل کے عثمانی ترکوں کے اندر وہ منگولی خط و خال کے آثار جو ترکی قوم کے لئے مخصوص ہیں بہت کم پائے جاتے ہیں۔ سلجوقی جو چند شہ سواروں پر مشتمل تھے۔ ان کے وسیع اصول رواداری اور اخلاقی تفوق کا ہی نتیجہ تھا۔ کہ

ایشیائے کوچک کا ایک بڑا حصہ حلقہ بگوش اسلام ہو کر ان میں شیر و شکر ہو گیا۔ باوجود اس امر کے کہ انکی زبان ترکی اور اُن کا مذہب اسلام ہے۔ اب تک وہاں کے باشندوں نے اپنے ملک کے قدیمی خصائص اور امتیازات کو برقرار رکھا ہے یہی وہ قوم ہے۔ جو اپنی موروثی شجاعت اور اخلاقی طاقت کے ساتھ جو انکو اسلام کی طفیل حاصل ہوئی صدیوں تک تمام دنیا سے معرکہ آرا رہی۔ اور گذشتہ سو سال سے وہ اندرونی بدنظمی اور بیرونی حملہ آوروں کی مدافعت کر رہی ہے باینہمہ کہ زخموں نے اس کو نڈھال کر دیا تھا۔ اور کوئی یار و مددگار اسکی حامی بھرنے والا نہیں تھا۔ اور باوجود اس کے کہ اس کے پاس ساز و سامان کا نام و نشان بھی نہ تھا پھر بھی اس بہادر قوم نے سفاک یونانیوں کی ۳۰۰۰۰۰ کی افواج کثیرہ کو جو تمام سامان حرب سے مسلح تھی شکست فاش دیکر تباہ و برباد کر دیا۔ ابتدائی عثمانی سلاطین بیشک سلجوقیوں کی اس دانشمندانہ پولیسی پر کاربند رہے لیکن آخری سلاطین نے اپنی جنگی کامیابیوں پر نازاں ہو کر ان اصول وسیع الخیالی کو خیرباد کہدی جن پر اُنکے آباؤ اجداد کاربند تھے پس بانشنائے ان لوگوں کے جو کسی دنیوی اغراض کے ماتحت تبدیل مذہب کرتے تھے۔ تبلیغ و اشاعت کا کام عثمانیوں کے زمانہ میں بند رہا۔ بایں ان کا طرز سلوک غیر مسلم اقوام سے آجکل کے عیسائیوں کے سلوک کی نسبت جو وہ مسلمان رعایا کے لئے روا رکھتے ہیں، بدرجہا زیادہ فیاضانہ تھا ٭

قفقاف کا علاقہ اشاعت اسلام کی ایک اور نظیر پیش کرتا ہے۔ جب ایکسو سال گذر گئے مسلمانوں کی ایک مٹھی بھر تعداد نے ملک کو روسی حملہ آوروں کی دستبرد سے بچانے کیلئے پیشقدمی کی۔ تمام ملک نے الفور مسلمان ہو گیا۔ یہاں بھی اسلام ظلم کے مقابلہ پر آزادی کی حمایت میں اسی طرح ہی کھڑا ہو گیا۔ جس طرح کہ ایشیائے کوچک میں سلجوقیوں کی آمد پر ہوا تھا ٭

چین ایک ایسا ملک ہے جہاں مسلمانوں کا کبھی حملہ نہیں ہوا۔ تاہم اس کے اندر مسلمانوں کی آبادی لاکھوں تک ہے۔ کیا بزور شمشیر اسلام پھیلنے کے یہی معنے ہیں؟

یہی کیفیت جزیرہ نمائے ملایا - ڈچ ایسٹ انڈیز اور فلپائنز کی ہے۔ جب اہل برطانیہ
ہندوستان پر قابض ہوئے۔ اس وقت مسلمان آبادی کا ۱/۸ حصہ تھے لیکن اب انکی آبادی
۱/۵ ہے۔ یہ شواہدات بین ثبوت ہیں۔ اس امر کا کہ اسلام کی اشاعت تلوار کی
شرمندہ احسان نہیں۔ لیکن فی زمانہ سب سے زیادہ حیرت انگیز امر افریقہ میں اسلام
کا پھیلنا ہے۔ جہانکہ جنگ عظیم سے لے کر اب تک لاکھوں کی تعداد میں انسان
حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ اور جہانکہ عیسائی مبلغین کی جدوجہد اور عیسائی حکومت
کی تدابیر انسداد کے باوجود تمام کا تمام براعظم بجلی کی سی سرعت کے ساتھ اسلام قبول کر رہا ہے
یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔ معہذا اسلام کی اشاعت
کے ساتھ ساتھ افریقہ والوں کا پایۂ تہذیب بھی دن بدن بلند ہوتا جاتا ہے +

الغرض یہ ایک بدیہی امر ہے۔ کہ شمشیر کو اشاعت اسلام سے کچھ تعلق نہیں۔
یہ کہنا کہ کوئی عقیدہ بزور طاقت اشاعت پا سکتا ہے محض لچر اور فطرت انسانی سے
ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ ہاں جیسا کہ محکمۂ تفتیش و تجسس کے ہاتھوں سپین اور امریکہ
میں ظہور میں آیا۔ اگر ناقابل برداشت سختیاں روا رکھی جائیں۔ تو ممکن ہے۔ کہ یہ کبھی
صورت پذیر ہو سکے لیکن اسلام کا دامن اس قسم کی قابل شرم کارروائیوں سے پاک ہے۔
محض اٹکل پچو باتوں سے کام لینے والے متعصب لوگ۔ اور وہ جو تاریخی شواہد اور صحیح
واقعات کو ماننے سے اعراض کرتے ہیں محض وہی اس کھلی صداقت کا انکار کر سکتے
ہیں۔ اگر ہم ناقابل برداشت امور کو نظرانداز کر دیں۔ تو خواہ کسقدر سختیوں اور تعدیوں
سے کام لیا جائے۔ یہ اشاعت مذہب کیلئے کچھ سودمند نہیں ہو سکتی +

اشاعت مذہب محض مذہب کی عمدگی اور اس کے ماننے والوں کے اخلاقی تفوق
سے صورت پذیر ہو سکتی ہے۔ برخلاف اس کے طاقت کے استعمال سے بجائے ایک امر کو
قبول کرنے کے مخالفت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور لہذا نتائج برعکس ثابت ہوتے
ہیں۔ عیسائی اقوام کی کوششوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگوں کو عیسائیت قبول کرنے
کیلئے مجبور کر دیتے ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ بہت سا روپیہ صرف میں لایا جاتا ہے۔ اور

اس غرض کیلئے بہت معقول انتظام قائم کئے جاتے ہیں۔ تاہم اُن کو کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔ باوجود اس کے کہ عیسائیت قبول کرنیوالوں کو بہت کچھ سبز باغ دکھائے جاتے ہیں۔ اور حکومتیں بھی امداد کرتی ہیں۔ تاہم نئے داخل ہونیوالوں کی تعداد میں کچھ معتد بہ اضافہ نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے کہ چند ایک نفوس بعض بعض مقامات پر عیسائیت قبول کرتے نظر آتے ہیں۔ اور وہ بھی ایسے کہ جنکی نسبت بالوثوق نہیں کہا جاسکتا کہ وہ سب دیانتدار اور قابل اعتماد ہوں۔ برعکس اس کے حالانکہ کوئی حکومت اسکی سرپرست نہیں۔ کوئی باقاعدہ نظام قائم نہیں۔ اور مالی ذرائع بھی مفقود ہیں۔ محض اس اخلاقی طاقت کے زور سے جو اسمیں موجود ہے۔ اسلام بڑی سرعت کے ساتھ دنیا میں پھیل رہا ہے۔ اور بغیر تلوار کی چمک اور صاحبان ثروت کی امداد کے اس کا قدم دن بدن ترقی کی طرف ہی ہوگا۔ اس کی موجودہ ظاہری شان و شوکت ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ سطحی نظر رکھنے والوں اور ان لوگوں کے دلوں پر اثر نہیں کرسکتی جو چیزوں کو محض ان کی ظاہری شکل و شباہت سے پرکھنے کے عادی ہیں۔ لیکن وہ جو نظر غائر رکھتے ہیں۔ وہ فوراً اسلام کی زبردست اخلاقی طاقت اور مسلمانوں کے عظیم بالشان مستقبل کو پہچان لیں گے (انشاء اللہ تعالیٰ) +

اسلام اور جہالت

از قلم حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے مترجم ترجمۃ القرآن انگریزی و اردو (جس کا ترجمہ ہی پیٹلا ہور نے کیا گیا ہے) مترجم

تاریخ اسلام میں اسلام سے قبل کے زمانہ کا نام ایام الجاھلیۃ کیا خوب رکھا گیا ہے۔ اور اس اصطلاح کی ایجاد کا سہرا قرآن مجید کے سر پر ہے۔ اور اس اصطلاح سے یہ بات بالکل عیاں ہے۔ کہ اسلام جہالت و لاعلمی کا قلع وقمع کرنے کے لئے آیا۔ اور اس لئے آیا۔ کہ دنیا کو منور کر دے۔ علم کی روشنی پھیلا دے۔ اور قرآن مجید نے بار بار اس امر کا اعادہ کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم ایک اُمّی قوم میں مبعوث ہوئے۔ تاکہ انہیں کتاب اور حکمت سکھائیں۔ اور ان الفاظ سے صریحی طور پر یہ حقیقت مترشح ہے۔ کہ اب جہالت کا دور دورہ ختم ہوتا ہے اور اس کی بجائے علم وفضل کا ڈنکہ دنیا میں بجنے والا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کے پاس پہلی وحی یہی آئی " پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا الخ " اقراء" یعنی " پڑھ " یہ تو اُمّی قوم کی طرف پہلا پیغام تھا۔ اور اُنھوں نے پڑھا اس کے بعد ٹھیک ایسی ہی حیرت افزا دوسری ہوئی " قسم ہے قلم اور دوات کی اور اس کی جو کچھ وے لکھتے ہیں "۔ اب صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ دونوں پیغامات قوم کی لاعلمی اور جہالت کی حالت سے تو کسی طور پر مطابقت نہیں رکھ سکتے یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام کا حکم مرد و عورت دونوں کے واسطے عام ہے کہ علم حاصل کرو۔ کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ اس فرمان باری کے باوجود اگر ہم موجودہ مسلمانان عالم کی علمی حالت کو دیکھیں تو لاعلمی اور جہالت کا دور دورہ گذشتہ ایام جاہلیت سے کسی طور پر کم نہیں معلوم ہوتا۔

قرآن مجید میں جو لفظ موت استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی صرف طبعی زندگی کے انقطاع ہی کے نہیں ہیں۔ بلکہ اکثر اوقات اس سے مراد جہالت ہے۔ اور وجہ بڑی معقول اور دلپذیر ہے۔ اسلام کی رو سے مذہب کی علت غائی اور اس کا

مقصد واحد صرف یہ ہے۔ کہ انسان کی مختلف قواء کی نشو و نما بطرز حسن انجام پذیر ہو۔ اور اگر جہالت کا سد باب کیا جاوے۔ تو یہ حالت کبھی پیدا ہو ہی نہیں سکتی یہ مقصد حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اس فرمان باری ہیں جو مکرر وارد ہوا ہے کہ "بوجہ غربت و افلاس اپنی اولاد کو قتل نہ کرو"۔ ۶ : ۱۵۲ و ۱۷ : ۳۱٭۔ قتل کرنے کے متعلق امام راغبؒ جو لغات قرآنی کے متعلق سب سے بڑا مستند عالم ہے یہ فرماتا ہے۔ کہ قتل کرنے سے مراد ان کو جاہل رکھنا بھی ہو سکتی ہے۔ اور یہ معنی قرآنی منطوق کے موافق ہونگے۔ اسلئے کہ قرآن کی اصطلاح میں جہالت بمعنی موۃ اور موت بمعنی جہالت استعمال ہوا ہے۔ اب غور کیجئے کہ اس سے بڑھ کر مؤثر پیرایہ تعلیم دلانے کے متعلق اور کیا ہو سکتا تھا! قرآن مجید کہتا ہے کہ افلاس و غربت کے باوجود جسطرح ہو سکے اپنی اولاد کو تعلیم دلاؤ۔ لڑکیوں کو قتل کرنے کا رواج اسلئے نہ تھا۔ کہ بوجہ افلاس اُن کی پرورش نہیں ہو سکتی تھی۔ بلکہ عزت کا ایک بالکل غلط مفہوم دماغ میں قائم کیا گیا۔ اور اس کی بناء پر یہ رسم قائم ہوگئی۔ جیسا کہ قرآن پاک فرماتا ہے۔ "کیا وہ اُسے ذلت میں رکھیگا یا زندہ دفن کر دیگا"۔ ۱۶ : ۵۹ بیشک افلاس اکثر موقعوں پر ہماری اولاد کی تعلیم و تعلم کے راستہ میں ایک زبردست روک ہو جاتا ہے۔ اور بوجہ جہالت آجکل کے مسلمانوں کی تعلیمی پستی بہ نسبت سابق بہت بڑھی ہوئی ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ اُن میں افلاس کا دور دورہ ہوتا ہے یعنی افلاس جہالت کا نتیجہ ہے لیکن قرآن پاک کہتا ہے کہ افلاس بھی تعلیم کے راستہ میں روک نہ ہونا چاہئے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام اخلاقی و تمدنی امراض کا واحد علاج تعلیم ہے +

بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ قرآن سے جس تعلیم کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔ وہ صرف علم القرآن ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا آپ لوگ جہلاء کے طبقہ کو پورے طور پر اور

٭ ولا تقتلوا اولادکم من املاق ۶ : ۱۵۲۔ اور اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو۔
ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق ۱۷ : ۳۱۔ اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔

صحیح معنوں میں قرآن کے مطالب عالیہ کا علم دے سکتے ہیں۔ ایک جاہل قرآن کو حفظ کرلے تو کرلے۔ مگر وہ اسکے مطالب پر وثوق نہیں پا سکتا۔ اور نہ وہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ قرآن کیا پیغام لایا ہے؟ اور نہ وہ اس رنگ میں رنگین ہو سکتا ہے۔ کہ جو قرآن کا طغرائے امتیاز ہے۔ جو رنگ کہ قرآن اپنے متبعین میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور نہ وہ زبردست اسپرٹ جو قرآن کا منشاء ہے کہ لوگوں کے اندر پیدا ہو۔ اسمیں پیدا ہو سکتی ہے۔
یاد رہے کہ پیغمبر صلعم ایک اُمّی قوم کو کتاب اور حکمت سکھانے کے واسطے مبعوث ہوئے تھے۔ وہ اسلئے نہیں آئے تھے۔ کہ اپنے پیرووں کو صرف چند الفاظ یا بیش از بیش چند فقرات ازبر یاد کرادیں۔ اور بس! جنہیں وہ حفظ یاد کرلیں۔ مگر انکے مطالب پر وقوف نہ ہو۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ ایک مسلمان کی نصاب تعلیم میں قرآن کو اوّل درجہ ملنا چاہیئے۔ مگر اگر علم نہیں تو پھر اولیت حقیقی کیسے حاصل ہو! قرآن دانی اور قرآن فہمی کے واسطے ضروری ہے کہ انسان تعلیم ضروری سے کما حقہٗ آگاہ ہو۔ اور قرآن کے مطالعہ سے یہ امر روشن ہو جائیگا۔ کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو تمامی علوم کے اکتساب کی قابلیت عطا فرمائی ہو۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے "اور اس نے آدم کو ہر شے کا نام بتایا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ علم الاشیاء میں ہی تمام زمانے کا سائنس اور فلسفہ مضمر ہے +

تبلیغ و اشاعت کے متعلق اسلام کی تعلیم

ما علی الرسول الا البلاغ ۔ پیغمبر کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے (۵ : ۹۹)
فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر ۔ لوگوں کو سمجھاؤ ۔ کیونکہ تم صرف سمجھانے والے اور بس تم ان کے اُوپر داروغہ کی موافق تو تعینات نہیں ہوئے ہو (۸۸ : ۲۲) قل یا ایھا الناس قد جاءکم الحق من ربکم فمن اھتدی فانما یھتدی لنفسہ ومن ضل فانما یضل علیھا وما انا علیکم بوکیل ۔ لوگو! جو بات حق تھی ۔ وہ تمہارے پروردگار کے پاس سے تمہارے پاس آ چکی ۔ پھر جس نے راہ راست اختیار کی ۔ تو اپنے ہی فائدہ کے لئے اختیار کرتا ہے ۔ اور جو بھٹکا تو وہ بھٹک کر کچھ اپنا ہی کھوتا ہے (۱۰ : ۱۰۸) قل الحق من ربکم فمن شآء فلیومن ومن شآء فلیکفر ۔ یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے ۔ جو چاہے مانے اور جو چاہے نہ مانے (۱۸ : ۲۹)

مذکورہ بالا قرآنی احکام کسی تشریح مزید کے محتاج نہیں ۔ نبی کریم کا فرض منصبی ان احکام کی رُو سے بالکل صاف طور پر عیاں ہوتا ہے ۔ آپؐ کا اور آپ کے متبعین کا فرض صرف تبلیغ حق ہے اور بس ۔ انہیں اس سے بحث نہیں کہ لوگ اُن کے پیغام کو قبول کرتے ہیں یا نہیں ۔ قرآن فرماتا ہے لیس علیک ھداھم ولکن اللہ یھدی من یشآء ۔ ان کو ہدایت کرنا تیرا کام نہیں بلکہ اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے (۲ : ۲۷۲) اس آیت سے بھی وہی حکم ثابت ہوتا ہے ہدایت کرنا خدا ہی کا کام ہے ۔ اور انسان کی تمام کوششیں دوسروں کے تبدیل مذہب کیلئے بیکار ہیں ۔ قرآن کی تعلیم اس مسئلہ کے متعلق یُوں ہی ہے ۔ خدا تعالیٰ بار بار فرماتا ہے وما انت الا نذیر مبین ۔ تو صرف ڈرانیوالا ہے ۔ پھر متبعین کے حق میں فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم ۔ اے

لوگو جو ایمان لائے ہو۔ تمام اپنی فکر کرو۔ اگر راہ راست پر ہو تو اگر دوسرا گمراہی میں پڑے تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ پھر خدا فرماتا ہے فمن شآء فلیومن ومن شآء فلیکفر۔ جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کفر اختیار کرے"۔ بھلا ایسی صریح آیات کے ہوتے ہوئے کسی کو حق پہنچتا ہے۔ کہ اسلام پر یہ الزام لگا وے کہ اسلام اپنے پیرووں کو اس امر کی تعلیم دیتا ہے کہ لوگوں کو بجبر و تشدد اسلام میں داخل کرو۔ اس کے برخلاف قرآن کی تعلیم تو یہ ہے۔ کہ نبی کریم صلعم کو بھی حد سے زیادہ ترغیب دینے سے روکا جاتا ہے۔ اور صاف حکم ہے کہ اگر وہ لوگ جنہیں تم تبلیغ کرتے ہو، تمہاری بات نہ سنیں تو تم انہیں انکے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ تمہارا کام لوگوں کو اسلام جبریہ طور پر منوانے کا نہیں ہے۔ اور نبی کریم کو ارشاد ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ تمہاری باتوں پر دھیان نہیں دیتے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ قرآن فرماتا ہے۔ لا اکراہ فے الدین قد تبین الرشد من الغی۔ دین کے معاملہ میں جبر نہیں بیشک ہدایت گمراہی سے متمیز ہو چکی ہے۔ اور ہر شخص آزاد ہے۔ جو راستہ چاہے اپنے لئے اختیار کرے۔ خود اسلام کا لفظ بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اسلام کے معنی ہیں بخوشی خاطر خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا۔ اور بطیب خاطر اپنی مرضات کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کا پابند بنانا۔ تو ان حالات اور حقائق کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ اسلام دین کے معاملہ میں جبر روا رکھتا ہے۔ اجتماع ضدین نہیں تو اور کیا ہے؟ ایک شخص مسلمان ہی اس وقت ہوتا ہے۔ جب وہ اسلام کو فراخ دلی اور وسعت قلبی سے قبول کرتا ہے۔ قرآن بھی یہی کہتا ہے کہ جس کسی کو خدا تعالیٰ ہدایت دیتا ہے۔ اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتا ہے۔

اب غور طلب بات یہ ہے۔ کیا یہ تبدیل مذہب کبھی جبر و اکراہ کی بناء پر ہو سکتا ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ مسیحی مبلغین تو مشرقی ممالک میں کام کر رہے ہیں۔ وہ اپنے عیسائی بنائے ہوئے لوگوں کی تیسری پشت کو سمجھا

مسیحی خیال کرتے ہیں۔ اور یہ خیال کرنا ان کے مناسب حال ہے۔ اول تو انہیں اپنی کارروائی دکھانی پڑتی ہے۔ یعنی ایک کثیر تعداد نومسیحیوں کی داخل کلیسیا ہوئی۔ دوسرے انہیں مغربی فتوحات کے لئے راستہ صاف کرنا ہے۔ اور یہ دونوں مقاصد ان لوگوں کو بپتسمہ دینے سے حل ہو سکتے ہیں جو بجائے مذہب کے روپیہ کو زیادہ پیار کرتے ہیں لیکن اسلام میں معاملہ بنوع دیگر ہے کیونکہ اسلام قبول کرنے کے معنی یہ ہیں۔ کہ اُسے اپنی آزاد مرضی سے قبول کیا جاوے۔ پس اگر جبر کا شائبہ بھی پایا جائیگا تو پھر یہ امر اسلام کی تعلیم کے صریحی طور پر منافی ہوگا۔ کس قدر ستم ظریفی کی بات ہے کہ جس مذہب کی تعلیم اس تحویل مذہب کے باب میں اس قدر اعلےٰ ہو اسی کو تلوار کا مذہب کہہ کر بدنام کیا جائے +

آنحضرتؐ کی زندگی میں ایک بات کم از کم ایسی ضرور ہے جو انہیں انبیاء سے ممتاز کرتی ہے۔ وہ یہ کہ آپ نے قرآن پر پورے طور سے عمل کر کے دکھایا۔ اور آپ کے دشمنوں اور نکتہ چینوں کو بھی یہ بات تسلیم کرنا پڑی ہے جو آپ دوسروں کو سکھاتے تھے پہلے اس پر عمل کر کے دکھاتے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس قدر صریحی احکام کے باوجود آپ کس طرح دین کے معاملہ میں جبر کر سکتے تھے۔ یا اس قسم کی بات کو روا رکھ سکتے تھے۔ فرض کرو کہ قرآن آپ ہی کی تصنیف ہے۔ تو بھی انصاف کا تقاضا یہ تھا۔ کہ یہ الزام نہ لگایا جاتا۔ تاکہ قول و فعل میں تطابق قائم رہتا۔ ان آیات میں سے اکثر اس زمانہ میں نازل ہوئی ہیں جب آپ برسر اقتدار تھے۔ اور مدینہ میں قیام پذیر تھے۔ اگر یہ تعلیم صرف مکہ کی زندگی کے زمانہ سے مخصوص ہوتی تو ہمارے مخالفین کو کچھ کہنے کی گنجائش نکل سکتی تھی جنہیں یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ ۵۰ سال کی عمر تک تو آپ حلیم اور نیکدل رہے۔ اور جب آپ کو سطوت حاصل ہو گئی۔ تو طرز عمل بدل دیا۔ اکثر آیات متذکرہ بالا اسی زمانہ میں نازل ہوئیں جب آپ کو

ہر قسم کی دنیاوی طاقت حاصل تھی لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ان آیات میں جبر کی نفی کی گئی ہے۔ اور حلم و محبت سے کام لینے کا حکم دیا گیا ہے + اور کیا ان ممالک میں جہاں آج کے دن اسلام اس سُرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے کہ مسیحی مبلغین انگشت بدندان ہیں کوئی تلوار چلائی جا رہی ہے؟ کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ اسلام کی روز افزوں ترقی سے نا اُمید ہو کر یہ مسیحی مبلغین اپنی یورپین گورنمنٹوں کو پولیٹکل چالیں چلنے کی صلاح دے رہے ہیں: تاکہ اس طرح اسلام کو نقصان پہنچائیں۔ اگر کوئی شخص بنظر امعان ان حالات حاضرہ کا مطالعہ کرے تو اسے معلوم ہو گا۔ کہ جو الزام یہ مسیحی جماعتیں ہمیں دیا کرتی ہیں۔ اس سے زیادہ قابل الزام طرز عمل، مغربی قوموں کو سکھا رہی ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ الزام خدا تعالیٰ کیطرف سے اس جرم کی پاداش میں انکے دامن پر لگ رہا ہے کہ وہ اسلام پر بیہودہ اور غلط اعتراضات کرتے ہیں +

اشاعتِ اسلام اتحادِ بین المسلمین تنظیم[1]

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ حق تقٰتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون ۰ واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللّٰہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا کذالک یبین اللّٰہ لکم اٰیتہ لعلکم تھتدون ۰ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون ۰

[1] یہ اس تقریر کا خلاصہ ہے۔ جو حضرت خواجہ صاحب نے ہکیم پور کانفرنس میں دی۔ مترجم

دس سال کے مصائب کے بعد پھر ہماری آنکھ کھلی - پھر ہمیں بھولا ہوا فرض یاد آیا - خواب نوشیں کی تعبیر غلط نکلی - ہمیں ایک نیک نہاد مہاتما نے جسکے دل کو مغربی سیاسیات کی روشنی نے منور کر رکھا تھا یہ سمجھایا کہ ہم فلاں فلاں راہ پر چلنے سے ملک کو آزاد کر لینگے - ہم نے اس خیالی آزادی میں اپنے مذہب و ملت کی آزادی اور ترقی کو دیکھا ہم سب کے سب قرآنی مشعل کو ہاتھ سے پھینک کر مغربی پراپوگنڈا کے گرویدہ ہو گئے - بہت شور و شر کیا - ہاتھ پاؤں مارے بے اندازہ روپے صرف کئے

ع - خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

نہ معلوم اپنے خواب کی اس غلط تعبیر نے ہمیں کہاں کا کہاں پہنچا دیا ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت ایک غضب کے رنگ میں نمودار ہوئی شردھانند سوامی نہ معلوم کیا کیا وعدے کر کے قید سے نکلے - آتے ہی شدھی کا کھیل شروع کر دیا - بعض بزرگوں کی تو اس وقت بھی آنکھ نہ کھلی - اور اب بھی وہ اس حکمت الٰہی کے رموز سے بے پرواہ ہیں - لیکن عامۃ الناس میں ایک گھبراہٹ پیدا ہو گئی انہیں سمجھ آنے لگی کہ برادران وطن ایکطرف اتفاق کی شہنائی بجا کر ہمیں اپنے فرائض سے غافل کر رہے ہیں - دوسری طرف اپنی قوت کی مضبوطی غیر ملکی قوموں کے انہدام میں نہیں - بلکہ ہماری تخریب اور کمزوری میں دیکھ رہے ہیں +

یہ ساری مصیبتیں ہم پر کیوں آئیں ؟ اس سوال کا ایک ہی جواب ہے، جو قرآن کریم نے خاتم النبیین کے مبارک ہونٹوں پر جاری کرایا - یا رب ان قوم اتخذ وھذا القرآن مھجورا اے میرے رب میری قوم نے قرآن پس پشت کر دیا - ہمنے قرآن سے منہ موڑا - خدا نے ہم سے منہ موڑا - قرآن کی روشنی سے الگ ہو کر ہمنے دنیوی علوم کے روشنی یافتہ کی پیروی کی اور ہمارا نقشہ کیا ہوا - وترکھم فی ظلمت وھم لا یبصرون

قرآن نے ہدایت کی روشنی قائم کی ہمنے اسکی روشنی سے احتراز کیا۔ اس سے آہستہ آہستہ دور ہوتے گئے۔ آخر کار اس مقام پر پہنچے کہ جہاں اسکی روشنی نہ پہنچتی تھی۔ اللہ تعالے نے ہمیں اندھیرے اور ظلمت میں چھوڑ دیا۔ اور آج ہم وھم لا یبصرون کے مصداق ہو گئے۔ جو قدم اٹھاتے ہیں وہ اندھیرے میں۔ ہاتھ پاؤں مارتے ہیں لیکن ظلمت میں۔ اس جدو جہد کا نتیجہ کیا ہوگا۔ کسی اندھیرے گڑھے میں یقیناً گر پڑینگے۔ اور ہمیشہ کیلئے ایک بھولی بسری تباہ شدہ قوم ہو جائینگے

یاد رکھو اور خوب یاد رکھو ہمارا موجودہ طریق عمل ہمیں کہیں کا نہ رکھیگا۔ یہ لچھن کامیابی کے نہیں۔ ہماری نجات کا ایک ہی راستہ ہے۔ کہ پھر ہم قرآن کریم کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ ہر ایک امر میں اُسے ہی اپنا ہادی سمجھیں۔ مہاتما گاندھی ہو یا داس بابو۔ مولانا شوکت علی ہو ہو یا ڈاکٹر کچلو۔ مولوی کفایت اللہ ہوں یا لاہور کے مولوی محمد علی کانگرس ہو یا خلافت۔ ندوہ ہو یا جمیعتہ۔ ان سب سے تمسک کرو۔ اگر انکے افعال اور ان کی ہدائتیں قرآن کے تلے ہوں۔ اور ان سے الگ ہو جاؤ اگر ان کے حرکات وسکنات خدا ورسول کے خلاف ہوں +

ہمارے سامنے کام تو بہت ہے۔ خلافت والے بھائیوں نے تنظیم کے نام تلے ایک لمبا چوڑا دستور العمل ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اللہ تعالے انہیں ان کے بلند ارادوں میں کامیاب کرے۔ لیکن جو میری لگاہ میں سب سے عظیم الشان کام ہے۔ اور اس سے ہماری سب کی سب گتھیاں سلجھینگی وہ وہ بات ہے جس کی طرف ہمیں اللہ تعالیٰ نے سوامی شردھانند کو اُٹھا کر متوجہ کیا ہے۔ اس گئے گذرے زمانے میں بھی اشدھی نے دردمند کر دیا ہے۔ اگرچہ وہ درد تھوڑے وقت کے لئے تھا۔ آؤ خدا کے لئے اس حکمت خداوند کو دیکھو اور اس پر غور کرو۔ ہمیں سخت سے سخت خواب غفلت سے

جگانے کے لئے خداوند تعالےٰ نے شردھانند کو ہمارے لئے ایک درد وہ پھوڑا بنایا ہے ۔ جن باتوں میں ہم پڑے ہوئے تھے ۔ اور ہماری کوششیں اسی طرف لگی ہوئی تھیں ۔ اگر وہ کلیتہً خدا کو محبوب ہوتیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ اسی میں قائم رکھتا ۔ خواہ ہمیں جلد کامیابی نہ ہوتی ۔ لیکن ہماری توجہ اسی طرف لگی رہتی ۔ لیکن عین ایسے وقت جب ہم اپنی سرگرمیوں میں مشغول تھے ۔ تین واقعات مصلحت بالغہ نے پیش کر دیئے ترکوں نے خلافت سے انکار کیا ۔ خلافت فنڈ پر مصیبت آن پڑی دوسری طرف شدھی نے منہ دکھلایا ۔ ان تینوں واقعوں نے کہاں تک ہماری سرگرمیوں کو ٹھنڈا کر دیا ۔ آخر یہ کیوں ہوا ۔ میں تو ان لوگوں میں سے نہیں جو کسی پر بدظن ہوں ۔ جو کچھ ہمارے بھائی کر رہے تھے محبت اور نیک نیتی سے ہی کر رہے تھے غلطیاں ہوا ہی کرتی ہیں ۔ جو ہوا سو ہوا ۔ اب ہمیں ان واقعات سے سبق لینا چاہیئے وہ سبق بھی انہی واقعات میں موجود ہے ۔ یعنے شدھی +

آیات بالا کا خاتمہ مفلحون پر ہوتا ہے ۔ لفظ فلاح میں کُل کی کُل کامیابیاں آجاتی ہیں ۔ فلاح کی راہ اس مقدس اقتباس مندرجہ بالا میں اشاعت اسلام بتلائی گئی ہے ۔ اور ہمیں نہایت دردناک سبق کے ذریعہ بھی یہی بتلایا گیا ہے ۔ کہ ہم ان کاموں کو چھوڑ کر نہیں بلکہ اور کاموں کے مقابل زیادہ توجہ اشاعت اسلام کیطرف کریں ۔ یہی سب مصائب کا حل ہے ۔ کیا خدا و رسول نے ایسا نہیں کہا کیا قرون اولے میں یہی ایک امر کامیابی کی کلید نہیں بنا ۔ اگر قرآن کریم ایک زندہ کتاب ہے ۔ اور وہ بالضرور ہے ۔ اگر اس کی ہدایات پرانی نہیں ہو گئیں تو پھر آج بھی کامیابی کی یہی ایک راہ ہے ۔ خدا کے لئے ایک چند سال اس نسخے کو بھی برت کر دیکھ لو ۔ اللہ تعالےٰ نے

ووکنگ مشن اور اس کی کامیابی دکھلاکر بھی ہمیں یہی سبق دیا۔ کیا ہم نہیں چاہتے کہ ہماری قوم میں فوج کے جرنیل ہوں۔ فوج کے کپتان ہوں۔ کرنیل ہوں۔ کیا ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے ہاں لارڈ ہوں۔ بیرونٹ ہوں۔ کیا ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے ہاں اعلےٰ درجہ کے پروفیسر ہوں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ مسٹر سنہا لارڈ سنہا بنگیا۔ ایک دنیا حیران ہوئی کہ ہندوستانی بھی لارڈ ہو گیا یہ ساری باتیں حاصل ہوسکتی ہیں۔ لیکن محنتوں کے ساتھ زرخطیر کے خرچ کرنے پر اور بہت سی خدمات کرنے سے۔ لیکن کیا ایک تھوڑی سی محنت اور ایک تھوڑی سی خرچ کے ساتھ۔ یہ باتیں ہمیں اشاعت اسلام کے طفیل حاصل نہیں ہوگئیں۔ مسلمان خواہ انگریز ہو یا ہندوستانی وہ مسلمان ہے

کُلّ مومن اخوۃٌ

جنرل اگر چاہو تو جنرل ٹوکسن مسلمان موجود ہے۔ اسی طرح میجر کپتان لفٹنٹ انگریز مسلمان موجود ہیں۔ لارڈ مسلمان موجود ہیں۔ ذرا تعداد بڑھنے دو تو تمہارے ہندوستان کے یوروپین بھی مسلمان آجائینگے۔ خیر یہ تو یورپ کی باتیں ہیں۔ خود اس ہندوستان میں بہت کچھ ہوسکتا ہے اسلام کے مقابل کوئی مذہب نہیں ٹک سکتا۔ اگر ہندو مذہب یا آریہ سماج میں کوئی طاقت ہوتی یا سماجی تعلیم میں کوئی غلبہ کا رنگ ہوتا تو ان ہندؤں کی کوششیں بے علم اور جہلا فرقہ کی طرف منعطف نہ ہوتیں۔ ایک صدی کی کوشش نے عیسائی مشنوں کو سبق دیا کہ انہیں اسلام کے مقابل ہر جگہ ناکامی ہوئی۔ انھوں نے شہروں سے مشن اُٹھاکر گاؤں اور اور دیہات کا رستہ لیا۔ پھر دیہاتوں کو چھوڑ کر وہ چوہڑے اور چماروں میں چلے گئے۔ ٹھیک یہی حالت آریہ سماج کی ہے۔ انہوں نے بھی اپنا میدان عمل اُن نام نہاد مسلمانوں میں تجویز کیا۔ جنہیں اسلام سے کچھ تعلق نہ تھا۔ ہم نے تو اسلام کو پیش ہی نہیں کیا اور پیش بھی کیا کرتے ہم خود

ہی اس کے خوبصورت چہرے سے نا آشنا ہیں۔ تم اسلام کو پیش کر کے تو دیکھو اس کے حسن کے مقابل کوئی ٹک نہیں سکتا۔ اسکی دلربائیاں ایک سیاہ دل دشمن کو بھی اپنا گرویدہ کر سکتی ہیں۔ کیا یہ سماجی ایام جاہلیت کے عمر سے اسلام کے زیادہ دشمن ہیں۔ لیکن اگر وہ فاروق اعظم ہو سکتے تھے۔ تو یہ شردھانند۔ لاجپت رائے۔ ہنس راج کیا چیز ہیں۔ انکی کیا حقیقت ہے۔ لیکن ہم غور کریں۔ کہ ہم نے ان کو راہ راست پر لانے کی کیا کوشش کی لیکن ہم کوشش بھی کیا کریں۔ ہمیں تو اپنی خانہ جنگیوں سے فرصت نہیں۔ ہم کسی دوسرے مذہب کا ابطال کرنے کیلئے کہاں سے وقت لائیں ہمیں تو ایکدوسرے کی تکفیر۔ تکذیب تفسیق سے فرصت نہیں۔ میں اس مضمون پر کچھ زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ میں پھر آیات مندرجہ عنوان کی طرف قارئین کرام کو متوجہ کرتا ہوں۔ یہ حکیم کتاب کی آیتیں ہیں۔ اس کا ایک ایک جملہ حکمت سے بھرا پڑا ہے۔ ایک آیت کو دوسری آیت کے ساتھ اگر جوڑا گیا ہے۔ تو وہ بھی حکمت کے ماتحت ہی رکھا گیا ہے۔ ان آیات کے پہلے میں معنے کر دیتا ہوں ” اے مومنو! اس قدر تقویٰ کرو کہ جو تقوے کا حق ہے اور تم جس حال میں ہو جس وقت موت آئے تمہیں مسلمان ہی پائے تم سب خدا کی رسی کو مضبوط پکڑ لو۔ اور آپسمیں تفرقہ مت ڈالو۔ اور اس خدا کی نعمت کو تو یاد کرو۔ کہ تم ایکدوسرے کے دشمن تھے۔ تمہارے دلوں میں ہم نے ایکدوسرے کی محبت پیدا کر دی۔ اور تمہیں نعمت اخوت عطا کی تم ایک آگ کے کنارے پر کھڑے تھے ہمنے تمہیں اس سے بچا لیا۔ یہ اللہ تعالےٰ کے نشان تمہارے لئے ہیں۔ تم ان سے ہدایت پکڑو۔ اور تم ایک جماعت پیدا کر لو۔ جو اسلام کی طرف لوگونکو بلائے۔ اور انہیں بدیوں سے روکے۔ اس طریق پر تم فلاح پا جاؤ گے“+

اِن مقدس آیات کی ترتیب کو دیکھو۔ اگر فلاح کا رستہ یہاں اشاعت اسلام ٹھیرایا۔ تو اس سے پہلے اخوت اور محبت کا ذکر کیا۔ مابینی عداوت کا نام آگ رکھا۔ اس سے بچانے کو بر نگ احسان بیان کیا۔ مسلمان ہونا شرط رکھا لیکن مسلمان کا سب سے اولین فرض اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنا قرار دیا اور پھر اس اعتصام بحبل اللہ کی تشریح وَلا تفرقو سے کر دی۔ ہم مسلمان بھی سہی۔ ہم متقی بھی سہی۔ لیکن کیا ہم سب کے سب نے خدا کی رسی کو مضبوط پکڑا ہوا ہے۔ شاید بعض عامل بالقرآن کہیں۔ کہ ہم نے پکڑا ہوا ہے۔ لیکن اس کے بعد وَلا تفرقو۔ مجھے یہ بتلاتا ہے۔ کہ خدا کی رسی اس کے ہاتھ میں ہے۔ جو ایک کلمہ گو کے ساتھ تفرقہ نہیں رکھتا کیا آج اہل قبلہ کے درمیان۔ فقرہ من النار نہیں۔ مخالفت اور تباین کی ایک خطرناک آگ بھڑکی ہوئی نہیں۔ اس سے کسی کو انکار نہیں۔ پھر جب تک یہ نہ مٹے گی۔ نہ ہمنے اعتصام باللہ کیا ہوا ہے۔ نہ ہم سب کے ہاتھ میں ایک ہی رسی ہے۔ نہ ہم ایکدوسرے کے بھائی ہیں۔ پھر کس کا اشاعت اسلام اور کس کی فلاح +

اشاعت دین کا سبق آریوں سے سیکھو۔ آریوں کے سامنے نہ کوئی مذہب ہے، نہ کوئی خدا پرستی۔ مہاتما جیسے بزرگ نے آج ہندو مذہب کی تعریف گئو رکھشا کی ہے۔ یوں تو ہر مخلوق کی حفاظت لازمی ہے۔ لیکن کیا وہ چیز جس کا نام دھرم ہے۔ جس کا نام مذہب ہے۔ جسکے ساتھ تمدن اور سیاست وابستہ ہے۔ کیا سب کا سب گئو رکھشا میں آگیا۔ ہاں آگیا اور ضرور آگیا مہاتما کی باریک نگاہ نے تمام ہندو قوم پر نگاہ ڈالی۔ اس نے ہندو فرقوں کا تعلیم مختلفہ میں خطرناک اختلاف اور عناد دیکھا۔ اس نے سمجھ لیا کہ ہندو مذہب کے کسی فرقہ میں کوئی ایسی تعلیم نہیں جو سب ہندؤں میں اتفاق پیدا کر دے۔ صرف اُسے ایک گائے نظر آئی۔ کہ جس کی محبت

میں کُل کی کُل ہندو قوم گرفتار ہے۔ اتفاق کا اس سے بہتر لٹکا اُسے نظر نہ آیا۔ وِالا خدا کا پرستار اور گائے کے ساتھ یہ محبت لیکن اہل سیاست کے آگے اور نیشنل ازم کے پرستاروں کے سامنے وہی مذہب وہی ملت ہے۔ جو قوم کو ایک نقطے پر جمع کر دے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ گئو رکھشا کے بت کو توحید کے مذبح پر قربان کر دیا جائے لیکن مہاتما نے تو اس جذبۂ شرک کو اور بھڑکایا۔ اور وہ سچا ہے۔ جب اُسکے سامنے ہندو قوم میں سنگھٹن پیدا کرنا تھا۔ تو پھر گئو رکھشا سے بہتر نسخہ اُسے اور کیا سوجھتا۔ لیکن مسلمان برادران اسلام ہم خدا کا کسقدر شکر ادا کریں۔ کیا ہمارے تباین اور اختلاف کے ہوتے ہوئے بھی گائے کی اہمیت کی بھی کوئی چیز وجہ مشترک کے طور پر ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ العیاذ باللہ۔ ہمارا قرآن ایک (اگرچہ آج بعض نادانوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے۔ کہ قرآن سے بعض آیتیں رہگئی ہیں) ہمارا رسُول ایک اسکی ذات کے ساتھ ختمیت رسالت پر ہم سب کا ایمان ہمارا مُطاع ایک۔ ہمارا کعبہ ایک۔ ہمارے ارکان اسلام ایک۔ جن باتوں پر ایمان لانے سے۔ خدا و رسُول کے نزدیک ایک کافر بھی مسلمان ہو جاتا ہے۔ ان باتوں پر ہم سب کا اتفاق۔ ہمارے دستور العمل اور ہدایت کے لئے ایک کتاب۔ ہمارے شعار اسلامی ایک۔ ہماری عبادت کے رستے ایک۔ تقویٰ اللہ طہارت کی راہیں ایک۔ وہ کونسی اب بات باقی رہگئی ہے۔ کہ جس کے نہ ہونے سے ہم میں فساد ہو۔ وہ ہماری نفسانیت ہے۔ وہ ہمارے چندوں کے مفاد ذاتی ہیں۔ وہ ہمارے بغض وحسد وکینہ ہیں۔ اگر ان بُتوں کی ہم پرستش کرینگے۔ تو ہمارا آج ہی خاتمہ ہے۔ اور کل بھی خاتمہ۔ میں سو بات کی ایک بات کہتا ہوں کہ پیش ازیں کہ وہ بات کہوں۔ میں ہندو قوم کی

ایک اَور مثال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ ہندو بھائیوں کو اتفاق کی سوجھی۔ اور انہوں نے ہندو سوراج کی ٹھیرالی۔ انہیے اپنے فرقے چھوڑ انہیں سکھ اور بُدھ مذہب اور جینی تین الگ مذہب نظر آئے۔ وہ ان سے جُدا نہ ہو سکتے تھے۔ ان کے اہل الرائے نے ہندو مذہب کی تعریف ہی نئی نکالدی۔ انہوں نے سب باتوں کو چھوڑ دیا۔ اور ہندو مذہب کی تعریف یہ کی۔ کہ جو شخص جو بھی عقیدہ رکھتا ہو وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھے۔ اگراس کے مذہب و ملت اور عقائد کا جنم بھوم ہندوستان ہے تو وہ ہندو ہے۔ یعنے سکھ۔ جینی۔ بُدھ یا کسے باشد وہ سب کے سب ہندو ہیں۔ مگر مسلمان اور عیسائی ہندو نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان کے مذہب ہندوستان سے باہر کے ہیں۔ ہندوؤں نے تو اسقدر وسعتِ قلبی اختیار کی لیکن کیا ہمیں خدا اور خدا کے رسُول کو چھوڑ کر محض اتفاق کی خاطر ایسی بیہودہ راہوں کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ ہرگز نہیں۔ میں ایک رستہ اتفاق کا عرض کرتا ہوں۔ اور وہ میرا تجویز کردہ نہیں۔ وہ خدا کے رسول کا تجویز کردہ ہے۔ آؤ ہم ایک جماعت بنائیں۔ اور اس جماعت میں اتفاق پیدا کرنے کے لئے چند عقاید تجویز کریں۔ جو ان کو مانیں وہ ہماری جماعت میں داخل اور جس کو اس سے انکار وہ ہماری جماعت سے باہر۔ وہ وہی عقائد ہیں۔ جن پر میں ایمان رکھتا ہوں۔ میں دراصل یہاں اپنا ایمان لکھ دیتا ہوں۔ اور اگر مسلمان بھائی میرے ساتھ ان اُمور میں ہم عقیدہ ہیں تو انہی عقائد پر پر ہم ایک جماعت بنا لیتے ہیں +

استغفر اللہ ربّی من کل ذنب و اُتوب الیہ

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشھد ان محمدً عبدہٗ و رسولہٗ

امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر
خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت -

میں قرآن کو خدا کی طرف سے مانتا ہوں - اس کو خاتم الکتب قرار دیتا ہوں - حضرت محمد عربی کو خدا کا آخری نبی مانتا ہوں - اور آپ کے بعد مدعی نبوت یا مصدق مدعی نبوت کو اسلام سے باہر سمجھتا ہوں - میں اپنی ہدایت کے لئے خدا اور خدا کے رسول کے کلام پر ایمان لاتا ہوں میں ارکان اسلام پر ایمان لاتا ہوں - میں اہل قبلہ ہوں - زکوٰۃ دینا فرض سمجھتا ہوں مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتا ہوں - اور کسی کلمہ گو کی تکفیر کو گناہ سمجھتا ہوں - اپنے ہر ایک معاملہ زندگی میں قرآن اور حدیث کو اپنا ہادی قرار دیتا ہوں +

میرے نزدیک اگر ہم مسلمان ان عقائد والے کو اس جماعت میں شامل کرلیں اور ان میں اتحاد پیدا کریں تو میں نہیں سمجھتا - کہ کونسا اسلام کا حصہ ہے جو باہر رہجاتا ہے - ہمارے اجتہادی اختلاف جو امور بالا سے باہر باتوں میں ہیں - وہ سب کے سب رحمت ہی ہیں اگر نیک نیتی سے ہوں - جب تک ہم اس اتفاق کی راہ پر قائم نہ ہونگے - اور میرے علم و ایمان میں اسی کا نام اعتصام بحبل اللہ ہے - تو پھر ہم لا تفرقوا کے حکم کو ماننے کے قابل نہیں رہے جب تک ہم میں یہ بات پیدا نہ ہوگی - تب تک نہ اشاعت اسلام ہے - نہ کوئی اتحاد بین المسلمین ہے نہ کوئی تنظیم ہے - سو بات کی ایک بات یہی ہے جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے +

خطبات جمعہ

(ایک مدت سے ان صفحات میں خطبات جمعہ کا ترجمہ نہیں ہوا۔ جو وقتاً فوقتاً حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام انگلستان میں دیئے۔ اب بعض کرمفرماؤں کی فرمائش پر ہم نے یہ انتظام کیا ہے۔ کہ اس سلسلہ کو پھر جاری کیا جائے انشاء اللہ تعالےٰ ہر نمبر میں کوئی نہ کوئی خطبہ ہدیۂ ناظرین کرام کیا جائیگا۔ مترجم)

قل اعوذ برب الفلق ۰ من شر ما خلق ۰ و من شر غاسق اذا وقب ۰ و من شر النفثٰت فے العقد ۰ و من شر حاسدٍ اذا حسد ؕ

قل اعوذ برب الناس ۙ ملك الناس ۙ اله الناس ۰ من شر الوسواس الخناس ۰ الذی یوسوس فی صدور الناس ۰ من الجنة والناس ؕ

جس کتاب حمید کی غرض و غایت فلاح انسانی ہو۔ اس کا خاتمہ انہی دو سورۂ شریف پر ہونا چاہئے۔ قرآن کریم فلاح ہی کی راہیں انسان کو سکھلانے آیا۔ عربی زبان میں فلاح سے بہتر لفظ انسانی کامیابی کے اظہار کے لئے نہیں۔ ہر قسم کی دنیوی۔ دینی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ روحانی۔ الغرض جس شعبہ زندگی میں کسی کی کامیابی کا کوئی بھی نصب العین ہو۔ وہ لفظ فلاح کے معنوں میں آجاتا ہے۔ یہ دنیا چھوڑ آیندہ کے جہاں کی کُل کی کُل کامیابیاں اور ترقیات جو جنت الماوےٰ میں انسان کے نصیب میں ہیں۔ وہ بھی لفظ فلاح میں مشتمل ہیں تکمیل نفس کا نام بھی فلاح ہی ہے۔ جیسے کہ قد افلح من ذکّٰھا و قد خاب من دسّٰھا میں اس کا اشارہ ہے۔ تعلیم قرآن کی جامعیت نے انسانی افعال و اعمال کی کسی شاخ کو نہیں چھوڑا۔ ہر ایک شاخ کی کامیابی کی راہیں دکھلائیں۔ جس کام کو ہم شروع کرنا چاہیں۔ اس کے مالہٗ وما علیہ پر کتاب حمید نے روشنی ڈالی۔ اس کے حصول کے راہ بتلائے۔ اسکے راہ

میں جو دقتیں یا جو مشکلات تھیں۔ ان کے حل کرنے کا ذکر کیا غلطیوں کو بتلایا۔ الغرض کسی بات کو نہ چھوڑا۔ جو فلاح انسانی کے لئے ضروری تھا اس نے شروع میں ہی وحی الٰہی کا مقصد بھی فلاح ہی ٹھیرایا جیسا کہ فرمایا (اولٰئك على هدىً من ربهم واولٰئك هم المفلحون) یعنے وحی الٰہی ربّ کی طرف سے ان راہوں کے بتانے کیلئے آتی ہے جو انسان کو کامیابی کا منہ دکھلائے +

انسان کی راہ میں بعض وقت ایسی باتیں آجاتی ہیں کہ جنکے نتائج کا ظہور اسکی امیدوں کے خلاف ہوتا ہے۔ وہ اپنی ناواقفیت کے باعث حقائق اشیاء کو سمجھ نہیں سکتا۔ جس چیز کو وہ اپنے لئے خیر سمجھتا ہے۔ وہی اس کے حق میں شر ہو جاتی ہے۔ خیر و شر کے مسئلہ کے سمجھنے میں انسان نے بہت ٹھوکر کھائی ہے بعض تو خدا ہی کو خالق خیر و شر کہتے ہیں آتش پرستوں نے اس مسئلہ میں بہت دھوکے کھائے ہیں رب العالمین کیطرف سے کوئی بھی چیز شر انگیز نہیں۔ اس کی طرف سے جو چیز آئی وہ خیر محض تھی۔ کائنات کی چیزیں ایکدوسرے سے مختلف الحال واقع ہوئی ہیں۔ ان کی پیدائش اور ان کا نشو و نما ایکدوسرے سے جدا واقع ہوئے ہیں۔ کوئی چیز جو ایک کے لئے نفع رساں واقع ہوئی ہے۔ وہی دوسرے کے لئے مضر ہو جاتی ہے۔ پھر ایک ہی چیز کے مختلف اندازے مختلف حالات اور مواقع پر کہیں خیر اور کہیں شر ہو جاتے ہیں۔ یہ امور بدیہات سے ہیں۔ مناسب محل و موقع اور مناسب مقدار ہی کسی چیز کو خیر بنا سکتی ہے۔ ان محل و موقعوں کا لحاظ نہ کیا جائے۔ تو پھر مفید چیزیں نقصان دہ ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی نہ سمجھنا چاہیئے کہ بعض محل و موقعے شر کیلئے وضع ہوئے ہیں۔ کسی چیز کا کوئی محل و موقعہ ہی علے وجہ التجرد شر نہیں جو محل و موقعہ ایک مخلوق

کیلئے یا ایک عالم میں شر کا حکم رکھتا ہے۔ وہی دوسرے مخلوق کے لئے یا دوسرے عالم میں خیر محض ہو جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر ہر ایک چیز کی حدود مقرر ہیں۔ ان حدود کے لحاظ سے ہی خیر پیدا ہوتی ہے۔ اور ان حدود کے توڑنے سے ہی ہلاکت اور تباہی سامنے آجاتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف امور کا ذکر کر کے ان کا نام حدود اللہ رکھا ہے۔ انسان خواہ کتنا ہی محتاط کیوں نہ ہو پھر بھی حدود خیر و شر کے سمجھنے سے بعض وقت قاصر ہوتا ہے۔ ان کی مضرات سے بچنے کی ایک ہی راہ ہے۔ کہ انسان جب کبھی کوئی کام کرے اپنی طرف سے ہر ایک قسم کی کوشش کرے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ میں آجائے۔ اسی لئے فرمایا

قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق

فلق کے معنے پوہ کا پھوٹنا یا اندھیرے میں سے کسی چیز کا نکلنا ہیں۔ دانوں اور تخموں کے پھٹنے کو بھی فلق ہی کہتے ہیں۔ ایک ضعیف انسان کیا سمجھ سکتا ہے۔ کہ جس چیز کو وہ استعمال کرنے لگا۔ اس کے اندر غیب میں کیا رکھا ہوا ہے۔ بالکل ممکن ہے کہ جن چیزوں کو وہ استعمال کرنے لگا ہے اس کے اندر کے خواص کسی ایسے رنگ میں ظاہر ہو جائیں جو اس کے مقاصد کے خلاف اور جن کے محل و موقعہ کے نہ سمجھنے سے وہ چیزیں اس کے لئے موجب شر ہو جائیں۔ اسی لئے حکم ہوا۔ کہ سب سے پہلے تم رب الفلق سے پناہ مانگو یعنے اس خالق سے پناہ مانگو جس نے تمہارے استعمال میں آنیوالی چیزوں میں سے کچھ کا کچھ نکالنا ہے۔ اور پھر اسی خالق سے پناہ مانگو جس کی ہر ایک مخلوق کا کوئی حصہ یا اس کا کوئی استعمال شر افزا ہو جاتا ہے۔ اس فقرہ کی خوبی سے (اعوذ برب الفلق من شر ما خلق) کون انکار کر سکتا ہے۔ الغرض ایک ایسے شخص کے لئے جو بڑی بڑی مہمات میں ہاتھ ڈالتا ہے وہ سب سے اول رب فلق سے من شر ما خلق کے متعلق پناہ مانگتا ہے۔

ان دو امور کے بعد۔ پانچ اور مشکلات انسان کی راہ میں پیدا ہوتی ہیں
جن کا حل کرنا اسکی علم و طاقت سے بعض وقت باہر ہو جاتا ہے۔ وہ
اپنے کاروبار میں نہایت کوشش سے برگرم ہے۔ ہر ممکن کوشش کو وہ
کام میں لاتا ہے۔ ہر تدبیر کو وہ سوچتا ہے لیکن پھر بھی کوئی نہ کوئی ایسی بات
پیدا ہو جاتی ہے۔ جہاں اس کا عقل و دماغ کام نہیں کرتے۔ وہ اپنے آپ کو
ایک قسم کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں پاتا ہے جہیں سے اُسے نکلنے کی
کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ ایسے ہی وقت میں کافی روشنی ہدایت کے
نہ ہونے سے بنے بنائے کام بگڑ جاتے ہیں۔ ان حالات میں ایک عاجز
انسان اگر خدا کی پناہ میں نہ آئے تو کہاں جائے۔ لہٰذا اعوذ برب الفلق
من شر ما خلق کے بعد۔ ومن شر غاسق اذا وقب کا ارشاد ہے۔ یعنے
اے رب فلق ہمیں ان اندھیروں کے شر سے بھی نجات دے جو اپنی کامل
سیاہی کے ساتھ چھا جاتے ہیں ہمیں کہیں راہ نظر نہیں آتی۔ اور قدم
قدم پر شر کے ظہور کا احتمال ہے۔ تو ہی اس قسم کے شر سے بھی ہمیں پناہ دے۔

اس مرحلہ کے طے کرنے کے بعد انسان کو دو قسم کے انسانوں
سے معاملہ پڑتا ہے بعض تو بظاہر اس کے خیرخواہ ہوتے ہیں۔ اور بعض
اس کے دشمن۔ انسان چاہتا ہے کہ بڑے بڑے کاموں میں ہاتھ ڈالے بڑی
بڑی مہمات کو طے کرے۔ وہ مصمم ارادہ کر لیتا ہے لیکن اس کی کمر ہمت کو
توڑنیوالے وہ مشیر ہوتے ہیں۔ جو اپنی بزدلی کم حوصلگی یا کم مائگی سے
مشورہ دیتے ہیں۔ کہ میاں اس کام میں پڑ کر کیا لوگے۔ اسمیں وہ مشکل
ہے اسمیں یہ مشکل ہے۔ انسان عاجز ہے کیا کرے اور کیا نکرے۔ مشیر تو
نیک نیتی سے مشورہ دیتے ہیں۔ ان مشوروں میں آکر بعض وقت انسان اپنے
ارادوں کو توڑ کر حقیقی مفاد سے جدا ہو جاتا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو کسی کی
کامیابی کو دیکھ نہیں سکتے۔ وہ دل ہی دل میں جلتے بھنتے ہیں۔ اور حسد

کی آگ میں جلے مرتے ہیں۔ بظاہر وہ دشمن بھی نہیں ہوتے لیکن اُن کا اندرونہ حسد انہیں اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ ہمیں کامیابی کی راہ سے روکیں وہ بھی بعض وقت ہمارے مشیر بن جاتے ہیں۔ یا ایسی راہیں سوچتے ہیں۔ کہ جن سے ہم کامیابی گنوا دیں۔ انسان نہیں سمجھ سکتا کہ ایسے مشیر کن اغراض سے اپنے مشورے ہمیں دے رہے ہیں۔ ایسے حسد سے بھی علے العموم نقصان ہوتا ہے۔ اسلئے فرمایا کہ اے ربّ الفلق۔ من شرّ النفّٰثٰت فی العقد ومن شر حاسدٍ اذا حسد سے بھی پناہ دے۔ یعنے اے خدا ہمیں اس جماعت سے بھی پناہ دے جو تصمیم ارادہ میں فرق ڈال دیتے ہیں۔ اور اپنی ہمت کو توڑ دیتے ہیں۔ اور اُن سے بھی پناہ دے جو حسد کرتے ہیں +

اِن پانچ مراحل کے طے کرنے کے بعد ایک اور خطرناک مرحلہ ہے وہ وساوس کا مرحلہ ہے۔ بیٹھے بٹھائے دل میں وسوسے اُٹھنے لگتے ہیں بعض وقت کوئی انسان کوئی بات کر بیٹھتا ہے۔ کوئی رمز و کنایہ کر دیتا ہے جسے سنتے ہی ہمارے اندر وسوسے اٹھتے ہیں۔ اور اگر ہم ان وساوس پر چلیں اور اکثر چلتے ہیں۔ تو ہم تباہی اور ہلاکت کو دیکھتے ہیں۔ بعض وقت ان وسوسوں کے پیدا کرنیوالے انسان نہیں ہوتے۔ بعض غیر مرئی چیزیں وسوسہ انگیز ہوتی ہیں۔ کوئی منظر کوئی نواحی حالات ہمارے اندر خطرات کا ہیجان پیدا کر دیتے ہیں۔ اور اس خطرہ میں آ کر ہم اپنی صحیح کوششوں سے الگ ہو جاتے ہیں۔ لفظ جِنّ کے معنے غیر مرئی چیزیں یعنے وہ مخلوق یا چیز جو نظر نہ آئے خواہ وہ کوئی ہستی ہو جو ارادہ اور عقل رکھتی ہو۔ خواہ کوئی بیجان چیز ہو جس کی تاثیرات غیر مرئی رنگ میں ہمیں اپنا شکار کر لیتی ہیں لوگ کہتے ہیں کہ جن کوئی چیز نہیں شیطان ایک وہمی ڈھکوسلہ ہے لیکن اگر کوئی اپنی زندگی کا مطالعہ کرے۔ تو اسے بہت سے ایسے واقعات نظر آئینگے

جہاں وہ اچانک بدی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ نہ اسے کوئی بدی کی طرف مائل کرتا ہے۔ نہ اس کے ارد گرد کوئی بدی کی طرف مائل کرنیوالے اسباب ہوتے ہیں۔ اندر سے اندر ہی بدی کی ایک تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ اور انسان کر گذرتا ہے۔ یہی شیطان ہے۔ یہی جن ہے۔ الغرض چیزوں کا ظہور بد چیزوں کا شر کا حصہ دماغ کے دھندلا ہو جانے پر کسی صحیح راہ کا نظر نہ آنا عقد ہمت کے توڑنے والے۔۔ حاسدوں کے حسد اور ان کے بعد بعض وقت تو انسانوں کے ذریعہ مہمات پیش آمدہ کے خلاف وساوس کا پیدا ہو جانا۔ یا بعض وقت نادیدہ اسباب کے ذریعے دل میں خلجان اور وسوسے کا ہو جانا۔ یہ وہ سات چیزیں ہیں کہ جن کے مضرات سے بچنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ ان سات چیزوں سے اگر ہم بچ سکتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ سے بچ سکتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا۔

قل اعوذ برب الفلق ○ من شر ما خلق ○ ومن شر غاسق اذا وقب ○ ومن شر النفّٰثٰت فی العقد ○ ومن شر حاسد اذا حسد ○

قل اعوذ برب الناس ○ ملک الناس ○ الٰہ الناس ○ من شر الوسواس الخناس ○ الذی یوسوس فی صدور الناس ○ من الجنة والناس ○

کہو میں صبح کے ربّ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ہر چیز کی شر سے جو اس نے پیدا کی۔ اور تاریک رات کی شر سے جب تاریکی چھا جائے۔ اور عزیمتوں میں پھونکنے والوں کی شر سے اور حسد کرنے والے کی شر سے جب وہ حسد کرے +

کہو میں لوگوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ لوگوں کے بادشاہ کی لوگوں کے معبود کی۔ نیچے پیچھے ہٹ جانیوالے کے وسوسہ کی شر سے۔ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے جنوں اور انسانوں میں سے +

برلن مسجد

سنہ ۱۹۲۲ء کے موسم گرما میں حضرت حاجی حرمین الشریفین جناب خواجہ کمال الدین صاحب جرمنی میں اس غرض سے تشریف لے گئے کہ خود اپنے طور پر یہ معلوم کریں کہ اس ملک کے حالات کہاں تک اجازت دیتے ہیں۔ کہ ہم اپنی کوششوں کو وہاں تک وسیع کریں۔ جرمنی میں بہت سے اعلیٰ درجہ کے اور ذی اثر لوگوں سے آپ کی ملاقات ہوئی اور اس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے کو برلن میں بھیجدیا۔ کہ وہ اس جگہ مشن کا کام شروع کریں۔ اور ان کے بعد مارچ سنہ ۱۹۲۳ء میں مولینا مولوی صدرالدین صاحب بھی وہاں پہنچ گئے۔ کہ انکے شریک کار ہوں۔ اگرچہ ان دونوں مبلغین اسلام کا کام اول ہی اول زبان کی مشکلات کی وجہ سے معرض تعویق میں پڑ گیا۔ تاہم وہ ہرگز مایوس اور بددل نہیں ہوئے۔ نہایت قلیل عرصہ میں وہ جرمن زبان کے اچھے خاصے ماہر ہو گئے۔ اور اس قدر سرعت کے ساتھ اور اس قدر امید افزا ترقی انہوں نے کی۔ کہ اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ہماری انجمن نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ برلن کے عین وسط میں ایک مسجد تعمیر کی جائے۔ اور اس غرض سے ایک ٹکڑا زمین فوراً حاصل کر لیا گیا۔ یہ مسجد اب خدا کے فضل سے ہر ایک پہلو سے مکمل ہے ؛

مسجد کی عمارت ایک جرمن نقشہ نویس مسٹر ہرکے لے ہرمین کے مجوزہ نقشہ کے مطابق بنائی گئی۔ اس کی تعمیر ۱۳ ستمبر سنہ ۱۹۲۴ء کو شروع ہوئی۔ اس کا رقبہ ۴۴½ × ۴۴½ فیٹ ہے۔ اور بڑے دروازہ کی بلندی سطح زمین سے ۳۰ فیٹ گنبد ۷۵ فیٹ کی بلندی پر ہے۔ اور مینار جو ابھی زیر تعمیر ہیں۔ نوے فیٹ بلند اور مسجد سے سو فیٹ کے فاصلہ پر ہیں

گنبد کا قطر ۲۲½ فیٹ ہے۔ اندر وہ ۱۲ ستونوں اور ۲۲ بڑی بڑی ڈاٹوں کے سہارہ پر قائم ہے۔ اس کے اوپر جو ہلال لگایا گیا ہے وہ ۱۱ فیٹ کی بلندی پر ہے۔ مسجد کے ساتھ ہی امام کی رہائش کے لئے ایک مکان بنایا گیا ہے جسمیں کم از کم چار مبلغین کی گنجائش ہے +

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے مولانا مولوی صدرالدین صاحب کی مساعی جمیلہ کو یہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ کہ اب تک ۳۱ نفوس حلقۂ اسلام کے اندر آچکے ہیں۔ اور اس کے علاوہ مسلمیش ریویو کے نام سے ایک سہ ماہی رسالہ جرمن زبان میں شائع ہوتا ہے۔ جو بحمد اللہ بہت کامیابی حاصل کرچکا ہے۔ حضرت مولٰینا کے ساتھ کام کرنے کے لئے اس وقت ایک اور مبلغ مسٹر فضل کریم خاں درانی بھی جرمنی پہنچ چکے ہیں۔ اور ہم دل سے دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کی رحمتیں اور برکتیں ان کے شامل ہوں +

گوشوارہ آمد و خرچ ووکنگ مسلم مشن

دفتر ہندوستان بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۵ء

تفصیل آمد	نمبر تفصیل	رقم آمد ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر تفصیل	رقم خرچ ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن	عـ۱	۰	۱۳	۸۱۵	بمسلم مشن ووکنگ				
قیمت اسلامک ریویو و تفصیل تقسیم	عـ۲	۰	۱	۱۲۰۱	دی اسلامک ریویو	عـ۴	۰	۸	۳۴۴۶
برائے تبلیغ اسلام لٹریچر	عـ۳	۰	۵	۱۳۸۹	لیٹریچر فنڈ				
میزان		۰	۳	۳۴۰۶	میزان	—	-	۸	۳۴۴۶

دستخط۔ ڈاکٹر غلام محمد آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

نقشہ تفصیل آمدنی در ہندوستان بابت ماہ فروری ۱۹۲۵ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
مرسلہ جناب عبدالباسط صاحب از اسٹاف پوسٹل آڈٹ آفس		٦	٧	جناب حاجی حافظ بخش صاحب قصور	.	.	٥
مدراس				" غلام نبی محمد اکرم صاحب "	.	.	٢
جناب منہاج الدین صاحب بھٹنڈا	-	.	٥	" میاں فتح محمد صاحب گورا "			٤٠
" عبداللہ خان صاحب امراوتی	.	.	١٢	" فضل الدین صاحب "	.	.	٥٠
" کے انور علی صاحب نگر کنڈا	-	.	٤	" حاجی کریم بخش و فتح محمد "	.	.	٥
جناب مسٹر میاں محمد خان صاحب اُکاڑہ	.	.	٢٠	" سردار محمد بخش صاحب "	.	.	١٠
جناب فتح محمد صاحب راجمندری	.	.	٥	" غلام رسول میاں محمد صاحب "	-	.	٥
جناب میر فردوس شاہ صاحب کیمبل پور	-	.	٤	" کرم الٰہی فضل الٰہی صاحبان "	-	-	٣
" کالا خان صاحب رسالدار	.	.	٦	" صبیح الدین صاحب دہلی	-	.	١
" سید عظمت اللہ صاحب ادونی	.	.	٦	" محمد قاسم صاحب کانپور	-	٨	٤٩
" عبدالحفیظ صاحب باعکظ	.	.	١٠	" میاں سلطان علی صاحب میرپور	.	.	١٠
" شیخ محمد یوسف صاحب بلوچستان	.	.	٢	" مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب دہلی	.	.	٥
معلوم الاسم	.	.	١	" سید اکبر سید احمد شاہ صاحب چارسدہ	.	.	١٠
جناب محبوب علی صاحب دہلوی گوالیار	.	.	١٠	" امیر حسن صاحب کاکوری۔ لکھنؤ	.	.	١
" فضل کریم صاحب ابازئی پشاور	.	.	٣	" محمد ابراہیم صاحب بھوانی	.	.	١
جنابہ فاطمہ بی بی صاحبہ لاہور	.	.	١	" محبوب خان صاحب نومیری	.	.	١٠
جناب تاج الدین صاحب منٹگمری	.	.	٥	جناب فتح محمد صاحب راجمندری	.	.	٦
" محمد ابراہیم صاحب بھوانی	.	.	١	" محمد اصغر صاحب میکلوڈ گنج بہاولپور	.	.	٤
حضور نواب نعمت یار جنگ صاحب بہادر حیدرآباد	.	.	١٥	" ابو طالب صاحب پکی لبین	.	.	٢٠
				" جناب غلام ربانی صاحب مانسہرہ	.	.	٢٥
جناب فضل الدین صاحب چیت پور	-	-	٥	متفرق از رامپور	.	١٥	٤٠٤
" میاں غلام حسین صاحب قصور	.	-	١٠	جناب محمد اسمٰعیل صاحب کشمیر	.	.	٦
" مولوی محمد صاحب چھاچھی	-	-	٥	" برج لال صاحب قصور	:	-	٥
				میزان کل		١٣	٨١٥

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو بشیر فنڈ بابت فروری ۱۹۲۵ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب سید مقبول احمد صاحب الہ آباد	۰	۰	۵	جناب محمد اسمٰعیل صاحب فیض آباد دیناپور	۰	۰	۵۰
حضور نواب نعمت یار جنگ بہادر حیدرآباد دکن				" غلام ربانی صاحب مانسہرہ	۰	۰	۲۵
مفت تقسیم عدد ۱۰ طباعت کتب عدد ۱۰	۰	۰	۲۰	" کرنل لطافت علی صاحب لدھیانہ	۰	۰	۱۰۰
مفت تقسیم اسلامک ریویو۔ محمد قیاس صاحب قصور	۰	۰	۲۰	مفت تقسیم ریویو۔ محمد اسمٰعیل صاحب کشمیر	۰	۸	۴
" " بابو فضل الدین صاحب	۰	۰	۲۵	" آغا سید حسن صاحب کشمیر			۱۸
" " سید عبد الحلیم صاحب بنگال	۰	۰	۵	" " حضور میجر حاجی محمد حمید اللہ خاں صاحب بھوپال	۰	۰	۵۰
اسلامی لٹریچر " "	۰	۴	۲				
مفت تقسیم ریویو سیدۃ النساء صاحبہ " "	۰	۰	۵	" محمد الدین صاحب میمن سنگھ بنگال	۰	۰	۵
معرفت جناب خالد خان صاحب کوہاٹ بابت دو صاحبان	۰	۰	۱۰	قیمت ریویو	۰	۵	۴۵۶
جناب شیخ نیاز محمد صاحب [illegible] وزیرآباد	۰	۰	۴۰۰	میزان	۰	۱	۱۲۰۱

نقشہ ۳ تفصیل آمد تبلیغ اسلام فنڈ بابت ماہ فروری ۱۹۲۵ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
تبلیغ اسلام فنڈ بابو عبد الرحمن صاحب گوجرانوالہ زکوٰۃ	۰	۰	۱۵	جناب شیخ مولا بخش صاحب لائلپور زکوٰۃ	۰	۰	۵۰۰
				" خان علی قلی خاں صاحب کرم	۰	۰	۵۰
جناب احمد یار صاحب چنیوٹ زکوٰۃ	۰	۰	۱۰	" خواجہ کمال الدین صاحب لاہور زکوٰۃ	۰	۰	۵۰
" خواجہ محمد فخر الدین صاحب	۰	۰	۵	" خواجہ عبد الغنی صاحب " زکوٰۃ	۰	۵	۹
" حضور نواب صاحب پالن پور	۰	۰	۷۵۰	کل میزان	۰	۵	۱۳۸۹

نقشہ ۴ تفصیل خرچ مسلم مشن ووکنگ اسلامک ریویو بشیر فنڈ

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
تنخواہ عملہ دفتر لاہور از اکتوبر ۱۹۲۴ء لغایت جنوری ۱۹۲۵ء ۴ ماہ ...	۰	۰	۲۳۹۲
تنخواہ ماہ ستمبر ۱۹۲۴ء عبد الحمید چپراسی ۲۹ یوم	۰	۸	۱۴
کرایہ دفتر از اکتوبر ۱۹۲۴ء لغایت جنوری ۱۹۲۵ء	۰	۰	۴۰
میزان کل	۰	۰	۲۴۴۶

(نوٹ) ستمبر ۱۹۲۴ء میں مالی سال ختم ہوتا ہے۔ اور اکتوبر ۱۹۲۴ء سے سال نیا شروع ہوتا ہے، اکتوبر میں بجٹ پاس نہیں ہوا تھا۔ اسلئے بجٹ کے پاس ہونے پر کل عملہ کی تنخواہ ڈال دی ہے۔

یہ مجرب اکسیر ذیل کی شکایات کا حکمی علاج اپنے اندر رکھتی ہے جسکی تصدیق میں ہم ذیل کے چند سرٹیفکیٹ پیش کرتے ہیں۔ سرٹیفکیٹ دہندگان کی حیثیت اسیات کی ذمہ وار ہے۔ کہ یہ دوائی اشتہاری حکیموں کی دوائی نہیں۔ معدہ پر اس کا اثر فوراً ہو جاتا ہے۔ لیکن دیگر اثرات بیس سال کی عمر سے کم پر دس دن میں ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ کی عمر والا پندرہ دن کے اندر اندر اس کے اثر کو دیکھ لیتا ہے +

(۱) وجع المفاصل یعنی جوڑوں اور اعصاب کی درد (۲) عرق النساء (۳) سوء ہضم یا Dyspepsia (۴) کمزوری دل و دماغ (۵) ایام کی بےقاعدگی (۶) سیلان رحم +

اصل بات یہ ہے۔ کہ یہ دوائی سب سے اول معدہ کی اصلاح کر کے خون صالح پیدا کرتی ہے۔ جس سے جسم کا ہر ایک حصہ قوت پاتا ہے۔ اور رنگت کو صاف کرتی ہے اور وزن کو بڑھاتی ہے۔ پندرہ دن کی خوراک کی قیمت معہ محصولڈاک عہ اور ایکماہ کی خوراک عہ معہ محصولڈاک +

المشتہر منیجر اکسیر رحمانی عزیز منزل۔ لاہور (پنجاب)

نقول سندات

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

دماغی مشقتوں نے جو میرے اعصاب کا حال کر رکھا تھا اس کو میں بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ اس دماغی محنت نے میرے معدے جگر اور دل پر برا اثر کر رکھا تھا۔ اللہ تعالے نے محض اپنے فضل سے مجھے ان تمام شکایات سے اکسیر رحمانی کے ذریعہ نجات بخشی۔ میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ میں از سر نو آج سے کچھ سال پہلے کی طرح پھر کام کرنے کے قابل ہو گیا ہوں۔ اعصاب دریسیہ کی طاقت دینے میں تو یہ دوائی فی الواقع اکسیر ہے +

منشی سعادت علی صاحب از رامپور

کولہے سے لے کر گھٹنے تک میں سخت درد میں مبتلا تھا۔ اس دوائی کے ذریعہ مجھے آرام ہوا +

عالیجناب فرخی صاحب استاد نواب صاحب رامپور

گو ہشتاد سالہ کی اشتہا اس دوائی کے استعمال سے دو چند ہو جائے ۔ تو اسے کرامت نہ کہا جائے تو اور کیا +

محمد صدیق صاحب مالک کارخانہ صابون محمد صدیق
محمد ابراہیم دہلی

مجھے اس دوائی کے چندروزہ استعمال سے از حد فائدہ ہوا ۔ میرے جسم میں چستی پیدا ہوئی ۔ چلنے میں طاقت اور اشتہا میں زیادتی پیدا ہو گئی +

عالیجناب ولیعہد ریاست گوندل (کاٹھیاواڑ)

اس دوائی کے استعمال سے میرا وزن دس دن میں ایک پونڈ بڑھ گیا ۔ میرے اور متعلقین نے بھی استعمال کیا ۔ انہیں بھی ویسا ہی فائدہ ہوا +

عبدالاکبر خان صاحب نائب تحصیلدار چارسدہ

یہ دوائی مجھے خواجہ صاحب کی معرفت ملی ہے ۔ استعمال سے میرے جسمانی اور دماغی قواء کو از حد فائدہ ہوا ۔ دو تین دن کے اندر جسم میں چستی پیدا ہو گئی ۔ میرے ایک اور دوست نے بھی استعمال کیا ۔ اور فائدہ اٹھایا +

خانصاحب محمد دلاور خان اسسٹنٹ کمشنر چارسدہ

میرے چند دوستوں نے اس دوائی کو استعمال کیا ۔ انہیں مختلف شکایات تھیں ۔ ان سب کو نہایت عمدہ فائدہ ہوا +

محمد عبداللہ صاحب وکیل ہائیکورٹ سرینگر کشمیر

مجھے اور میرے احباب کو اس دوائی کے استعمال سے اعجازی رنگ میں خارق عادت فائدہ ہوا ۔ جسمانی اور نفسانی قواء میں نمایاں طاقت محسوس ہوئی ۔ حق الامر یہ ہے کہ یہ اعجازی دوائی ایک زندہ کرامت ہے ۔ میرے علاوہ محمد موسےٰ خانصاحب ۔ محمد اکبر محمد اسمٰعیل صاحب اور غلام نبی صاحب کو بھی فوری فائدہ ہوا ۔ ایک دوست غلام رسول وجع المفاصل سے تنگ تھا ۔ اور اسکے گھٹنوں میں درد تھا ۔ اسے بھی فوری فائدہ ہوا ۔

ملک تسیر محمد صاحب سکرٹری محکمہ مال ریاست جموں و کشمیر

میں نے دواء اعظم کو استعمال کیا ۔ قوت ہضم بڑھانے اور اشتہا صادق کے پیدا کرنے میں اسے میں نے بینظیر پایا ۔ چندروزہ استعمال سے اس دوا کا اثر ظاہر ہونے لگتا ہے ۔ میرے علم میں کہنہ بدہضمی و امراض معدہ کے ذیعہ کیلئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے ۔ خون صالح پیدا کرتی ہے ۔ میرا یقین ہے ۔ کہ عالم پیری میں جسمانی قواء کی تقویت کیلئے اس دوا سے بہتر تاثیر نہ ہوگی ۔ دماغی کام کرنیوالوں کیلئے یہ دوا از حد مفید ہے +

۲۷ جنوری سنہ ۱۹۲۸ء

عالیجناب حکیم سید لعل شاہ صاحب برق (پشاور)

پچھلے دنوں مسٹر فضل احمد خانصاحب انسپکٹر محکمہ مال کو جبکہ وہ ڈیرہ میں متعین تھے میں نے اکسیر ربانی کا استعمال کرایا ۔ ان کا بیان ہے کہ میرا وزن تین سیر بڑھ گیا ۔ اور عام صحت بہ نسبت پہلے کے بہت ہی اچھی ہو گئی +

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

ام الالسنہ

معروف بہ

زندہ و کامل زبان

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اسمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس سے نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت ۱۲ ار

مطالعۂ اسلام

بلا جلد ۱۲ ار مجلد عہ ر

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

اس کتاب میں امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالی والبعث بعد الموت کی نہایت فلسفیانہ اور محققانہ تفسیر کی گئی ہے۔ نیز پانچ ارکان اسلام کلمۂ طیبہ حج۔ روزہ نماز زکوٰۃ پر فلسفیانہ روشنی ڈالی ہے

خطبات غربیہ

یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرفت کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کے لئے انگلستان کے مختلف مقامات پر انگریزی زبان میں دیئے۔ بعض احباب کی خواہش پر اردو میں ترجمہ ہوئے ہیں۔ مکمل سٹ بلا جلد ۱۲ ار مجلد عہ

مقصد مذہب

یہ وہ معرکۃ الآرا لیکچر ہے۔ جو حضرت خواجہ صاحب نے لاہور کی مذہبی کانفرنس میں پڑھا۔ اس کانفرنس میں ہندو سناتنی۔ آریہ سماجی۔ برہمو سماجی۔ اور بہت سے مذاہب کے نمائندوں نے اپنے اپنے لیکچر پڑھے۔ اس لیکچر کی خوبی پڑھنے سے عیاں ہوتی ہے + قیمت ۳ ر

مذہب محبت

اسمیں فاضل مصنف نے براہین قاطعہ کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے۔ جو زمین پر صلح۔ امن۔ آشتی محبت پیار۔ محبتی کامیابی کے ساتھ قائم کر سکتا ہے + قیمت ۲ ر

ذرات عالم کا مذہب

اسمیں مصنف نے دکھایا ہے کہ سائنس اور مذہب کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے روح کی پیدائش اور اسکے فرائض اور مسئلہ ارتقائے انسانی۔ کفارہ پر ایمان اپنی ہتک ہے قیمت ۸ ر

اسلام اور علوم جدیدہ

اسمیں فاضل مصنف نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ قرآن ہی ایک کتاب ہے۔ جس نے لطیف حقائق اور باریک مسائل سمجھانے کیلئے صحیفۂ قدرت اور اس کے مظاہر کیفیت انسان کو متوجہ کیا۔ قیمت عہ ر

ینابیع المسیحیت

یہ کتاب نوعیت میں بالکل نئی ہے۔ اسمیں دکھایا ہے کہ مروجہ اصول و حکایات مسیح کو جناب مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ مسیحی دین کی ہر ایک بات سورج پرستی اور مسیح سے قبل کی بت پرستی سے لی گئی ہے۔ اس کتاب کا ہر صفحہ نئے انکشافات اپنے اندر لئے ہوئے ہے منکشف شدہ حالات حیرت افزا اور سنسنی خیز ہیں جن کو کروڑہا عیسائی بےخبر ہیں۔ اور جن کے پڑھنے سے وہ اپنے مسلمات پر قائم نہیں رہ سکتے

قیمت بلا جلد عہ مجلد عہ

یسوع کی الوہیت

اور اس کی انسانیت پر ایک نظر

فاضل مصنف نے الوہیت مسیح کفارہ معجزات مسیح وغیرہ کی حقیقت الغرض وہ مسائل جو عیسائیت سے متعلق رکھتے ہیں۔ ان سب کی براہین قاطعہ سے تردید کی ہے + قیمت

المشتہر۔ مینجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور (پنجاب)

... بازار ... دروازہ لاہور میں منشی محمد ... کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبدالغنی منیجر ... اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور سے شائع کیا

…وریل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

ترسیل زر و اشتہارات خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

عزیز منزل - لاہور

قیمت سالانہ للعہ — ممالک غیر [illegible]

Captain E. Basheer Underwood.

فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام لاہور

جلد (۱۱) بابت ماہ مئی ۱۹۲۵ء مطابق شوال ۱۳۴۳ء نمبر (۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۵ء

شذرات

تشریح تصویر اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ کپتان ای ولشیر انڈرووڈ صاحب نومسلم کی تصویر شائع کی جاتی ہے +

عیدالفطر رمضان شریف آیا اور گیا خواہ روزے رکھے یا نہ رکھے یا ہم میں سے جنہوں نے روزے رکھے انھوں نے حقیقی روزہ رکھا یا صرف فاقہ کشی کی ہمنے عید کا چاند دیکھنے میں عجلت کی اور عید کو خوشیوں سے منایا۔ خوشی اس بات کی تھی کہ ہمیں رمضان شریف نصیب ہؤا۔ ہمنے روزے رکھے۔ ہم نے سلوک کی ایک منزل کو طے کیا۔ اور ہم اس سلوک کی برکات سے متمتّع ہوئے۔ لیکن کیا واقعی ہم مقصد صوم میں کامیاب ہوئے۔ صوم سے مُراد فاقہ کشی تو نہیں۔ صوم سے غرض تو ایک مسلم کے اندر ایثار کی رُوح کو پیدا کرنا ہے۔ اگر وہ رُوح پیدا ہو گئی تو عیدالفطر کی خوشی کو منانا ایک امر صحیح ہے۔ ورنہ ہماری خوشی ایک بچے کی خوشی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ آج اسلام کو اگر کسی چیز کی ضرورت ہے، تو مسلمانوں کے ایثار کی +

کُل اخلاقِ فاضلہ کی جڑ ایثار ہے

جو کام روپیہ سے پیسے سے قوت وشوکت سے ہتھیار و لشکر سے نہیں نکل سکتا۔ وہ ایثار و قربانی سے بہ آسانی سرانجام پاسکتا ہے۔ اخلاق فاضلہ کی اساس و بُنیاد ایثار ہی۔ بڑے سے بڑے اخلاق ایثار کی ہی مختلف شکلیں ہیں۔ عفت۔ امانت۔ دیانت صداقت شجاعت اسی ایک ایثار سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہی حقیقی شجاع ہوسکتا ہے جو دنیا جہان کو صداقت کی خاطر قربان کرنا جانتا ہے۔ یہی رُوح ایثار اسکی جان کو آسانی سے ہتھیلی پر رکھا دیتی ہے۔ امانت دیانت بھی وہی کرسکتا ہے۔ جو اپنے مفاد ذاتی کو قربان کرنا جانتا ہے۔ صبر و استقامت جو کلید ہر ظفر ہے۔ وہ بھی اُسے ہی نصیب ہوتے ہیں جو ایثار کا جوہر اپنے اندر پیدا کرچکا ہے۔ اس راز کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھولا ہے۔ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والثمرات وبشر الصابرین اذا اصابتهم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان قدسی الفاظ کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ہم پر کبھی خوف کبھی بھوک کبھی نقصان مال یا نقصان ثمرات اللہ کی طرف سے وارد ہوتا ہے۔ تو اس کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے اندر جو صبر و استقامت کا جوہر ہے وہ ظاہر ہو اور بلوغت پا جائے۔ دنیا میں عظیم الشان کام وہی کرتے ہیں جو صبر و استقامت دکھلانا جانتے ہیں۔ صبر و استقامت والے ہی ہر شعبۂ زندگی میں ہر مشکل سے مشکل کام میں کامیاب ہوتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے وقت میں سرآمد روزگار اور بعد میں بقائے دوام کا تاج پہن لیتے ہیں۔ لیکن صبر و استقامت کا ظہور کامل نہیں ہوتا ہے جب تک طرح طرح کی ابتلاؤں سے شکار ہوں یوں تو کہنے کو کل اخلاق ہر انسان میں بالقوہ موجود ہوتے ہیں لیکن وہ تو حقیقت نہیں بلکہ استعداد کا رنگ رکھتا ہے۔ استعداد ایک بالفعل قوت اسی وقت بنتی ہے جب ظاہر ہو۔ اور اسکے لئے محل وقوع کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب تک ایک شخص کو کسی خوفناک دشمن سے مقابلہ نہ ہو۔ اور اُسے دشمن پر غالب آنے کی ضرورت پیدا نہ ہو اس کا جوہر شجاعت کس طرح ظاہر ہوسکتا ہے۔ یہی حالت دوسری اخلاقی قوتوں کی ہے۔

کُل امورُہم۔ میں سب اخلاق فاضلہ کی سرتاج صبر و استقامت ہے۔ اور صبر و استقامت کے ظہور کیلئے انہیں باتوں کے پیدا ہونے کی ضرورت ہے۔ جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ لفظ **بلا** بھی کیسا بلیغ اور موزوں لفظ اس آیت میں استعمال کیا گیا۔ بلا کے معنے آزمائش کے ہیں۔ اور بلا کے معنے عطاء کے بھی ہیں۔ اور بلا کے معنے سونے کو آگ میں ڈالکر اُسے کھاد سے پاک صاف کرنا اور کُندن بنانا ہوتا ہے سو بھوک پیاس خوف نقصان بھی طرح طرح کی آگیں ہیں جنمیں پڑ کر انسان کا ذہب صبر و استقامت کُندن ہو جاتا ہے۔ پھر جو صاحب صبر و استقامت ہو گیا اسکے لئے ہر فتح و ظفر کی بشارت ہی بشارت ہے +

ایام رمضان شریف میں ہمنے تیس دن بھوک اور پیاس کا مقابلہ کیا۔ اور یہ سب کچھ بطیب خاطر کیا۔ کسی کے جور و جبر سے نہیں کیا۔ اگر ان ایام میں صبر و ایثار کا جوہر ہم میں پیدا نہ ہُوا۔ تو فی الواقعہ ہمنے فاقہ کشی کی +

برادرانِ وطن آج برادرانِ وطن کیوں ہم پر فائق ہیں۔ وہ جو کام کرتے ہیں۔ صبر و استقامت سے کرتے ہیں۔ وہ اپنی محنتوں کے نتائج فوراً دیکھنا نہیں چاہتے۔ وہ ایک غرض کو سامنے رکھ کر اپنے سامنے ایک دستور العمل قائم کر لیتے ہیں۔ اور اس پر استقلال کے ساتھ قدم مارتے ہیں آج اُنکے سامنے ہندو سوا راج ہے۔ وہ اس دن کے منتظر ہیں جب مسلمانوں سے مندروں کی پوجا کرائیں۔ وہ اس امر کا حصول اپنی شماری طاقت کی افزونی میں دیکھتے ہیں۔ ان کے سامنے کئی کروڑ اچھوت ہیں۔ ان کو وہ اپنے میں مدغم کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں کے لوگ ایثار کرنا جانتے ہیں۔ آج کشمیر سے راس کماری تک اور کراچی سے رنگون تک ایک ہی مقصد ایک ہی غرض سب کے سامنے ہے گاندھی مہاتما کے دورے۔ لاجپت رائے کے لیکچر۔ مدن موہن مالوی کے چکر کیلکر کے آوازے سب ایک ہی لے اپنے اندر لئے ہُوئے ہیں۔ یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے عمر کا ایک حصہ

روپیہ کمانے میں خرچ کیا۔ وہ صاحب ثروت ہوگئے۔ اُنہیں ذاتی اخراجات کی ضرورت نہیں ہاں انہوں نے اپنے آسائش آرام اور گھر اور بچوں کے تعلقات کو قوم پر قربان کردیا۔ وہ گھروں سے نکلے۔ اور میدان عمل میں آگئے۔ اور ایکدم وہ کر دکھائیں گے جو اُنکے سامنے ہے وائے بر حالِ ما۔ ہم آیندہ اس پر مفصل لکھیں گے +

مسجدِ لندن کی خشتِ اوّل کا خرچ

کسی گذشتہ نمبر میں بعنوان بالا کچھ لکھا گیا تھا۔ اُسے دیکھ کر ایک محترم بہن ذیل کا پیغام بھیجتی ہیں:۔

"خدا کرے یہ مسجد جلد بنے۔ اس مسجد کی تعمیر میں کئی ہزار پونڈ کا صرفہ ہوگا لیکن اُسکی بنیاد رکھنے میں جو ابتدائی چند اینٹیں خرچ ہوں۔ اگر اسمیں میری ایک ناچیز رقم خرچ ہو جائے۔ تو میں اسے سعادت سمجھونگی۔ اس کارخیر کیلئے پینتالیس روپے قبول فرمائے جائیں" +

ہمارے تو خیال میں بھی نہ تھا۔ کہ ہماری تحریر بعض قلوب میں ابھی سے ایسے پاک خیالات پیدا کر دیگی۔ کیونکہ یہ خیال نہ تھا۔ کہ مسجد لندن کا ہم ابھی سے تہیہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اول تو مشن کا مستقل مشنری فنڈ بہت امداد کا محتاج ہے دوسرا ابھی برلن مسجد ہمارے سامنے تھی۔ لیکن وہ مسجد بحمد اللہ اب مکمل ہوگئی صرف مینار باقی ہیں وہ بھی قوم کی توجہ سے ہو رہینگے۔ دوسری طرف جسقدر جلد مسجد لندن بن جائے وہ ہماری تبلیغی کوششوں کو بہت جلد مثمر کر دیگی۔ اگر مسجد ووکنگ نے بیس سال ؟ بتدریج ایک اسلامی مشن کو پیدا کر لیا۔ اور کئی صد انگریز مسلم زائرین قائم الصلوٰۃ اپنی طرف کھینچ لئے تو لندن کی مسجد جو پانچوقت نماز گاہ ہوگی کیوں یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا نقشہ پیدا نہ کردے +

علاوہ ازیں طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ اُن کے نصب العین اُن کے انتخابات محبوبات جُدا جُدا ہوتے ہیں۔ لکھو کھا مسلم نفوس ایسے ہیں۔ جو تعمیر مسجد میں حصہ لینے

کو بہترین خیرات و حسنات میں شمار کرتے ہیں۔ اور یہ امر صحیح بھی ہے قرآن کریم نے اگرچہ زکوٰۃ و صلوٰۃ کا یکجائی ذکر ہر جگہ کیا۔ لیکن در اصل پوچھو تو نماز ہی روح مذہب ہے۔ زکوٰۃ تو صاحب نصاب پر فرض ہوتی ہے۔ اور خیرات کا تو وقت بھی مقرر نہیں جب چاہے کوئی دے۔ بالمقابل نماز سب پر لازم اور دن میں پانچ دفعہ۔ یہ تمام وجوہ بھی چاہتے ہیں۔ کہ لندن میں جلد سے جلد مسجد بنے اور یہ مسجد گورنمنٹ کی امداد کی محتاج نہ ہو۔ بلکہ قومی روپیہ سے تیار ہو۔ یہ امر کوئی مشکل نہیں۔ مسجدیں بنانا تو عام شعار اسلامی ہے۔ ہزار ہا مسلمان بھائی ایسے پیدا ہو سکتے ہیں۔ جو ایک ذرا سی توجہ سے اس اہم کام کو پورا کر سکتے ہیں۔ اس امر پر میں مزید غور کے بعد ایک عملی شکل میں آنے والی تجویز پیش کرونگا۔ سردست اللہ کا نام لے کر اس فنڈ کی افتتاح اُسی محترم بہن کی قابل قدر رقم سے شروع کردی جاتی ہے +

میں اس موقع پر خصوصاً مسلم خواتین کی طرف نظر اُمید سے دیکھتا ہوں تاریخ اسلامی میں مسلم خواتین کے کارناموں کے بہت سے زرّیں اوراق نظر آتے ہیں۔ اہل مکہ اور حجاج کی تشنہ لبی آخر نہر زبیدہ ہی نے بجھائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس خاتون کی کس قدر عزت کی۔ ہمارے زمانہ میں معزول شریف کی نفسانیت دن بدن بڑھتی گئی۔ لیکن جب اس نفسانیت نے اس کا ہاتھ نہر زبیدہ پر چلایا۔ اور اس سے ہزارہا حاجی پیاسے شہید ہوئے تو یہی فعل حسین کی گذشتہ غلط کاریوں کی سزا بن گیا۔ اس نے ایک محسن خاتون کے صدقہ جاریہ کو روکنا چاہا۔ خدا تعالیٰ نے اس کا یہی فعل اس کے گذشتہ اعمال کیلئے موجب سزا کر دیا +

الغرض مسلم بہنوں نے خیرات و حسنات میں بہت عظیم الشان کام کئے یہی ووکنگ مسجد جس نے آخر اس مشن کو جگہ دی۔ وہ بھی تو ایک مرحوم مغفور خاتون کی ہی یادگار ہے حضرت علیا شاہجہان بیگم صاحبہ والیہ بھوپال نے ہی اسے

بنوایا - پھر جب مسلم مشن ووکنگ مسجد میں مقیم ہؤا تو اس کمزور نخل کی پہلی آبیاری بھی تو موجودہ فرمانروا ئے بھوپال نے ہی فرمائی - اور ایسی امداد کی کہ جسکی نظیر کہیں اور نہ مل سکی - ہمارے مشن کی بہترین تصنیف بلحاظ نتیجہ اور تاثیر کے وہ دو صد حدیثوں کے مجموعہ کا انگریزی ترجمہ ہے - جو ہزارہا کاپیوں میں مفت تقسیم ہؤا - اسکی طبع اور اشاعت بھی ایک خاتون کی فیاضی کی مرہون ہے بیگم صاحبہ نواب حاکم الدولہ مرحوم چیف جج ہائیکورٹ نظام کے عطیہ نے یہ مفید کتاب چھپوائی - ایسی بہت سی اور نظیریں موجود ہیں - بہرحال ہم مسجد لندن فنڈ کو ایک بہن کی توجہ سے شروع کرتے ہیں - یہ رسالہ بہت سے رفیع اور بلند پایہ گھروں میں پایا جاتا ہے - ان گھروں کی حکمران ہماری بہنیں ہی ہوتی ہیں - ہم ان مسلم خواتین سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ مردوں سے پہلے اور ان سے کہیں زیادہ اس کار خیر میں حصہ لیں - والسلام +

۶۰ برنز منزل لاہور
۲۰ - اپریل سنہ ۱۹۲۵ء

خواجہ کمال الدین

عیسائیوں کا مشنری کام اور ہماری کوششیں

اس عنوان پر کچھ لکھنا بظاہر تحصیل لاحاصل ہے - ہم کیا اور ہماری نسبت مسیحی مشنریوں سے کیا - لیکن شاید برادران اسلام میں کوئی ایسے قلوب پیدا ہوں - جو یہ خیال کریں - کہ اگر باطل کی اشاعت میں بعض قلوب اسقدر جوش رکھتے ہیں - تو کیوں حق کی اشاعت میں جوش نہ دکھلایا جاوے مختلف فارن مشنوں کے کارنامے دیتے تو ایک بھاری دفتر کو چاہتے ہیں ہم یہاں صرف امریکہ کے ایک پراٹسٹنٹ فارن مشن کا ذکر کرتے ہیں - جس نے

اس صدی کے آغاز سے اب تک ذیل کی ترقی کی ہے +

	سنہ ۱۹۰۰ء	سنہ ۱۹۲۴ء
۱ - فارن مشن سوسائٹیوں کی تعداد ...	۵۴	۲۰۰
۲ - ان سوسائٹیوں کی آمد ..	۱۸۳۴۵۰۰۰ روپیہ	۱۲۰۸۲۸۰۰۰ روپیہ
۳ - ایک سوسائٹی کا بجٹ گذشتہ سال ..	×	۲۴۰۰۰۰۰۰ "
۴ - فارن مشنریوں کی تعداد	۴۵۰۰	۱۳۰۰۰
۵ - دیسی مشنری	۱۶۰۰۰	۶۰۰۰۰
۶ - جنہوں نے بپتسمہ پایا	۴۰۰۴۹۶	۱۵۰۰۰۰۰
۷ - سکول اور کالج	۶۲۵۲	۲۰۰۰۰
۸ - ان سکولوں اور کالجوں کے طالبعلم	۲۴۰۲۶۲	۶۲۲۰۰۰

ان سوسائٹیوں کا کام کسی خاص ملک تک محدود نہیں - بلکہ ایشیاء کے ہر بڑے ملک میں یہ سوسائٹیاں کام کرتی ہیں - ان اخراجات پر اور اتنے بڑے سٹاف کے مقابل جو کامیابی ہے - وہ بالکل ہیچ ہے خصوصاً جب ہم بپتسمہ پانیوالوں کی تعداد کو دیکھتے ہیں - رپورٹ میں یہ نہیں بتایا گیا - کہ یہ لوگ فی الواقعہ عیسائی بھی ہوئے - یہ تعداد انکی ہے جنہوں نے بپتسمہ پایا - جس طریق پر بپتسمہ پانیوالوں کی رپورٹ طیار ہوتی ہے - اور جس طرح بغرض رپورٹ ان کا شمار بڑھایا جاتا ہے - وہ کوئی سربستہ راز نہیں - ایسے میلوں میں جہاں دیہاتی کثرت سے ہوں وہاں پادری کا کمپ لگتا ہے لنگر خانہ کھولدیا جاتا ہے - اس لنگر میں روٹی کھانیوالے کی شرط اتنی ہی ہوتی ہے - کہ پادریصاحب ایک پانی کے چلو سے انہیں بپتسمہ دیدیں سینکڑوں آدمی جوادنے اور نیچ قوم کے ہوتے ہیں - وہ ایک چلو پانی کو اپنے سر اور پیشانی پر ڈلوا کر روٹی کو حاصل کرنا ایک سستا امر سمجھتے ہیں لیکن ذاتی توقعات واقعات ہی ہیں ہمیں تو دیکھنا ہے کہ یہ باطل پرست کسقدر محنت ہمت اور خرچ سے کام لیتے ہیں - ان کے بالمقابل اگر ہم ہزارواں حصہ بھی کام کریں - تو ایک دس سال میں دنیا کے ایک بڑے بھاری حصہ کو مسلمان کرلیں - وہ لوگ دنیا کے ہر حصہ میں پہنچے ہیں - اور ان کے مقابل جو ہمارے مشن ہیں وہ ظاہر ہیں - فاعتبروا یا اولی الابصار +

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

آتش پرست

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

حضرت خواجہ صاحب نے حال میں ایک کتاب موسوم بہ پیغام **آتش پرستان** بزبان انگریزی لکھی ہے۔ جو گذشتہ ماہ چھپنے کیلئے ولایت بھیجدی گئی ہے۔ ہمارے خیال میں فی زمانہ اسلام کیطرف سے اس قوم کو آج تک دعوت اسلام نہیں دیگئی۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ یہ کتاب مسلم لٹریچر میں ایک عمدہ اضافہ ہوگی۔ کتاب مذکور کو گجراتی زبان میں ترجمہ کرنے کا بھی انتظام ہوگیا ہے۔ اس فرض کو ہمارے مکرم ماسٹر ولی محمد صاحب پرائیویٹ سکرٹری بیگم صاحبہ ریاست مانا ودر نے اپنے ذمے ڈالا ہے۔ اس کتاب کے تمہیدی اوراق اسلامک ریویو کے فروری نمبر میں بعنوان بالا چھپ گئے ہیں۔ جس کا ترجمہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں + مترجم

موجودہ قیام بمبئی میں میں چند بزرگوں کی خانقاہوں پر گیا۔ وہاں ان مقابرہ پر میں نے بمبئی کے ہر مذہب و ملت کے آدمی دیکھے۔ ان میں پارسیوں کی بھی خاصی تعداد تھی۔ اس قوم کی طرز معاشرت۔ انکے معاملات دنیوی۔ ان کے بعض نصب العین مجھے ہمیشہ سے پسند آئے۔ یہ لوگ جس خوش عقیدگی سے مسلم اولیاء کی قبروں پر کھڑے تھے۔ اس نے مجھے آمادہ کیا۔ کہ میں زردشتی مذہب کی کتب کا پھر مطالعہ کروں۔ ان کی مذہبی کتب اور ان کی ادبیات کے مطالعہ سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ بھی خدائے واحد پر ایمان رکھتے ہیں۔ چنانچہ **توحید** کے یہ بھی مدعی ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ قوم آگ کے آگے جھکتی ہے۔ اسلئے انکو آتش پرست کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک کائنات میں سے آگ ہی ایک ایسا عنصر ہے۔ جو خدا کی ایک کامل مظہر ہونے کی مستحق ہے۔ یہ خیال کرنے

ہیں۔ کہ کل عناصر کے مقابل صرف آگ میں ہی ایک کامل زندگی ہے۔ یہی مختلف چیزوں کو جمع کر کے انہیں ایک شعلہ میں جمع کر لیتی ہے اسکے شعلے آسمان کی طرف جاتے ہیں۔ اسی میں قدوسیت کا رنگ ہے۔ جس کو یہ چھوتی ہے اسے یہ پاک کر دیتی ہے۔

مخلوق الٰہی میں سے انسان ہی وہ مخلوق ہے جسمیں پرستش کا رنگ کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا ہے۔ انسان کیساتھ مختلف تقاضے اور اشتہائیں لاحق ہیں۔ انہیں سے اسکے سینہ میں مختلف جذبات اور اُمنگیں موجزن ہوتی ہیں۔ اس کے سب جذبات پر اس کے دو جذبے غالب ہیں۔ ایک غضب اور دوسری شہوت۔ یہی دو جذبے دراصل اُمّ الجذبات ہیں۔ انہیں سے اسمیں امید و بیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو اُسے دوسروں کے آگے جھکاتے ہیں۔ اس کے ایمان و یقین میں۔ جو چیز اسکی امیدوں کو پورا کرے۔ اور اسکی خواہشوں کو بہم پہنچائے وہ اسکی معبود ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہ ان ہستیوں کا بھی پرستار ہو جاتا ہے۔ جن سے اُسے کسی قسم کا خوف و ڈر ہو۔ ان حالات میں انسان علے العموم علت و معلول میں فرق نہیں کر سکتا۔ جو چیز اسکے سامنے ہو اسی کے آگے جھک جاتا ہے۔ اور اُس باعث اولے کو دیکھ نہیں سکتا۔ جس کا زبردست ہاتھ انسان کے تجویز کردہ معبودوں کے پیچھے کام کر رہا ہے۔ وہ سطح کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اور تہ کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ یہ کیفیات خصوصاً ان قلوب میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جو حقیقی مذہب کی روشنی سے ابھی منور نہیں ہوتے۔ ارواح پرستی۔ شجر اور نجم پرستی اسی بات سے پیدا ہوئی ہے۔ ان تمام مخلوق پرستیوں میں آفتاب پرستی ہمیشہ سے سب پر غالب رہی۔ ایک سطحی نگاہ میں یہ امر بھی صحیح ہے۔ نیرّ اعظم ہی بظاہر کل حیات کا سرچشمہ ہے۔ یہی کائنات کی بین ابتدا ہے۔ سورج ہی مردہ مادہ میں زندگی پیدا کر دیتا ہے۔ نباتات

جمادات کو آفتاب ہی وجود میں لے آتا ہے۔ کائنات کے اندر تمام حرکات و عمل اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ سوئی ہوئی زندگی کو سورج ہی جگاتا ہے۔ الغرض کُل کی کُل برکات ایک سطحی نگاہ میں آفتاب سے ہی وابستہ ہیں۔ ان حالات میں یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں۔ اگر قدیم زمانہ کے لوگ نیر اعظم کے آگے جھک گئے ہوں۔ اور اس کے پرستار ہو گئے۔ اس معبود اعظم کا اگر کوئی اکلوتہ بیٹا کائنات میں ہو سکتا ہے۔ جو روشنی کا بھی دیوتا ہو تو وہ آگ ہی ہے۔ اسی میں سورج کے امتیازی نشان پائے جاتے ہیں یعنے روشنی اور گرمی۔ حرقت۔ وحدت۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جو قوم آفتاب پرست ہوئی وہی آتش پرست بھی ہوگئی۔ ایک سچے موحد کی نگاہ تو ہمیشہ سرچشمہ نور کی طرف جانی چاہیئے۔ لیکن انسان کی مُشرکانہ فطرت اسکی عقل و دماغ کو دُھندلا کردیتی ہے۔ شرک سے اس کا محاکمہ صحیح نہیں رہتا۔ انسان اصل کی جگہ ایجنٹ کو ہی اصل سمجھ لیتا ہے۔ وہ مغز کو چھوڑ چھلکے پر نگاہ ڈالتا ہے۔ نتیجے کا گرویدہ ہو کر باعث کو بھلا دیتا ہے۔ اور علت حقیقی کو چھوڑ کر معلول کو قبول کرلیتا ہے۔ یہی انسانی طبیعت انسان کو مشرک بناتی ہے۔ وسطی افریقہ کی بیضہ پرستی سے چلکر مہذب یوروپ کی انسان پرستی تک جس جس قسم کی مخلوق پرستیاں انسان نے قبول کیں۔ وہ اسی مذکورہ بالا فطرت کے کرشمے تھے +

خدا کے رسل اسی پست فطرتی کے قلع قمع کرنے کیلئے مبعوث ہوئے وہ سب کے سب توحید کا ہی پیغام لائے۔ ان سب نے انسان کی عبادت کا مستحق ایک ہی خدائے واحد کو ٹھیرایا۔ ان سب نے قلب انسان کو معلول پرستی سے نکالکر علت العلل کی طرف لیجانے کی جدوجہد کی۔ قرآن کریم نے جو ملکہ سبا کا قصہ جناب سلیمان ؑ کے متعلق بیان کیا۔ وہ بھی اسی حقیقت کو کھولتا ہے۔ یہ خاتون بھی شمس پرست تھی۔ وہ جناب سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ خدا کے

نبی نے چاہا۔ کہ وہ کسی لطیف پیرایہ میں ملکہ سبا پر یہ راز منکشف کرے۔ کہ سورج تو ایک دور کی چیز ہے۔ جو حقیقی علت العلل سے کئی منزلوں گذر کر نکلی ہے۔ سورج نے نہیں بلکہ علت العلل نے کل کائنات بنائی ہے۔ اس غرض کے لئے جناب سلیمان نے ایک حوض بنایا۔ اسکو پانی سے بھر کر اس کی سطح کو شیشے سے کچھ ایسی خوبصورتی کے ساتھ منڈھ دیا کہ دیکھنے والا پانی میں اور شیشے میں تمیز نہ کر سکے۔ جناب سلیمان نے ملکہ سے ملنے کیلئے جو مقام تجویز کیا۔ وہاں پہنچنے کیلئے ملکہ سبا کو وہ حوض عبور کرنا تھا۔ ملکہ جب حوض کے کنارے آئی تو اس نے شیشے پر پانی کا دھوکا کھایا۔ اس نے اپنے پاؤں اور پنڈلیوں کا نچلا حصہ اسلئے ننگا کر دیا۔ کہ اس کے کپڑے پانی سے خراب نہ ہوں۔ لیکن قدم دھرتے ہی اسے اپنی غلطی معلوم ہوگئی۔ وہ تو پانی نہ تھا۔ پانی پر شیشہ تھا (صرح ممرد من قواریر) اس غلطی کی واقفیت کے ساتھ ہی ملکہ کے دل پر ایک بھاری صداقت جلوہ افگن ہوگئی اسے فی الفور سمجھ آگئی۔ کہ ہو نہ ہو کہیں سورج بھی شیشہ ہی نہ ہو۔ کہ جسکے پیچھے نور حقیقی جلوہ افروز ہو رہا ہے۔ تو ایسی صورت میں وہ سورج کے آگے کیوں جھکے۔ وہ کیوں نہ اس بزرگ ہستی کی پرستار ہو۔ جو نور السموات والارض ہے +

جناب زردشت علیہ السلام خدا کے مرسل تھے۔ وہ ایران میں پیغام توحید لائے تھے۔ اُن کی قوم بھی ملکہ سبا کی سی مصیبت میں پڑی ہوئی تھی۔ یہی وہ ایام تھے جب آفتاب پرستی ایران اور اس کے نواحی ممالک میں پھیلی ہوئی تھی۔ متھرا۔ لعل۔ الیس۔ ایڈونس۔ بیکس۔ اوسیرس۔ ہورس۔ سورج کے نام تھے۔ جن کے ماتحت نیر اعظم کی ایران۔ بابل۔ نینوا۔ سیریا۔ فلسطین۔ یونان اور مصر میں پرستش ہوتی تھی۔ ایرانی لوگ آفتاب کے علاوہ امرمزد (خدائے ایرانیاں) کے بیٹے آگ کی بھی پرستش کرتے تھے بلکہ آفتاب سے

آگ کی پرستش کی طرف زیادہ مائل تھے۔ اور یہ بات بھی کوئی تعجب انگیز نہ تھی ایران کا شمالی کوہستانی علاقہ جہاں سال کا زیادہ حصہ برف اور زمستان ہی ہوتا ہے۔ وہاں سورج کے مقابل آگ کہیں زیادہ موجب برکات ہے سورج چڑھتا ہے ڈوبتا ہے پھر سال کے بہت سارے حصہ میں بہت کم نظر آتا ہے اور دیو ظلمت کے شکنجے میں اکثر پھنس جاتا ہے۔ چھ مہینے تک ہر سال اس کا جہاں افروز چہرہ بہت ہی کم نظر آتا ہے۔ دن گھٹ جاتے ہیں۔ راتیں بڑھتی جاتی ہیں۔ ایسی تکلیف کے وقت اگر انسان آگ کے آگے نہ جھکجائے تو کیا کرے۔ آفتاب تو دیو ظلمت کے شکنجے میں پھنس جاتا ہے لیکن آگ پر اس کا قابو نہیں چلتا۔ اگر آگ میں خوشبودار لکڑیاں اس کو ہمیشہ قائم رکھنے کے لئے ڈالی جائیں۔ تو وہ ہمیشہ قائم رہ سکتی ہے۔ ان حالات میں اگر ایک مقدس ہیر موبد جذبہ پرستش میں یہ چلا اٹھے تو ایک طبعی بات ہے "اے آگ تو ہی اہرمزد کی فرزند ہے۔ تجھ کو ہی روشن کرنے کیلئے اور قائم رکھنے کیلئے ایک انا ہیر موبد کی ضرورت ہے" [1]

حضرت زردشت چاہتے تھے کہ ایرانیوں کو نور آتش کے خیال سے جدا کر کے نور حقیقی کی طرف لیجائیں۔ اسمیں تو شک نہیں کہ آگ میں مدرکہ اعظم (خداوند) کے کئی ایک خط وخال جلوہ افگن ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق ہم کچھ نہیں جانتے۔ جو کچھ بھی ہمارا علم خدا تعالیٰ کے متعلق ہے۔ وہ اسکی صفات کا ہی ہے۔ اور ان صفات کا علم بھی ہمیں یا الہام الٰہی کے ذریعہ ہوا ہے یا صحیفہ فطرت کے مطالعہ سے کچھ سمجھ آئی ہے۔ اور حق الامر یہ ہے۔ کہ صحیفہ فطرت ہی سے اُن صفات باریتعالیٰ کی تشریح ہوتی ہے۔ جن کا علم الہام الٰہی نے انسان کو دیا۔ چنانچہ خدا کی آخری کتاب نے بھی جب ہمیں خدائے رحمٰن ورحیم کی حقیقت سے آگاہ کرنا چاہا تو آیات قرآنی نے بھی بعض مظاہر ہمارے سامنے پیش کئے چنانچہ فرمایا :-

[1] آتش نیایش۔ اوستا جلد ہشتم +

والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم o ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء ماء فاحیا بہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل دابۃ وتصریف الریح والسحاب المسخر بین السماء والارض لآیات لقوم یعقلون (سورہ بقرہ ع ۲۰) ۔

ترجمہ۔ تمہارا خدا ایک خدا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ رحمن اور رحیم ہے۔ بالتحقیق زمین و آسمان کی پیدائش میں اختلاف لیل و نہار میں۔ جہازوں میں جو سمندر میں چلتے ہیں۔ اور اُن سے انسان کو فائدہ ہوتا ہے۔ ایسا ہی اس پانی میں جو آسمان سے اتر کر مُردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ پھر اسی سے ہر قسم کے حیوانات پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان انسان کے خادم بنے ہوئے ہیں۔ ان سب میں ایک سمجھ والے انسان کیلئے نشانیاں ہی نشانیاں ہیں۔

ان آیات نے دراصل مجملاً اُن تمام برکات کا ذکر کر دیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمانیت اور رحیمیت کے طفیل ہمیں بخشے ہیں۔ اور جن کے سوا ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔ ان حالات پر ہماری عبادت اور پرستش کا اسکی ذات کے سوا کون مستحق ہو سکتا ہے۔ قرآن کی مختلف آیتیں ان تمام چیزوں کو ایک ایک کر کے گن ڈالتی ہیں۔ جنہیں انسان نے اسلام سے پہلے خدا بنا رکھا تھا۔ پھر قرآن فرماتا ہے۔ کہ اے انسان یہ سب کی سب چیزیں تیری معبود ہیں یہ تیری غلام اور خادم ہیں تو تو کائنات کا مالک ہے۔ تو کائنات کا غلام کیوں ہو گیا۔ چنانچہ فرمایا۔

ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار لآیات لاولی الالباب o الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً و یتفکرون فی خلق السموات

والارض ۰ ربنا ما خلقت هذا باطلا ؀

تیعنے زمین و آسمان اور اختلاف لیل و نہار سب دنیا میں سوچنے والوں کیلئے نشانات ہیں..... (وہ غور و فکر کرکے) اسی نتیجہ پر آجاتے ہیں۔ کہ انکی بنائی ہوئی چیز کوئی بھی بے مصرف نہیں۔ یہ سب کے سب انسان کے فائدہ کیلئے پیدا کی گئی ہیں ؀

الغرض تمام خدا کے نبی اور اس کے نیک بندے انسان کو مخلوق پرستی سے نکال کر خالق پرستی کی طرف لاتے رہے۔ اور اس کام کے لئے انہوں نے ہمیشہ اسی چیز کو اپنی وعظ کا ذریعہ بنایا جو اُن کی مخاطب قوم کا معبود تھا۔ حضرتِ زردشت بھی اُسی مقدس گروہ میں سے تھے انہیں بھی اس صداقتِ عظمےٰ کو مبرہن کرنے کے لئے وہی راہ اختیار کرنی پڑی اسلئے انہوں نے جب ایرانیوں کو مخاطب کیا تو آگ کو ہی سامنے رکھ کر ذیل کے الفاظ فرمائے:۔

"اب میں تمہیں خداے مزد کی حکمت آمیز باتیں سناتا ہوں۔ اور اہر (خداے ایرانیاں) کی تعریف میں گیت گاتا ہوں۔ اور اس مقدس رُوح کی مدح کرتا ہوں جسے میں ان مقدس شعلوں میں دیکھتا ہوں۔ لہٰذا اے میری قوم تم نہایت پاک اور نیک دل کے ساتھ آگ کے شعلوں پر غور کرکے رُوح کائنات کی آواز پر کان دھرو[۵]"۔

یہ تو ظاہر ہے کہ کائنات کی رُوح آگ نہیں ہوسکتی۔ خود زردشتی موبد بھی اس رُوح کائنات محولہ کلام بالا سے مراد رُوح اعظم یعنے خدا ہی لیتے ہیں۔ حضرت زردشت آگ میں خالق آتش کے خوبصورت چہرہ کو دکھلا رہے ہیں ؀

جناب خاتم النبیین کا ظہور ایک ایسے وقت ہوا۔ جب کُل کی کُل دنیا بدترین شرک میں مبتلا تھی۔ کائنات کی ہر ایک چیز انسان کو خدا نظر آتی

[۵] گاتھا آہن آدیاتی دیاستا بانت آیت ۱ و ۲ ؀

تھی - آفتاب - ماہتاب - ستارے - بادل - زمین - پانی - آتش - ہوا - درخت اور خود انسان - الغرض عناصر سے ترکیب پایا ہوا ہر ایک ہیولیٰ انسان کو خدا ہی خدا نظر آتا تھا - اسی وجہ سے قرآن نے انسان سے کہا کہ تو تو زمین پر خدا کا خلیفہ ہے اور کائنات کی کُل کی کُل چیزیں تیری معبود نہیں - بلکہ تیری غلام ہیں - اب اگر آنحضرت صلعم ان تمام چیزوں کو گن کر اولی الالباب کو ان چیزوں کو غور و تفکر کرنے کیطرف توجہ دلاتے ہیں - اور اس سے انکو اس نتیجے پر لانا چاہتے ہیں - کہ تمہارا سب کا ایک ہی خدا ہے - تو حضرت زردشت بھی آگ کو سامنے رکھکر یہی سبق پڑھاتے ہیں - وہ ایرانیوں کو کہتے ہیں - کہ تم اُس خدا کو پوجو جس کی طرف آگ کے شعلے رُخ کر رہے ہیں - تم اس قدوس کو پوجو جس نے آگ میں پاک کرنے کی تاثیر رکھی ہے - تم اس حی وقیوم کے آگے سر جھکاؤ - جس نے آگ میں ایک زندگی پیدا کردی ہے تم اس ہاتھ کے پرستار ہو جو کُل کائنات میں مختلف اور متضاد چیزوں کی ترکیب سے نئی سے نئی چیز پیدا کرتا ہے - جیسے کہ آگ لکڑی کے مختلف ٹکڑوں سے بحیثیت مجموعی ایک شعلہ پیدا کرتی ہے +

جناب زردشت مجھے ہمیشہ ایک مقدس انسان ہی نظر آئے - مغربی محققین نے انہیں بھی آفتاب پرستی کا ایک سورج دیوتا خیال کیا ہے - لیکن اہل مغرب کی تحقیقیں ایسی ہی ہوا کرتی ہیں +

ایران سے چلکر آئرلینڈ تک جہاں کہیں آفتاب پرست پیدا ہوئے ان سب میں سے پارسی مجھے ہمیشہ ایک ممتاز قوم نظر آتی ہے - دیگر آفتاب پرستوں نے ایام سلف میں اپنی مذہبی رسومات ادا کرتے ہوئے جو مذموم اور ناکردنی افعال کئے ہیں - ان سے یہ ایرانی لوگ الگ رہے - ہاں آنحضرت صلعم کے وقت یہ لوگ بھی مزدک کی تعلیم تلے ناکردنی افعال میں پھنس گئے - لیکن مزدک کو تو پارسی بزرگ بھی ظلمت کا ہی مظہر سمجھتے ہیں - میں نہیں چاہتا - کہ میں

یہاں آفتاب پرستوں کے ناپاک قصے بیان کر کے ان صفحوں کو گندہ کروں مختصراً یہ کہتا ہوں کہ شیطان کے کل کے کُل کارنامے آفتاب پرستی کے مختلف تہواروں پر کئے جاتے تھے۔ لہذا یہ ظلم ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ پارسیوں کو شامل کیا جائے۔ اور حضرت زردشت کو آفتاب پرستی کا ایرانی دیوتا مانا جائے۔ پارسی مذہب کی اخلاقیات کا خلاصہ ان دو لفظوں میں آجاتا ہے نیک خیال نیک قول نیک فعل کرو۔ اور بدخیال۔ بدقول اور بدفعل سے بچو۔ حق الامر یہ ہے۔ کہ دُنیا کی کل اخلاقیات کا مجموعہ یہ دو باتیں ہیں۔ اس وقت بھی سخاوت۔ خیرات رفاہ عام کے کاموں میں پارسیوں کا کوشاں ہونا یہ ایسی باتیں ہیں جو عناصر پرستی سے پیدا نہیں ہوتیں۔ اِنسانی فطرت کے بہترین اور اشرف جوہر اُسی قلب میں سے موجزن ہوتے ہیں۔ جو خدائے واحد کا تختگاہ ہوا کرتا ہے۔ جناب زردشت بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھے وہ بھی وہی مذہب توحید لائے تھے جو خدا کے اور مرسل لائے تھے۔ ہاں جس طرح اور مذاہب کی تعلیمات مرور ایام سے محرف و مبدّل ہوگئیں آپ کی تعلیم کا بھی وہی حشر ہوا۔ آپ کی تعلیم کو بھی اگر انسانی ہاتھ کی آمیزش سے پاک کردیا جائے۔ تو اسمیں بھی صداقت کے وہی جواہر ریزے نظر آئیں جو اور بزرگوں کی تعلیم میں پائے جاتے ہیں۔ انہیں باتوں کے مبرہن کرنے کے لئے مجھے قلم اُٹھانی پڑی۔ جس کا نتیجہ یہ اگلے اوراق ہیں۔

ارتداد اور اُس کی سزا

لا اکراہ فی الدین

(دین میں جبر مت کرو)

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ۔

ترجمہ۔ جو لوگ اسلام لائے پھر (اسلام سے) پھر بیٹھے۔ پھر اسلام لائے پھر (اسلام سے) پھر بیٹھے اور پھر اُسکے پیچھے کفر میں بڑھتے گئے۔ تو خدا نہ تو اُن کی مغفرت ہی کرے گا۔ اور نہ ان کو راہ (راست) ہی دکھائیگا ۔ (سورہ ۴ - آیت ۱۳۷)

مذہب دُنیا میں امن و آشتی کے لئے آیا۔ لیکن انسان کی کم فہمی نے اُسے ظلم و تعدی کا ذریعہ بنایا۔ مذہب نے نجات و فلاح کا ایک راستہ تجویز کر کے اس کے خلاف چلنے والے کو مستوجب عقاب و عذاب ٹھیرایا۔ اگرچہ اس عقاب و عذاب کو خداوند نے اپنے ہاتھ میں رکھا۔ لیکن اس سے ہر ایک کے دل میں غیر مذہب والے کی طرف سے ایک قسم کی وحشت پیدا ہوگئی۔ یہی وحشت آہستہ آہستہ حقارت نفرت اور عداوت میں مُتبدّل ہوگئی۔ اسی سے آہستہ آہستہ یہ خیال پیدا ہوگیا۔ کہ اگر اس عذاب دہی میں انسان ہی خدا کا ہاتھ بن جائے تو یہ امر خداوند کے معاملات میں کوئی مداخلت نہ ہوگی۔ بلکہ اس سے انسان خدا تعالیٰ کی منشاء کو زمین پر ہی پورا کر دیگا۔ اور اس طرح داخل حسنات ہوگا چنانچہ جن لوگوں نے جہاں جہاں مذہبی رواداری کو چھوڑ کر جبر و ستم روا رکھا۔ ان کے دل میں یہی خیال جاگزین ہوا۔ غضب تو یہ ہوا۔ کہ اس خیال کو بعض مذاہب کی کتب نے اور بھی مضبوط کر دیا۔ شام و یہیں دشمنان

دھرم کے خلاف خطرناک بددعاؤں کا ہونا۔ زبور میں بھی اسی قسم کی لعنتوں کا پایا جانا۔ انجیل مرقس میں غیر مسیحیوں پر ابدی ہلاکت کا فتویٰ صادر ہونا۔ انہیں باتوں نے ہندوؤں۔ یہودیوں۔ عیسائیوں کے ہاتھ سے ان کے مخالفان مذہب پر ہر طرح کے عذاب کرائے۔ عیسائی مذہب تو اس ظلم و تعدی میں سب سابقہ قوموں سے سبقت لے گیا۔ جب تک نصرانیت غلاموں اور ادنےٰ طبقے کے لوگوں میں رہی یہ امن و سلامتی کی حامل رہی لیکن شہنشاہ قسطنطین کے عیسائی ہونے پر ظلم کا دروازہ کھل گیا۔ اگر موقعہ ملتا تو غیر عیسوی دنیا کا نہ معلوم اُن عیسائیوں کے ہاتھوں کیا حشر ہوتا۔ لیکن ہر مسیحی فرقہ نے طاقت پانے پر محض فرضی اختلافات کے باعث دوسرے فرقوں کو اس طرح موت کی گھاٹ چڑھایا اور عذاب دینے کی وہ شیطانی راہیں اور مظالم کے وہ ابلیسی آلات ایجاد کئے کہ اُن کے خیال تک سے انسان کے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ مظالم چوتھی صدی سے پندرھویں سولھویں صدی تک برابر چلتے رہے۔ اس قتل و غارت کی رو کو آخر موجودہ علوم و تمدن نے روکا۔ آج جن کا نام مسیحی اخلاق رکھے جاتے ہیں۔ وہ کوئی کلیسی تعلیم کا نتیجہ نہیں۔ وہ تو موجودہ تمدن و تہذیب کا نتیجہ ہیں۔ ابھی اس جنگ عظیم کے شروع تک جو بددعائیں غیر مذاہب پر عذاب کو مانگتے ہوئے گرجوں میں پڑھی جاتی تھیں وہ اس امر کی شاہد ہیں۔ کہ مسیحی کانشنس غیر مذاہب کی سزا دہی پر کس قدر تُلا ہؤا ہے۔

الغرض اسلام کے آنے تک دنیا نیک نیتی کے ساتھ یہ سمجھتی رہی کہ غلط عقیدہ رکھنے والے کو یہاں سزا دینا گویا منشاء خداوندی کو پورا کرنا ہے۔ اسلام آیا اور یہ بشارت لایا۔ کہ مذہب میں بدعقیدگی کی سزا خداوند تعالیٰ نے قطعاً قطعاً اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ کسی انسان کو حق نہیں پہنچتا۔ کہ دوسرے شخص کو کسی عقیدہ کی بنا پر کسی قسم کی سزا دے۔ اور خدا کی سزا کا ظہور بھی اِلّا ماشاء اللہ بعد الموت ہی ہو گا۔

اگر قرآن یہ تعلیم نہ بھی دیتا تو بھی کائنات کی کتاب کا مطالعہ کرنے والا خود اسی نتیجہ پر آجاتا۔ اس دنیا میں خدا تعالیٰ کی رحمت اور اسکے فضل کا ورود کسی مذہب و ملت سے وابستہ نہیں رکھا گیا۔ بلکہ یہاں کی بہبودی یہاں کے اعمال سے وابستہ کردیگئی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اسلام ہی خدا کا دین ہے۔ لیکن آج وہی لوگ خوشحال ہیں۔ اور اس دنیا کے متعلقہ افضال الٰہی سے اس طرح فیض پارہے ہیں۔ کہ مسلم دنیا کو اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں۔ دشمنانِ اسلام چھوڑ خدا کی ہستی کے منکر بھی اپنے دنیوی اعمال کے ثمرات سے محروم نہیں کئے جاتے۔ یہ منظر صاف صاف کہہ رہا ہے۔ کہ اس دنیا میں خوشحالی اور بہبودی کے جو راہ ہیں۔ اُن پر جو بھی قدمزن ہو خواہ وہ کسی عقیدہ کا ہو وہ بالضرور خوشحالی اور بہبودی کو پالیتا ہے۔ ایسا ہی ایک صحیح عقیدہ والا اگر ان راہوں پر نہ چلے تو عسرت اور ناکامی کا منہ دیکھیگا۔ اگر کفر اور بیدینی اسی دُنیا میں بھی عذاب الٰہی کی منجر ہوتی تو غیر مسلم دنیا خوشحال نہ ہوتی +

علاوہ ازیں مذہبی عقائد تو انسان کی عقل و رائے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو عقیدہ اسکی عقل و سمجھ میں صحیح ہوتا ہے۔ اس پر وہ قائم ہوجاتا ہے۔ لہٰذا جبر و اکراہ سے کسی کو اسکی رائے اور سمجھ کے خلاف کوئی عقیدہ منوانا اور اگر وہ نہ مانے تو اس پر سزا تجویز کرنی گویا اُسے اس امر کی سزا دینی ہے۔ کہ وہ کیوں بےعقل و ناسمجھ واقع ہوا ہے۔ کم فہمی یا ناسمجھی انہیں لوگوں کے نزدیک قابل سزا سمجھی جاسکتی ہے۔ جو خود عقل سے عاری ہوں۔ حقیقی تہذیب و تمدن ناسمجھی کے لئے کوئی تعزیر و تعذیب تجویز نہیں کرسکتا ہاں اگر کم فہمی کسی جرم کے ارتکاب کا موجب ہو تو وہ جرم من حیث الجرم سزا کا مستوجب ہوتا ہے۔ لیکن ایسی حالت میں بھی کم فہمی اور نقص عقل کو سزا دینے میں سامنے رکھ لیا جاتا ہے۔ بعض وقت تو یہ سزا برائے نام ہوجاتی ہے

انسانی عقل تو اس صحیح نتیجہ پر آجاوے۔ کہ ناسمجھی اور نقص عقل قابل معافی ہے۔ اور عالم الغیب خدا جو انسان سے بدرجہا بہتر کسی کے نقص عقل کو سمجھ سکتا ہے۔ اور جانتا ہے۔ کہ کسی کی بدعقیدگی کہاں تک کم فہمی اور غلطی رائے کا نتیجہ ہے۔ وہ خدا ایسی بدعقیدگی کو اس دنیا میں قابل سزا ٹھیراے۔ یہ محض نادانی اور بیعلمی کی باتیں ہیں۔ ورالا قرآن کا خدا تو موت کے بعد دار عذاب میں بھی ان رعایات اور حالات کا لحاظ رکھتا نظر آتا ہے +

قرآن نے اسی حقیقت بالا کو سامنے رکھ کر فرمایا۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔ یعنے دین کے منوانے میں جبر و اکراہ اختیار نہ کرو۔ کیونکہ (قرآن نے تو) کھول کھولکر صحیح راہ کو گمراہی سے متمیز کردیا ہے۔ اب اس تبیین و تشریح کے بعد بھی کوئی ایسا ناقص العقل یا غلط رائے کا واقعہ ہوا ہے۔ کہ وہ صحیح راستہ کو نہیں سمجھتا۔ اور گمراہی کو جارہا ہے۔ تو پھر اس پر سختی کرنا کہاں واجب ہے۔ ناسمجھی یا بیعقلی تو کوئی جرم نہیں۔ کہ جس پر سزا مرتب ہو +

قرآن نے اپنے حقائق کا بیان کرنے میں بار بار۔ تعقل۔ عقل۔ رائے سلیمہ سے اپیل کی ہے۔ اور پھر اس کے بعد کھلے کھلے لفظوں میں فرمایا۔ ومن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر۔ جس کی مرضی ہو اب کفر اختیار کرے۔ اور جس کی مرضی ہو ہدایت و ایمان کو قبول کرے۔ اس قسم کی کئی ایک آیات قرآن کریم میں ہیں جسمیں دین کو قبول کرنا یا اس پر قائم رہنا انسان کی منشا پر چھوڑ دیا ہے۔ اگر خدا کے ہاں بھی ایمان صحیح کی ترویج اور اس پر کسی کے قیام کا علاج جبر تعدی ہی ہوتی۔ تو پھر قرآن میں آیت بالا نہ ہوتی۔ اگر سختی اور عذاب کے ساتھ ہی ایمانیات کا منوانا صحیح تھا۔ یا جب کوئی ایکدفعہ ایک امر مان لے

اور اسکے بعد اُسے سمجھ آئے کہ اس نے اس ماننے میں غلطی کی۔ عام اس سے کہ وہ محاکمہ ما بعد میں غلطی پر ہو۔ اسکو سزا و خوف کے ماتحت اس امر پر قائم رکھنا صحیح ہو تو پھر قرآن کا بار بار یہ کہنا ؟ افلا یعقلون ۔ ؟ افلا یتدبّرون ۔ ؟ افلا یتفکرون (تم کیوں عقل سے کام نہیں لیتے۔ تم کیوں غور و فکر نہیں کرتے) بالکل ایک بےمعنی بات ہو جاتی ہے۔ قرآن کے اس مطالعہ تفکر و تدبر پر کیا کسی کو یہ کہنے کا حق حاصل نہیں۔ کہ میں نے تو عقل سے بھی کام لیا۔ غور و فکر بھی کیا۔ تدبر بھی کیا۔ تو بھی مجھے اسلامی باتیں سمجھ نہیں آئیں۔ یا اگر ایکدفعہ سمجھ آگئی تھیں۔ تو اب مزید غور و تدبر پر وہ باتیں مجھے صحیح معلوم نہیں ہوتیں۔ اس کا یہ جواب خواہ غلط ہو۔ اور اسکی اپنی نقص عقل و غلط تدبر کا ہی نتیجہ ہو۔ لیکن اگر نیک نیتی سے وہ کہہ رہا ہے۔ تو کون از روئے عقل و تعلیم قرآن اُسے مستوجب سزا ٹھیرا سکتا ہے۔ اسی لئے قرآن حمید نے فرمایا۔

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی

جب دلائل اور براہین کے ذریعہ گمراہی کو رُشد و ہدایت سے ہمنے الگ الگ کر دیا ہے۔ اس پر بھی اگر کوئی اس امر کو سمجھ نہیں سکتا۔ تو اب یہ اسکے نقص عقل کا قصور ہے۔ لہٰذا وہ واجب تعذیر نہیں۔ اسلئے لا اکراہ فی الدین۔ اب اسمعاملہ میں کوئی جبر و اکراہ سے کام نہ لو +

اگر اشاعت و تبلیغ دین یا دین پر قائم رکھنے کیلئے سعی کرنا ایک قرآنی حکم ہے۔ تو لا اکراہ فی الدین بھی اسی کتاب پاک کا دوسرا حکم ہے۔ جس کی ایک ایک بات پر چلنا ہمارا فرض ہے۔ اور جس کا کوئی حکم دوسرے حکم کے خلاف نہیں۔ ترویج دین سے مُراد تو دینی اصول کی ہی ترویج ہوتی ہے۔ چند معتقدات اور چند اصولوں کے مجموعہ کا نام ہی دین ہوتا ہے۔ اسی طرح دین کے کسی اصول کو توڑنا ہی بیدینی ہوتی ہے۔

دین کی ترویج و اشاعت کی یہ اچھی صورت ہوئی کہ ہمنے اسکی اشاعت یا اسکے قیام کیلئے ایک صریح اصول کو توڑ دیا۔ اگر محکم آیات کی خلاف ورزی ایک کامل بیدینی ہے۔ تو لا اکراہ فی الدین تو محکم آیات میں سے ہے اس کے خلاف جانا تو بذات خود بیدینی ہو جائیگی۔ خدا تعالیٰ نے آیات محکمات اور آیات متشابہات کا ذکر فرما کر مسلمانوں کو تفقہ و اجتہاد فی الدین کا یہ اصول بتلایا ہے۔ کہ جس معاملہ میں تشابہ ہو یا غلطی کا شائبہ ہو تو اس وقت امر متنازعہ کو قرآن کی کسی آیت محکم کے ماتحت لاکر اسکے منطوق کے مطابق فیصلہ کرو۔ ان حالات میں کسی کافر کو عذاب کے ساتھ اسلام پر لانا یا ایک مرتد کو کسی سزا کے ذریعہ پھر اسلام کی طرف رجوع کرانا اول تو قرآن کی کھلی تعلیم کے خلاف ہے۔ لیکن اگر یہ مشتبہ امر ہے۔ تو لا اکراہ فی الدین جیسی محکم آیت تو اس امر کے فیصلہ کیلئے ایک نص صریح ہے۔ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً اگر کوئی مفروضہ آیت قرآن کریم کے جمع کرنے پر رہگئی۔ تو یاد رکھو کہ وہ آیات زیر بحث کے خلاف ہے۔ اور وہ خدائے قرآن کریم کی طرف سے نہیں۔ اور اس کے متعلق جو روایات ہیں وہ غلط ہیں۔

مذہب میں سیاسیات کا تداخل

بد قسمتی سے جس بات نے عیسائی دنیا میں مذہب کو ظلم و ستم اور خونریزی کا ذریعہ بنایا۔ وہی بات آج دوسرے مذاہب میں بھی پیدا ہوگئی حتٰے کہ اس زمانہ کے مسلمان بھی اس سے نہ بچے۔ شہنشاہ قسطنطین پولیٹیکل اغراض سے عیسائی ہوا۔ اس نے عیسائیت کو ان اغراض کا آلہ بنایا۔ اس زمانہ سے آج تک یورپ میں مذاہبی منبر پولیٹیکس کی اشاعت کا ذریعہ بنے۔ جس قدر مختلف فرقے یورپ میں پیدا ہوئے۔ وہ قریب قریب

سیاسی اغراض کی بناء پر تھے۔ ایک عورت (ملکہ کیتھرائن) کے طلاق نے ہی ہنری ہشتم کے ہاتھ سے انگلستان کو کیتھولک فرقہ سے پراٹسٹنٹ فرقہ بنایا۔ تپچھلے دنوں آرچ بشپ آف یارک نے اپنی ایک تقریر میں انگلستان کی عامہ نفرت کلیسیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "مذہب من حیث مذہب تو آج بھی انسان کو اپنی طرف کھینچتا ہے لیکن کلیسی مذہب وحشت انگیز ہے"۔ آپ کے اس فقرہ پر لندن کے ایک رسالہ "پیرسن جرنل" نام نے انگلستان کے ہر طبقہ کے اہل الرائے سے اس وحشت کی وجہ دریافت کی۔ ان اصحاب میں سے مسٹر رامزے مکڈانلڈ گذشتہ وزیر اعظم نے یہ کہ کر در اصل حقیقت کا ہی انکشاف کر دیا۔ کہ "اس وحشت کا موجب ایک یہ بھی ہے۔ کہ کلیسیہ انسانی ضمیر کا رہنما و محافظ نہیں۔۔ وہ حکومتی سیاسیات کی ترویج کا ایک آلہ ہے"۔

مذہب میں سیاست کا یہ تداخل ہندوستان میں آداخل ہوا آج ہندو مذہبی لیڈروں کو سیاسیات نے ہندو مذہب کی تعریف بدلنے پر مجبور کیا۔ ہندو مذہب مختلف العقائد اور متضاد تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ اسکے مختلف فرقے فرقے نہیں وہ تو اپنی تعلیمات کے لحاظ سے مختلف مذہب ہیں۔ ان کے اصولوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور یہ امر واقعہ ہے کہ اسلام میں اور ہندوؤں کے بعض فرقوں میں بعض امور میں۔۔یہانتک ہم آہنگی ہے۔ کہ اس کا عشر عشیر بھی ہندو فرقوں میں موجود نہیں۔ لیکن ہندو لیڈر ہندو سواراج کی فکر میں ہیں۔ وہ مسلم یا عیسائی عنصر کو پسند نہیں کرتے۔ وہ دیکھتے ہیں۔ کہ ایکطرف تو مشرقی طبائع پر مذہب جادو کا اثر رکھتا ہے۔ دوسری طرف ہندوؤں کے اندرونی فرقی تخالف ہندوؤں کے شیرازے کو بکھیرنے کیلئے کافی ہیں۔

ان دو امور کو سامنے رکھ کر ہندو لیڈر ہندو سوسائٹی کی ایسی تنظیم کے فکر میں ہیں جس میں نہ صرف کل کے کل ہندو ہی آجائیں۔ بلکہ سکھ۔ جین۔ اور بدھ اور اچھوت بھی آشامل ہوں۔ اور یہ سنگھٹن کچھ اس قدر مضبوط ہو۔ کہ اسکے مقابل اجنبی خاک میں ملجائیں۔ ایسی مشکل کا حل گاندھی جی نے توگئو ماتا کی رکھشا میں دیکھا۔ گائے کی بھگتی ہی میں مہاتما کو ایک کامل مذہب نظر آیا۔ جو جین۔ بدھ اور ایک حد تک سکھوں کو اپنے اندر جذب کرسکتا ہے۔ دوسری طرف پنڈت مالوی صاحب نے ہندو مذہب میں اُن تمام مذاہب کو لیا جو ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ گویا پنڈت جی کے نزدیک مذہبی اعتقادات یا مذہبی پرستش تو فالتو باتیں ہیں۔ اُن کے نزدیک مذہب وہ چیز ہے۔ جو مسلم عیسائی عناصر کو نکال کر باقی کل ہندوستان کو ایک مضبوط سنگھٹن میں لے آئے۔ جس طرح یورپ میں اس تداخل سیاست نے المذہب نے مذہب کو مٹا کر لا مذہبی اور اباحت پیدا کردی۔ وہی منظر اب ہندوستان میں پیدا ہونیوالا ہے۔ اگر ہندو بھائی چندے اس اصول پر رہے۔ تو بہت جلد میٹیریلزم ہندو مذہب کا قائممقام ہو گا۔ اور یہ قوم اپنے اخلاق فاضلہ سے خالی ہو جائیگی۔

بدقسمتی سے وہی تداخل سیاست نے المذہب کا رجحان مسلم طبیعت پر بھی مستولی ہو رہا ہے۔ اس کا ظہور اسی جنگ میں ہوا۔ خلافت ایک اسلامی حقیقت تھی۔ خلافت ایک انعام ربی تھا جو ایمان وعمل صالح کے انعام میں مسلم کو ملی تھی۔ اور اب بھی اسی شرط پر ملیگی۔ خلافت کے قیام کی کوشش جس قدر بھی ہوئی یا آیندہ ہو وہ لازمی اور فرض مذہبی ہے فی زمانہ اس خلافت کی مستحق اگر کوئی سلطنت تھی تو ترک ہی تھے لیکن ترکوں کی مصلحت نے خلافت ان سے چھڑائی۔ انہوں نے اس طرف آہستہ آہستہ

قدم اُٹھایا۔ بالمقابل ہمنے کتر بیونت کر کے مسئلہ خلافت کو ان کے منشاء کے مطابق کرنا شروع کیا۔ اُدھر سے جو آواز آئی اس کے مطابق ہمنے مسائل خلافت کو ہیر پھیر کر کے خلافت کو اس قالب میں ڈھالا۔ مثلاً خلافت و حکومت ایک چیز ہے۔ وہ ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہوسکتیں خلافت کے معنی ہی سلطنت ہیں۔ ہاں حفاظت مذہب اس کا امتیازی نشان ہے لیکن جب ترکوں نے سلطنت کو خلافت سے جُدا کیا۔ اور یہ امر تو بالکل خلاف منطوق قرآنیہ تھا۔ ہمارے فتوے اور ہماری تحریریں ترکوں کے اس فعل کے جواز میں نکلیں۔ اسیطرح جسوقت ہندوستان میں عدم تعاون کا زور تھا۔ اس وقت داخلہ کونسل کے خلاف فتوے نکلے۔ جب مہاتماجی نے عدم تعاون کی مختلف شکوں کو دُور کر دیا۔ اب فتوے کا رُخ بدل گیا یہی وہ غلط راہ ہے جو یورپ نے اختیار کی۔ اس نے مسیحی اقوام میں حقیقی مذہب کا خاتمہ کر دیا +

آج افغانستان میں چند آدمیوں کو سنگسار کیا جاتا ہے۔ وہاں کے حالات کا حقیقی علم ہم تک نہیں پہنچتا۔ بظاہر مذہبی عقاید کے اختلاف پر ارتداد کے نام تلے چند نفوس مارے جاتے ہیں۔ چونکہ پولیٹیکل مصالح آج اسمیں سمجھے گئے ہیں۔ کہ ایک اسلامی سلطنت کی حمایت ہو۔ اور یہ ایک حد صحیح بھی ہے۔ تو وہاں کے اس فعل کی جوازیت کی تلاش میں اسلام کی ایک مُسلّم اور قابل ناز صداقت کا خون کر دیا جاتا ہے۔ افغانوں کے اس فعل کو جائز ٹھیرانے میں یہانتک جرأت ہوتی ہے۔ کہ قرآن کو نامکمل ٹھیرایا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ اسمیں سے بعض آیات رہ گئیں۔ اور اسطرح اسلام کی ایک مایہ ناز چیز یعنے حفاظت قرآن پر حملہ ہوتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جو لا اکراہ فی الدین کی تعلیم پر فخر کرتے ہیں۔ جب پلیٹ فارم پر جاتے ہیں۔ یا اسلامی مذہبی رواداری کو دکھلانے کیلئے قلم اُٹھاتے ہیں

توصفحوں کے صفحے سیاہ کر دیئے ہیں یہی اسبات کے مُدعی ہیں کہ اسلام تلوار کے ذریعہ نہیں پھیلا۔ لیکن آج ایک پولیٹیکل مصلحت کو سامنے رکھ کر اس صداقت عظمیٰ کا خون کرتے ہیں۔ اور اپنی طرف سے ایک نئی منطق تراشتے ہیں۔ کہ اسلام تلوار کے ذریعہ سے تو کسی کو مسلمان نہیں کرتا۔ لیکن اسلام کسی کو مسلمان بنا کر اُسے تلوار کے ذریعہ اسلام میں رکھنے کی اجازت دیتا ہے +

جیسے کہ اوپر ذکر آیا صرف قرآن کریم ہی وہ صحیفۂ پاک تھا۔ جس نے نہ غیر اسلامی عقائد رکھنے پر کوئی سزا اسی دنیا میں مقرر کی۔ نہ اسلام کو قبول کرنیکے بعد اسے اسکے چھوڑنے پر کوئی سزا تجویز کی۔ بلکہ مذہبی امور میں آزادی رائے کا کھلا چارٹر لا اکراہ فے الدین اور الدین للّٰہ کے ذریعہ ہر ایک کو دیدیا۔ نبی کریمؐ اور ایسا ہی آپؐ کے بعد خلفاء راشدین نے کسی شخص کو خالی ارتداد کی بناء پر کبھی سزا نہ دی۔ نہ سزا کی اجازت دی۔ ہاں قاتلوں کو قتل ضرور کیا گیا۔ اسی طرح ایام جنگ میں اسلامی جماعت کو چھوڑ کر دوسری مخالف اسلام جماعت میں شامل ہونیوالوں سے وہی سلوک کیا گیا جس کی اجازت ہر تمدن و تہذیب نے دی۔ آج اگر فوج میں سے نکلکر دشمن کیطرف کوئی جاتا نظر آئے تو بلا مارشل کورٹ اُسی وقت اسے نشانہ بندوق کیا جاتا ہے یہی طریق لیکن زیادہ احتیاط کے ساتھ ایام جنگ میں خلفاء نے جاری رکھا اس کو ارتداد سے کیا تعلق تھا۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلعم اور صحابہ کرامؓ قرآن کریم کی صریح تعلیم کے مخالف کیسے جا سکتے تھے۔ کیا آنحضرت صلعم نے نہیں فرمایا۔ کہ میں قرآن کا ناسخ نہیں۔ کیا آپؐ نے نہیں فرمایا۔ کہ آنے والے زمانوں میں بہت سے قول (احادیث) میری طرف منسوب کئے جاوینگے اگر تو وہ کلام اللہ کے مطابق ہوں تو وہ میرے ہیں۔ اور اگر وہ کلام اللہ کے خلاف ہیں تو وہ مجھ سے نہیں۔ اسمیں شک نہیں۔ کہ قرآن۔ حدیث۔ اجماع۔ قیاس اسلامی قانون دشریعت کی بنیاد ہے۔ لیکن ان کا حَکَم تو قرآن ہے

معاذ بن جبل کو گورنر یمن ہونے پر بارگاہ نبوت مآب سے جو ارشاد ہوا آخر وہی تو ان اجتہادات کا ذمہ وار ہے۔ لیکن وہی ارشاد مبارک ان اجتہادات پر بھی محکم ہے۔ حضرت معاذ کو حکم ہے۔ کہ حدیث کی طرف وہ اس وقت جائیں۔ جب کسی امر پر قرآن حمید کو خاموش پائیں۔ اور قیاس اور اجتہاد ذاتی یا اجماع کی طرف اس وقت توجہ کریں جب کسی امر پر قرآن و حدیث دونو خاموش ہوں۔ اگر قرآن کریم مسئلہ ارتداد پر خاموش ہوتا۔ یا ارتداد کا ذکر کرکے کوئی سزا تجویز نہ کرتا پھر کسی کو حق پہنچتا۔ کہ قرآن کریم کے بعد کسی اور طرف رخ کرے لیکن یہاں تو قرآن کریم خاموش ہی نہیں۔ وہ تو اس معاملہ میں صاف صاف طور پر ایک دستور العمل ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور کسی قسم کے شک و شبہ کا محل نہیں چھوڑتا۔ وہاں تو انسان کے ہاتھ میں ارتداد کی سزا ابھی نہیں رکھی گئی۔ مرتد تو خدا کے ہاتھ ہی سزا پائینگے وہ سزا اول تو بعد الموت عالم میں ہو گی۔ اور اگر اس عالم میں ہو تو ان مرتدین کے اعمال اللہ کے ہاتھ سے حبط ہو جائیں گے یعنے جن اغراض کو سامنے رکھ کر وہ مرتد ہوئے وہ اغراض ضائع ہو جائیں گے۔ ہم تو مرتد کو اس جگہ سزا دے کر خود آنحضرت صلعم کے فرمودہ کے خلاف کر رہے ہیں۔ اول تو کسی حدیث کی رو سے ارتداد کی کوئی سزا نہیں جنہیں سزا ملی وہ قاتل اور ڈکیت تھے۔ اور اگر آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کردہ کوئی روایت کردہ قول ارتداد کیلئے سزا تجویز کرتا ہے۔ تو پھر آنحضرت صلعم کا دوسرا ارشاد اسکی تردید میں موجود ہے۔ کہ جو حدیث میری طرف منسوب ہوئی۔ اگر وہ قرآن کے خلاف ہے تو وہ مجھ سے نہیں +

کسقدر ظلم و ستم آج اسلام پر روا رکھا گیا ہے۔ بڑی مشکل کے ساتھ سالہا دراز کی کوشش نے مخالفت اسلام دنیا پر یہ مسئلہ صاف کیا تھا کہ

اسلام تلوار یا کسی قسم کے جبر و اکراہ سے نہیں پھیلا۔ اسلام نے کانشنس کیلئے کامل آزادی دی۔ اسلام ذاتی رائے اور محاکمہ کی عزت کرتا ہے۔ یہ باتیں اسلام کے محاسن میں گنی جانے لگی تھیں۔ یہ وہ مایہ ناز چیزیں تھیں۔ کہ جو دوسرے مذاہب میں قطعاً نظر نہ آتی تھیں۔ انہیں باتوں کے الٹ تعلیمات معاندین اسلام نے اسلام کے خلاف مشہور کر رکھی تھی۔ جس کا اثر جب مغرب میں مٹنے لگا۔ اور لوگ اسلام کیطرف شوق سے متوجہ ہوئے تو اچانک افغانستان میں یہ واقعہ ہؤا۔ وہاں سیاسی مشکلات نے کسی مصلحت کے لحاظ سے مذہبی لباس پہنا۔ چند نفوس پر ارتداد کا فتویٰ صادر ہؤا انہیں موت کے گھاٹ چڑھایا گیا۔ اصل حالات کا اب بھی علم نہیں مولوی نعمت اللہ صاحب کی سنگساری کے بعد ہی خوست کی بغاوت کا ختم ہونا واقعہ کی کسی اور نوعیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ لیکن ان تمام امور کو چھوڑ دو افغانستان کا یہ فعل کوئی سند نہ تھا۔ وہاں کا مبلغ علم وہاں کے حالات دیگرہ اس غیر اسلامی واقعہ کی تشریح کر سکتے تھے۔ لیکن ہندوستان کے علمائے جو کیا وہ ایک مرتد کو نہیں بلکہ مہذب اور علمی دنیا میں اسلام کو سنگسار کیا۔ آج تین سال ہوئے۔ جب میں نے اسی مسئلہ پر لکھا۔ اس وقت میرے سامنے یہ افغانستان کا واقعہ نہ تھا۔ اس وقت لوزان سے پہلے پیرس میں ایک اسی قسم کی کانفرنس ہونیوالی تھی۔ یہ وہ دن تھے جب حلیف قومیں ترکی میں مداخلت کا بہانہ تلاش کر رہی تھیں۔ عیسائیوں کی کمی تعداد کو سامنے رکھ کر حلیف قومیں ترکی سلطنت میں مداخلت کی راہیں تلاش کر رہی تھیں پیرس کی کانفرنس سے ایک دو ہفتہ پہلے کے اخبارات معاملۂ ارتداد فی الاسلام اور اسکی مفروضہ سزا کا حوالہ دیکر ایسی مداخلت کا ایک عذر تجویز کر رہے تھے۔ ان حالات میں مجھے اس مسئلہ پر قلم اٹھانی پڑی۔ اور میں نے اسلام میں سزا ارتداد پر ایک زبردست مقالہ لکھا۔ اور قرآن کی بین تعلیم کی رو سے

دکھلایا۔ کہ قرآن میں مُرتد کے لئے کوئی سزا نہیں ۔ اور اس بناء پر حلیف قوموں کو ترکی حکومت میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ۔ مجھ سے وہ باتیں پوشیدہ نہ تھیں ۔ جو آج بعض علماء سزاء ارتداد میں پیش کررہے ہیں میں جانتا تھا ۔ کہ میرے مضمون کی مخالفت طبقۂ علماء کی طرف سے ہوگی واقعات حاضرہ انہیں خاموش رکھیں گے ۔ کیونکہ اس وقت مفروضہ سزا ارتداد نے الاسلام کا مسئلہ ترکوں کے خلاف حلیف قوموں کو خائف دیتا تھا مجھے خطرہ تھا تو خصوصاً پادری ذویمر کا تھا ۔ کہ وہ اپنے ناقص علم کو اور موضوعات کو مقابل میں لائیگا ۔ لیکن میرے ہاتھ تو ختمیت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیا ہوا ہتھیار تھا جس کا میں نے اُوپر ذکر کیا کہ جو حدیث بھی قرآن کریم کی نص اور اسکی تعلیم کے خلاف ہے وہ آپ کی طرف سے نہیں ۔ چنانچہ اس امر کا ذکر کرکے میں نے ذویمر اور اس کے قبیل کے دوسرے لکھنے والوں کا مُنہ بند کردیا ۔ ذویمر پر موت وارد ہوگئی ۔ اس مضمون پر آج تیسرا سال ہے اُسے جرات نہ ہوئی کہ آج تک میرے اس مضمون کا جواب دے ۔ لیکن آج دیکھتا ہوں ۔ کہ اسکی قلم اُٹھی ہے ایک ضخیم کتاب میں اس نے اسلامک ریویو کا اس مسئلہ پر جواب دیا ہے اور اسلام کو ظالم مذہب ٹھیرایا ہے ۔ خدا رحم کرے ۔ ہمہ از ماست کہ بر ماست ۔ ان یہاں کے فتوؤں نے ایک سیاہ دشمن اسلام کی پیٹھ ٹھونکی ۔ اور وہ میدان میں آکھڑا ہوا +

یہ سب مصیبت "تداخل سیاسیات نے الاسلام کا نتیجہ ہے مسئلہ ارتداد کوئی پیچیدہ بحث نہیں ۔ اس کا حل تو دو لفظی ہے +

اولاً ۔ قرآن میں ارتداد کا ذکر ہے ۔ لیکن قرآن نے مُرتد کی سزا انسان کے ہاتھ اور اس کے فتوے تلے نہیں رکھی ۔ قرآن حکیم کی اس آیت پر غور کرو جو میں نے عنوان میں لکھی ہے ۔ وھوھذا :۔

ان الذین اٰمنوا ثمّ کفروا ثمّ اٰمنوا ثمّ کفروا ثمّ ازدادوا

کفراً لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلا +

ترجمہ ۔ جو لوگ اسلام لائے پھر (اسلام سے) پھر بیٹھے۔ پھر اسلام لائے پھر (اسلام سے) پھر بیٹھے۔ اور (پھر اُسکے) پیچھے کفر میں بڑھتے گئے۔ تو خدا نہ تو ان کی مغفرت ہی کرے گا۔ اور نہ اُن کو راہ (راست) ہی دکھائے گا +

اس آیت میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جو ایکدفعہ ایمان لائے۔ پھر مُرتد ہوئے۔ پھر ایمان لائے پھر مُرتد ہوئے اور حالت کُفر میں مر گئے یہاں دو دفعہ حالت ایمان ہے اور دو دفعہ ارتداد۔ اب کیا پہلے ارتداد پر کسی سزا کا ذکر ہے۔ اگر آخر میں کسی سزا کا۔ اور ایسا ہی دوسری آیات ارتداد میں کسی بات کا ذکر ہے۔ تو یہ کہ مرتدین کی سزا بعد الموت ہوگی۔ اور ان کا ارتداد تو اسلئے تھا۔ کہ وہ اسلام کے خلاف کفار کی امداد

۵؎ لا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن ولا حسرۃ و اولئک اصحٰب النار ھم فیھا خالدون ۔ یعنی کافر تم سے لڑائی کرتے رہینگے یہانتک کہ اگر انکی طاقت میں ہو۔ تو تمہیں تمہارے دین سے مرتد کردیں۔ اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے مرتد ہو جائے پھر وہ مرجائے۔ درانحالیکہ وہ کافر ہی ہو تو ایسے لوگوںکے عمل دنیا اور آخرت میں ضائع ہونگے۔ اور وہ آگ والے ہیں اسی میں رہینگے +

من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولٰکن من شرح بالکفر صدرا فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم۔ جو شخص ایمان لانے کے بعد کُفر کرتا ہے۔ سوائے اسکے کہ مجبور کیا جائے۔ اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ بلکہ ایسا شخص جس کا کفر شرح صدر سے ہو جاتا ہے۔ تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے۔ اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے +

کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم وشھدوا ان الرسول حق وجاءھم البینٰت واللہ لا یھدی القوم الظالمین۔ اولٰئک جزاؤھم ان علیھم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو کس طرح ہدایت کرے۔ جنہوں نے

کریں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ان اعمال کو ضائع کر دیگا۔ پھر مومنین کو خوشخبری دی ہے۔ کہ ایک کے ارتداد پر اللہ تعالیٰ اَور لوگ اسلام میں داخل کریگا لہٰذا یہ امر مسلم ہے۔ کہ قرآن اسی دُنیا میں ارتداد کی سزا کے خلاف ہے +

ثانیاً - قرآن کے خلاف کسی کا کوئی قول یا فعل نہ سُنت ہے نہ قرآن کا ناسخ ہے +

ثالثاً - نبی کریم کی طرف منسوب کردہ کوئی حدیث (بشرطیکہ اُس سے صریحاً سزا ارتداد نکلتی ہو) وہ آپ کے فرمانے کے مطابق آپ کی حدیث ہو نہیں سکتی +

رابعاً - نہ آنحضرت صلعم نے نہ خلفاء راشدین نے کسی ایسے مرتد کو جس نے بغاوت کی۔ یا جس نے قتل و ڈکیتی یا کوئی اور جرم نہ کیا ہو محض ارتداد پر سزا دی +

خامساً - قرآن نے سنگساری کی سزا مطلق نہیں دی +

مہاتما گاندھی کی نکتہ چینی غلط نہیں۔ اس نے جو کہا صحیح کہا۔ اور جہاں غلطی کی وہ ناواقفیت اور لاعلمی سے کی۔ رجم کی سزا قرآن میں نہیں اگر کوئی جھودی زانی سنگسار ہوا تو آنحضرت صلعم کے اس پسندیدہ طریق

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - کفر کیا - بعد اس کے کہ وہ ایمان لاچکے اور گواہی دیتے تھے کہ رسول حق ہے اور ان کے پاس کھلی دلیلیں آگئیں۔ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا - ان کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے +

؎۵۱ اولٰئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاٰخرۃ واولٰئک ھم الخٰسرون - یعنی ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں حبط ہو گئے +

؎۵۲ یا یھا الذین اٰمنو من یرتد منکم عن دینہٖ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہٗ +

کے ماتحت ہوا جو حقیقی مذہبی رواداری کی جان ہے۔ آپ نے مدینہ میں جو اصول حکمرانی تجویز فرمائے اس کے ماتحت آپ یہودیوں پر فتوے قرآن نہیں بلکہ فتوے توریت دیا کرتے تھے۔ توریت نے زنا کی سزا سنگساری ٹھیرائی ہے۔ آپ کے وقت جب ایک یہودی نے یہ فعل شنیع کیا تو آپ نے توریت منگوائی۔ اور توریت نے جو سزا تجویز فرمائی اس کا اجرا کیا اسلئے تو آنحضرت کی عزت اور دلوں میں بڑھتی تھی۔ کہ آپ نے حکمران ہوکر بھی محکوم کے لیئے اسکی مذہبی تعلیم کو ترجیح دی۔ اسی معاملہ ارتداد اور اس کی سزا میں مہاتما گاندھی کو یہ سنانا کہ یہ مسئلہ ہمارا اندرونی مسئلہ ہے۔ یا یہ کہ گاندھی جی کی اپنی مذہبی کتب میں ایسے جرم کی سزا بہت خطرناک ہے۔ مہاتما کے اعتراض کا کوئی جواب نہیں۔ بدی ہر جگہ بری ہے۔ جہاں بھی ہو ہمیں اس مسئلہ میں نہ میاں محمود صاحب (قادیان) کے عقائد کو سامنے رکھنا ہے۔ نہ کسی مسلم فرمانروا کے فعل کو جائز ٹھیرانے کا خیال دل میں لانا ہے۔ اول تو ان افغان قضیوں کے حالات ہمیں معلوم نہیں۔ دوسرا امیر امان اللہ خان نے یہ معاملہ شرعی عدالت کے سپرد کر دیا ہے۔ کیا یہاں ہائیکورٹ اور ایسا ہی دنیا کے ہائیکورٹ کے محاکمہ میں غلطیاں نہیں کرتے۔ وہاں بھی غلطی ہو سکتی ہے ہمیں مسئلہ کو علے وجہ التجرد غور کرنا ہے۔ اور قرآن کے صریح فیصلہ کو ہی برقرار رکھنا ہے۔ ہمنے تو اس امر سے یورپ والوں کی ایک اور جھوٹی کہانی ثابت کر دی۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ لوگو! مسلمان نہ ہونا۔ اگر مسلمان ہوکر تم نے بعد میں مذہب چھوڑا تو تم قتل کئے جاؤگے۔ اور بالفرض اگر تم اسلامی حکومت میں نہ ہوتے تو پھر مسلمانوں کے ہاں خفیہ کمیٹیاں بھی قائم ہیں۔ جو ایسے مرتدین کو قتل کرواتی ہیں۔ یہ باتیں سترہ سال ہوئے جب میں نے یورپ جاکر سنیں۔ ان کی تردید میں بارہ سال

گذر گئے - اور آج بدقسمتی سے وہی الزام ہم پر قائم ہو گیا اور اشاعت اسلام کی راہ میں ایک زبردست روک نمودار ہو گئی - لیکن میں ایمان رکھتا ہوں کہ اللہ المستعان ہر امر پر غالب ہے۔

ایک صوفی صاحب نے دہلی میں مجھ سے یہ فرمایا - کہ مسئلہ کی حقیقت خواہ کچھ ہی ہو - لیکن اس وقت شدھی کی تحریک کے لئے یہ ایک عمدہ روک ہے یعنے یہ ملکانہ راجپوت یا دوسرا جاہل مسلمان جو آریوں کے ہاتھ روپیہ پر بک رہے ہیں - وہ اس سزا ارتداد سے ہی ڈر جائیں گے - یہ اشدھیاں تو ہندوستان میں ہو رہی ہیں نہ کہ افغانستان میں - انگریز تو یہ سزا نہیں دیتے - اب ان مرتدین کی سزا یہی ہو گی - کہ مسلمان خفیہ سازش کر کے ان کو اس دنیا سے رخصت کریں - گویا صوفی صاحب کے اس خیال نے یورپ والوں کی کہانی کو سچ کر دکھایا - کل دنیا مرتد ہو جائے تو کیا - یہ کسقدر ظلم ہے - کہ اس خیال سے قرآن کیطرف ایک ایسا امر منسوب کیا جائے - جو قرآن میں نہیں - ہم سزائے ارتداد کے ذریعہ مسلمانوں کو تو دائرہ اسلام میں رکھ لیں لیکن ہم دوسروں کو سنا رہے ہیں - کہ میاں کہیں غلطی سے بھی اس طرف نہ آنا - کیونکہ جب ایکدفعہ آ گئے تو پھر قتل و سنگساری کے ذریعہ تمہیں اسلام میں رکھا جائیگا - اگر ایک شخص غلطی سے عیسائی ہو سکتا ہے تو پھر اسی نکتہ خیال سے وہ غلطی سے مسلمان بھی ہو سکتا ہے عام اس سے کہ اسلام یا عیسائیت صداقت یا غیر صداقت ہے - پھر جب غلطی کے بعد اگر اصلاح کی سزا ایسی ہے - تو کیوں کوئی شخص اس طرف آنے لگا - ان بزرگوں نے سزائے سنگساری کی تائید کر کے فی الحقیقت یورپ میں اور اس کے بعد دوسری دنیا میں اسلام کو سنگسار کیا ہے +

اشاعت اسلام:- ایک وقت وہ تھا جب اشاعت اسلام کیلئے جہاد سیفی کی ضرورت سمجھی جاتی تھی - اسلام کو بزور شمشیر پھیلانا ایک فرض اسلامی قرار دیا جاتا تھا چالیس پچاس سال ہوئے - کہ اس کے خلاف آواز اٹھی - بہت بحث مباحثے ہوئے

آخر آج چاروں طرف سے یہ امر بطور مثبتہ مانا گیا کہ اسلام کے قبولوانے کیلئے جبر و اکراہ کا استعمال حرام ہے۔ آج لا اکراہ فی الدین کا ارشاد قرآنی دوست دشمن کی زبان پر ہے۔ اور اسے اسلام کی ایک مایہ ناز حقیقت سمجھی جاتی ہے اس مسئلہ سے ملتا جلتا مسئلہ سزائے ارتداد ہے۔ آج اس پر بھی وہی زور شور ہے۔ جو آج سے بیس سال پہلے اشاعت اسلام بالجہاد سیف پر تھا۔ لیکن یہ مسئلہ بہت جلد صاف ہوتا نظر آتا ہے۔ کیونکہ ان دو تین ماہ کی بحث سے اس مسئلہ کے متعلق امور ذیل قائم کر دیئے +

(۱) قرآن نے کوئی سزا ارتداد کی اس زندگی میں تجویز نہیں کی۔ جو سزا ہوگی؟ بعد الموت ہو گی +

(۲) قرآن کریم نے کسی معاملہ میں بھی سنگساری کی سزا تجویز نہیں کی +

(۳) آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ارتداد بھی ہوا۔ لیکن کسی کو محض ارتداد کے باعث سزا نہیں دی گئی۔ اگر کوئی مرتد سزا یاب ہوا تو ارتداد کے علاوہ قتل۔ ڈکیتی یا بغاوت کا مجرم بھی تھا۔ یہی حالات اصحاب کرام کے وقت میں بھی ہوئے +

ان امور ثلاثہ پر قریب قریب کُل علماء کو خواہ وہ کسی طبقہ علماء سے تعلق رکھیں۔ اس بحث میں اتفاق ہوا۔ اب حامیان سزا ارتداد ایک اور راہ اختیار کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ اس معاملہ میں قرآن تو ساکت ہے اور جہاں قرآن ساکت ہو۔ وہاں حدیث اور اگر حدیث نہ ہو تو قیاس اور اجماع اُمت ہمارے لئے سند ہے +

ہم بحث کو ختم کرنے کیلئے اس اصول کو قبول کر لیتے ہیں لیکن دیکھنا کہ آیا قرآن کریم اس امر میں ساکت ہے۔ آیات ذیل اس امر کے منافی ہیں +

ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا

لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلا۔ ترجمہ۔ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے۔ پھر کافر ہوئے۔ پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے۔ پھر کفر میں بڑھ گئے۔ تو اللہ یہ نہیں کہ ان کی مغفرت کرے۔ اور نہ یہ کہ ان کو راہ پر سیدھا چلائے + (سورۃ ۴ - آیت ۱۳۷)

یا یھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ ۔ ترجمہ ۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ جو کوئی تو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے۔ تو اللہ ایک قوم لائیگا۔ وہ اُن سے محبت رکھیگا۔ اور وہ اس سے محبت رکھیں گے۔ (سورۃ ۵ آیت ۵۴)

اولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ و اولئک ھم الخسرون ۰ یعنی اُن کے اعمال دنیا اور آخرت میں حبط ہو گئے +

ان تین آیات کے سوا اور کسی جگہ قرآن نے ارتداد کا ذکر نہیں کیا۔ انمیں سے پہلی آیت خصوصاً قابل غور ہے۔ یہاں جس شخص کا ذکر ہے۔ وہ ایک چھوڑ دو دفعہ مُرتد ہوتا ہے۔ اور پھر اپنی ارتداد پر پختہ ہو جاتا ہے۔ اگر نفس ارتداد کی سزا قتل تھی۔ تو پہلی دفعہ ہی ارتداد پر سزا پا لیتا۔ اُسے دوبارہ ارتداد کا موقعہ کہاں ملتا۔ نہ وہ زندہ رہتا۔ نہ وہ دوبارہ مسلمان ہوکر دوبارہ مُرتکب ارتداد ہوتا۔ پھر دوسرے ارتداد پر بھی موت وارد ہوتی نظر نہیں آتی۔ کیونکہ اس آیت سے اُسکی بعد کی زندگی ثابت ہوتی ہے۔ جیسے کہ لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلا سے ظاہر ہوتا ہے

الغرض یہ کہنا کہ قرآن اسمعاملہ میں ساکت ہے صحیح نہیں۔ لیکن بالفرض اگر ساکت بھی مانا جاوے۔ تو پھر کوئی اجتہاد جس کی بنا حدیث ہو یا قیاس یا اجماع قابل پیروی اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جب وہ قرآن کے خلاف نہ ہو جب ایسے قول یا فعل منسوب بہ آنحضرت کو ہم آپ کی حدیث قرار نہیں دے سکتے جو کلام الٰہی کے خلاف ہو تو پھر یہی اصول کُل اجتہاد پر حاوی ہوگا۔ اور یہی

اصول مسلمہ فقہا ہے۔ مانا کہ قرآن کریم سزا مرتد پر ساکت ہے۔ لیکن قرآن کریم

لا اکراہ فی الدین

کے ماتحت تو امور دین میں جبر و اکراہ کی اجازت نہیں دیتا۔ قبول دین یا ترک دین دونوں امور دین ہیں۔ پھر اگر ارتداد پر کوئی مفتی سزا تجویز کرتا ہے تو اسکا ایسا فتویٰ لا اکراہ فی الدین کے خلاف ہے۔ اس امر پر خواجہ صاحب نے مفصل بحث کی ہے۔ اسلئے مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ لا اکراہ فی الدین کا اطلاق صرف انہیں پر ہے جو اسلام نہیں لائے۔ اسلام لانے کے بعد اس آیت کے فائدہ سے ایک شخص باہر ہو جاتا ہے اول تو یہ منطق ہی نرالی ہے اور قرآن کریم اس توجیح کا حامی نہیں۔ لیکن جب ایک شخص مرتد ہو گیا تو وہ دین سے باہر ہو گیا۔ پھر وہ اس منطق کے ماتحت کیسے آسکتا ہے۔ ایک شخص ایک گورنمنٹ کی رعایا ہے۔ اس پر اس گورنمنٹ کے ملک کے سب قوانین حاوی ہیں۔ اور وہ بلا کسی جرم کسی آزادی کے ساتھ ایک گورنمنٹ کے ملک سے نکلکر دوسری گورنمنٹ میں چلا جاتا ہے۔ اور اعلان کر دیتا ہے۔ کہ وہ آئندہ اول الذکر گورنمنٹ کی رعایا میں رہنا نہیں چاہتا اس اعلان کے بعد وہ اس گورنمنٹ کی ذمہ واریوں سے قانوناً آزاد ہو جاتا ہے

عجیب بات ہے۔ کہ لا اکراہ فی الدین والی آیت، آیۃ الکرسی کے بعد آئی ہے۔ اور آیۃ الکرسی میں الٰہی گورنمنٹ کا ذکر ہے۔ اسلام میں داخل ہوتا گویا ربانی گورنمنٹ کے ماتحت آتا ہے۔ اور اس گورنمنٹ سے باہر رہنا۔ گویا طاغوت کی حکومت تلے آ جانا ہے۔ اسی موقعہ پر لا اکراہ فی الدین فرمایا گیا ہے۔ گویا انسان کا اختیار ہے۔ کہ وہ اللہ کی حکومت تلے رہے یا بندہ طاغوت ہو جائے۔ اسمیں جبر و اکراہ جائز نہیں پھر اس پر بھی اکتفا نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد کی آیت میں دو گروہوں کے عذاب ثواب کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ پہلے گروہ کے متعلق فرمایا۔ اللہ ولی الذین

امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور۔ والذین کفروا اولیٰھم الطاغوت یخرجھم من النور الی الظلمت اولٰئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون ۔ گویا ان کی سزا جہنم ہے۔ نہ اس دنیا میں کسی قسم کی سزا لا اکراہ فی الدین کے متعلق منطق بالا کی کمزوری کو سمجھ کر بعض حامیان سزائے ارتداد یہ کہتے ہیں۔ کہ حدیث میں سزا موجود ہے۔ اور حدیث متواترہ قرآن کی ناسخ ہوسکتی ہے۔ ہم تو اسے حدیث کا رتبہ ہی نہیں دیتے جو قرآن کے خلاف ہو۔ بہرحال خدا کے فضل سے ہم اس زمانہ میں ہیں جب ناسخ ومنسوخ کا مسئلہ عند التحقیق ختم ہوچکا ہے۔ اور کسی آیت قرآن کو کسی دوسری آیت کا ناسخ نہیں مانا جاتا۔ جہاں جہاں بعض آیات میں معارضات خیال کئے جاتے تھے وہ معقول تشریح سے طے آپکے ہیں۔ جس کتاب کی صداقت میں خدا تعالےٰ نے یہ فرمایا ہے۔ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً ۔ اگر قرآن خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں کثرت سے اختلافات ہوتے اسمیں آیات ناسخ ومنسوخ ہوسکتی ہی نہیں ۔

حدیث متواترہ کا ناسخ قرآن ہونا بھی اسی قسم کا مغالطہ ہو جسمیں قائلین ناسخ ومنسوخ مدتوں پڑے رہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ما ینطق عن الھوا ان ھو الا وحی یوحی کا مصداق وحی خفی کے ماتحت بولتا ہے۔ اس لئے اس کا کلام خدا کا کلام ہے۔ یہ سب صحیح لیکن اس پر بھی وہ وحی وحی خدا جو قرآن میں ہے۔ اور وحی خدا جو قرآن کے علاوہ خمتیت مآب کے لبہائے مبارک پر جاری ہوں ایکدوسرے کے مخالف ومعارض نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اس پر بھی وہ اصول ولو کان عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً حاوی ہوجاتا ہے ۔

بہرحال اس بحث مباحثہ نے بفضلہ مسئلہ سزا ارتداد کو صاف کردیا یہ امر سب نے مان لیا کہ قرآن ارتداد پر کوئی سزا تجویز نہیں کرتا۔ نہ قرآن امور دین میں جبر واکراہ

کی اجازت دیتا ہے سنگساری کی اجازت قرآن میں نہیں - ہاں یہ فتوے تو ہی چل سکتا ہے - جب یہ تسلیم کرلیا جاوے کہ حدیث ناسخ قرآن ہوسکتی ہے یا اجماع قرآن کے خلاف جاسکتا ہے جو بالبداہت غلط ہے +

گوشوارۂ آمد و خرچ ووکنگ مسلم مشن و اسلامک ریویو

بشیر فنڈ دفتر ہندوستان بابت ماہ مارچ ۱۹۲۵ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	رقم آمد ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	رقم خرچ ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن	۱	-	۴	۴۸۴	مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو بشیر فنڈ	۴	۶	۷	۱۳۲۱
قیمت اسلامک ریویو و مفت تقسیم	۲	.	۱۱	۹۶۸					
ریزرو و تبلیغ اسلام فنڈ	۳	.	-	۵۷					
میزان	.	.	۱۵	۱۵۰۹	میزان		۶	۷	۱۳۲۱

دستخط - ڈاکٹر غلام محمد آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان ماہ مارچ ۱۹۲۵ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب ہارون آدم عبدالشکور حاجی صالح محمد صاحبان بمبئی	-	.	۲۵۰	جناب محمد حسین صاحب عرائض نویس لدھیانہ	.	۸	.
" ڈاکٹر شیخ محمد یوسف صاحب قلات	.	.	۱	" کے۔ ایچ نیاز صاحب حویری دھارواڑ	-	۸	۷
" ایم محمد فاروق صاحب گورداسپور	.	.	۳				
" معلوم الاسم	-	.	۱	" فضل الدین صاحب چیت پور	.	.	۵
" منہاج صاحب بھٹنڈہ	.	.	۵	" عبد الرحمان صاحب [illegible]	.	۲	۱
" فضل کریم صاحب ابازئی پٹ در	.	.	۳	" شیخ محمد صاحب راجمندری	.	-	۵
" مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب دہلی	.	.	۵	" ایم اے صمد صاحب مظفر پور	-	.	۲۵
" از ڈاک پوسٹل آڈٹ آفس مدراس	.	۲	۴	" سید افروز بخت سلہٹ	-	.	۵
" ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	.	.	۴۰	حضور نواب رفعت یار جنگ صاحب بہادر حیدر آباد دکن	-	.	۴۰
جناب مسٹر ایم۔ خان صاحب اوکاڑہ			۲۰				
جناب نواب الدین صاحب کشمیر	.	.	۶	جناب محمد حسن صاحب لکھنؤ	.	.	۱
" صبیح الدین صاحب انسپکٹر پولیس ٹنک	.	.	۱	" محمد یوسف صاحب بمبئی	.	.	۱۰
" عبد الغنی صاحب نیمچ	.	-	۷	" ایم - آئی خان صاحب بمبئی	.	.	۵
" احسان الحق صاحب ڈیرہ غازیخان	.	.	۲۵	" تاج الدین صاحب سندی وغیرہ	.	-	۵
" اسد اللہ صاحب گورداسپور	.	-	۳	کل میزان	-	۴	۴۸۴

کی تنظیم

ہندوستانی مسلمانوں میں ایک قوم "بوہرہ" ہے۔ جو بمبئی سورت اجین برہانپور اور جنوبی ہند کے قصبوں اور شہروں میں بکثرت آباد ہے۔ اور عموماً تجارت پیشہ ہے +

مذہبی زندگی ان کی مذہبی زندگی مسلمانوں کے تمام فرقوں کے لئے نمونہ ہے۔ شاید ہی کوئی بدنصیب ہو گا جو نماز پنجگانہ کا پابند نہ ہو۔ ہر شخص صبح کو نماز سے فارغ ہو کر تلاوت کرتا ہے۔ زکوٰۃ ہر سال ایک معین تاریخ پر ادا ہوتی ہے۔ اور تمام روپیہ صدر مقام پر جمع ہوتا ہے +

مسکرات سے انتہائی اجتناب ہے۔ حتےٰ کہ تمباکو کا استعمال بھی نہیں کرتے۔ طہارت کا نے انتہا لحاظ رہتا ہے۔ اور غیر مسلم کے ہاتھوں کی کوئی تر چیز نہیں کھاتے +

نظام جماعت تمام جماعت ایک نظام کے تابع ہے۔ اور ان کے مرشد اعظم جو مولانا اور سیدنا سے مخاطب ہوتے ہیں۔ ان کے ماتحت (۱۲) عامل ہیں۔ اور ان عاملین کے ماتحت عہدہ دار بھی ہوتے ہیں جو مختلف مقامات پر متعین ہیں۔ ان کی تعداد تقریباً ۴۰۰ ہے۔ ان کا کام مذہبی رہنمائی آپس کے قضایا کا فیصلہ جماعت کا انضباط نکاح خوانی اور تحصیل زکوٰۃ ہے۔ ان عہدوں پر اسی شخص کو مامور کیا جاتا ہے۔ جس نے علوم مذہبی کی تکمیل کی ہو۔ اور کم از کم عربی میں دو کتابیں لکھی ہوں۔ اور جماعت کی عام مذہبی زندگی سے ارفع و اعلےٰ مذہبی زندگی رکھتا ہو۔ یہ علما صورتاً بھی ایسی شان رکھتے ہیں۔ کہ ان کی عظمت دلوں پر قائم ہو جاتی ہے۔ جماعت میں ان کا بدرجۂ اتم احترام ہوتا ہے +

تجارتی تربیت | بچّوں کو ابتدا سے کاروبار اور تجارتی مشاغل میں مصروف رکھا جاتا ہے۔ اور آج ابتدائے جو بچے دُکانوں پر معمولی کام کرتے نظر آتے ہیں کل وہ ایک کوٹھی کا کاروبار سنبھالتے ہیں۔ غالباً تمام ہندوستان میں اسی جماعت کو یہ شرف حاصل ہے۔ کہ ان کا کوئی فرد خدمتگار پیشہ نہیں ہے۔ اور کوئی شخص بھیک مانگتا نظر نہیں آتا +

فیصلہ منازعات | ان کے باہمی داد و ستد اور ترکہ و وراثت کے مقدمات شاذ ہی عدالت میں جاتے ہیں۔ ورنہ باہمی یا عہدہ داران مذہبی کے سامنے طے ہو جاتے ہیں +

مساوات | مساوات کا بدرجۂ ادلے خیال رہتا ہے۔ اور کوئی شخص بھی معاشرتی زندگی میں کوئی امتیازی حیثیت نہیں رکھتا +

امداد دینا | اگر کسی کا کاروبار بگڑ جاتا ہے۔ تو اس کو جماعتی فنڈ سے مدد دیجاتی ہے۔ یتامے کے مال کی خاص حفاظت کیجاتی ہے۔ اور جب وہ بالغ اور کاروبار کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ تو ان کی جائداد ان کو تفویض کیجاتی ہے امداد باہمی کے بینک بھی جاری ہیں۔ اور کاروبار کیلئے قرض دیا جاتا ہے۔ غربا معذورین کو وظیفہ ملتا ہے +

تعلیم | ہر بچّہ کو لازمی طور پر ابتدائی تعلیم دیجاتی ہے جسمیں مذہبی تعلیم کا کافی عنصر ہوتا ہے۔ سُورت میں ایک بڑا مدرسہ مذہبی تعلیم کا بھی ہے جو مولانا صاحب کی خاص نگرانی میں ہے +

عورتوں کی تعلیم اور مصروفیّت | عورتوں کی بہت ہی معمولی ابتدائی تعلیم ہوتی ہے۔ اور لکھنا تو سکھایا ہی نہیں جاتا۔ مگر مذہبی تربیت پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ سو فیصدی عورتیں نمازی ہوتی ہیں۔ اور مردوں سے زیادہ اعمال مذہب کی پابند ہیں۔ ہر عورت خواہ وہ لکھ پتی ہو اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتی ہے۔ چکی

پیسنے کے رواج میں اگرچہ کمی ہوگئی ہے تاہم بعض بعض گھروں میں پیسی جاتی ہے
چرخہ کا رواج نسبتاً زیادہ ہے اور پہلے تو بہت زیادہ تھا +

ہر عورت خواہ وہ کیسی ہی دولتمند ہو اپنے گھر کے کاموں میں لازمی طور پر مصروف رہتی ہے۔ اور کچھ نہ کچھ دستکاری جانتی ہے۔ عموماً گھروں میں کلابتوں کے کام کی پوری ٹوپیاں اور صدریاں وغیرہ بناتی ہیں۔ کارچوب کا کام زیادہ ہوتا ہے۔ عورتوں کے تمام کپڑے گھروں میں سلتے ہیں +

علی العموم صبح کی نماز سے فارغ ہو کر چاء اور ناشتہ میں مصروف ہوتی ہیں۔ اس سے فارغ ہو کر باورچیخانہ اور کھانے کا اہتمام ہوتا ہے نماز ظہر کے بعد کسی قدر آرام کرتی ہیں۔ پھر محلہ کی عورتیں ایک جگہ جمع ہو کر عصر تک کام کرتی ہیں۔ عصر سے فارغ ہو کر پھر باورچیخانہ سنبھالتی ہیں۔ یہ قوم جس گاؤں قصبہ یا شہر میں ہوتی ہے ایک ہی جگہ رہتی ہے۔ ان کے مکانات متصل ہوتے ہیں۔ اگر مختلف مقامات پر بھی آباد ہوں تو ایک سے زیادہ گھر ضروری ہوں گے۔

پردہ کا رواج سختی کے ساتھ ہے۔ اور ان کے معاشرتی تعلقات آپس ہی میں محدود رہتے ہیں +

نکاح و مہر نکاح کا باقاعدہ رجسٹر ہوتا ہے اور نکاح نامہ کا ایک پرت زوجین کو دیدیا جاتا ہے۔ اور ایک پرت صدر میں بھیجدیا جاتا ہے خواہ کیسا ہی دولتمند شخص کیوں نہ ہو اس کا مہر مہر فاطمہؓ سے زیادہ نہیں باندھا جاتا۔ اگر زوجین میں ناموافقت ہو جس کی بہت ہی شاذ کوئی مثال ملتی ہے تو طلاق ہو جاتا ہے اور ایام عدت کے بعد ہی اس کا دوسرا عقد کر دیا جاتا ہے۔ بیوہ کا نکاح عدت ختم ہوتے ہی ہو جاتا ہے۔ اور کوئی جوان عورت بیوگی میں زندگی بسر نہیں کرتی۔ غرض اس جماعت میں قابل مثال معاشرتی تمدنی اور مذہبی تنظیم ہے۔ انکے یتیم خانے مسافر خانے مدرسے اور جماعت خانے نہایت عمدہ

حالت میں ہیں +

یہ اپنے ہر قومی کام میں صرف اپنی جماعت کی امداد پر ہی بھروسہ کرتے ہیں اوقات مصیبت میں اور خاص کر اتفاقی نقصانات اور کاروبار کے بگڑ جانے میں امداد باہمی کے اصول سے ان نقصانات کی تلافی کر لیتے ہیں انکی فیاضی اپنی جماعت تک ہی محدود نہیں بلکہ مسلمانوں کی دوسری قوموں کے کاموں میں بھی مدد دیتے ہیں۔ یہ تنظیم دراصل اعمالِ مذہب کی پیروی اور زکوٰۃ صدقات کو باقاعدہ ادا کرنے اور باقاعدہ صرف کرنے کے باعث ہے +

فلاحِ انسان کا پہلا پیغام

۱۸ ماہ اپریل کو احمد پور شرقی (ریاست بہاولپور) میں صادق ہائی سکول کی رسم افتتاح بندگان عالی حضور پرنور والی ریاست بہاولپور کے دست مبارک سے ہوئی وہاں پہلے مڈل سکول تھا لیکن ہوم منسٹر جناب مولوی غلام حسین صاحب کی علم پرور طبیعت نے اُسے ہائی سکول بنا دیا۔ اس موقعہ پر حضرت خواجہ صاحب بھی مدعو تھے۔ اور آپ نے حسب ایماء خاص ذیل کے چند الفاظ بیان کئے + مترجم

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۰ اقرأ باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق ۰ اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم۔ علم الانسان مالم یعلم +

احمد پور ہائی سکول کی افتتاح کے موقعہ پر مجھے چند الفاظ کہنے کیلئے کہا گیا ہے۔ میں اس مختصر سے وقت میں بہتر سے بہتر امر یہ کر سکتا ہوں۔ کہ میں ان آیات مقدسہ کی طرف حاضرین کو متوجہ کروں جن سے حضرت ختمیت مآب پر وحی الٰہی کا افتتاح ہوا۔ اور جو میں نے ابھی پڑھیں

یہ وہ آیات ہیں جن سے اس صحیفۂ مقدسہ کا آغاز ہوا۔ جو انسان کو رفعت اور تکریم کے مقام پر پہنچانے کیلئے آیا۔ ان کا کھلا کھلا ترجمہ یہ ہے۔ اپنے پیدا کرنے والے رب کے نام سے پڑھ! اس نے ایک لہو کی پھٹکی سے انسان بنا دیا۔ پڑھ! وہ رب مکرمت والا ہے (اب وہ انسان کی مکرمت کی ربوبیت کرنے لگا ہے) وہ قلم کے ذریعہ تعلیم دیتا ہے۔ وہ وہ باتیں انسان کو سکھلاتا ہے جو اسے پہلے معلوم نہ تھیں +

اس وحی کے مخاطب تو خصمیت مآبؐ ہیں۔ لیکن ان کے ذریعہ کل نسل انسانی کو یہاں خطاب ہوتا ہے۔ یعنے جو ہستی ایک قطرہ خون سے کامل اعضائے ہوئے انسان کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اور جیسے جسماً بہتر سے بہتر اعضا اور جوارح دیئے گئے۔ اُسے اب ہر پہلو سے اکرم اور مکرم بنانے کا ارادہ الٰہی ظاہر ہو رہا ہے۔ جیسے اقرأ وربك الاکرم کے مقدس الفاظ اشارہ کرتے ہیں۔ اور اس مقام عالی پر پہنچانے کیلئے صرف تین امور کا ذکر کیا جاتا ہے۔ پڑھنے کا اور لکھنے کا (الذی علم بالقلم) اور علم الانسان مالم یعلم یعنے ان علوم کی تعلیم کا جو انسان کو اس وحی پاک کے نزول سے پہلے معلوم نہ تھے۔ آنحضرت کے زمانہ ماقبل اور مابعد میں اگر کسی امتیازی امر کی تلاش کیجاوے۔ اور انسان کی موجودہ حاصل کردہ ترقی و تمدن کے وجوہ دیکھے جاویں۔ تو بھی تین باتیں نظر آتی ہیں۔ جن کا اس وحی میں ذکر ہے۔ اسلام سے پہلے نوشت و خواند کا چرچا نہ تھا کل دنیا میں کم آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ چند لوگ سینہ بسینہ طریق پر تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اور علوم جدیدہ جن پر موجودہ تہذیب و تمدن کا حصر ہے۔ وہ تو انسان کے علم میں ہی نہ آئے تھے۔ خصمیت مآبؐ آئے اور یہ تینوں باتیں اپنے ساتھ لائے۔ کاغذ کی ایجاد مسلمانوں نے ہی کی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کاغذ کی ایجاد سے پہلے کامل طور پر علم کا چرچا نہ ہوسکتا تھا۔

نہ کتابوں کا رواج ہو سکتا تھا۔ پھر علوم جدیدہ تو مسلمان ہی لائے۔ انہوں نے ہی اُن کی بنیاد ڈالی۔ بعض علوم کو کمال پر پہنچایا۔ جس کی ترقی اب اقوام مغرب نے کی +

مجھے تو اُن مقدس الفاظ پر غور کرتے حیرت ہوتی۔ ایک اُمی قوم میں کا اُمی انسانؐ۔ اُس قوم یا اُسکو پڑھنے۔ لکھنے سے کیا تعلق وہ اُن علوم کو کیا جانے جو اُس کے بعد دُنیا میں آئے۔ لیکن اُسے پہلی وحی آتی ہے تو کن حقائق عالیہ کو اپنے اندر لئے ہُوئے۔ انسان کے ہر معنوں میں کمالِ حقیقی پر پہنچنے کے اسرار اگر کسی پر کھُلتے ہیں۔ تو اُسی اُمیؐ لقب انسان پر۔ گویا وہ دُنیا کو سب سے اوّل یہ تعلیم کرتا ہے۔ کہ اب نسل انسانی اس کمال پر پہنچیگی کہ جس پر وہ پہلے نہ پہنچی تھی۔ اور یہ رفعت اُسے پڑھنے لکھنے اور علوم جدیدہ کے حصُول سے حاصل ہونگے پیغمبر آخر کیوں آتے ہیں۔ انکی بعثت کا مقصد بھی تو یہی ہوتا ہے۔ کہ انسان کو ارذل مقام سے اُٹھا کر اعلےٰ مقام پر پہنچا دیں۔ ختمیت مآب صلعم نے اس پہلے الہام میں آپ کی اپنی بعثت کا مقصد بھی یہی بتلایا گیا۔ اور یہ مقصد کتنا بلند سے بلند ہے۔ اور اگر وہ مقصد صرف ان باتوں سے حاصل ہوا۔ جن کی طرف یہ آیات اشارہ فرما رہی ہیں تو پھر آنحضرت صلعم کے مرسل اور نبی ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ اگر ہم علم حاصل نہ کریں۔ اگر ہم پڑھے لکھے نہوں۔ اگر ہم علوم جدیدہ میں ید طولےٰ حاصل نکریں۔ تو ہمنے بعثت اسلام کی غرض کو پورا نہ کیا۔ ہم مسلمان مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں۔ یاد رکھو اسلام کی ترقی کے بھاری اسباب تھے جو قرون اولے کے مسلمانوں نے حاصل کئے۔ اور دریافت کئے۔ یہ اسلامی میراث جب سے ہمارے ہاتھ سے گئی۔ ہم میدان ترقی میں پیچھے رہ گئے۔ تم نمازیں پڑھتے ہو۔ روزے رکھتے ہو۔ اچھا کرتے ہو لیکن آنحضرت صلعم کی باتیں بھی مجھ سے سُن لو۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک عالم کا ایک رات

کا تفکر و تدبر کسی کے ایک سال کی نماز اور عبادت سے افضل ہے۔ تم جس کے عاشق ہو۔ لیکن آنحضرت فرماتے ہیں۔ کہ عالم کی قلم کی سیاہی کا ایک قطرہ شہید کے قطرات خون سے کم نہیں۔ تم میں سے بعض ابھی تک دیگر زبانوں اور دیگر قوموں کے پیدا کردہ علوم حاصل کرنے سے گھبراتے ہیں۔ لیکن آنحضرت تو فرماتے ہیں۔ اطلبوا العلم ولو کان فے الصین نبی کریم کے وقت تو چین مسلمان نہ تھا۔ پھر وہ کیوں فرماتے ہیں۔ کہ چین تک جاکر علم حاصل کرو +

مسلمانوں علم تو تمہارا ہی میراث ہے۔ یہ علوم جو یورپ میں ہیں وہ تو تمہارے تھے۔ تم کیوں اسے واپس نہیں لیتے۔ اور اگر انہوں نے نئے علوم دریافت کئے ہیں۔ تو وہ تو بقول نبی مکرم مومن کی ایک گمشدہ (ضالتہ مومن) چیز ہے اس کا فرض ہے جہاں اسے ملے لیلے۔ یہ تو ایک فریضہ ہے علے کل مسلم و مسلمۃ۔ مسلم عورت و مرد پر حصول علم فریضہ ہے۔ یعنے نماز و زکوۃ کے بعد یہ ہمارے فرائض میں سے ہے +

الغرض یہ ہائی سکول کا کھلنا تمہارے لئے رحمت و برکت ہے۔ اگر تم اس سے حقیقی فائدہ اُٹھانا چاہو۔ اس ریاست پر ایک زرریز زمانہ آنیوالا ہے اسملک کی آبپاشی ہونیوالی ہے۔ یہ تمہارے چاروں طرف جو مٹی اور بالو کے ٹیلے نظر آتے ہیں۔ یہ سب چاندی اور سونا ہے۔ لیکن اس مٹی کو چاندی بنانا علم کے حصول پر منحصر ہے۔ آج یہ ہائی سکول ہے۔ آپ لوگ اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ اور یہانتک اپنا شوق علم ظاہر کریں۔ کہ یہ ہائی سکول کالج ہو جائے۔ ریاست اس سے زیادہ کیا کرسکتی ہے۔ جو اس نے کیا۔ اب اس سے آگے چلنا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ یہ باتیں میں نے اسلامی نقطۂ نگاہ سے کہیں۔ لیکن اسلام تو کُل نسل انسانی کے لئے آیا۔ اسکے سامنے تو انسان کی فلاح تھی خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اور جو بھی باتیں میں نے کیں ان کے مخاطب ہندو بھائی بھی ہیں وہ مجھ سے سُن لیں

کہ قرآن خدا کی طرف سے انسان کی فلاح و ترقی کا پیغام لایا ہے۔ اور ان راہوں کو بتلانے آیا ہے۔ کہ جن سے انسان اپنے کمال کو پائے۔ اس پیغام آخری کا شروع ان آیات سے ہوتا ہے جو میں نے پڑھی ہیں۔ اور اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اب انسان کو بلند کرنا چاہتا ہے اور انسان کو یہ بزرگی اور حکومت لکھنے پڑھنے اور نئے نئے علوم حاصل کرنے پر ملیگی۔ تیرہ سو برس ہوئے یہ پیغام آیا۔ اس وقت سے آج تک جس نے ترقی حاصل کی۔ وہ اس پیغام پر چلنے سے کی۔ اب بھی یہی پیغام ہے۔ اُسے جو چاہے قبول کرے۔ اور کمال کے درجہ پر پہنچ جاوے۔ اس پیغام پر یہاں کے لوگوں کو چلانے کیلئے یہ ہائی سکول بطور منزل اوّل ہے۔ اس سے نتائج اُٹھانا تمہارا کام ہے۔ خدا تمہارے ساتھ ہو +

ریویو

قاعدہ یسّرنا القرآن جو ملک دل محمد صاحب تاجر کتب کشمیری بازار لاہور نے شائع کیا ہے بچوں کی ابتدائی تعلیم قرآن کیلئے نہایت ہی مفید ہے ہر مسلمان اگر ایک دفعہ ان قوانین کو جو مؤلف نے منضبط کئے ہیں اچھی طرح ذہن نشین کرلے تو وہ بآسانی خود بخود بغیر استاد کی مدد کے سارا قرآن صحیح پڑھ سکتا ہے۔

الغرض یہ قاعدہ مسلم بچیوں بچوں مسلم اخوان و خواتین سب کے لئے مفید ہے۔ اور ۵ کے ٹکٹ بھیجنے پر مندرجہ بالا پتہ سے ملسکتا ہے +

رفیق خیاطان۔ یہ کتاب مشہور و معروف کٹر مسٹر ایم بیگ کی مؤلفہ و مرتبہ ہے مسٹر بیگ نے کمال جانفشانی سے اسکو تیار کیا ہے کٹنگ کیلئے یہ کتاب نہایت ہی مفید ہے جس میں کٹنگ کے قاعدے بڑی وضاحت سے دیئے گئے ہیں خیاطت کے متعلق ہر ایک نقطہ نہایت خوبی سے تصاویر کے ساتھ حل کیا گیا ہے۔ ملک کے خیاطوں کیلئے نہایت ہی مفید کتاب ہے جو مجلد ہے سے نمبر ۶ ہال روڈ لاہور۔ یا ملہار پلٹن اندور سی۔ آئی سے ملسکتی ہے +

یہ مجرب السیر ذیل کی شکایات کا حتمی علاج اپنے اندر رکھتی ہے جسکی تصدیق میں ہم ذیل کے چند سرٹیفکیٹ پیش کرتے ہیں۔ سرٹیفکیٹ دہندگان کی حیثیت اسبات کی ذمہ وار ہے۔ کہ یہ دوائی اشتہاری حکیموں کی دوائی نہیں۔ معدہ پر اس کا اثر فوراً ہو جاتا ہے۔ لیکن دیگر اثرات بیس سال کی عمر سے کم پر دس دن میں ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ کی عمر والا پندرہ دن کے اندر اندر اس کے اثر کو دیکھ لیتا ہے +

(۱) وجع المفاصل یعنی جوڑوں اور اعصاب کی درد (۲) عرق النساء (۳) سوء ہضم یا Dyspepsia (۴) کمزوری دل و دماغ (۵) ایام کی بقاعدگی (۶) سیلان رحم +

اصل بات یہ ہے۔ کہ یہ دوائی سب سے اول معدہ کی اصلاح کر کے خون صالح پیدا کرتی ہے۔ جس سے جسم کا ہر ایک حصہ قوت پاتا ہے۔ اور رنگت کو صاف کرتی ہے اور وزن کو بڑھاتی ہے۔ پندرہ دن کی خوراک کی قیمت معہ محصولڈاک عہ اور ایکماہ کی خوراک عہ معہ محصولڈاک +

المشتہر منیجر اکسیر رحمانی عزیز منزل ۔ لاہور (پنجاب)

نقول سندات

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

دماغی مشقتوں نے جو میرے اعصاب کا حال کر رکھا تھا اس کو میں بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ اس دماغی محنت نے میرے معدے جگر اور دل پر بڑا اثر کر رکھا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے ان تمام شکایات سے اکسیر رحمانی کے ذریعہ نجات بخشی۔ میں لکھتا ہوں۔ کہ میں اسمرزور کو کچھ سال پہلے کی طرح پھر کام کرنے کے قابل ہو گیا ہوں [illegible] کی طاقت دیکھنے میں [illegible] دوائی نے [illegible] اکسیر ہے +

منشی سعادت علی صاحب از رامپور

کولہے سے لے کر گھٹنے تک میں سخت درد میں مبتلا تھا۔ اس دوائی کے ذریعہ مجھے آرام ہوا +

عالیجناب فرخی صاحب استاد نواب صاحب رامپور

اگر ہشتاد سالہ کی اشتہا اس دوائی کے استعمال سے دوگنی ہو جائے۔ تو اسے کرامت نہ کہا جائے تو اور کیا +

محمد صدیق صاحب مالک کارخانہ صابون محمد صدیق
محمد ابراہیم دہلی

مجھے اس دوائی کے چندروزہ استعمال سے از حد فائدہ ہوا۔ میرے جسم میں چستی چلنے میں طاقت اور اشتہا میں زیادتی پیدا ہوگئی +

عالیجناب ولیعہد ریاست کروڑ اکالا ٹھیا واڑ

اس دوائی کے استعمال سے میرا وزن دس دن میں ایک پونڈ بڑھ گیا۔ میرے اور متعلقین نے بھی استعمال کیا۔ انہیں بھی ویسا ہی فائدہ ہوا +

عبدالاکبر خان صاحب نائب تحصیلدار چارسدہ

یہ دوائی مجھے خواجہ صاحب کی معرفت ملی۔ اسکے استعمال سے میرے جسمانی اور دماغی قوا کو از حد فائدہ ہوا۔ دو تین دن کے اندر جسم میں چستی پیدا ہوگئی۔ میرے ایک اور دوست نے بھی استعمال کیا۔ اور فائدہ اٹھایا +

خان صاحب محمد ولادر خان اسسٹنٹ کمشنر چارسدہ

میرے چند دوستوں نے اس دوائی کو استعمال کیا۔ انہیں مختلف شکایات تھیں۔ ان سب کو نہایت عمدہ فائدہ ہوا +

محمد عبداللہ صاحب وکیل ہائیکورٹ سرینگر کشمیر

مجھے اور میرے احباب کو اس دوائی کے استعمال سے اعجازی رنگ میں خارق عادت فائدہ ہوا۔ جسمانی اور نفسانی قوا میں نمایاں طاقت محسوس ہوئی۔ حق الامر یہ ہے کہ یہ اعجازی دوائی ایک زندہ کرامت ہے۔ میرے علاوہ محمد موسےٰ خانصاحب۔ محمد اکبر محمد اسمٰعیل صاحب اور غلام نبی صاحب کو بھی فوری فائدہ ہوا۔ ایک دوست غلام رسول وجع المفاصل سے تنگ تھا اور اسکے گھٹنوں میں درد تھا۔ اسے بھی فوری فائدہ ہوا۔

ملک شیر محمد صاحب سکرٹری محکمہ مال ریاست جموں و کشمیر

میں نے دوا ہاضمہ کو استعمال کیا۔ قوت ہضم بڑھانے اور اشتہا صادق کے پیدا کرنے میں اسے بے نظیر پایا۔ چندروزہ استعمال سے اس دوا کا اثر ظاہر ہونے لگتا ہے۔ میرے علم میں کہنہ بدہضمی و امراض معدہ کے دفعیہ کیلئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ خون صالح پیدا کرتی ہے۔ میرا یقین ہے۔ کہ عالم پیری میں جسمانی قوا کی تقویت کیلئے اس دوا سے بہتر نافع دوا نہ ہوگی۔ دماغی کام کرنیوالوں کیلئے یہ دوا از حد مفید ہے +

۲۷ جنوری ۱۹۲۵ء

عالیجناب حکیم سید لعل شاہ صاحب برق پشاور

پچھلے دنوں مسٹر فضل احمد خانصاحب انسپکٹر محکمہ مسکرات نے جبکہ وہ ڈیرہ میں متعین تھے چھ ماشہ اکسیر رحمانی کا استعمال کرایا۔ ان کا بیان ہے کہ میرا وزن نسبت پہلے کے بہت بڑھ گیا۔ اور عام صحت بہت ہی اچھی ہوگئی +

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام
اُمّ الالسنہ
معروف بہ
زندہ و کامل زبان
کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اپنی نوع کی یہ
پہلی کتاب اردو و انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ دکھایا
گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس سے
نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد
عربی الاصل تھے۔ یہ کتاب سمجھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ قیمت ۱۲؍
بلا جلد ۱۲؍ مجلد عہ
مطالعۂ اسلام
مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب
مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ
اس کتاب میں اٰمنت باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ
والیوم الاٰخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ
تعالیٰ والبعث بعد الموت کی نہایت فلسفیانہ اور
محققانہ تفسیر کی گئی ہے۔ نیز پانچ ارکان اسلام کلمہ طیبہ
حج۔ روزہ۔ نماز۔ زکوٰۃ پر فلسفیانہ روشنی ڈالی ہے
مقصد مذہب
یہ معرکۃ الآرا لیکچر ہے۔ جو حضرت خواجہ صاحب نے لاہور
کی مذہبی کانفرنس میں پڑھا۔ اس کانفرنس میں عیسائی
سناتنی۔ آریہ سماجی۔ برہمو سماجی اور بہت سے
مذاہب کے نمائندوں نے اپنے اپنے لیکچر
پڑھے۔ اس لیکچر کی خوبی پڑھنے سے عیاں
ہوتی ہے۔ قیمت ۳؍
خطبات مغربیہ
یہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے
قیام لندن میں نا آشنایان اسلام کو اسلام سے معرفت
کرانے اور ان پر حقانیت اسلام محقق کرانے کیلئے
انگلستان کے مختلف مقامات پر انگریزی زبان
میں دیئے۔ بعض احباب کی خواہش پر اردو میں ترجمہ کئے گئے
ہیں۔ مکمل سٹ بلا جلد ۱۲؍ مجلد عہ
مذہب محبت
اسمیں فاضل مصنف نے براہین قاطعہ کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ
صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جو زمین پر صلح امن آشتی محبت
پیار یکجہتی کا میابی کے ساتھ قائم کرسکتا ہے قیمت ۷؍
ذرّات عالم کا مذہب
اسمیں مصنف نے دکھایا ہے۔ کہ سائنس کا آجکل جو دعویٰ ہے
ہے روح کی پیدائش اور اسکے فرائض مسئلہ ارتقائے
انسانی کفارہ پر ایمان اپنی ہتک ہے۔ قیمت ۸؍
یسوع کی الوہیت
اور
انکی انسانیت پر ایک نظر
فاضل مصنف نے
الوہیت مسیح۔ کفارہ معجزات
مسیح۔ بیری کی حقیقت
الغرض وہ مسائل جو عیسائیت
سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان
سب کی براہین قاطعہ سے
تردید کی ہے
قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰؍
ینابیع المسیحیت
یہ کتاب اپنی نوعیت میں نکل نئی ہے۔ اس میں دکھایا گیا ہے کہ مروجہ
اصول و حکایات مسیح کو جناب مسیح سے کوئی تعلق نہیں
بلکہ مسیحی دین کی ہر ایک بات شوریح پرستی اور مسیح سے
قبل کی بت پرستی سے لی گئی ہے۔ اس کتاب کا
ہر لفظ نئے انکشافات اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ منکشف شدہ
حالات حیرت افزا اور سنسنی خیز ہیں۔ جن سے کروڑہا عیسائی
بیخبر ہیں۔ اور جن کے پڑھنے سے وہ اپنے مسلمات
پر قائم نہیں رہ سکتے
قیمت بلا جلد عہ مجلد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عہ
اسلام
اور
علوم جدیدہ
اسمیں فاضل مصنف نے واضح
طور پر بیان کیا ہے کہ قرآن ہی
ایک کتاب ہے جس نے
لطیف حقائق اور باریک
مسائل سمجھانے کے لئے
صحیفۂ قدرت اور اسکے
نظام کیطرف کو متوجہ
کیا۔ قیمت ۱۰؍
المشتہر منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور (پنجاب)

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے ایل ایل بی مبلغ اسلام و امام مسجد ووکنگ انگلستان

رازِ حیات یا تکمیلِ عمل

اس کتاب میں فاضل مصنف نے دکھایا ہے کہ مذہب روزانہ زندگی میں عمل ہے۔ ایمان کی ترقی بھی اعمال سے ہوتی ہے۔ قوت دولت و حشمت۔ جاہ و جلال مرفع الحالی کا راز قوتِ عمل میں ہی مضمر ہے۔ جس طرح کہ باغ کی ترو تازگی نشو و نما پانی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح زندگی کا راز قوتِ عمل میں پنہاں ہے۔ یہ کتاب تمام ہندوستان میں مقبول ہو چکی ہے۔ قیمت بے جلد ۱۲ مجلد ۱۲؎

ضرورتِ الہام

آج کل زمانہ تعلیم یافتہ اصحاب وحی اور الہام کے وجود سے انکاری ہیں۔ اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ اس کتاب میں سائنٹیفک طریق پر اور علمی دلائل سے بتایا گیا ہے۔ کہ الہام کی انسان کو ضرورت ہے۔ اور الہامی مذہب آیا ہے۔ بلا جلد ۱۲ مجلد ۱۲؎

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

اس کتاب میں فاضل مصنف نے عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں اور بنیاد نہاد فرقوں کے اصول ہیں۔ فقط فروعی اختلافات آپس میں ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کو یکجہتی سے کام کرنے کی تلقین کی ہے +

قیمت ۱۲ مجلد ۱۲؎

اُسوۂ حسنہ

معروف بہ

زندہ و کامل نبی

قیمت ۸ مجلد ۱۲

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے اسکو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو وہ آپ ہی کی ذات ہے +قیمت ۸ مجلد ۱۲

توحید فی الاسلام

فاضل مصنف نے اس کتاب میں ضروریات زمانہ کے مطابق مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔ اسمیں بیان کیا گیا ہے۔ کہ روح توحید ہی تہذیب و تمدن کی جان ہے۔ اسی سے اخلاق فاضلہ کی آبیاری ہوتی ہے یہی علوم جدیدہ کی محرک حکمت و فضیلت کی مولد اور جمہوریت کی جان ہے۔ توحید سے ہی حقوق انسانی کی حفاظت ہوتی ہے۔ قیمت بلا جلد ۱۲ مجلد ۱۲

سلکِ مروارید

یہ ان زبردست معرکۃ الآرا لیکچروں کا اردو مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے سنہ ۱۹۱۱ء سے لیکر سنہ ۱۹۲۲ء تک مذہبی کانفرنسوں میں مختلف مقامات دنیا میں انگریزی زبان میں دیئے۔ انہیں دیگر مذاہب کے مقابل اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے مختلف عنوانوں کے ماتحت اسلام پر لیکچر دیئے گئے ہیں حضرت خواجہ صاحب کے تمام مذہبی لٹریچر کا نچوڑ ہے + بلا جلد ۱۲ مجلد ۱۲

مکالماتِ ملیہ

یعنی وہ گفتگوئیں یا بحثیں جو حضرت خواجہ صاحب اور دیگر مذاہب کے رہنمایان کے درمیان مختلف مقامات پر ہوئیں اسمیں جمع کی گئی ہیں۔ یہ مکالمات مبلغین اسلام اور دیگر مسلم اصحاب جن کو مخالفین اسلام سے بحث کرنی پڑتی ہے ان کے لئے مفید ہیں +

قیمت بے جلد ۱۲ مجلد ۱۲

صلائے نصرت

بہ

اہلِ ہمت

یہ ایک قومی نظم ہے جس میں واقعات حاضرہ پر قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے اشاعت اسلام کی اہمیت مسلمانوں پر واضح کی گئی ہے

قیمت

بلا جلد ۱۲

براہینِ نیرہ

حصہ اول

معروف بہ

زندہ و کامل الہام

قیمت ۱۲ مجلد ۱۲

اسمیں دکھایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقیانہ بحث کی ہے۔ قیمت ۱۲ مجلد ۱۲

المشتہر۔ منیجر مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل لاہور (پنجاب)

اسلامیہ سٹیم پریس بیرون بھاٹی دروازہ لاہور میں منشی محمد لطیف خان کے اہتمام سے چھپا اور خواجہ عبدالغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام نے عزیز منزل لاہور سے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

عزیز منزل - لاہور

ممالک غیر کیلئے عہ

قیمت سالانہ للعہ

شَهِدَ مِنْكُمُ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا
أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ
بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ز وَ
لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي
فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ
فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ
أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ
هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ
أَنَّكُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ
وَعَفَا عَنْكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ
اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ
الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ
ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ
وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ

Khwaja Nazir Ahmad

فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام لاہور

جلد (۱۱) بابت ماہ اگست ۱۹۲۵ء مطابق محرم الحرام ۱۳۴۴ھ نمبر (۸)

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا سول انجنیئر سابقہ قائمقام امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) کی تصویر دلپذیر سے زینت دیجاتی ہے۔ جناب خواجہ صاحب موصوف محتاج تعارف نہیں۔ قارئین کرام ان کے نام نامی سے واقف ہیں ٭

آپ نے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ کی عدم موجودگی میں اٹھارہ ماہ امامت مسجد کے گراں فرائض کو نہایت متانت سنجیدگی ہمت و جانفشانی سے انجام دیا۔ اور اس قلیل عرصہ میں آپ کو وہ عظیم الشان کامیابی میدان تبلیغ میں نصیب ہوئی۔ جو تاریخ مشن ووکنگ میں قابل یادگار رہیگی ٭

خواجہ صاحب موصوف ابھی نوجوان ہیں۔ ۲ دسمبر ۱۸۹۷ء کو آپ پیدا ہوئے لاہور کے سنٹرل ماڈل سکول اور فورمن کرسچن کالج میں آپ نے تعلیم پائی۔ اور اگست سنہ ۱۹۱۶ء کو انگلستان تشریف لے گئے۔ ایک عرصہ تک آپ نے یونیورسٹی آف لندن میں سول اور مکینیکل انجنیئرنگ کی تعلیم حاصل کی۔ اور لندن کے سٹی اینڈ گلڈز انسٹیٹیوٹ میں الیکٹرک انجنیئرنگ کا کام سیکھا۔ مانچسٹر واٹر سپلائی کے متعلق (Hanswatir Aqueduct) کی نگرانی کے لئے

گورنمنٹ کی طرف سے آپ ۱۹۱۸ء میں منٹ انجینیر مقرر ہوئے تھے مارچ ۱۹۲۲ء میں آپ ٹل ٹیل کی نامی گرامی سوسائٹی کے ممبر مقرر ہوئے ۱۹۲۵ء کی ابتدا میں بیرسٹری کی سند حاصل کی۔

بہرحال ہم لوگ جن کا مسلم مشن ووکنگ سے تعلق ہے انکو انکی مذہبی زندگی سے سروکار ہے - اور اس مذہبی زندگی کی مختصر سی روئیداد - اس کے تجربات اور کارہائے نمایاں یہ سب کے سب ایسے امور ہیں - جو امید ہے - کہ قارئین عظام کی گہری دلچسپی کا موجب ہونگے - چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک نچلا و متلاشی دل عطا فرمایا تھا جسمیں فہم و فراست کا بھی وافر حصہ تھا - اسلئے خواجہ نذیر احمد صاحب نے اپنے ہوش سنبھالتے ہی روحانی امورات میں غور و تفکر کرنا شروع کیا پیشتر اسکے کہ آپ آستانہ صداقت یعنی اسلام تک پہنچیں - آپ کو اس روحانی تگ و دو میں بہت سے ہولناک انقلابات روح کا سامنا کرنا پڑا جو تخیل کی بلند پروازی - شک و شبہات سرگرمی و گرمجوشی اور بعض اوقات حسرت و یاس پر مشتمل تھے +

دو برس سے زیادہ پروفیسر ٹی سیموئل لال کی زیر ہدایت آپنے عیسائی عقائد کا گہرا مطالعہ کیا - جب ان عقائد سے آپ کا اطمینان قلب نہ ہوا - تو پھر آپنے اپنی گرامی توجہ ہندو مت کی طرف مبذول فرمائی - اور ایک پنڈت دیوا چند صاحب کی قابلانہ ہدایت کے ماتحت اس مذہب کی تحقیق و تدقیق میں صرف کیا - تاکہ اس پیچیدہ مذہب کو کما حقہ سمجھ سکیں پھر طبعاً آپ پر تشکک کا زمانہ آیا - جو لازماً ہر ایسے شخص پر آتا ہے جو عبدالنفس کے نام نہاد اسرار غوامض کی گتھی کو سلجھانے کیلئے صدق دل سے محو تخیل ہوتا ہے - یہ عہد تشکک ۱۹۱۹ء کے اخیر تک رہا - اس کے بعد آپ اپنے والد بزرگوار کے ایک انگریزی لیکچر دستی بارہتالی میں شامل ہوئے - جس کے سامعین خالصتہً دہریہ تھے - اور کہ جس لیکچر کے سننے سے آپکے تمام شبہات رفع ہوگئے - اور آپ بجان ودل اسلام کے پکے معتقد و دلدادہ و شیدا بن گئے +

۱۹۲۰ء میں بذریعہ اسلامک ریویو آپ مسلم مشن ووکنگ کے حلقہ میں شامل ہوئے ۱۹۲۲ء میں آپ مشن کے سکرٹری ہوگئے - اور ستمبر ۱۹۲۳ء میں امامت مسجد ووکنگ کا بار گراں عین عنفوان جوانی یعنی ۲۴ سال کی عمر میں آپکے کندھوں پر طوعاً و کرہاً پڑ گیا -

آپ کا عہد امامت تاریخ مشن ووکنگ میں ابد الآباد تک خصوصیت سے قابل یادگار رہیگا۔ کیونکہ آپکے عہد امامت میں انگلستان کا ایک عظیم الشان رئیس سر آرچی بولڈ ہملٹن حلقہ بگوش اسلام ہؤا۔ اس قابل ذکر واقعہ کے اخلاقی اثر کا مشکل سے اندازہ ہوسکتا ہے لیکن نوجوان امام کی آیندہ کی تمام عمر میں ان مسرت انگیز گھڑیوں کی یاد ہمیشہ ہی تازہ رہیگی۔ کیونکہ ان کے عہد امامت میں محض فضل ربی اور ان کی تبلیغی جدو جہد سے ان کا ایک مخلص اور پیارا دوست اور عمر بھر کا رفیق اسلام سے بہرہ اندوز ہؤا۔ اس مہتم بالشان بزرگ کے علاوہ ستر اور سعید روحیں جو یورپین اخوان وخواتین پر مشتمل ہیں۔ خواجہ صاحب موصوف کے زمانۂ امامت میں اسلام سے بہرہ ور ہوئیں۔ الولد سر لابیہ۔ بچہ باپ کا آیینہ ہوتا ہے۔ عربی کی یہ پرانی ضرب المثل بموقعہ پر نہایت موزوں ہے۔ کیونکہ خواجہ نذیر احمد صاحب میں علم وفضل زہد و تقوی کی وہ بہت سی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ جو ان کے عابد و متقی باپ الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی ذات ستودہ کے ساتھ مختص ہیں۔ باوجودیکہ خواجہ نذیر احمد صاحب عدالت نشین مسکین المزاج اور کم گو تھے لیکن امامت کی اس گراں ذمہ واری کا جو آغاز شباب میں ہی ان کے کندھوں پر پڑ گئی اس کا ہر وقت انکو پورا پورا احساس رہتا تھا۔ اس اہم ذمہ واری کا احساس اس قدر شدت کے ساتھ عیاں ہوتا ہے کہ جب آپ اپنے ایک دیرینہ ہم جماعت لندن یونیورسٹی کے گریجوایٹ مسٹر ابراہیم ہائیس کو اسلام میں داخل کر رہے تھے۔ تو آپ ظاہرا کانپ رہے تھے۔ لرزتے تھے اس فعل کو کمزوری سے تعبیر کریں یا احساس ذمہ واری۔ بہرحال اسکو اگر کمزوری بھی تسلیم کیا جاوے۔ تو آپکے پکّہ ارادہ نے اس کمزوری پر مسلط ہونا شروع کر دیا اور نہایت ہی قلیل عرصہ میں آپ کی مخفی استعدادیں آپ کی برقی و پُر درد حیرت انگیز فصیح تقریروں میں ظہور پذیر ہونے لگیں۔ اور وہ جنکو ان تقریروں کے سننے کا فخر حاصل ہؤا ہے لازماً ان کے دل سے ان تقریروں کے تاثرات ابھی تک محو نہ ہوئے ہونگے +

ہمارے دلی دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمارے نوجوان خواجہ کو اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور اپنی تمام عمر اسی کار خیر میں جسمیں انکے والد صاحب منہمک ہیں صرف کر دیں +

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

آمین! آمین!! آمین!!!

اِنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ الْمُسْتَقِیْم

(میری اطاعت کرو یہی سیدھی راہ ہے)

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

دو لفظوں میں خلاصہ مذہب ان اعبدونی (میری اطاعت کرو - میرے حکم کی پیروی کرو) دیکھنے کو دو لفظ ہیں لیکن کل کے کُل مذہب کا خلاصہ ان میں آ گیا ہے - صراط مستقیم - جس کے حصول کی دعا ہم روز نمازوں میں مانگتے ہیں - اسکی تعریف کتاب اللہ نے ان الفاظ میں کر دی - اسلام کی تعریف بھی یہی ہے - ہم اپنے معاملات سے روبراہ ہونے کے لئے اور ان میں کامیاب ہونے کے لئے کسی بہتر راہ کی تلاش میں آٹھوں پہر لگے رہتے ہیں ہمیں خدا کی کتاب نے اس مشکل سے بھی آزاد کر دیا - ہر امر میں ہمیں کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا - اگر کسی پیش آمدہ مہم کے لئے ہمارا قہم کسی رہنمونی کو اس کتاب میں پالے - تو ہمیں اس پر چلنا چاہیئے - ورنہ ہمیں سوچ بچار کے بعد کام کو شروع کر دینا چاہیئے - اور اس مہم کے طے کرنے میں جو امر بھی اختیار کریں - اسمیں ہمیں کتاب اللہ کے خلاف نہ جانا چاہیئے - ان دو طریقوں سے ہم یقیناً کامیابی کو پالیں گے - یعنے یا تو کتاب الٰہیہ کی کسی ہدایت کے ماتحت چلیں یا اگر ہدایت نہ ملسکے تو کوئی امر خلاف کتاب اللہ نہ کریں - کل مذاہب دیگرہ بھی اس فقرہ حقہ (ان اعبدونی ھذا صراط المستقیم) کی تلقین و تبلیغ کے لئے آئے +

کائنات کا مذہب انسان کے سوا کُل کی کُل کائنات بھی تو اس ارشاد کی تعمیل کر رہی ہے - اس اطاعت و تعمیل سے ان کی خلقت - ان کی مصروفیت ان کا قیام اور اُن کی بلوغیت و البتہ ہے - ہر ایک امر کے لئے صانع

کائنات کے قوانین مقرر ہیں۔ وہ لاتبدیل ہیں۔ ان کی اطاعت ذرہ ذرہ کائنات کر رہا ہے۔ یہی ان کا مذہب ہے۔ پھر انسان اس مذہب سے کیسے آزاد ہو سکتا ہے۔ انسان کے اندر کی وہ تمام چیزیں جن کی ترقی و نشوونما کا اسے علم نہیں۔ وہ بھی تو اس حکم کی پابندی کر رہی ہیں +

قوت اختیاری ہماری ناکامی کا سبب ہے

اگر تو ہمیں قوت اختیاری دی گئی ہوتی تو مضائقہ نہ تھا۔ غیر انسانی مخلوق کی طرح ہم میں بہت کم ناکامی کا منہ دیکھتے۔ درختوں کو حیوانوں کو بادلوں کو۔ نجم کو معدنیات کو الغرض جسے چاہو دیکھو۔ وہ سب کے سب اپنے مقصد زندگی میں ناکام نہیں۔ انہیں کی وہ بیست شرح طاقتیں برابر بلوغت کو پالیتی ہیں۔ ایک حضرت انسان ہی ہے۔ کہ انہیں کا ایک فیصدی انسان بھی کامیاب نظر نہیں آتا۔ بالمقابل غیر انسانی مخلوق میں شاید ہزاروں میں ایک ناکام ہوتا ہوگا۔ اس تضاد کا راز یہ ہے۔ کہ باقی کل کی کل کائنات کو قوت اختیاری نہیں دی گئی۔ وہ مقررہ قوانین سے انحراف کرنے کی استعداد ہی اپنے اندر نہیں رکھتے۔ وہ پیش آمدہ حالت پر غور کرنے یا غور کے بعد فیصلہ ہونے کے لئے بنائے ہوئے نہیں گئے۔ وہ لاتبدیل سُنن یا قوانین الٰہیہ پر بلاچون و چرا چلنے کیلئے پیدا ہوئے ہیں۔ ان کی فطرت و جبلت میں اطاعت ہے۔ بالمقابل انسان کو قوت اختیاری دی گئی۔ یہی اسکی ناکامی کا موجب بھی ہوئی ہے +

ہمیں قوت اختیاری کیوں ملی؟

انسان کی فطرت میں بھی اطاعت تو ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون میں بھی یہی ارشاد ہے۔ انسان بھی اطاعت کیلئے ہی پیدا ہوا ہے۔ اطاعت الٰہیہ سے ہی وہ اپنے کمال کو پہنچ سکتا ہے لیکن اسے ارض اللہ کی خلافت بھی دی گئی ہے۔ اس نے کائنات اور مافیہا پر حکومت کرنی ہے۔ تمام مخلوق کو مسخر کرنے کی استعداد بھی اسمیں ہے۔ یہ ساری باتیں

بالقوی شکل میں اس کے اندر موجود ہیں۔ یہ قوتیں بالفعل تو ہی ہو سکتی ہیں جب اسے قوت اختیاری بھی عطا کی جاوے۔ حاکم صاحب اختیار رہوتا ہے۔ انسان کی خلافت علی الارض بےمعنی ہو جاتی۔ اگر وہ صاحب اختیار نہ ہوتا۔ اگر وہ اقتضاء رائے کو نہ برت سکے۔ یا اگر وہ اپنے ارادہ کو پورا نہ کر سکے۔ تو پھر اس کا حاکم کائنات ہونا ہی بےمعنی ہے۔ آج انسان اپنی علمی۔ مادی۔ اخلاقی اور روحانی ترقیات میں کہاں کا کہاں پہنچ گیا ہے۔ اگرچہ یہ ترقی خاص افراد تک ہی محدود ہے۔ اور انسانوں کی کثیر تعداد اسے حاصل نہ کر سکی لیکن جو کچھ بھی حاصل ہوا اسی اقتضاء رائے کے طفیل ہوا۔ جس نے جو پایا اس کے صحیح استعمال سے پایا۔ اور جس نے جو گنوایا۔ اسی کو برے طور پر استعمال کرتے ہے گنوایا +

اقتضائے رائے کی صحت کے لئے ہدایت کی ضرورت

ان حالات میں ضروری تھا کہ انسان کو اس بے بہا خزانہ کے صحیح استعمال کا رستہ بھی بتلا دیا جاوے۔ اسکو صراط مستقیم پر قائم ہونے کا علم دیدیا جاوے۔ تاکہ وہ ہر قسم کی ٹھوکر اور خذلان سے بچ سکے۔ قرآن نے اسبات کو ایک جملہ میں ختم کر دیا۔ فرمایا۔ ان اعبدونی ھذا صراط المستقیم۔ تم میری (خدا تعالیٰ کی) اطاعت کرو تم ان راہوں پر چلو جو میں تمہارے لئے تجویز کروں۔ پس یہی مذہب ہے الہام ربانی اسی غرض کیلئے آیا۔ اقتضاء رائے کو ان طریقوں پر استعمال کرو۔ تو کامیاب ہو جاؤ گے۔ اس ہدایت کا آنا ضروری تھا۔ کل مخلوقات کو انکے مناسب حال ہدایت دیگئی۔ چونکہ انہیں قوت اختیاری نہ تھی۔ اسلئے منزل مقصود پر پہنچنے کیلئے ان کے لئے راہ تجویز کر دیئے گئے پھر ان کی فطرت میں ان مقررہ راہوں پر چلنے کی عادت ڈالدیگئی جس عادت کو وہ قوت اختیاری کے نہ ہونے کے باعث چھوڑ ہی نہیں سکتے۔ جیسے کہ قرآن کریم نے فرمایا۔ ربنا الذی اعطی کل شئی خلقہ ثم ھدی۔ ہمارے رب نے ہر ایک شئے کو اسکی شکل متناسب مقدار۔

اس کا کمال عطا کر دیا۔ یعنے یہ سب باتیں اشیاء کی طبیعت میں رکھ دیں۔ پھر ان کو اس راہ پر چلایا۔ کہ جس کی اتباع میں وہ اپنے کمال اور بلوغت کو حاصل کر لیں۔ تمام مخلوق کے مقابل جہاں انسان کو تمام دوسری مخلوق کی چیزیں عطا فرمائیں مستزاد برآں اسے قوت ارادی بھی دیدی۔ جس طرح ہر ایک قوت کی رہنمونی کے لئے ہدایتیں دیں۔ وہاں قوت اختیاری کی ہدایت بھی ضروری تھی۔ اسلئے فرمادیا۔ ان اعبدونی +

سورۃ والشمس کی ایک مختصر تفسیر

ان حقائق کو سورۃ والشمس نے نہایت خوبصورتی سے بیان کیا۔ والشمس والضحٰھا ۔ والقمر اذا تلٰھا ۔ والنھار اذا جلّٰھا ۔ والیل اذا یغشٰھا ۔ والسماء وما بنٰھا ۔ والارض وما طحٰھا ۔ ونفس وما سوّٰھا ۔ فالھمھا فجورھا وتقوٰھا ۔ قد افلح من زکٰھا ۔ وقد خاب من دسّٰھا ۔
سورج اور اسکی روشنی گواہ ہیں۔ اور چاند جب وہ اس سے روشنی لیتا ہے اور دن جب وہ اسے روشن کرتا ہے۔ اور رات جب وہ اسے ڈھانک لیتی ہے اور آسمان اور اس کا بنانا۔ اور زمین اور اس کا بچھانا اور نفس اور اسکی تکمیل۔ پھر الہام سے اسنے اسکی بدکاری اور اس کے تقوے (کے رستے) بتا دیئے۔ وہ کامیاب ہے جو اسے (خیرات سے) بڑھاتا ہے۔ اور وہ نامراد ہے جو اسے دبا تا ہے +

سورج چاند ۔ دن رات ۔ آسمان زمین ۔ الغرض ہر ایک چیز جو زمین آسمان میں ہے۔ اپنا اپنا کام کرتی ہے۔ اور نہایت ہی خوش اسلوبی سے اپنے مفوضہ فرائض کو ادا کر رہی ہے۔ ہر ایک کی قوتیں نہایت خوبصورتی اور پوری قابلیت کے ساتھ ظہور پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ اور اسکے کمال کو ظاہر کرتی ہیں۔ لیکن یہ سب کی سب مخلوقات اگر اپنے کمال کو پہنچ رہی ہیں تو اس کا ایک ہی طریق ہے۔ وہ سب کی سب اشیاء تو انین فطریہ کی کامل اطاعت کرتی ہیں۔ وہ ان اعبدونی کے حکم پر کامل انقیاد کے ساتھ قائم ہیں۔ ان میں سے ایک بھی ایسی چیز نہیں۔ جو تجویز دادہ راہ سے ادھر ادھر ہو سکے

کائنات کی خوبصورتی - کائنات کا افزودہ - کائنات کی کاملیت سے کیسے انکار ہو سکتا ہے
لیکن ان سب کا راز اطاعت ہے - انسان بھی کائنات کا خلاصہ ہے - ان تمام
مظاہر قدرت مبینہ بالا کے خواص اس میں موجود ہیں - لیکن اس کے نفس میں
یہ جو اعلےٰ سے اعلےٰ جوہر رکھے گئے ہیں - ان کی تکمیل اور ان کا نشوونما بھی
اسی طرح مقررہ قوانین کی اطاعت میں ہی ہو سکتا ہے - وہ سورج چاند
رات دن وغیرہ سب کچھ ہو سکتا ہے - اگر ان کی طرح اطاعت قوانین الٰہیہ
کرے لیکن اس کے نفس کے اندر قوت اختیاری ہے - لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ چاہے
تو اطاعت کرے - اور چاہے نہ کرے - اسلئے اس قوت کا صحیح استعمال بھی کسی قانون کا
محتاج ہے - انسان اس بات کی احتیاج رکھتا ہے - کہ اسے اسکے نقص اور
اسکی خوبیاں بتلا دی جاویں - اسلئے جہاں یہ ذکر کیا ونفس وما سوّٰھا
یعنے نفس انسان جب نشوونما پا کر تکمیل کو حاصل کر لیتا ہے - تو کائنات کی
کل اشیاء کے جوہر اس میں آ جاتے ہیں - وہاں یہ بھی فرمایا - کہ اس کے نفس کے
اندر جو قوت ارادی ہے (فالھمھا فجورھا وتقوٰھا) اس کی اصلاح کیلئے اسے
بتلا دیا ہے کہ اس کا نفس کس طرح غلط راہ کی طرف جا سکتا ہے - اور کس طرح
اسکی صحیح راہ کیطرف جانے کی استعداد ہے - اور وہ راہ کیا ہے - پس اگر وہ
اسی ہدایت سے اپنے نفس کی اصلاح کریگا - تو وہ تکمیل نفس کر لیگا - اور اگر
اس نے ہدایت کی پرواہ نہ کی تو پھر اس کے کل کے کل قویٰ دب جائینگے
اور وہ ناکامیابی کو دیکھیگا (قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا)

ان حقائق سے کیسے انکار ہو سکتا ہے - یہ ہمارے روز کا مشاہدہ ہے -
ہم سے اگر کوئی مذہب کی لم پوچھے تو ہم یہی کہیں گے - کہ قوت اختیاری
کے صحیح استعمال کے لئے مذہب ہدایت لاتا ہے - اور جس مذہب کی تعلیم میں
نفس انسانی کے کل قوےٰ کی اصلاح کے سامان نہیں - وہ مذہب قابل توجہ نہیں
اغراض کے پورا کرنے کے لئے قرآن ہی ایک کتاب الٰہیہ ہے - جو ہر طرح مکمل ہے

باقی کتابیں ان باتوں سے بحیثیت مجموعی خالی نظر آتی ہیں +

ایک جنٹلمین سے ضرورت مذہب پر گفتگو

شملہ جاتے ہوئے ایک جنٹلمین بروک کے اسٹیشن پر کھانا کھانے کے کمرہ میں مجھے ملگئے۔ اچھے خاصے تعلیمیافتہ تھے۔ لیکن مذہب کی ضرورت کے قائل نہ تھے۔ اگرچہ ووکنگ کی تحریکات سے انہیں دلچسپی بھی معلوم ہوتی تھی۔ کھانے کی میز پر بیٹھے ہوئے طبعاً ووکنگ مشن پر گفتگو چل پڑی۔ وہ مجھ سے یہ سُنکر حیران ہوئے کہ مغرب اب پھر دہریت اور مادیت سے بیزار ہو رہا ہے۔ اور پھر مذہب کیطرف آرہا ہے۔ آخر وہ نہ رہ سکے۔ اور فرمانے لگے۔ کہ مذہب کی عدم ضرورت آہستہ آہستہ دنیا پر روشن ہو رہی ہے۔ ایک دن مذہب کا قائمقام آخر سوشلزم ہوگا۔ ایک توہم کھانے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ بھی ایک درمیانی اسٹیشن کے ہوٹل میں اس وقت بالاستیعاب گفتگو کا توموقع نہ تھا۔ میں نے بجواب مختصراً یہ کہا۔ کہ نہیں سوسائٹی کو صحیح طریق پر چلانے کیلئے دنیا کو آخر مذہب صحیحہ پر ہی آنا پڑیگا +

جنٹلمین۔ سوسائٹی چلانے کے قواعد تو اب بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ جن کا نام اخلاق ہے۔ لیکن اُن پر مذہب تو ہمیں نہیں چلا رہا۔ بلکہ سوسائٹی کا خوف۔ پبلک رائے کا خطرہ۔ +

میں۔ آپنے یہ کہکر تو مذہب کی ضرورت کو تسلیم کرلیا۔ یہ تو بدیہی ہے کہ اخلاق صحیحہ کے سوا سوسائٹی چل نہیں سکتی۔ بالفرض میرے اغراض مجھے کسی ایسے فعل پر مجبور کرتے ہیں۔ جس کی اجازت سوسائٹی نہیں دیتی منافقانہ طور پر اس وقت تک اس فعل سے اجتناب کرونگا جب تک میری حرکات سوسائٹی کے علم میں ہوں۔ لیکن جوں ہی مجھے موقع ملا اور میں سوسائٹی کی نگاہ سے بچ کر وہ فعل کر سکا تو میں کرگذرونگا

جنٹلمین۔ یہ تو ہونا ہی ہے +

میں - تو پھر جن کا نام آپ نے اخلاق رکھا - اسکی تہ میں منافقت ہے +
جنٹلمین - یہ صحیح ہے - اور منافقت اگر دنیا میں نہیں ہورہی تو اور کیا اسوقت ہورہا ہے - ہر طرف یہی رنگ ہے - مذہب کا خوف کسے ہے +
میں - یہ امر بحث طلب نہیں کہ کیا ہورہا ہے - اور کیا نہیں ہورہا - اس نظریہ کے ماتحت سوال سے اب یہ صورت اختیار کر لی ہے - کہ کیا یہ منافقانہ اخلاق سوسائٹی کے متمدن اور مہذب ہونے کیلئے کام دے سکتے ہیں - بالفرض سوسائٹی نے چند قوانین بنائے - وہ سوسائٹی کے مثمر ہونے کے لئے ازحد مفید تھے - دیکھنا یہ ہے کہ کیا سوسائٹی کا خوف کسی کو ان پر چلا سکتا ہے - یا خدا کا؟ سوسائٹی کی نگاہ سے تو انسان بچ سکتا ہے - اور حسب ضرورت منافقانہ رنگ اختیار کرسکتا ہے - لیکن جب موقع دیکھا اور اگر سوشل قوانین کے توڑنے سے کام چلتا نظر آیا - تو وہ ان قوانین کو دوسروں کی نگاہ سے بچ کر توڑ دیگا - لیکن اگر کسی کو خدا پر یقین کامل ہو تو پھر وہ نیکی کو نیکی کی خاطر کریگا - منافقت تو انسان کے سامنے ہوسکتی ہے کسی حاضر و ناظر ہستی کے سامنے نہیں ہوسکتی - ایسا ہی ایمان بالآخرت کی بھی یہی غرض ہے - ہم بداعمالی کی سزا سے یہاں تو بچ سکتے ہیں لیکن اگر کوئی آخرت ہے - اور وہاں جزا و سزا کا سوال ہونا ہے تو ہمارا ایمان ہم سے اخلاق کی عزت بغرض اخلاق کرا لیگا - بس یہی مذہب کی ضرورت ہے، چنانچہ قرآن نے ایمان کا خلاصہ ایمان باللہ و ایمان بالآخرہ رکھا ہے -
جنٹلمین - خواجہ صاحب میں آپ سے اتفاق نہیں کرسکتا - کہ سوسائٹی کے چلنے کیلئے ایسی ایمان کی ضرورت ہے - دنیا چل رہی ہے - اور چلیگی +
میں - اسمیں مضائقہ نہیں - آخر خدا تعالیٰ نے انسان کو سوچنے کی طاقت بخشی ہے جو اختلاف کرنا جانتا نہیں - وہ انسان نہیں - اگر آپ اتفاق نہیں کرتے

تو مضائقہ نہیں لیکن اصل بات یہی ہے۔ سوسائٹی صحیح طریق پر اُس وقت
چلیگی۔ جب نیکی بغرض نیکی ہو اور بدی سے بوجہ بدی اجتناب ہو۔ والّا امرا
کا خوف تو اخلاق پر قائم نہیں رکھ سکتا۔ منافقانہ اخلاق تو سوسائٹی
کو تباہ کرتے ہیں +

اس پر تھیاسفسٹ صاحب تو چپ ہو گئے۔ لیکن میں ان کی صاف گوئی
سے خوش بھی ہوا۔ اور میں نے اپنے رفیق سفر سے کہا۔ کہ آخر انہوں نے یہ تو
تسلیم کر لیا۔ کہ مذہب پر ایمان نہ رکھنے سے انسان منافق ہو جاتا ہے
یہ کونسی اخلاقی ہوئی جس کا جزو اعظم منافقت ہوتی۔ اس پر میرے رفیق
نے کیسی اچھی بات کہی۔ کہ اگر تھیاسفسٹوں کے معیار اخلاق کو ہی لیا جاوے
یعنی ان باتوں کو اخلاق کہا جاوے۔ جن کو سوسائٹی نے پسند کیا تو کیا ممکن
نہیں کہ سوسائٹی کسی قبیح فعل کو تمام اخلاق کہہ دے۔ اور ایک فعل حسنہ
کو برا سمجھے۔ پھر تو اخلاق کہاں گئے۔ دنیا کے بعض حصص میں
بعض باتیں بطور آداب سوسائٹی سمجھی گئی ہیں۔ اور مروج ہیں۔ حالانکہ
وہ خراب اخلاق ہیں +

لا مذہب تھیاسفسٹوں کے اخلاق کے جہاں مذہب نہیں ہے
اخلاق نہیں اور کوئی نہ ہوگا۔ جنہیں وقت کی سوسائٹی اجازت دیدے
روما سلطنت کے آخری ایام میں بدکاری کی حد انتہا کو دیکھا وہ اسی امر
کی ایک مثال ہے۔ یہی حال یونانی مصری ایرانی ہندی سوسائٹی کا
حضرت مسیح سے پہلے کی سلطنت کے وقت تھا۔ جو باتیں آج نفرت سے
دیکھی جاتی ہیں۔ اور جنہیں ہر ایک قوم آج فواحش میں داخل کرتی ہے وہ
باتیں پہلے زمانوں روما۔ یونان۔ مصر۔ ہندوستان اور ایران میں ہوتی
تھیں۔ بلکہ بعض جگہ تو یہ باتیں مذہبی تقدس کو اپنے اندر لئے ہوئے تھیں
آج تو ان فواحش کو ایک مذہب سے آزاد انسان ایسے طریقوں پر کرتا ہے

مگر سوسائٹی کو ان کا علم نہ ہو۔ لیکن جب سوسائٹی ہی ان فواحش کی اجازت دیدے جیسے کرو، وغیرہ میں ایک وقت تھا تو پھر ان کا سدباب کیا ہوسکتا ہے اس کا سدباب اگر کسی چیز نے کیا تو مذہب نے ہی کیا۔ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرہ نے کیا +

از شملہ ۵ جون ۱۹۲۵ء خواجہ کمال الدین

النبی

نبی البشر

بنی نوع کے قابل اتباع ہادی

توریت نے ایک عظیم الشان نبی کے ظہور کی پیشگوئی کی - "النبی" کے لقب سے ملقب کرکے جماعت انبیاء میں سے اُسے مخصوص کردیا - اس پیشگوئی کے بعد بنی اسرائیل میں بہت سے انبیاء مبعوث ہوئے - لیکن ان میں کسی نے بھی النبی ہونے کا دعوے نہ کیا - بلکہ ان میں سے ہر ایک اس ذات پاک کا منتظر رہا - سلیمان - داؤد سب کے سب اس کی تعریف میں گیت گاتے رہے - یحیٰے (یوحنا) علیہ السلام سے جب یہودیوں نے دریافت کیا کہ کیا وہ "النبی" یا "المسیح" ہیں - انہوں نے فرمایا - کہ نہ وہ "النبی" ہیں - نہ وہ آنیوالے مسیح ہیں - اس سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ کہ اس وقت بھی کسی النبی کا انتظار تھا - خود مسیح نے اس پر شہادت دی - اسی کے ضمن میں المسیح ہونے کا دعوے کیا - لیکن "النبی" ہونے کا دعوے نہ کیا - ہاں کلیسیہ نے "النبی" اور "المسیح" دونوں کا مصداق ابن مریم کو ٹھیرایا - مگر بعد میں انہیں خدا بناکر "النبی" کہلانے کیلئے کسی اور

کیلئے جگہ خالی کردی۔ دوسری طرف مقلب القلوب نے دنیا کی دل و زبان کو پھیر کر اس خطاب کو آنحضرتؐ پر متحقق کردیا۔ آج دنیا میں اگر لفظ "دی پرافٹ"۔ جس کے معنی النبی ہیں۔ کسی تحریر یا تقریر میں استعمال کردیا جاوے۔ تو اس سے مراد آنحضرت صلعم لئے جاتے ہیں۔ گویا آج دنیا میں لفظ "النبی" آپؐ کی ذات کے لئے مخصوص ہو گیا ہے۔ چنانچہ جب کوئی یہودی یا عیسائی یا دہریہ بھی مغرب میں آنحضرتؐ کی طرف کوئی تلمیح کرنا چاہے خواہ وہ آپ کا نام نہ لے۔ صرف "دی پرافٹ" (النبی) کہدے سامعین یا قارئین اس سے مراد آپؐ کی ذات ہی لیں گے +

بہرحال ہمیں اس تحریر میں کسی کتابی حوالہ یا مورخانہ بحث کے ذریعہ یہ ثابت کرنا منظور نہیں۔ کہ "النبی" ہونے کے مستحق ختمیت مآب ہیں یا کوئی اور ہستی بھی ہمیں دیگر خصائص اور واقعات کے ذریعہ یہاں یہ دکھلانا منظور ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی ذات پاک ہی آج "النبی" کہلانے کی مستحق ہے۔ بلکہ اگر فرائض نبوت کو لیا جاوے۔ تو کوئی اور نبی تو ہادی مخلوق بھی نظر نہیں آتا۔ اگر انبیا علیہم السلام اسلئے آتے ہیں۔ کہ اپنے نمونہ سے اپنی تعلیم سے اپنے افعال و اقوال سے انسانوں کا تزکیہ نفس کریں انہیں غلط کاریوں سے نکالکر صراط مستقیم پر کھڑا کریں۔ انمیں ہمت۔ استقلال۔ استقامت اور دیگر اخلاق فاضلہ پیدا کر کے انکے اندر کے حقیقی جوہر انسانیت کو روشن کردیں تو پھر ان اغراض کو پورا کرنے والا انبیا کی فہرست میں صرف ختمیت مآبؐ کی ہی ذات پاک نظر آتی ہے۔ نبی اپنی ذات کو منوانے نہیں آتے۔ وہ تو انسان کو ارذل حالت سے نکالکر ارفع حالت پر پہنچانے آتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اس مقصد کے لئے ایسی راہ اختیار کریں۔ کہ جس پر عامۃ الناس قدمزن نہ ہوسکیں تو ان کی بعثت بیہودہ ٹھیرتی ہے۔ آنحضرت صلعم سے پہلے جسقدر دنیا کے ہادی گذرے

اول تو ان کے صحیح حالات زندگی ہی ہم تک نہیں پہنچے۔ اور جو پہنچے تو استعجاب اور بوالعجبیوں کے رنگ میں رنگے ہوئے پہنچے۔ مثلاً جب انہوں نے کوئی سبق سکھلایا یا کوئی تعلیم دی۔ اسے عموماً خوارق سے منوایا جب انہیں کوئی احتیاج ہوئی۔ اس کا دفعیہ کسی معجزہ سے ہی ہوا۔ ان ہادیان دنیا کی زندگیاں تبا صرف خوارق۔ معجزات۔ فوق العادت کاموں کی داستان ہیں۔ ہم نہ معجزات کے منکر ہیں۔ نہ ان بزرگوں کے خوارق کے انکاری۔ لیکن کیا ہم سب خوارق پر قادر ہیں۔ کیا ہم بھی صداقت مذہب کی تعلیم و تلقین میں معجزے دکھلائیں۔ یا مشکلات زندگی کو خوارق سے حل کریں۔ اور اگر ان پر قادر نہ ہوں تو بدست وپا ہو بیٹھیں۔ ایک نبی کے سامنے مشکل کا پہاڑ آ ٹوٹتا ہے۔ وہ تو اگر خدا تعالیٰ چاہے اس پر قادر ہے کہ اس مشکل کو کسی معجزہ سے ٹال دے لیکن بعد میں اس کے پیرو اسی قسم کی مشکل کو کس طرح حل کریں گے۔ اس کی زندگی میں وہ مشکل تو اسلئے پیدا ہوئی۔ کہ اس کے متبعین کے سامنے جب وہی بات پیدا ہو جاوے تو وہ بھی اس کے نقش قدم پر چلکر اس مشکل سے مخلصی حاصل کریں۔ جناب موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلتے ہیں۔ ان کا تعاقب فرعون کرتا ہے۔ وہاں ایک معجزہ ہوتا ہے۔ فرعونی غرق ہوتے ہیں۔ اسرائیلی بچ جاتے ہیں۔ کیا آئیندہ آنیوالی نسلیں بھی ایسا ہی معجزہ کرکے دشمن سے نجات پا سکتی ہیں۔ یا کسی اسرائیلی نے پائی۔ ہندوؤں کا ہادی رامچندر مہاراج بھی اپنے دشمن پر جس طرح غلبہ پاتا ہے۔ کیا وہ کسی ہندو راجہ یا جرنیل کے لئے اپنے دشمن کے مقابل قابل عمل نمونہ ٹھیر سکتا ہے۔ کرشن جی کے معاملات بھی ایسے ہی ہیں بالمقابل آنحضرتؐ کے حالات پر غور کریں۔ بیشک غنیم آپؐ کے ہاتھ سے بھی اعجازی طریق پر تباہ ہوا۔ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی

لیکن ہر جنگ میں آپ نے پوری ہمت وجرات شجاعت اور ایک فوجی جرنیل کے کل فنون حرب کو استعمال کیا۔ اور وہی کام کئے جو انسان کرسکتا ہے۔ جنگ کے وقت دشمن کے دوبدو سب سے اول قدم آپؐ کا ہوتا تھا۔ بقول جناب علیؓ مسلمان سپاہیوں میں شجاع وہ سمجھا جاتا تھا۔ جو آنحضرتؐ کے دوش بدوش یا ان سے پچھلی صف میں ہوتا تھا یعنے آنحضرتؐ سب سے اول صف میں ہوتے تھے۔ پھر میمنہ میسرہ کا انتظام پھر مقام جنگ کی صورت کو سمجھ کر مناسب مواقع پر لشکر کو کھڑا کرنا۔ جنگ اُحد میں ایک ہزار کا تین ہزار سے زیادہ کا مقابلہ تھا۔ آپؐ کا ایک ناکہ پر فوج کو کھڑا کرنا اور انکو حکم دینا کہ تم وہاں سے کسی صورت میں نہ ہٹنا۔ لیکن اس جنگ میں جو فوج مسلمہ میں کھلبلی پڑ گئی تو اسکی وجہ صرف یہی تھی۔ کہ وہی دستہ جسے اُس ناکہ پر کھڑا رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ اپنے مقام کو چھوڑ گیا۔ جنگ احزاب کے واقعات میں جو کچھ آنحضرت صلعم نے کیا وہ ایک کہنہ مشق جرنیل کو بھی سبق دے سکتا ہے دس ہزار سے زیادہ غنیم آرہا تھا۔ اور بالمقابل کوئی سامان جنگ نہ تھا۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ آپ گھر سے نہ نکلیں۔ اور دشمن کو محاصرہ پر رکھیں۔ اپنی حفاظت میں مدینہ کے ارد گرد خندق کھودنے کا ارادہ آپؐ نے کیا۔ خندق کے کھودنے میں بہ نفس نفیس حصہ لیا۔ کھدائی میں ایک پتھر آگیا۔ سب کے سب اسکے کھودنے سے عاجز آگئے۔ اگر کوئی ہندو رشی ہوتا تو جھٹ کسی خارق عادت فعل سے اس پتھر کو ہٹا دیتا۔ وہ سمندروں پر لیٹ کر پل کا کام لیلیا کرتے ہیں۔ ان کی سب کی سب مہمات فوق العادت کرشموں سے بھری پڑی ہیں خیر وہ تو کتھا کہانیاں ہیں۔ لیکن اسبات پر ہمیں تو ایمان ہی رکھنا ہوگا کہ اگر جناب موسیٰ ہوتے تو عصا کی ضرب سے ہی کام لیتے۔ مگر آنیوالی نسلوں کے پاس نہ تو عصا رہا نہ کوئی عصا کو فوق العادت طریق پر استعمال کرنے والا رہا اور عامہ زندگی انسان تو اعجاز سے خالی ہوتی ہے حیثیت مآب ؐ نے کمند ھالی ہاتھ

میں لی اور قوت بازو سے وہ کر دکھایا جو کسی اور سے نہ ہو سکا۔ اب یہ ایک اسوۂ حسنہ ہے۔ کہ ہمیں مشکل کے حل کرنے میں کسی ذاتی حیثیت کو دیکھنا نہ چاہیئے ہمیں اپنے ہاتھ سے وہ کرنا ہے۔ جو دوسروں سے نہیں ہو سکتا۔ اگر آنحضرت مٹھی بھر کنکریاں پھینک کر دشمن کو پسپا کر سکتے تھے۔ تو اس پتھر کو بھی انگلی سے ہٹا سکتے تھے۔ لیکن یہ تو کوئی نمونہ نہیں یہ تو ہمارے لیئے استقلال۔ استقامت۔ یا نے الجملہ قوائے عملیہ کو حرکت میں لانے کا سبق نہ ہوتا۔ اگر آپ کے رفقا کو بھوک پیاس کا مقابلہ ہے۔ تو من و سلوے منگایا جاتا۔ انہیں صبر و استقامت کا سبق ملتا ہے۔ اگر آپ کی جماعت میں کچھ امیر اور کچھ غریب ہیں۔ تو انہیں مواخات کا وعظ دیا جاتا ہے۔ جس کے ماتحت ایک دولتمند بھائی ایک غریب بھائی کے ساتھ اپنا اثاثہ اور جائداد تقسیم کر کے اسے احتیاج سے مستغنی کر دیتا ہے کسی مفلس کو کوئی وظیفۂ فتوحات نہیں سکھلایا جاتا۔ بلکہ اسے تھوڑا سا سرمایہ دیکر محنت و مشقت کر کے دولتمند بنانے کا سبق دیا جاتا ہے۔ ایک گدا کو کیمیا کا نسخہ نہیں بتلایا جاتا۔ اسے رسی اور کلھاڑا دے کر جنگل میں بھیجا جاتا ہے۔ کہ وہ حلال روٹی کما کر ایکدن امیر ہو جائے بیماروں کو چھو منتر سے یا دم عیسوی کے تصرف سے اچھا نہیں کیا جاتا بلکہ پرہیز۔ کم خوری۔ ریاضت بدن۔ اور ادویات کا استعمال بتلایا جاتا ہے۔ آپ کے ہاتھ سے اعجازی طریق پر بھی مایوس مریض شفایاب ہوئے لیکن عموماً اس معاملہ میں آپ کا طریق عمل وہی رہا جو ایک حکیم حاذق کا ہوتا ہے +

الغرض جب کبھی جو بھی انسانی ضرورت آپ کو لاحق ہوئی یا جس قسم کی مشکل آپ کی راہ میں پیدا ہوئی۔ آپ نے اس کے دفعیہ میں وہی

طریق اور وہی امور اختیار کئے جو ایک انسان کر سکتا ہے۔ آپ کی زندگی مشکلات سے مشکلات کی زندگی ہے۔ ایک یتیم۔ ایک بیکس ایک بے زر۔ اور اس پر نبوت کا بوجھ تبلیغ کا بار گراں۔ بالمقابل مخالفت عداوت کا ایک دراز سلسلہ۔ پھر آپ کس طرح ان سب پر قدم مار کر فتح پاتے ہیں۔ اور کس طرح دنیا سے کامیاب اٹھتے ہیں۔ کس طرح عرب کی اصلاح کرتے ہیں۔ بیشک تاریخ عالم تو دیکھ لو۔ کل کی کل دنیا میں ایک ہی مصلح یا ایک ہی ریفارمر ہمیں نظر آتا ہے۔ کہ جس کے مقابل کی مشکلات کے سامنے دیگر انبیاء اور ریفارمروں کی مشکلات ہیچ ہیں۔ اور بھر کل انبیا علیہم السلام میں ایک ہی نبی ایسا نظر آتا ہے۔ جو اپنی زندگی میں کامیاب ہوا۔ اور جس کی کامیابی کے مقابل دوسروں کی کامیابی کا نام تک بھی نہیں لیا جاسکتا۔ اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ مدت العمر ہر مہم کو طے کرنے میں ہر امر مشکل کے دفعیہ میں ہر نصب العین کے حصول میں آپ نے وہی طریق اختیار کئے جو ایک باہمت انسان کر سکتا ہے +

میں آنحضرت صلعم کی ذات پاک کو تو اپنا متبوع بنا سکتا ہوں لیکن میں مسیح یا موسےٰ یا رامچندر یا کرشن کو اپنا نمونہ کیسے بنا لوں۔ کیونکہ یہ بزرگ تو مشکلات پیش آمدہ کو معجزہ اور تنکنی کے ظہور سے حل کرتے ہیں۔ مجھے جاوا کے ایک شہر لطاویہ میں کسی عرب رئیس سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اثناء گفتگو میں اشاعت اسلام کا ذکر آگیا اس نے جھٹ کہا کہ یہ تو کوشش ہی لاحاصل ہے۔ آنحضرت صلعم نے تو معجزات سے دنیا کو مسلمان کیا تھا۔ آج کوئی صاحب اعجاز و کرامت نہیں جو دوسروں کو مسلمان کر سکے۔ لیکن عرب دوست کا یہ فقرہ ہمارے اس مقصد کی ایک عمدہ تشریح ہے۔ خیر اشاعت اسلام میں آنحضرت کا طریق عمل تو اتباع میں آسکتا ہے۔ لیکن دوسرے انبیاء کے متعلق جو ہمیں نظر آتا ہے

وہ کامل پیروی نہیں ۔ لہٰذا اگر کوئی شخص بنی نوع بشر کا ہادی ہو سکتا ہے
تو پھر وہ آپ کی ہی ذات پاک ہے ۔ آپ ہی **نبی البشر** ہیں ۔ مگر قرآن نے
آپ کی لبوں پر یہ جاری کیا ۔ انا بشر مثلکم ۔ تو اس کے یہی معنے
تھے ۔ کہ میں تم میں اخلاق فاضلہ پیدا کرنے آیا ہوں ۔ تمہاری
قوت ایمانی کو بڑھانے آیا ہوں ۔ تمہارے مخفی جوہروں کو روشن کرنے
آیا ہوں ۔ تمہیں مہمات دنیا پر قادر بنانے کیلئے آیا ہوں ۔ یہ سب
باتیں مجھ میں موجود ہیں ۔ اور میں کر رہا ہوں ۔ لیکن میں تم جیسا بشر
ہوں ۔ منصب نبوت کے سوا جو کچھ مجھ میں ہے وہ تم میں بھی بالقوہ
موجود ہے ۔ ہاں تم میری (فاتبعونی) پیروی کرو ۔ کہ خوارق سے حل
مشکلات کرنے والا ہمیں یہ نہیں کہ سکتا ۔ کہ ہم کسی معجزہ کرنے والے
کی پیروی کر سکتے ہیں ۔ یہی راز تھا ۔ کہ آنحضرت نے اعجازی قوت رکھتے ہوئے
فتح مہمات میں وہی راہیں اختیار کیں ۔ جن راہوں پر ایک مستقل مزاج باہمت
انسان چل سکتا ہے ۔ اسلامی صداقتوں کے منوانے میں معجزہ اور
کرامت سے کام نہیں لیا ۔ بلکہ مخاطب کی عقل و فہم سے اپیل کی ۔ اگر
تو اسلام کی تبلیغ و اشاعت آپ کی زندگی تک ہی محدود رہنی ہوتی تو مضائقہ
نہ تھا ۔ کہ آپ معجزات سے دین پھیلاتے ۔ لیکن بعد میں کیا ہوتا اسلئے
آپ نے تبلیغ اسلام کو عقل دلائل اور منطق سے وابستہ کیا ۔ آپ چھوڑ
خود قرآن کے بھیجنے والے نے بھی یہی طریق برتا ۔ قرآن نے اپنی صداقتوں
کے منوانے میں طرح طرح کے دلائل دیئے ۔ بصائر قدرت کی طرف انسان
کو متوجہ کیا ۔ کبھی اس کے گوش و چشم کو اپیل کی ۔ کبھی اسکی تدبر و تعقل و تفکر
کو مخاطب کیا [ف] ہاں معجزہ کی بنا پر کسی اسلامی صداقت کو منوانا پسند نہیں

فٹ نوٹ :- قرآن مجید نے اپنی صداقتوں کو منوانے کیلئے عموماً الفاظ ذیل میں لوگوں کو خطاب کیا ہے :-
(۱) لآیات لقوم یعقلون (۲) لآیات لقوم یومنون (۳) لآیات لقوم یتفکرون

یہی وجہ ہے۔ کہ اگر اہل دنیا کی عقل کو کوئی مذہب آج اپیل کرتا ہے تو اسلام ہے۔ عیسائی منادجب اپنی ڈفلی اور باجہ لے کر مسیحیت کی منادی کرتا ہے۔ تو مسیح کے معجزات پر زور دیتا ہے۔ لیکن خود معجزات دکھلانے سے عاجز ہوتا ہے۔ اسلئے وعظ بیسود ہوتا ہے۔ لیکن جب ہم اسلام کو پیش کرتے ہیں۔ تو عقل اور منطق کے زور پر پیش کرتے ہیں۔ اس لئے عیسائی منادصرف بےعقل اور استعجاب کے غلام گروہوں میں کامیاب ہوتا ہے اُس کا شکار چوہڑے چمار اور کندہ ناتراش ہوتے ہیں۔ لیکن مسلم مبلغ یونیورسٹی کے گریجویٹوں۔ ڈاکٹروں۔ پروفیسروں۔ ذی علم لارڈوں کو تھوڑے سے تھوڑے عرصہ میں حلقہ بگوش اسلام کر دیتا ہے۔ اسکی یہی وجہ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے ہر ایک امر زندگی میں وہی راہ اختیار کی۔ جو ایک انسان اختیار کر سکتا ہے۔ اور باقی ہادیان انسان یا انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو ہم پڑھتے ہیں اسمیں یہی نظر آتا ہے۔ کہ ان کا مشن معجزات اور خوارق کی بناء پر چلتا تھا۔ وہ اُٹھتے بیٹھتے فوق العادت باتیں کرتے اور ان سے اپنے مخاطبین کو حیران و متعجب کر کے اپنا مرید یا متبع کر لیتے۔ اب انکی طرح اعجاز دکھانے والے نہیں رہے۔ اسلئے وہ ناکام ہوئے +

اِن حالات پر اگر کوئی النبی ہو سکتا ہے تو ایک ہی محمدؐ کی ذات پاک ہے۔ اگر بنی آدم کا کوئی ہادی ہو سکتا ہے تو ختمیت مآب۔ اگر کسی کی زندگی اُسوہ

بقیہ قمت الوٹ صفحہ ۳۶۳: ۔ لآیات لقوم یسمعون (۵) لآیات لقوم یذکرون (۶) لآیات لقوم یعملون (۷) لآیات لقوم یتقون (۸) لآیات لقوم یتفقھون (۹) لآیات لکل صبار شکور قرآن کریم کسی مجاز پسند۔ زود عقیدہ استعجاب کے گرویدوں کو مخاطب نہیں کرتا۔ بلکہ جو صاحب علم و عقل ہوں۔ صاحب ذکر و فکر ہوں۔ مومن و متقی ہوں۔ جو بات سنیں اور اس پر صبر کے ساتھ تفقہ کریں جو خدا کے علم دیئے پر شکر گذار رہیں +

ہو سکتی ہے۔ تو آپ کی ذات ۔ مسیح خدا ہو نگے ۔ ہم اس پر معارض نہیں ہوتے۔
لیکن وہ ہمارے متبوع نہیں ہو سکتے ۔ نہ تو ہم خدا ہیں نہ خدائی قوتے
رکھتے ہیں ۔ نہ خدا بن سکتے ہیں ۔ ہم ان کی پیروی کے قابل ہی نہیں
ہم تو اسکی پیروی کر سکتے ہیں ۔ جو ہمیں انا بشر کم مثلکم کہے ۔ مسیح اگر
ہمیں اپنی طرف بلائے تو ہم بھی عرض کریں گے ۔ کہ ہمیں تماشا دیکھنا
تو مد نظر نہیں ۔ نہ تقاضائے استعجاب کی تسکین سے کوئی نتیجہ نکلتا ہے
آپ اگر اعجاز کے ذریعہ مشکلات زندگی کو حل کر سکتے ہیں ۔ تو آپ کو
مبارک ۔ ہم تو صاحب اعجاز نہیں ۔ ہم تو اسی کی پیروی کرینگے ۔ کہ جس نے
ان مشکلات کو طریق عادیہ حل کیا ۔ تا کہ ہم بھی ایسا کر سکیں ۔ صلی اللہ
علیہ الف الف صلوۃ والسلام +

پیدائش کائنات

از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

سائنس اور قرآن

سائنس کی تحقیق نے جسے آج مبدء عالم
قرار دیا۔ وہ تو وہی بات نکلی ۔ جسے آج سے صدیوں پہلے علماء ربانی کے
تعلیم قرآن سے اخذ کر کے دریافت کر لیا ۔ کہا جاتا ہے کہ ابتدائی سے ابتدائی
چیز جو اس وقت مشاہدہ میں آئی ہے ۔ وہ نیبولا یعنے ذرات نوری
ہیں ۔ جو کسی سیاہ تور سے نکلے ہیں ۔ جسے ایتھر کہتے
ہیں ۔ صوفیائے کرام نے بھی کھلے الفاظ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ
کیا ہے ۔ اللہ نور السموات والارض نے بھی اشارہ کیا ہے کہ سب سے
پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ۔ وہ اس کے نور کے تاثرات سے
ہوئی ۔ اور پھر اس سے کل کائنات بنی ۔ ہاں نور نے جو پہلی شکل لقبول

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اختیار کی۔ وہ ایک سیاہ سے سیاہ چیز تھی۔ یعنے نور کی پہلی شکل کا رنگ گہرے سے گہرا سیاہ تھا۔ اسی سیاہی میں سے روشنی نکلی جو مختلف منازل بالعینیت یا ارتقاء سے گذرتے گذرتے ذرات تنویری تک (نیبولا) آپہنچی۔ چونکہ خدا تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک نام نور بھی ہے۔ اس لئے ہمہ اوست کے عقیدہ والوں کو غلطی لگ گئی۔ انہوں نے خیال کیا کہ ہر ایک چیز چونکہ نور کا حصہ ہے۔ اور نور خدا ہے۔ اسلئے ہر ایک چیز خدا یا جزو خدا ہے۔ لیکن تعلیم قرآن کی روشنی میں اظلال صفات آلہیہ کا جو مسئلہ صوفیہ کرام نے لکھا ہے۔ اس سے مسئلہ ہمہ اوست کی کافی تردید ہوتی ہے۔

کائنات خدا کے نور سے نہیں بنی۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی صفت نور کے ظل سے پیدا ہوئی۔ یا بالفاظ دیگر صفت نور نے اپنے ظل کے طور پر ذرات تنویری (نیبولا) کو پیدا کیا۔ یہی ذرات تنویری آگے چل کر ذرات برقی بنگئے اور ان ذرات کے امتزاج نے سالمات اور سالمات نے عناصر اور عناصر کی مختلف تراکیب نے کائنات کو پیدا کیا۔

بالبداہت مسئلہ ہمہ اوست غلط ہے یہ امر مسلم ہے کہ کائنات کی ابتدائی سے ابتدائی شکل بھی قانون کی حکومت کے نیچے ہے۔ پتھر نیبولا الیکٹرون (ذرات برقی) سالمات۔ عناصر تنظیمی اور غیر تنظیمی مخلوق سیارہ ستارہ۔ نجم نیتر۔ چرند۔ پرند۔ درندے حیوان۔ انسان۔ الغرض ان سب پر قانون آلہی حکمران ہے۔ اور یہ کل کے کل ایک بیجان مردہ یا ایک کل کی طرح قوانین مختلفہ کے ماتحت پورے انقیاد سے کام کر رہے ہیں۔ ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرھاً۔

یہاں برعایت اختصار ہم صرف نیبولا (ذرات تنویری) کو مثال کے طور پر لیتے ہیں۔ کیونکہ وہی مشہود مخلوقات میں کائنات کی ابتدائی سے ابتدائی شکل ہے۔ نیبولا بھی حکومت مذکورہ سے باہر نہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ نیبولا اور قانون دو جدا گانہ چیزیں ہیں۔ کیونکہ ان میں حاکم و محکوم کا تعلق ہے۔ اس حاکم محکوم کے تعلق کو دکھلانے کے لئے ہم نیبولا کی ایک شکل بالغ یعنے پانی کو بطور تشریح کے لیتے ہیں۔ یہی ذرات تنویری مختلف تراکیب سے کئی شکلوں کو بدلتے بدلتے آخر کار آکسیجن اور ہیڈروجن دو ہوائیں بنجاتے ہیں۔ ان کی ترکیب پانی بناتی ہے۔ الغرض پانی ذرات تنویری کی ایک شکل ہے۔ ہم پانی کو اپنے مسیر کے لحاظ سے نور نہیں بلکہ ظل نور کہیں گے۔ اگر پانی ظل نور (نیبولا) کی ایک شکل نہیں۔ بلکہ مذہب ہمہ اوست کے ماتحت خود نور یعنی خداوند کی ایک شکل ہے۔ تو پھر پانی کیوں ایک بے حقیقت چیز کی طرح زنجیر قانون میں جکڑا ہوا نظر آتا ہے۔ بلکہ پانی پر حکمرانی کے قوانین سے جو انسان واقف ہو جاوے۔ وہ پانی کو اپنی غلامی میں لے آتا ہے۔ اور جس طرح اس سے خدمت لیتا ہے۔ عجیب بات ہے۔ کہ کوئی مسلمان ایکطرف تو اس آیت قرآنی پر ایمان رکھے وسخر لکم ما فی السموات و ما فی الارض جمیعا (جو کچھ زمین آسمان میں ہے وہ تمہارا مسخر ہے) اور دوسری طرف "ہمہ اوست" کا بھی قائل ہو۔ یعنے جسے خدا یا خدا کی ذات سمجھے اُسے اپنا غلام بھی سمجھے۔ انسان تو کل چیزوں پر حکمران ہے۔ اور اپنی اس حکومت میں بعض محکوم چیزوں کو ذلیل سے ذلیل جگہ بھی دیتا ہے۔ اب اگر کل چیزیں خدا ہی ہیں تو یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کیوں خدا کی ایک شکل سے یعنے انسان اسکی دوسری شکل کو ذلیل کر رہی ہے۔ یہ تو ممکن ہے۔ کہ خدا کے ایک ظل اور اس کے دوسرے ظل میں حاکم محکوم۔ دوست دشمن کا فرق ہو۔ لیکن یہ ناممکن ہے کہ خود ہی حاکم اور خود ہی محکوم ہو۔ اور آپ ہی اپنا دشمن ہو +

علاوہ ازیں خدا نے اپنی صفات کے اظلال ہیں جو اشیاء مختلفہ پیدا کیں

ان پر تو انسان حکومت نہیں کرتا۔ بلکہ ان پر تو قوانین الٰہیہ حکومت کرتے ہیں
ہاں ان قوانین کی دریافت پر انسان آلۂ حکومت الٰہیہ ہو جاتا ہے۔

قوانین فطریہ اظلال اسماء الٰہیہ حاصل کلام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی صفات کے اظلال میں کل چیزیں پیدا کیں۔ کچھ صفات کے اظلال تو بطور مواد بن گئے۔ اور دیگر صفات کے اظلال نے قوانین فطریہ مثلاً اگر وہ رب ہے تو جن راہوں سے ربوبیت کائنات ہو رہی ہے۔ وہ وہی قوانین فطریہ ہیں جو خدا کی صفت رب کا اظلال ہیں صفت نور نے اگر اپنے اظلال میں مواد عالم پیدا کیا۔ تو اسکی دیگر صفات مثلاً رب۔ رحمان۔ رحیم کے اظلال نے ان قوانین کو پیدا کیا۔ جن کے ماتحت اشیاء کائنات کی تخلیق۔ ان کا قیام۔ ان کے رزق کا سامان۔ ان کے نشو و نما پانے اور حد بلوغت تک پہنچنے کے اسباب پیدا ہو رہے ہیں

حضرت ابن عربی ان حقائق کا انکشاف ایک بلیغ شکل میں حضرت سیدنا محی الدین ابن عربی نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ اور خصوصاً فصوص الحکم میں کیا۔ انھوں نے اسماء الٰہیہ کے مسئلہ کو ایک نئی شان سے دنیا کے سامنے رکھا۔ انھوں نے کل کائنات کو اسماء الٰہیہ کا مظہر قرار دیا۔ حالانکہ یہ سب کچھ بطور اظلال و آثار بیان ہؤا۔ لیکن اس تشریح کی جدت نے تعصب کو بھڑکایا۔ اور غلط فہمیوں نے شیخ اکبر کو ہمہ اوستی قرار دیا۔ حالانکہ اُن کا مذہب یہ نہ تھا۔ ان کا مذہب وہی تھا۔ جسکو چند مختصر الفاظ میں اُوپر بیان کر دیا گیا۔ اس غلط فہمی سے ان پر کفر کے فتوے لگے۔ حسد و بغض نے شیخ اکبر کا نام شیخ الکفر تجویز کیا۔ مگر یہ تو ایک معمولی بات ہے کافر کہلانا تو علماء ربانی کا ورثہ ہے۔ یہ تو ان کے حسن کو نظر بد سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک نشترہ ہے۔ وہ کون بزرگ اسلام میں گذرا ہے جسے متاخرین نے تو سجدے تک کئے۔ لیکن ان کے معاصرین نے اُسے کافر کاذب

اور ملعون نہ کہا۔ جنید۔ سید گیلانی۔ غزالی۔ خود صحابہ کرام خلفاء راشدین سب کے سب معاصرین کی بدزبانیوں کے ہدف بنے +

خیر یہ تو ایک جملۂ معترضہ بیچ میں آ گیا۔ اب میں اصل مضمون کی طرف پھر آتا ہوں۔ خود سائنس نئے انکشافات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اشیاء کائنات تو صفات الٰہیہ کے اظلال ہیں۔ اور ان پر حکومت بھی بعض صفات الٰہیہ کے اظلال کر رہے ہیں۔ کاش مغرب کے بالی آلوجسٹ دہریہ نہ ہوتے۔ ان کے سامنے خدائے قرآن ہوتا۔ وہ صفات الٰہیہ مندرجہ قرآن پر تفکر کر کے سنن الٰہیہ یا باصطلاح سائنس قوانین فطریہ کو دریافت کرتے۔ تو بہت تھوڑے عرصہ میں علمی انکشافات کہیں کے کہیں پہنچ جاتے۔ اگر مسلمانان قرون اُولےٰ نے علمی انکشافات کے خزانے تھوڑے سے تھوڑے عرصہ میں دنیا کے آگے رکھ دیئے تو اسکا راز بھی یہی تھا +

یہ بھی لکھا گیا ہے۔ کہ خدا کی صفت نور نے نشاء عالم میں اگر مواد کا کام دیا۔ تو اسکی دوسری صفات نے وہ قوانین پیدا کر دیئے جن کے ماتحت مواد عالم کے جز ترکیب مختلفہ کے ماتحت تخلیق کائنات کا موجب ہو گئے +

ازروئے تحقیق جدید سب سے پہلا قانون جس کے ماتحت باقی بہت سے قانون آ جاتے ہیں۔ لا آف گریویٹیشن یعنی قانون کشش ہے۔ اس سے اجسام مختلفہ ایکدوسرے کی طرف کھنچے جاتے ہیں۔ اس کشش کا دو ہمجنس چیزوں کو جمع کرنا تو ایک امر طبعی ہے۔ لیکن یہ کشش نہایت شدت کے ساتھ ان دو اجسام کے ملانے میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔ جن کے خواص ایکدوسرے کے متضاد ہوں۔ اسکی بناء وہی منفی مثبت برقی طاقتیں ہیں جو ہر ایک چیز میں موجود ہیں۔ وہی خواص متضاد پیدا کرتی ہیں۔ وہی جامع متضاد ہو جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر ا اور ب دو چیز

ہیں۔ الف۔ میں بالفرض مثبت برق کی اتنی اکائیاں موجود ہیں۔ اور ب میں منفی برق کے ساتھ احاد موجود ہیں۔ اب اگر ا اور ب کو باہم اکٹھا کردیں۔ تو ا میں کی ساتھ مثبت اکائیاں ب کی ساتھ منفی اکائیوں کی طرف دوڑ جائیں گی۔ یہ جذب جو مثبت اور منفی میں واقع ہوا۔ اسی سے وہ انحراف یا جدائی بھی اسی وقت پیدا ہو جائیگی جو ا کی ساتھ مثبت اکائیوں نے بقیہ بیس اکائیوں سے کی۔ اس لئے قانون کشش جہاں شدت سے کام کرتا ہے وہ وہی مقام ہوتا ہے جہاں دو مختلف خاصیت کی چیزیں جمع ہوں۔ اور ان کی ترکیب سے کوئی نئی چیز پیدا ہوتی ہو۔ اس ملاپ سے پہلے ہمجنس چیزیں بھی اسی قانون کشش کے ماتحت ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ اس وقت قانون کی اس شکل کا نام کشش اتصال ہوتا ہے۔ لیکن جب دو قسم کی متضاد چیزیں اپنی ہمجنس جماعت کو چھوڑکر ایک نیا نتیجہ پیدا کرنے کے لئے آپس میں ملتی ہیں۔ تو اسے قانون کشش کیمیاوی کہتے ہیں۔ اور جس وقت یہ قانون عمل کرنے لگیگا تو اسی وقت ہمجنس ذروں کا ایک دوسرے سے جدا ہونا بھی واقع ہونے لگیگا۔ اس قانون کو Law of Repulsion یعنی قانون سالبہ کہتے ہیں۔ الغرض ایک قانون کشش سے یہ تین اور قانون پیدا ہوگئے۔ یعنی کشش اتصال۔ کشش کیمیاوی۔ قانون سالبہ +

کیا عجیب بات ہے۔ کہ اگر جسمانیات میں قانون کشش کام کرتا ہے تو ادراکیات میں اس کے مقابل قانون محبت کام کرتا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ جسمانیات وادراکیات دونوں جگہ ایک ہی طریق پر ان دونوں قانونوں کا عمل ہوتا ہے۔ جس طرح قانون کشش دو غیر متجانس چیزوں کے جمع ہونے پر انکو جس زور سے ملاتا ہے۔ اسی وقت اسی زور سے متجانس چیزوں کو جو پہلے ملی ہوئی ہیں جدا کردیتا ہے۔ یعنے اس سے وصل اور فصل دونوں

پیدا ہوتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح محبت کا رنگ ہے۔ اسمیں بھی دو غیر متجانس اشخاص کے وصل پر پہلے ملی ہوئی متجانس چیزوں میں فصل ہو جاتا ہے کمال محبت وہی ہے۔ جسمیں جامعیت اور مانعیت دونوں رنگ ایک ہی وقت میں ہوں۔ یعنی دل سارے کا سارا ایک طرف کھینچ کر دوسرے سے بکلی الگ ہو جاوے۔ یہ کیفیات جسم و ادراکیات اس امر کا بدیہی ثبوت ہیں۔ کہ اجسام میں کشش دراصل محبت کا ہی دوسرا نام ہے۔ اور ہر دو کے نتائج عمل بھی ایک ہی ہیں +

لہٰذا اگر صفت نور نے مواد عالم (بنیولا) پیدا کیا ہے تو خدا کی صفت محبت نے قانون کشش خلق فرمایا۔ اور اس امر کی طرف حدیث ذیل بھی اشارہ فرماتی ہے۔ اس قانون کشش اور اس کے ماتحت قانون کشش کیمیاوی اور قانون سالبہ کے بالمقابل ہمیں اسماء الٰہیہ میں بھی تین صفات نظر آتی ہیں الودود۔ المانع۔ الجامع۔ ہم نے اوپر لکھا ہے۔ کہ اگر صفت نور نے کائنات کے لئے مواد بہم پہنچایا تو باقی صفات الٰہیہ نے وہ قانون پیدا کئے ہیں جنہوں نے اس مواد پر کام کرنا شروع کیا۔ اب تک قوانین فطریہ کی دریافت میں سائنس کی تحقیق نامکمل ہے۔ نہ تو کل قوانین ہی دریافت ہوئے ہیں۔ نہ دریافت شدہ قوانین میں مناسب جماعت بندی ہوئی ہے۔ ہاں جو چند قانون تشخیص کئے گئے ہیں۔ ان کا عمل قریب قریب وہی ہے۔ جو بعض صفاتِ الٰہیہ کا عمل ہونا چاہئے۔ چنانچہ ذیل میں ان بعض دریافت شدہ قوانین کے مقابل صفاتِ الٰہیہ لکھ دیتے ہیں:۔

اسم الٰہی	معنی	قانون
الودود	قانون کشش	Law of Gravitation
الجامع	قانون کششِ اتصال	Law of Tension and cohesion
المانع	قانون سالبہ	Law of Repulsion

قانون	معنی	اسم الٰہی
Law of Uniformity	جس قانون کے ماتحت چیزیں اپنی اپنی حیثیت قائم رکھتی ہیں	القیوم
Law of Contraction	جو چیزوں کو سکیڑتا ہے	القابض
Law of Dulation	جو چیزوں کے ذرات کو کھول دے	الباسط
Law of Conduction	جسکے ماتحت بعض چیزیں بعض میں سرایت یا نفوذ کرجاتی ہیں...	اللطیف
Law of Causation	قانون علل	الباعث
Law of Conservation	جسکے ماتحت مادہ فنا نہیں ہوتا	الباقی
Law of Equilibrium	قانون توازن	العدل
Law of Harmony	قانون ہم آہنگی	السلام
Law of Periodical	جسکے ماتحت چیزوں میں میعادی کیفیات پیدا ہوں	المقسط
Law of Reversion	جسکے ماتحت چیزیں اصلیت کی طرف رجوع ہوں	المعید

مختلف کیفیات کائنات پر غور کرنیسے نظر آتا ہے۔ کہ جسقدر صفات الٰہیہ قرآن میں درج ہیں۔ جو امور قرآن مجید خدا کی طرف منسوب کرتا ہے۔ تقریباً ان سب کا عکس ہمیں نیچر میں نظر آتا ہے۔ اور جو باتیں قرآن نے لفظ اللہ سے منسوب کی ہیں انکے خط و خال بحیثیت مجموعی کائنات میں بھی نظر آتے ہیں۔ یعنی اگر مختلف صفات الٰہیہ فرداً فرداً مختلف اشیاء کائنات میں نظر آتی ہیں۔ تو کل کائنات کا بحیثیت مجموعی جو انداز ہے۔ اسکو خدا کے اسم ذات کی طرف قرآن منسوب کرتا ہے مثلاً نیچر کے بعض منظر یا بعض چیزیں اپنی خوبصورتی میں جمیل کا رنگ اپنے اندر لئے ہوتے ہیں۔ بعض عناصر رنگ قہاری دکھلاتے ہیں۔ بعض

مظاہر قدرت میں متکبر۔ جبار۔ متین کی شان نظر آتی ہے چیزیں مرتی ہیں۔ پھر دوبارہ پیدا ہوتی ہیں۔ جس سے المحیی۔ الممیت نظر آتا ہے۔ قوانین فطریہ کے توڑنے میں بعض وقت نیچر ہمیں فی الفور سزا دیتا ہے۔ بعض وقت اسکی طرف سے بظاہر کوئی مخالفت نہیں ہوتی یہی رنگ سریع الحساب اور خدا کی شان صبوریت میں ہے۔ اسی طرح ہم اوپر دکھلا چکے ہیں کہ کسی چیز سے عیب دور کرتے ہیں جو عمل کہ مٹی۔ پانی اور آگ کا ہوتا ہے۔ وہی تین رنگ حلم۔ عفو اور قہاریت میں جلوہ نما ہیں دن یا سورج میں اگر الظاہر اور الباسط کا نقشہ ہے تو رات اور ایسا ہی چاند میں ستار الباطن اور القابض کی شان نظر آتی ہے۔ اب میں ذیل میں وہ چند اصول لکھتا ہوں جو کائنات میں عام طور سے نظر آتے ہیں۔ اور اس کے مقابل وہ سنن الٰہیہ بھی لکھ دیتا ہوں جن کی تعلیم قرآن حکیم نے فرمائی ہے +

صفات کائنات	صفات وسنن الٰہیہ
کائنات کی ہر نقل و حرکت میں اندازے اور حدود مقرر ہیں۔	قدیر
قوانین فطریہ میں تبدیلی نہیں ہوتی۔	ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا۔
نیچر کے مقرر کردہ حدود کا توڑنا خلاف منشاء کائنات ہے۔	ان اللہ لا یحب المعتدین
کوئی عمل انسان کا متعلقہ کائنات بے نتیجہ نہیں ہوتا +	ان اللہ لا یضیع اجر العاملین
قوانین فطریہ کے مطابق نیچر کے کل وعدے صحیح ہوتے ہیں +	ان اللہ لا تخلف المیعاد
کائنات کی برکات احاطہ میں نہیں آتیں۔	وان تعدو نعمت اللہ لا تحصوھا

صفات وسنن الٰہیہ	صفات کائنات
وان عدتم عدنا	اگر ہم خلاف ورزی قانون چھوڑ دیں تو نیچر کیطرف سے بدنتائج بھی رک جاتے ہیں
غافر الذنب وقابل التوبۃ	اگر خلاف ورزی قانون چھوڑتے جائیں تو گذشتہ غلطی سے پیدا شدہ اثرات بد بھی زائل ہوتے جاتے ہیں
والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا	جسقدر ہم کائنات میں کوشش اور غور کریں اسی قدر اسکے اسرار ہم پر کھلتے جاتے ہیں +
ان اللہ لا یھدی القوم الفاسقین	خلاف ورزی قوانین ہمیں کبھی صحیح طریق پر پہنچنے نہیں دیتی +
وما للظالمین من انصار	اور نہ ایسے شخص کو کچھ مدد مل سکتی ہے +
ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق	چیزیں پرانی ہوتے پر اپنے خواص دینے میں ناقص ہو جاتی ہیں۔
یحیی و یمیت	نیچر چیزوں کو مٹاتی ہے۔ اور پھر پیدا کرتی ہے۔
کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام	کائنات کی مختلف اشیاء مٹیں یا فنا ہوں لیکن مواد کائنات دراصل قائم رہتے ہیں۔

ہم اس بات کے قائل نہیں کہ نیچر کیلئے فنا نہیں۔ کائنات دراصل ہر رنگ میں ایک حد تک اپنے صانع کی صفات کا مظہر ہیں۔ اسلئے کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام کا رنگ بھی ظلی طور پر اسمیں نظر آتا ہے۔ اس ظل کو اصل ظل سمجھنے نے ہی دنیا میں دہریت ہمہ اوستی پیدا کر دی ہے۔ اور سورج پرستی بھی اسی غلطی سے پیدا ہوئی۔

صفات کائنات	صفات وسنن الٰہیہ
اگر ہم اپنی فطرت کو غلط راہ پر چلائیں تو آہستہ آہستہ ہماری فطرت سے غلط راہ کی مخالفت مٹ جاتی ہے۔ اور آہستہ آہستہ بری بات ہی ہماری فطرت کو پسند آنے لگتی ہے +	فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا
ہم پر ہر ایک منظر قدرت کا عمل ہماری اپنی استعداد کے مطابق نیک یا بد ہوتا ہے	یضل بہٖ کثیرًا ویھدی بہٖ کثیرا وما یضل بہٖ الا الفاسقین +
اگر ہم قانون فطریہ کی پوری اطاعت کریں تو ہمارے ثمرات لامحدود ہو جائیں۔	الذین امنوا وعملوا الصلحت ولھم اجر غیر ممنون +
کائنات آٹھوں پہر کوشش کرتی ہے کہ ہر ایک چیز اپنی حیثیت پر قائم رہے +	واللہ یحب المقسطین

انسان اگر مزید غور کرے تو قرآن کریم سے کائنات کے کُل قانون نکال سکتا ہے۔ اسی طرح وہ کونسی صفت الٰہیہ مندرجہ قرآن ہے۔ جس کا رنگ کائنات کی مختلف چیزوں میں نظر نہیں آتا۔ المصور۔ الخالق۔ الخافض۔ الرافع۔ المجیب۔ النافع۔ الوارث۔ الضار۔ الغنی۔ الحسیب۔ الحفیظ۔ الشہید۔ الوکیل۔ القوی۔ الولی۔ المقدم۔ المؤخر۔ سب کے سب اپنی جلوہ آرائیاں مختلف اشیائے عالم میں کر رہے ہیں۔ حتےٰ کہ قوت (انرجی) کا وہ رنگ جو ایک حالت سے دوسری حالت میں جانیوالی اشیاء میں پہلی حالت کے انجام اور دوسری کے آغاز کے درمیانی وقفہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی قوت کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔ اور اندر ہی اندر غائب ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ہم ابھی لکھ آئے ہیں۔ یہ غیوبیت قوت کسی کی سمجھ آئے یا نہ آئے۔ لیکن الباطن کا یہ ایک رنگ ہے +

مترجم۔ ان امور کو نہایت وضاحت اور تفصیل کے ساتھ خواجہ صاحب نے اپنی کتاب "حاجات فی الاسلام" میں لکھا ہے جو قابل دید ہے۔

خُطبۂ جُمعہ

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

والشمس وضحٰھا ۰ والقمر اذا تلٰھا ۰ والنہار اذا جلّٰھا ۰ والیل اذا یغشٰھا ۰ والسّمآء وما بنٰھا ۰ والارض وما طحٰھا ۰ ونفس وما سوّٰھا ۰ فالھمھا فجورھا وتقوٰھا ۰ قد افلح من زکّٰھا ۰ وقد خاب من دسّٰھا ۰

ترجمہ۔ سورج اور اسکی روشنی گواہ ہیں۔ اور چاند جب وہ اس سے روشنی لیتا ہے۔ اور دن جب وہ اسے روشن کرتا ہے۔ اور رات جب وہ اسے ڈھانک لیتی ہے۔ اور آسمان اور اس کا بنانا۔ اور زمین اور اس کا بچھانا اور نفس اور اسکی تکمیل پھر الہام سے اُسے اسکی بدکاری اور اس کے تقوی (کے رستے) بتا دیئے۔ وہ کامیاب ہے۔ جو اسے (خیرات سے) بڑھاتا ہے۔ اور وہ نامراد ہے جو اسے دباتا ہے (سورہ ۹۱ آیت ۱ تا ۹)

قرآن کی قسمیں بطور شہادت کے ہوا کرتی ہیں۔ خدا کے نام پر قسم کھانا بھی اسی غرض سے ہوتا ہے۔ جب کسی واقعہ کی تصدیق کے لئے ہمیں کوئی اور شاہد نہ ملے۔ تو ہم اس کی تصدیق میں خدا کی قسم سے خدا کو شاہد ٹھیراتے ہیں۔ کیونکہ وہ حاضر ناظر ہے۔ وہ عالم الغیب ہے۔ اور ہر واقعہ کو جانتا اور دیکھتا ہے لیکن اس کے سوا کوئی اور ہستی حاضر و ناظر نہیں۔ اسلئے خدا کے سوا کسی اور نام پر قسم کھانا ایک قسم کا شرک ہے اور ہم ایسی قسموں سے روکے گئے ہیں۔ البتہ قرآن کی قسموں میں ایک اور رنگ شہادت ہے۔ خدا کی کتاب اپنی صداقتوں کے تعلیم کرنے میں انکی حقیقت ثابت کرنے کیلئے نظائر قدرت کو بطور شہادت پیش کرتی ہے ✤

آیات بالا میں دو بھاری مقصد ہیں ایک امر تو یہ ہے۔ کہ انسان

کائنات کا خلاصہ ہے۔ اسمیں کُل کائنات کے جوہر ہیں۔ اسمیں سورج چاند۔ دن رات آسمان زمین۔ ان سب کی قوتیں اور جوہر موجود ہیں۔ جس وقت نفس انسانی تکمیل پالیتا ہے۔ تو اس کا وجود باقی کی دنیا کے لئے سورج ہو جاتا ہے جس طرح سورج طلوع ہوتے ہی کُل دنیا کو کام میں لگا دیتا ہے۔ سوئی ہوئی کائنات جاگ پڑتی ہے۔ درخت اپنے نشو ونما پانے کیلئے راہوں پر قدمزن ہوتے ہیں۔ چارپائے۔ چرند پرند سب کے سب اپنے اپنے فکر میں لگجاتے ہیں۔ خود انسانوں کا بھی یہی حال ہے۔ صدہا قسم کی مایوسیاں اور نا امیدیاں جو رات کے اندھیروں میں پیدا ہوا کرتی ہیں۔ وہ سورج نکلتے ہی امیدوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جب ایک کامل انسان پیدا ہوتا ہے، تو اپنے نفوس طیبہ کی برکت سے سوئی ہوئی دنیا کو جگا دیتا ہے۔ اُنکے مردہ اور بیکار قوی میں ایک قسم کا ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔ انکی چھپی ہوئی طاقتیں روشن ہوکر کام کرنے لگجاتی ہیں۔ ان کے ظہور سے پہلے دُنیا پر ایک قسم کی مُردنی چھائی ہوتی ہے۔ لیکن ان کے ظہور پر زندگی کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ قرآن نے فرمایا۔ اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتھا۔ اے دنیا کے لوگ زمین تو مرچکی تھی۔ اس رسُول کی بعثت اسلئے ہوئی۔ کہ اللہ تعالیٰ اب مُردہ دُنیا کو از سرِ نو زندہ کرنے لگا ہے آنحضرت صلعم کے قبل بعثت اور پھر ایام بعثت اور پھر اس کے بعد کے حالات پر غور کرلو۔ کیا آپ کے ظہور پر اہل عرب کا اور کُل رُوئے زمین کا وہی نقشہ تھا۔ جو طلوع آفتاب سے پہلے روئے زمین کا ہوتا ہے۔ یعنے دنیا میں ایک جمود اور مُردگی کی حالت تھی خیمیت مآب آئے۔ اور ان کی بعثت کے بعد اولاً عرب کا اور اسکے بعد کُل دنیا کا نقشہ بدلگیا۔ گویا ایک آفتاب چڑھ آیا۔ آفتاب کے بعد قرآن نے ماہتاب اور اس کا آفتاب سے روشنی کو مستعار لینے کا ذکر فرماکر ان فیوض کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو قمر کے وجود سے وابستہ ہیں یا بہت

کی روشنی سے ہی پہلو میں شیرینی اور پختگی پیدا ہوتی ہے فصل پکتے ہیں۔
جوار بھاٹا پیدا ہوتا ہے۔ جس سے ہزار طرح کے مفاد انسانی وابستہ ہوتے ہیں
اسی طرح کسی مرد خدا کا وجود اگر ایک رنگ میں آفتاب ہے۔ تو دوسرے رنگ
میں وہ نسل انسانی کے لئے ماہتاب ہوتا ہے۔ جس طرح قمر سورج سے روشنی
لے کر آگے دوسروں کو روشنی پہنچاتا ہے۔ اسی طرح یہ بزرگ خدا سے نور الہام
کے ذریعہ نور پا کر تاریک دنیا کو منور کر دیتے ہیں۔ ایسا ہی یہ نفوس کاملہ ایک
روشن دن کی طرح چمک کر طرح طرح کے فوائد مخلوق الہی کو پہنچاتے ہیں۔ پھر جس طرح
رات اپنی چادر پھیلا کر تھکے ماندوں کو راحت بخشتی ہے۔ وہی حالت کامل
نفوس کی ہوتی ہے۔ دن رات کے اور بھی ہزار ہا قسم کے فواید ہیں جن کے گننے
کی یہاں ضرورت نہیں۔ الغرض وہ تمام کے تمام فوائد ان بزرگوں کی ذات سے
وابستہ ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ والسماء وما بناھا والارض وما طحٰھا۔
قرآن میں السماء سے مراد صرف آسمان ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ جو کچھ بھی ان
بلندیوں پر یا آسمانوں میں نظر آتا ہے یا موجود ہے۔ ان پر بحیثیت مجموعی
السماء کا لفظ حاوی ہو جاتا ہے۔ اسجگہ گویا السما یعنے آسمان اور الارض یعنے
زمین کا ذکر کر کے ایک طرح کل کی کل کائنات کا ذکر کر دیا۔ آسمان اور ما فیہا
میں جو کچھ ہے ان سب کی تاثیرات زمین پر نازل ہوتی ہیں۔ پانی آفتاب
ماہتاب کی روشنی چھوڑ ہر ایک سیارہ ستارہ سے جو کچھ خارج ہوتا ہے
وہ سب زمین پر آکر زمین کے حمل کا موجب ہو جاتا ہے۔ اور پھر زمین سے
طرح طرح کے عجائبات پیدا ہوتے ہیں۔ یعنے جو کچھ از قسم معدنیات ملحیات
آب ہائے شور و نباتات وغیرہ زمین سے برآمد ہوتا۔ ان سب میں سماوی دنیا بطور
نطفہ اپنی تاثیرات کو ہر وقت بھیجتی رہتی ہے۔ جیسے کہ قرآن نے ایک اور
جگہ والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع کہکر ارشاد فرمایا۔ نفوس کاملہ
زمین کی طرح اوپر سے انوار الہی حاصل کرتے ہیں۔ اور پھر اپنے فیوض سے دوسرونکو

آسمان وما فیہا کی طرح مستفید کرتے ہیں۔ چنانچہ ان تمام مظاہر قدرت کو گن کر فرمایا۔ والنفس وما سوٰیھا۔ جب نفس بھی تسویہ پالیتا ہے۔ اور تکمیل و تعدیل پاکر تہذیب کو حاصل کرلیتا ہے۔ تو وہ بھی ان مظاہر قدرت کیطرح فیض رسان ہو جاتا ہے۔ لیکن نفس انسانی اس کمال کو کس طرح پہنچے۔ اس کا جواب بھی ان مقدس الفاظ میں آ گیا۔ اسلئے انسان کی توجہ ان مظاہر قدرت کی طرف منعطف کی۔ فرمایا آفتاب ماہتاب دن رات کل کائنات کو دیکھو اس پر غور کرو۔ یہ کائنات کی چیزیں جو اس طرح دنیا کیلئے نفع رسان واقع ہوئی ہیں۔ اور ان کے ذاتی جوہروں کا ظہور جو ہوتا ہے۔ تو ان سب کا حصر صرف ایک بات پر ہے۔ ان سب کیلئے ایک نہ ایک نہ ایک نہ ایک مسلک اور قانون مقرر ہے۔ مقررہ مسلک پر ادھر اُدھر ہونے کے بغیر یہ سب چلتے ہیں۔ جس راہ پر ڈالے گئے ہیں۔ اور اس راہ سے ایک انچ بھی ادھر اُدھر نہیں ہوتے۔ کائنات کی اس انقیادی حالت کی طرف سورہ یٰسین میں بھی اشارہ فرمایا۔ والشمس تجری لمستقرٍ لھا ذالك تقدیر العزیز العلیم والقمر قدرنٰه منازل حتّٰی عاد کالعرجون القدیم۔ لا الشمس ینبغی لھا ان تدرك القمر ولا الیل سابق النھار۔ کل فی فلك یسبحون۔ اور سورج کے لئے ایک جگہ مقرر ہے (جس طرف وہ نظام شمسی سمیت خلا آسمان میں اچلا رہا ہے۔ چاند کی بھی منازل مقرر ہیں جنہیں سے وہ گذر کر پھر کھجور کی ایک پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ سورج کی کیا مجال ہے۔ کہ وہ چاند کی راہ میں آ جاوے۔ اور رات کی کیا طاقت ہے کہ وہ دن پر سبقت لیجاوے۔ کل کے کل اپنے اپنے محوروں اور مداروں میں پھر رہے ہیں۔ یعنے کُل کے کُل نظام شمسی کیلئے راہ اور قانون مقرر ہیں۔ جن پر وہ پورے انقیاد کے ساتھ چلتے ہیں۔

الغرض فرمایا۔ کہ اگر تم چاند و سورج بنکر یا کائنات کی کوئی اور چیز کی طرح نافع الناس ہونا چاہتے ہو۔ یا ان کے کمالات کو پہنچنا چاہتے ہو تو تم میں بھی بالاستعداد یہ سب باتیں تو موجود ہیں۔ ہاں تم بھی اس قانون پر چلو۔ ان راہوں کو اختیار کرو۔ ان سے ادھر اُدھر مت ہو۔ جو ہم تمہارے لئے تجویز کرتے ہیں۔ جس طرح ان سب کیلئے ایک مذہب و راستہ ہے۔ تمہارے لئے بھی ایک مذہب و راستہ ہے۔ جس طرح وہ اس پر چلتے ہیں۔ اسی طرح تمہیں چلنا ہوگا۔ اس قانون و راہ کے سمجھانے کے لئے ہمنے تمہیں (فالھمھا فجورھا وتقوٰھا) تقویٰ اور فجور دونوں کی کیفیت اور نوعیت کا الہام کر دیا۔ ہم نے وحی والہام کے ذریعہ تم پر روشن کر دیا۔ کہ ان ان باتوں کا نام فسق و فجور ہے۔ اور ان ان طریقوں اور باتوں سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ سو اگر تم ان طریقوں اور راہوں اور حدود کا اسی طرح لحاظ کرو گے۔ جس طرح کُل کی کُل کائنات اپنے اپنے متعلقہ حدود کا لحاظ کر رہی ہے۔ تو پھر تمہارے وجود سے بھی وہ تمام باتیں سرزد ہونگی۔ جو سورج۔ چاند۔ رات۔ دن۔ آسمان۔ زمین سے سرزد ہو رہی ہیں۔ یہ تو کائنات کی چیزیں فرداً فرداً ہیں۔ تم میں تو کُل کی کُل کائنات کی چیزیں موجود ہیں۔ صحیح راہوں کو اختیار کرو۔ تو یہ ساری کی ساری قوتیں جو تم میں ودیعت شدہ ہیں ظاہر ہو کر تمہارے حسب منشاء و ضرورت کام کرنے لگ جاوینگی۔ ہاں اگر تم مقررہ حدود کو چھوڑ دو تو پھر خسران و نقصان ہی ہے۔ چنانچہ ان تمام امور کا ذکر کرنے کے بعد الہام الٰہی کی طرف جو انسانی ہدایت کے لئے آتا ہے اشارہ کر کے فرمایا۔ قد افلح من زکّٰھا ۔ وقد خاب من دسّٰھا ۔ جس نے الہام الٰہی کے ماتحت نفس کا تزکیہ کر لیا۔ وہ پھولا اور پھلا اور جس نے یہ امور نہ کئے اسکے کُل کے کُل قوے مر گئے۔ بیکار ہو گئے۔ اور وہ دنیا میں ناکام ہو گیا +

آج مسلمان اپنے ماضی و حال کو دیکھیں۔ اور پھر اپنے مستقبل پر بھی

غور کرلیں۔ وہ ایک وقت آفتاب ماہتاب۔ نجم۔ نیر ہوکر چمکے اور دُنیا کو ظلمت سے دُور کیا۔ وہ دنیا کے لئے اور اپنے متعلقین کے لئے سونا چاندی کی کانیں تھے۔ وہ نافع الناس تھے۔ وہ پارس تھے کندن تھے۔ وہ دنیا کے حکمران اور مالک تھے۔ وہ علم و فضل کے بادشاہ تھے۔ آج دنیا کی متمدن قوموں میں سے سب سے پیچھے وہ ہیں۔ فلاکت ذلت۔ جہالت۔ افلاس۔ مظلومیت ان کے چاروں طرف منڈلا رہی ہے۔ یوماً فیوماً ابتری کی حالت ہے۔ اس مدوجزر اس اتار چڑھاؤ کا راز صرف ان دو لفظوں میں آگیا قد افلح من زکّٰھا و قد خاب من دسّٰھا۔ کائنات کے ذرہ ذرہ کی پیدائش اس کا قیام اس کی مرزوقیت اس کا پنپنا۔ اس کے جواہر ہائے مخفیہ کا ظاہر ہونا۔ اس کا کمال کو پہنچنا۔ اس کا اپنے لئے اور غیروں کے لئے مفید ہوتا اس کی استعدادوں کا کمال تک پہنچنا۔ یہ سب کچھ اس ایک امر پر ہے۔ کہ وہ اپنے لئے مقرر کردہ راہوں پر قائم ہو۔ انسان جو عالم صغیر ہے۔ اس کا بھی یہی نقشہ ہے۔ یہ راز قرآن نے کھولا۔ اور قرآن کے مخاطبین اول نے اس سے واقف ہوکر اس پر عمل کیا۔ قرآن وہ راستہ لایا۔ جس پر قرن اول کے مسلم چلے۔ اور چند ہی دنوں میں اس کے قویٰ اپنا عمل حقیقی ظاہر کرنے لگ گئے ہم میں آج بھی وہ قویٰ موجود ہیں۔ ہماری استعداد مفلوج نہیں ہوگئیں۔ لیکن وہ استعدادیں ہیں۔ وہ تو وہ قواء مخفیہ جو کسی راہ پر چلنے سے ظاہر ہونگی۔ ہمارے سامنے وہ راہ بھی موجود ہے۔ قرآن بھی موجود ہے۔ قرآن کے قوانین بھی ہم پر روشن ہیں۔ لیکن ایک بات ہی ہم میں نہیں۔ ہم قرآن پر چلنے کو طیار نہیں۔ ہم قرآن پر عمل نہیں کرتے۔ ہمارے مذہبی احساس کو آپس کے تنازعات اور مناقشات نے مار ڈالا ہے۔ قد خاب من دسّٰھا۔ کے ہم مصداق ہیں۔ مذہب کے تو معنے قرآن پر چلنا تھا۔ ہمارا مذہب اب ایکدوسرے کی تفسیق تکذیب اور تکفیر رہ گیا ہے۔ اتنی ہمکو یہی شغل ہے۔ جب اس سے فرصت نہیں تو ہم قرآن کسطرح کھولیں اور کب اس پر عمل کریں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون +

کُفر بازی اور شیرازۂ اسلام

لا تکفّروا اهل القبلة

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

سابقہ چند ہفتوں میں لاہور کا مسلم منظر نہایت ہی دردناک اور دل شکن واقع ہوا۔ جب لالہ لاجپت رائے صاحب امرتسر کی آل ہندو سبھا کے جلسہ میں ہندو قوم کے تمدن ان کی دولت ان کی علمی فضیلت ان کے اخلاق حسنہ کے قصیدے پڑھنے کے بعد ان کو کہتے ہیں کہ تم میں اگر کمی ہے تو صرف اسبات کی۔ کہ تم میں اتفاق نہیں۔ عین اسیوقت لاہور میں مسلمانوں کی رہی سہی ٹوٹی پھوٹی عمارت اتفاق پر علماء قوم کند ھالی چلاتے نظر آتے ہیں۔ لالہ لاجپت رائے ایک کامیاب وکیل رہ چکے ہیں وہ قوم کے جذبات کو جوش دلانا جانتے ہیں۔ مذکورہ بالا قصیدہ خوانی کے ذریعہ وہ قوم کو ابھار کر اور اس طرح لوہے کو کامل درجہ حرارت سفید پر لاکر اس پر اتفاق کی ضرب لگاتے ہیں۔ ہندو قوم! اور اس پر عدم اتفاق کا گلہ! العجب ثم العجب! یہ تو لالہ صاحب کی ستم ظریفی ہے اگر ہندو بھائیوں میں اتفاق نہیں تو کسی اور ہندی قوم میں ہرگز نہیں۔ ہاں وہ جس مقصد کو سامنے رکھ کر یہ اتفاق کی بانی پڑھتے ہیں وہ کچھ اور ہی ہے۔ وہ عام ہندوؤں میں نفاق کے شاکی نہیں۔ وہ اچھوت۔ مہتر۔ چماروں میں اور عام ہندوؤں میں اتفاق دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہندوؤں میں اچھوتوں کی عدم شمولیت کا نام وہ نفاق رکھتے ہیں۔ لیکن لالہ صاحب پر کیا منحصر ہے۔ آج ہندوستان

کے ہر طبقے اور ہر حصہ میں ہندو لیڈر خواہ وہ کسی قوم کسی عقیدہ کسی خیال و فرقہ کے ہوں - وہ سب کے سب ایک ہی آواز سے بول رہے ہیں - سب کے سامنے ایک ہی مقصد ہے - اور وہ یہ کہ سواراج کے حاصل ہونے پر ہندوستان میں ہندو سواراج ہو - اور یہ اس وقت ہوسکتا ہے - کہ جب اچھوت ان میں مدغم ہو جائیں +

اب اسکے مقابل ہم کیا کر رہے ہیں - مختلف فرقہ ہائے ایکدوسرے کی تکفیر کے تو عادی تھے ہی - لیکن لاہور کے اس گذشتہ دنگل نے تو تمام حدود سے تجاوز کر لیا - مولوی ظفر علیخان صاحب پر پیر جماعت علی صاحب مولوی دیدار علی صاحب اور دیگر علماء احناف کفر کا فتوے لگاتے ہیں - اور اس تکفیر کے بعد دیگر علماء ان مکفرین پر کفر مرتب کرتے ہیں - اور ان موقعوں پر جو فریقین کی طرف سے سب وشتم کا دریا بہایا جاتا ہے اس میں کوئی انتہا نظر نہیں آتی - پھر مصیبت تو یہ ہے کہ یہ ایک دوسرے کے مکفر ایک ہی جماعت ایک ہی فرقہ ایک ہی عقیدہ کے اصحاب ہیں - یہ امور اخباریں میں آکر کُل پبلک کو ایک اور نئے دو گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں +

العیاذ باللہ - کیا نفاق و افتراق کی پہلے ہی کوئی حد رہ گئی تھی - کہ جس کمی کو ان حضرات نے پورا کیا - ہم مولانا ظفر علیخان صاحب کیخدمت میں دوستانہ عرض کرتے ہیں - ہمارے انکے تعلقات جو رہ چکے ہیں وہ انہیں معلوم ہیں - ہم انہیں تعلقات کی بناء پر انہیں ان تمام حالات پر دل کے ساتھ ایک خاموش کرنے کے لئے کہتے ہیں - وہ دیکھیں کہ ہندو لیڈر کس منزل مقصود کی طرف تیزی کے ساتھ جا رہے ہیں - اور ہم ان کے بالعکس کہاں سے کہاں جا رہے ہیں - مولانا اسی تکفیر پر جسکے وہ ہدف ٹھیرائے گئے غور کریں - اور اس حدیث کی منشاء پر غور کریں کہ کیوں

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ کہ جو مومنین کلمہ گو کی تکفیر کرتا ہے۔ یہ کفر اسی پر عود کر جاتا ہے +

تکفیر کی حقیقت یہ ہے کہ جس پر کفر عائد کیا جاوے۔ اُسے مسلمان اپنی جماعت سے الگ کریں۔ اور اس سے اسلامی معاملات نہ کریں۔ اگرچہ آج کل کی تکفیر یہ حقیقت تو اپنے اندر نہیں رکھتی۔ لیکن کم ازکم اس کا نتیجہ یہ تو ہے۔ کہ جماعت مسلمین میں نفاق و شقاق لازماً ہو جاتا ہے۔ مخبر صادق کی نبیانہ نگاہ نے اس مصیبت کو دیکھا۔ اور واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا کے مخاطب اول ؐ نے اس بلا کا سدباب کرنا چاہا۔ جو مسلمانوں کو اس آیت پر عمل کرنے کی مانع ہوسکتی تھی۔ اس لئے آپ نے مکفرین سے قطعاً مقاطعہ کرنے کی خاطر فرمایا۔ کہ کلمہ گو کا مکفر اپنے فعل تکفیر سے خود کافر ہو جاتا ہے۔ یہ حکم ایک قسم کا تعذیری حکم تھا یعنی مکفر کی سزا آنحضرتؐ نے یہ تجویز کی۔ کہ دیگر مسلمان اس سے وہی معاملہ کریں۔ جو ایک کافر سے کیا جاسکتا ہے +

کاش عام مسلمان آنحضرت صلعم کے اس ارشاد پر عمل کرتے۔ اور کسی کلمہ گو کے مکفر سے پورا مقاطعہ نہ سہی کسی نہ کسی رنگ میں مقاطعہ کرتے تو یہ بلا دنیا سے مٹ جاتی۔ ہم آج ایک غیر مسلم سلطنت کے ماتحت ہیں۔ علماء کی تکفیر انفرادی طور پر کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ البتہ قوم میں نفاق و افتراق بڑھتا جاتا ہے۔ اور ہم بحیثیت مجموعی اسملک میں دن بدن کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ کیا اس وقت مسلمانان ہند کی ہستی معرض خطر میں نہیں۔ سکھ گوردوارہ بل کے قانون بن جانے کو دیکھ لیا جائے۔ کہ ایک مٹھی بھر جماعت گورنمنٹ سے کیا کچھ کرا سکتی ہے۔ اور کہاں تک گورنمنٹ کو مجبور کرسکتی ہے۔ جو ہندو سوراج کے ہوجانے پر ہمارا حشر ہوگا۔ اسکو تو جانے دو۔ آج اس وقت ہندو سوراج نہیں۔ یہ سوراج ہو نہ ہو۔ جس وقت برادران وطن کا یہ اچھوت کا

منتر چل گیا۔ وہ سوا راج کے بغیر بھی جو چاہیں قانون بنوا سکتے ہیں جس طرح چاہیں اور جس بات پر چاہیں گورنمنٹ کو لا سکتے ہیں۔ اور ہم اُن پر معترض نہیں ہو سکتے جیسیں وہ اپنا فائدہ دیکھیں وہ کریں۔ ہمیں اگر اُن سے کوئی نقصان پہنچے تو ہم اس کا بالمقابل علاج کریں۔ باقر گنج میں سرسندر ونا تھ کی ایک شخصیت سے گاؤ کشی بند کرادی۔ ذرا دس سال اور گزرنے دو۔ ہندو مسلم دونوں الگ الگ جس راہ پر چل رہے ہیں اُنہیں چلنے دو یعنے ہندو بھائی اتو سنگھٹن اور اتفاق کو مضبوط کرتے جائیں۔ اور مسلمان تکفیر کے ذریعہ اپنے رہے سہے شیرازے کو توڑتے جائیں پھر دیکھ لینا۔ کہ ہندو بھائی جو چاہیںگے گورنمنٹ سے اپنے مطلب کا قانون بنوالیں گے +

کسی آنیوالی مصیبت کا اگر علاج ہو سکتا ہے تو آج ہو سکتا ہے مولوی ظفر علیخان صاحب اپنے حلقہ اثر سے کم از کم اس جماعت کو نکال چکے ہیں۔ جو ان کے مکفر بنے۔ اس سے وہ قیاس کریں کہ تکفیر مسلمانونکو کس قدر نقصان پہنچارہی ہے۔ یہ آگ لگی ہوئی بجھتی نظر نہیں آتی۔ آج جو چھری میں کسی اور پر چلاتا ہوں۔ وہ ایک دن مجھ پر چلنے والی ہے یہ خلیج نفاق مختلف طبقہ ہائے اسلام میں دن بدن بڑھتی چلی جاویگی اگر آج اس کا علاج نہ ہوا۔ پھر اگر برادران وطن یا کوئی اور جماعت کسی آیندہ وقت پر کوئی ایسا امر کرے جو ہمارے مفاد قومی کے خلاف ہو۔ اور اس کا دفعیہ صرف قوم کی متفقہ آواز سے ہو سکتا ہو تو اس طغیان تکفیر میں وہ متفقہ آواز کہاں سے پیدا ہوگی +

حکومت اور محکومیت کا فلسفہ صحیح جو آج دنیا کے علم میں آچکا ہے اس فلسفہ کے اسرار کا پہلا کھولنے والا اسلام تھا۔ حکومت کا وجود رعایا کے مفاد کی حفاظت اور ان کی جائز خواہشوں کو پورا کرنے کیلئے پیدا ہوتا ہے

گورنمنٹ اگر ہم سے ٹیکس یا خراج وصول کرتی ہے۔ تو یہ گورنمنٹ کی اُن خدمات کا عوض ہے۔ جو اُسے ہمارے مفاد کی حفاظت میں ادا کرتی ہے آج معاملہ حجاز میں جو کچھ غازی ابن سعود اور غداران اسلام کے درمیان ہورہا ہے۔ اور جس کا جو اثر اہل مکہ و اہل مدینہ اور حاجیوں پر ہورہا ہے کیا وہ ہمارے لئے ایک موت کا سامنا نہیں ؟ وہ ہمارے دل کو خون کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اور ہم جو گورنمنٹ انگلشیہ کی باجگذار رعایا ہیں۔ کیا ہمارا حق نہیں۔ کہ ہم گورنمنٹ سے مطالبہ کریں۔ کہ وہ اس معاملہ میں ہماری امداد میں اپنے فرض کو پورا کرے۔ برٹش گورنمنٹ نے اپنی عیسائی رعایا کی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے گذشتہ جنگوں میں کیا کچھ نہیں کیا۔ اسی طرح وہ کیوں ہماری منشاء کی موید نہ ہو۔ یہ سچ ہے کہ ہم اپنے بعض ملی معاملات میں اس کی مداخلت نہیں چاہتے۔ لیکن اس کی فارن پالیسی ایسے معاملات میں ہمارے معتقد کی ترجمان ہونی چاہئے۔ جس کا ہم پر اثر پڑتا ہو۔ ہمارے مالیہ سے اگر فوج رکھی جاتی ہے تو ہمارے مقاصد اور مفاد کی حفاظت کیلئے بھی استعمال ہونی چاہئے۔ اور اس نظریہ حکومت سے آج کسے انکار ہوسکتا ہے۔ اب اگر یہ نظریہ صحیح ہے۔ تو گورنمنٹ کیوں حج کے معاملہ میں وہ نہ کرے۔ جو ہم گورنمنٹ سے صحیح طریق پر طلب کریں۔ مولانا شوکت علی کی تاروں کے ایک حصہ کا خلاصہ یہی ہے۔ خواہ وہ الفاظ مختلفہ میں ظاہر کیا گیا۔ لیکن مولانا کی آواز گویا ایسا ہی کسی اور مسلم لیڈر کی آواز کو صداء بیابان جس چیز نے بنا رکھا ہے۔ وہ ہمارے آپس کے فساد اور نفاق ہیں جن کی بناء یہ عمل تکفیر ہے۔ اسی نے مسلمان کو مسلمان سے جدا کردیا ہے۔ اور بھائی کو بھائی کا دشمن بنا دیا ہے +

آنحضرت صلعم نے ایکدفعہ آہ سرد بھری آپ کی نگاہ نبوت نے ہماری موجودہ حالت کو دیکھ لیا۔ اس سے وہ سخت دردمند ہوئے۔ صحابہؓ نے سرورد

کا باعث پوچھا۔ آپؐ نے اسلام کی حالتِ ذلت کا حال بتلایا صحابہؓ نے عرض کی ۔ کہ کیا مسلمانوں کی تعداد اس وقت کم ہو گی ۔ آپؐ نے فرمایا! نہیں مسلمان تو لاتعداد ہونگے ۔ لیکن وہ خس و خاشاک کی طرح ہونگے جن کو ہَوا کے جھونکے جدھر چاہینگے لیجائینگے ۔ آج ہماری وہی حالت ہے جو جھونکا آتا ہے ہمیں آگے لگا لیجاتا ہے ۔ یہی تنکے جو ہَوا کے آگے اڑتے پھرتے ہیں ۔ وہ جب ایک بندھن میں آ کر جاروب کی صورت اختیار کر لیتے ہیں ۔ اور ان میں صلابت و طاقت پیدا ہو جاتی ہے ۔ تو پھر اُن پر ہوا کے جھونکے کچھ اثر نہیں ڈال سکتے +

اس وقت ہندوستان میں ہماری تعداد دوسرے ممالک کی مسلم تعداد سے بہت زیادہ ہے ۔ لیکن جو نفاق ہم میں ہے ۔ اسکی بھی مثال اورکسی جگہ نہیں ۔ اور اس سارے نفاق کی بنا ہماری نفسانی اغراض اس قدر نہیں جس قدر یہ تکفیر واقع ہوئی ہے ۔ مصر ۔ شام ۔ فلسطین ۔ ٹرکی ۔ مراکش سب آپس کی کفر بازی سے پاک ہیں +

ہندوستان میں زیادہ تر حنفی المذہب ہیں ۔ ہم معاملات اجتہاد میں خود امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمتہ کے مقلد ہیں ۔ پھر کیا اس امام ہمام نے نہیں فرمایا ۔ کہ لا نکفر اھل القبلۃ (ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے) کیا آج کل کے علماء اس عظیم الشان امام سے مقابل زیادہ اہلیت فتوے رکھتے ہیں؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو کیوں حنفی المذہب اصحاب اپنے اس مقتدا کے فتوے پر عمل نہیں کرتے ۔ جو تکفیر اہل قبلہ کو روکتا ہے +

ہمارے مخاطب علے الخصوص اس وقت وہ اصحاب ہیں ۔ جو قوم کے تعلیمیافتہ اور ذی اثر ارکان ہیں ۔ ان میں سے اکثر وہ ہیں جو جدید تعلیم سے کسی نہ کسی حد تک بہرہ یاب ہیں ۔ اور انہیں میں سے مولوی ظفر علیخان صاحب

علی برادران۔ ڈاکٹر کچلو وغیرہ اصحاب بھی ہیں۔ ان میں ہم طبقۂ دکلا۔ اطباء و ڈاکٹران کو شامل کرتے ہیں۔ ایسا ہی ان احباب کو بھی جو مختلف عہدہائے گورنمنٹ پر متمکن ہیں۔ یا تاجر صاحبان ہیں۔ یہی جماعتیں مسلم قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ ہم ان بخدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ مسئلہ اتحاد بین المسلمین کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ اور سب سے اول تکفیر کا سدباب کریں۔ وہ مکفر علماء کی علمی حیثیت کی پرواہ نکریں مسئلہ تکفیر کوئی ایسا پیچیدہ نہیں خصوصًا جب اس کا حل حضرت امام اعظم کا ہمارے سامنے موجود ہے۔ جو کسی کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر کہے۔ اس پر حدیث نبوی کوکسی نہ کسی رنگ میں وارد کریں یعنے جو کلمہ گو کا مکفر ہے۔ اس پر کفر عود کر آتا ہے۔ مکفرین اہل قبلہ سے ایک نہ ایک رنگ میں مقاطعہ کریں۔ یا مقاطعہ نہ سہی تو کوئی ایسا طریق عمل اختیار کریں۔ کہ جس سے اہل قبلہ کے مکفرین سمجھ لیں۔ کہ ہمیں مسلمان اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ اگر صرف چند سال تک یہ طریق عمل رہے۔ تو اس بلا سے مسلمان بہت جلد نجات پاسکتے ہیں۔

اس معاملہ میں جو ہمارا طریق عمل ہے وہ یہ ہے۔ کہ کوئی کلمہ گو اہل قبلہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ وہ ہماری نگاہ میں مسلمان ہے جو آنحضرت صلعم کا حلقہ بگوش ہے۔ خواہ وہ اُمت کے اولیاء یا مجددین میں سے کسی کا منکر بھی ہووے۔ وہ ہمارے مذہب میں خارج از اسلام نہیں ہوتا۔ گو صحبت اولیاء کے فیض سے محرومی یا اُن کی مخالفت موجب معصیت ہو جاتی ہے لیکن وہ مسلمان ضرور ہے۔ اور ایسے مسلمان کو کافر سمجھنے والا خود کفر کے نیچے آجاتا ہے۔ اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس سے کسی نہ کسی رنگ میں مقاطعہ کریں۔ مثلاً نماز کے معاملہ میں ہمارا یہ طریق عمل ہے۔ کہ ہم کسی اہل قبلہ کے مکفر کے ساتھ یا اس کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھتے۔ خواہ وہ کسی فرقہ سے

تعلق رکھے۔ وہ قادری چشتی سہروردی۔ احمدی۔ نقشبندی۔ مجددی کوئی ہو جو کسی کا مکفر ہو۔ ہم اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ اور جو کسی اہل قبلہ کا مکفر نہیں۔ اور امامت کے شرائط اپنے اندر رکھتا ہے وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ ہم اس کی اقتدا میں نماز پڑھنے کیلئے طیار ہیں ہمارا یہ طریق عمل محض اس لئے ہے کہ مسلمانوں میں سے تکفیر کی بلا دور ہو۔ اختلافات تو زندگی کا نشان ہیں اختلاف تو باعث رحمت ہے لیکن تکفیر کے معنے تو ایک طرح کسی پر موت وارد کر دینی ہے۔ اور مسلمانوں میں فرقی اختلافات جو ہیں۔ وہ تو بالکل فروعی حیثیت رکھتے ہیں جیسے کہ اکثر ان صفحات میں ہم نے دکھلایا ہے۔ اس ضمن میں ہم کسی دوست کے استفسار پر مسئلہ جہاد پر اپنا مذہب لکھ دیتے ہیں۔ ہم جہاد کے قائل ہیں اور جہاد بالسیف کے بھی قائل ہیں۔ لیکن اسی کے خلاف جو ہمارے خلاف تلوار چلائے۔ ہم اپنے مخالف کے مقابل وہی کرنے کے مکلف ہیں جو ہمارے خلاف کوئی کرتا ہے۔ ہماری جہادی کوشش اندفاعی ہونی چاہیئے نہ جارحانہ طرح پر۔ ہاں ایک ہی جہاد ہے۔ جسمیں ہمیں ہر طرح کوشاں رہنا چاہیئے اس کا نام قرآن نے جہاد کبیر رکھا ہے۔ اور وہ جہاد بالقرآن ہے +

عیسائیت اور نسل انسانی پر اسکے احسانات؟

عیسائی اخبارات اور آجکل کا عیسائی لٹریچر باموقعہ اور بےموقعہ مسلسل ہمکو یقین دلانے کیلئے سرتوڑ کوشاں ہیں کہ کلیسیا اور فقط کلیسیا ہی کے ذریعہ نسل انسانی کی حالت سدھری ہے بہرحال موجودہ کلیسیا اپنی سابقہ تاریخ پر بہت ہی کم نازاں ہے۔ وہ تاریخی واقعات اسی قابل ہیں کہ انکو دنیا کی نگاہ سے مخفی رکھا جاوے سینٹ سیرل کا ہائی پیشیہ کو قتل کرنا۔ یونان اور روما کے بیش بہا کتب کے ذخائر کی بربادی تھیوڈوسی اُس کا سیراپین کی مشہور و معروف لائبریری کا خاکستر کر دینا پھر اہل کلیسیا کا جنوبی امریکہ کے ہندوستانیوں پر غلبہ پانے کے

وقت ان پر شدید سے شدید مظالم کا توڑتا۔ یہ ان بیشمار خونیں واقعات میں سے چند ایک ہیں۔ جو بذاتہ ہمکو یہ امر یاد دلانے کیلئے کافی ہیں کہ کلیسیہ کی تاریخ کسقدر شاندار اور بنی نوع انسان کیلئے کسقدر منفعت بخش ہے۔ ان گذشتہ ناخوشگوار واقعات کے اعادہ کرنے کی ہمیں یہاں چنداں ضرورت محسوس نہیں تھی۔ ایسا فعل قبیح ہم سے کوسوں دور ہے لیکن کون ہے۔ جو درحقیقت ان محاسن ہی انکار کرنے کی جرات کر سکتا ہے جو کلیسیا کی اکثر تعلیمات میں موجود ہیں۔ اور اس کے برعکس کون شخص ہے جو ایک لمحہ بھر کیلئے یہ یقین کرنے کی جرات کر سکتا ہے۔ کہ کلیسا یا "پشپ گودڑی کین" بنی نوع انسان کے لئے بہت سی برکات و فیوض کا موجب ہوا۔ ہم بلا شک وشبہ یہ امر تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں کہ آجکل کے مسلمان اپنے آبا و اجداد کے صحیح جانشین نہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ یورپ نے مادی ترقی وسیع پیمانہ پر کی ہے لیکن کیا یورپ اور عیسائیت آپس میں مترادف ہیں۔ یورپ کو شفا خانوں اعلیٰ تعلیمی درسگاہوں سکولوں اور ایسے ہی اور سوشل جدوجہد پر بھی بجا طور سے نازاں ہونا چاہئے۔ لیکن کلیسیا کی اس روش کی ہم کیا تشریح کریں جو عہد وسطیٰ میں اس نے علم و ہنر۔ علم طبیعات۔ موسیقی اور انشا پردازی کے خلاف اختیار کی۔ اور آخر کار ان تمام علوم و فنون کو اسلامی ممالک سسلی اور ہسپانیہ ہی کو اپنا مامن و جائے پناہ بنانا پڑا +

حقیقت الامر تو یہ ہے کہ سکول۔ کالج۔ شفا خانے۔ عیسائی تعلیمات کے ثمرات نہیں۔ کیونکہ عیسائیت نے کبھی بھی علوم و فنون کی پشت پناہی نہیں کی۔ اسلام میں نام نہاد مسلمان خستہ و ابتر ہیں لیکن اسلام کی تعلیم شاندار و مکمل ہے۔ عیسائیت میں نام نہاد عیسائی ترقی یافتہ ہیں لیکن عیسوی تعلیم گو شاندار ہے لیکن ساتھ ہی نامکمل ہے۔ اسلام اور اسکی تعلیمات جسطرح مسلمانوں کی موجودہ ناگفتہ بہ حالت کی ذمہ وار قرار دیجاتی ہیں۔ اسی طرح عیسوی تعلیمات کو موجودہ یورپ کی ترقی و عروج کا ذریعہ قرار دیا جاتا ہے۔

اخیر میں ہم مشہور و معروف مسلم مصلح جمال الدین افغانی صاحب کی تصنیف سے اقتباس ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ جن کے الفاظ شاید ہمارے عیسائی دوستوں کے غور و تدبر کیلئے مصالح مہیا کر دیں۔ آپ سے ایکدفعہ پوچھا گیا کہ "مسلم ممالک کے زوال اور یورپ کے عروج کی کیا وجہ ہے"؟ تو آپ نے نہایت سادگی سے جواب فرمایا۔ کہ "مسلمانوں نے اسلام کی تعلیمات کو ترک کر دیا ہے۔ اور عیسائیوں نے عیسوی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا چھوڑ دیا ہے" +

اسبات کا اندازہ لگانے کیلئے کہ دنیا نے کیا کیا شوکل فوائد اس عرصہ میں حاصل کئے جبکہ یورپ ... کے ... میں عیسائی تھا۔ تو اس کیلئے ذیل کی کتاب کی ورق گردانی کافی ہوگی "یورپ کی ذہنی ترقی"

مصنفہ ڈریپر اور سلطنت روما کا عروج و زوال مصنفہ گبن اور کاسموس مصنفہ ہمبولڈٹ جن کا سپانین نے جرمن زبان سے ترجمہ کیا ہے +

یہ ہمارا دعویٰ کوئی انوکھا یا اچنبھا نہیں جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یورپ کی ترقی کا راز اس امر میں مضمر ہے کہ یورپ نے اسلامی تعلیم و اصولہائے کو غیر محسوس طور پر اپنے اندر لے لیا ہے۔ کیونکہ یہ وہ زریں اصول ہیں۔ جنہوں نے عربوں جیسی اجہل جٹ و وحشی قوم کو ایک وقت متمدن۔ شائستہ و تعلیمیافتہ قوم میں متبدل کر دیا۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے۔ جب یورپ جہالت کے تاریک و اتھاہ گڑھے میں ڈوبا ہوا تھا +

حجۃ الاسلام

مندرجہ بالا عنوان کی کتاب جناب مولوی اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی نے ہمکو برائے ریویو مرحمت فرمائی ہے یہ کتاب تحقیق المذاہب کی پہلی کڑی ہے جو خانصاحب موصوف قلمبند کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں خان صاحب کی ہندوستان کی اسلامی دنیا میں جو حیثیت ہے۔ وہ قارئین کرام سے غالباً مخفی نہ ہوگی خانصاحب موصوف ہندوستان میں چوٹی کے مؤرخین میں سے ہیں۔ حجۃ الاسلام جو ہمارے سامنے اس وقت ہے۔ پانچ باب پر مشتمل ہے جسکی ضخامت ۱۹۸ صفحات ہے ان پانچ ابواب میں آپ نے ہستی باریتعالےٰ۔ وحی والہام۔ روح۔ جزا و سزا اور یوم آخر۔ صفات باریتعالیٰ بذاہب عالم آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سیر کن بحث کی ہے۔ اور آخری باب میں مخالفین کے بعض اعتراضات کے معقول و مدلل جواب دیئے ہیں +

حجۃ الاسلام کی کتابت۔ کاغذ و چھپائی نہایت نفیس ہے جو عہ سے مینجر رسالہ عبرت نجیب آباد۔ بجنور سے مل سکتی ہے +

گوشوارہ آمد و خرچ ووکنگ مسلم مشن

اسلامک ریویو شیر فنڈ و دفتر ہندوستان بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۵ء

تفصیل آمد	نمبر شمار	رقم آمد ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر شمار	رقم خرچ ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن	۱/	۰	۱۲	۱۱۵۹	خرچ مشن و اسلامک ریویو	۱/	۰	۰	۱۹۵۵
آمد اسلامک ریویو	۲/	۰	۱	۶۵۹					
آمد زیر و تبلیغ اسلام فنڈ	۳/	۰	۸	۷۱					
میزان	۰	۰	۵	۱۸۹۰	میزان	۰	۰	۰	۱۹۵۵

دستخط۔ ڈاکٹر غلام محمد۔ آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ جون ۱۹۲۵ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
واپسی پیشگی	۔	۴	۸۳۱
جناب محمد صادق علی خان صاحب جالپور ..	۔	۔	۵۰
" حکیم اجمل خان صاحب مسیح الملک بہادر دہلی	۔	۔	۵
" ایم ۔ آئی خان ۔ بمبئی ..	۔	۔	۲
" عبد العزیز صاحب بحرین ..	۔	۔	۱۵
جنابہ والدہ خلیل احمد صاحب لاہور ..	۔	۔	۸
" فاطمہ بی صاحبہ	۔	۔	۲
جناب ایم ۔ اے قاضی صاحب	۔	۔	۵
" سید محمد نقی صاحب	۔	۔	۶
" نواب الدین "	۔	۔	۶
" تاج الدین " کنڈی و نم	۔	۔	۵
" عبد العظیم صاحب انجن گاؤں	۔	۔	۱

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب ایم ۔ اے صوفی صاحب کلکتہ ..	۔	۔	۱۰
واپسی پیشگی	۔	۔	۱۷۴
جناب سید مقبول احمد صاحب بستی	۔	۔	۶
" فضل کریم خان صاحب اباز ئی لیشاور	۔	۔	۳
" شیخ خدا بخش صاحب "	۔	۔	۱۰
" صبیح الدین صاحب دہلی	۔	۔	۱
" امیر حسن صاحب کاکوری	۔	۔	۱
" منشی محمد حسین " عرائض نویس	۔	۸	۴
" فضل الدین صاحب	۔	۔	۵
" محمد یوسف صاحب "	۔	۔	۴
میزان	۔	۱۲	۱۱۵۹

گوشوارہ آمد ریویو نقشہ نمبر ۲ اسلامک ریویو لٹریچر فنڈ

	پائی	آنہ	روپیہ
مفت تقسیم بل جناب محمد حسین صاحب (رسٹ ضلع گیا)	۔	۔	۲۵
" جناب خالد خان صاحب کوہاٹ	۔	۔	۵۰
" حضور میجر حاجی محمد حمید اللہ خان صاحب بھوپال	۔	۔	۵۰
قیمت رسالہ	۔	۱	۵۳۴
میزان	۔	۱	۶۵۹

آمد تبلیغ اسلام لٹریچر فنڈ نقشہ نمبر ۳

	پائی	آنہ	روپیہ
جناب مرزا غلام حسین صاحب لاہور	۔	۔	۱۰
" قاضی صلاح الدین صاحب اٹاوہ	۔	۔	۲۹
" فرید الدین صاحب مین پوری	۔	۸	۱۷
" نصیر احمد صاحب بنگلور	۔	۔	۵
معرفت نصیر احمد " "	۔	۔	۱۰
میزان	۔	۸	۷۱

تفصیل خرچ اسلامک ریویو لٹریچر فنڈ و مسلم مشن ووکنگ دفتر لاہور

	پائی	آنہ	روپیہ
مد ۴۵ الاؤنس اڈیٹر اسلامک ریویو بابت ماہ مئی	۔	۔	۳۰۰
مد ۴۶ تنخواہ عملہ	۔	۔	۲۶۳
مد ۴۷ بل حضرت خواجہ صاحب تالیف نو مسلمین و مولفۃ القلوب وغیرہ از دسمبر ۱۹۲۴ء تا ۳۰ اپریل ۱۹۲۵ء	۔	۴	۱۰۱
مد ۴۸ بل جناب عبد الخالق خان صاحب بوہرہ مشنری کرایہ جہاز از بمبئی تا لندن	۔	۔	۷۳۷
مد ۴۹ کرایہ دفتر ماہ مئی ۱۹۲۵ء	۔	۔	۱۰
مد ۵۰ کرایہ سکرٹری مشن لاہور سے قصور ۔ کرایہ تانگہ اسٹیشن لاہور ا ر ٹکٹ قصور عہ اسٹیشن قصور کرایہ تانگہ ۴ ر ۔ ٹکٹ واپسی لاہور عہ ۔ خوراک ۱۲ ر تانگہ لاہور ۶ ر بل لاہور سے حصار ۔ تانگہ اسٹیشن لاہور ۱۰ ر قلی ۶ ر ٹکٹ حصار عہ قلی حصار گھر تک ۳ ر ٹکٹ واپسی حصار تا لاہور عہ قلی لاہور ۲ ر ۔ کرایہ تانگہ ۱۰ ر ۔ خوراک ۴ یوم ۱۲ ر	۔	۱۲	۱۹
مد ۵۱ بل جناب عبد الحق خان صاحب بمبئی سے برلن تک بطور زاد سفر جس کی تفصیل دفتر تجارت میں موجود ہے	۔	۔	۱۷۴
مد ۵۲ پیشگی برائے سفر خرچ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب از لاہور تا بمبئی	۔	۔	۲۰۰
مد ۵۳ پیشگی برائے سفر خرچ جناب ڈاکٹر صاحب و فنانشل سکرٹری بطرف ڈلہوزی نوٹ ۵	۔	۔	۱۵۰
میزان	۔	۔	۱۵۵۵

نوٹ ۵ یہ سفر ڈاکٹر صاحب و فنانشل سکرٹری صاحب نے پریسیڈنٹ صاحب سے بعض امور متعلقہ مشن پر بالمشافہ گفتگو کرنے کیلئے کیا۔ بقیہ رقم واپسی پر جمع ہوگی۔ ۔ سکرٹری

حصہ اول   نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

درخواست ہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

عزیز منزل - لاہور

قیمت سالانہ للعہ   ممالک غیر سے [illegible]

شَهِدَ مِنْكُمُ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا
أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ
بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ
لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي
فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ
فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ
أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ
هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ
أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ
وَعَفَا عَنْكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ
اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ
الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ
ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ
وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ

فہرست مضامین رسالۂ اشاعتِ اسلام لاہور

جلد (۱۱) | بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۵ء مطابق ماہ صفر ۱۳۴۴ھ | نمبر ۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۵ء

جلد (۱۱)

شذرات

عید الاضحیٰ ووکنگ میں عید الاضحےٰ جمعرات کے دن ۲ جولائی کو ہوئی۔ خواجہ صاحب کا بہت انتظار تھا۔ لیکن وہ اس تاریخ کے جہاز میں جگہ حاصل نہ کرسکے۔ کہ جن سے وہ اس مبارک موقعہ پر انگلستان پہنچ جاتے۔ وہ ایک جہاز بعد میں پہنچے۔ بہر حال انہوں نے پہلے سے خطبۂ عید بھیج رکھا تھا جو طبع ہو چکا تھا۔ چنانچہ مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے نے جن کی اقتدا میں نماز عید ہوئی۔ اس خطبہ کو پڑھا۔ یہاں عید کے لئے ہفتہ کا کوئی دن موزوں نہیں ہوتا لیکن تاہم اچھا خاصہ مجمع تھا۔ دن بہت ہی اچھا رہا۔ ہر ملک و قوم کے مسلمان جمع تھے۔ غیر مسلم بھی موجود تھے۔ خطبہ کا خاص اثر قلوب سننے پر تھا۔ یہ تو عید خیر و خوبی سے گذر ہی لیکن آئندہ عیدوں کی جو مشکلات ہیں وہ ابھی منہ دکھا رہی ہیں۔ آیندہ عید الفطر ابتدا اپریل میں ہوگی۔ وہ ایسے ایام نہیں۔ کہ کوئی شخص باہر نماز ادا کرسکے۔ بارش کا سوال تو خیر خیمہ جات سے حل ہوسکتا ہے۔ جیسے گذشتہ چند عیدوں میں متواتر ہوا۔ لیکن سوال تو موسم سرما کا ہے۔ یہاں کی سردی ایسی نہیں۔ کہ ہم عید جیسا تیوہار باہر آسمان تلے

سبزہ پر ادا کر سکیں + اور اپریل کے بعد تو متواتر چھ ماہ کڑے پالے اور سردی کے ہیں جسمیں بعض ایام برف باری کے بھی ہوتے ہیں۔ آج ہمکو تقریباً ۲۶ - ۲۷ عیدیں منانے کا موقعہ ملا - اگرچہ یہاں بارش کا کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا۔ لیکن ان گذشتہ تیرہ سالوں میں ہم خدا کے فضل کے ہمیشہ مورد رہے - شاید تین موقعے ایسے گذرے جو ہمیں بارش سے تکلیف ہوئی اور ہمنے خیموں میں پناہ لی۔ والا اکثر اوقات ایسا ہی ہوتا رہا۔ کہ عین برسات ہوتے ہوتے وقت پر مطلع صاف ہو گیا۔ اور ہم نے اس فریضہ کو ادا کیا +

ہز ہائنس بیگم صاحبہ والئے بھوپال کے قابل توجہ امر

بہرحال ایام گرما کی عیدیں ختم ہو گئیں بارش کا علاج بھی ہو گیا - لیکن سردی اور برف کا علاج اس وقت تک یہاں نہیں - اس کا تو ایک ہی علاج ہے کہ مسجد کی توسیع ہو۔ موجودہ مسجد میں صرف ساٹھ ستر نمازیوں کی گنجائش ہے - اور ہماری مسجد کم از کم اس قابل ہونی چاہیئے۔ کہ ہمیں دو اور تین صد نمازیوں کی گنجائش ہو سکے - اسی صورت میں عیدین کی نماز بخوبی ہو سکتی ہے - یہ مسجد مرحومہ نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ والئے بھوپال کے عطیہ پر بنی تھی - انہیں اس امر میں بہت شغف تھا۔ چنانچہ بھوپال میں بہت سی مساجد اُن کے وقت کی یادگار ہیں - یہ بھوپال کی مسجد بھی انہیں کی توجہ سے بنی - اسی لئے ہم اسے **مسجد شاہجہاں** کہتے ہیں - خواجہ صاحب کے عرض کرنے پر موجودہ فرمانروا نے اپنی معمولی دریا دلی سے توسیع مسجد کے لئے ایک گرانقدر رقم دینے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے ہم نہایت ادب سے ان کی توجہ اس طرف منعطف کراتے ہیں۔ مسجد کی توسیع آئندہ عید الفطر سے پہلے پہل ہو جانی چاہیئے +

عید پر کھانا اور چائے حسب معمول عید پر حاضرین کیلئے کھانے ا...

چاء کا انتظام مشن کی طرف سے ہؤا۔ مقتدی اور دیگر اصحاب بہت بہت فاصلہ سے عید پر ووکنگ میں آیا کرتے ہیں۔ وقت نماز گیارہ بجے ہوتا ہؤا۔ اور خطبہ ختم ہوتے ہوتے ۱۲ بج جایا کرتے ہیں۔ ہمیشہ سے کھانے کا انتظام مشن کیطرف سے ہؤا کرتا ہے۔ اب کے بھی کھانا ہندوستانی وضع کا تھا۔ پلاؤ قورمہ وغیرہ اور شیرینی کے طور پر ہندوستانی سوّیاں طیار کی گئیں۔ جلسہ تقریباً دس بجے سے چلکر شام کے چھ بجے تک رہا۔ سہ پہر کی چاء کے بعد احباب نے گھروں کو جانے کا خیال کیا +

لارڈ ہیڈلے کی تقریر خطبہ اور کھانے کے بعد لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے ایک اپنا چھپا ہؤا مضمون پڑھا۔ جو اسلام اور عیسائیت پر تھا۔ جس کا ترجمہ بھی ان صفحات میں دیا جائیگا۔ لارڈ صاحب موصوف برابر اپنی قلم و زبان سے اشاعت اسلام میں کام لیتے رہتے ہیں۔ مختلف مقامات پر لیکچر دیتے ہیں۔ اور مختلف اخبارات میں لکھتے رہتے ہیں۔ حمایت اسلام میں اُن کے بعض مضامین امریکہ اور آسٹریلیا کے پرچوں میں بھی چھپے ہیں۔ اُن کی استقامت نے اور ایسا ہی مشن کے قیام اور ہماری سرگرمیوں نے مغرب کی توجہ کو نہایت زور سے اس طرف کھینچ رکھا ہے +

خواجہ صاحب کی نئی تصنیف اسلام اور آتش پرستاں اس عنوان کی کتاب جو زیر تصنیف تھی۔ اور جس کے ابتدائی چند صفحوں کا ترجمہ اس رسالے میں نکل بھی چکا ہے۔ نہایت عمدہ کاغذ اور خوبصورت جلد کے ساتھ شائع ہو گئی ہے۔ اس کتاب میں نہایت عمدہ پیرایہ میں حضرت زرتشت کے پیروؤں کو تبلیغ اسلام کی گئی ہے۔ یہ کتاب انگریزی میں ہے اس تصنیف کا مقصد تو تو ہی پورا ہو گا جب یہ کتاب آتش پرست اصحاب کے ہاتھ میں جاوے۔ وہ لوگ تو خود خریدنے سے رہے۔ اور مفت بھیجنا بھی مفید

نہیں ہوا کرتا - اس کا ایک ہی نتیجہ ہے - ہمارے بعض دوست بطور تحفہ اپنے پارسی احباب کو یہ کتابیں بھیجیں - اسکی قیمت تو اڑھائی روپیہ ہے - لیکن ان اغراض کے لئے اسمیں کمی بھی ہو سکتی ہے - صوبہ بمبئی اور حیدر آباد کے ہمارے احباب اس پر غور کریں۔

حضرت خواجہ صاحب کا ایک تازہ خط

حضرت خواجہ صاحب نے اپنے ایک تازہ خط میں جو اپنا اطمینان اپنی واپسی پر ظاہر کیا ہے - اس سے ہم اپنے مکرم قارئین کو بھی اطلاع دیتے ہیں - وہ لکھتے ہیں - کہ اب کے انگلستان میں قدم رکھتے ہی اعلیٰ طبقے کے سرکلوں میں انہیں جانے کا اتفاق ہوا - کئی ایک **ایٹ ہوموں** میں وہ شریک ہوئے - مشن کے ایٹ ہوم پر جو خواجہ صاحب کے ولایت پہنچنے کی تقریب پر دیا گیا کثرت سے لوگ آئے - ان تقریبوں میں عموماً طبقے کے لوگ تھے - وہ لکھتے ہیں - کہ ایک وہ زمانہ تھا - جب ان طبقات میں اسلام کا نام لینا - یا مسلم مشن کی طرف تلمیح کرنا ایک طرح کی نفرت - وحشت نیسی اور اجنبیت کو محرک کرنا تھا - لیکن آج وہ بات نہیں "بس جہاں گیا" - خواجہ صاحب لکھتے ہیں "وہاں اپنے لئے ایک رنگ کا خیر مقدم پایا - لوگ شوق سے مجھے ملنا اور واقفیت پیدا کرنا چاہتے تھے - انمیں سے بعض عید پر آ چکے تھے - اور دوسرے اپنا تاسف ظاہر کرتے تھے - کہ وہ عید پر شریک نہ ہو سکے - گویا اسلام نے اپنی جگہ پیدا کر لی - اور وہ یہاں قابل توجہ ہو گیا - یہ رنگ میں نے آج سے دو سال پہلے بھی نہ دیکھا تھا - اور تو اور جس بات نے مجھے خاص طور پر حیران کیا - وہ میرے مکرم مسٹر عبد اللہ یوسف علی صاحب پنشنر (ڈپٹی کمشنر) کی طبیعت میں خاص تبدیلی تھی -

وہ ویسے تو اسلامک ریویو میں کبھی کبھی لکھا کرتے تھے۔ اور اسلام پر حسب ضرورت تقریریں بھی کرتے تھے۔ لیکن اب کے انہیں میں نے خاص شغف دیکھا۔ انہوں نے مجھے باصرار کہا کہ ہمیں یہاں توسیع و اشاعت اسلام میں خاص کوشش کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہاں کے لوگ اب طیار ہیں۔ مسٹر یوسف علی کا یہاں کے اعلےٰ اور درمیانہ طبقے میں خاص اثر ہے۔ ان کا نیا شغف گویا ان کی یہاں کی نبض شناسی کا نتیجہ ہے۔ کہ اب لوگ اسلام کیطرف زیادہ متوجہ ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ لارڈ ہیڈلے سے جو لفت لوگوں کو آج سے کچھ سال پہلے متواتر آٹھ دس سال تک انکے اعلان اسلام کے باعث رہی وہ اب ختم ہو گئی۔ یہ تبدیلی خصوصاً اُن کے حج جانے کے باعث ہوئی۔ پہلے تو لوگ یہ سمجھتے رہے۔ کہ اسلام میں رکھا ہی کیا ہے۔ جو لارڈ ہیڈلے ایک مدت تک اس کا حلقہ بگوش رہیگا۔ لیکن جب برابر دس سال تک وہ استقامت سے اس عقیدہ پر جمے رہے۔ اور عین سخت گرمی کے ایام میں انہوں نے حج کا ارادہ کیا۔ تو یہ امر لوگوں کے استعجاب کا موجب ہوا۔ وہ شخص جو برفانی ملک کا باشندہ ہے وہ مکہ مکرمہ جیسی گرم جگہ کو اور وہ بھی جون جولائی کے ایام میں حج کیلئے جاتا ہے اس بات نے از سر نو دس سال کے بعد عام مغرب کی توجہ کو لارڈ ہیڈلے اور اسلام کیطرف منعطف کیا۔ اس امر نے لارڈ موصوف کے صدق و صفا پر لوگوں کو متیقن کیا۔ پھر لارڈ موصوف کی واپسی پر جب انکی متواتر تقریریں حج پر مختلف مقامات میں ہوئیں۔ اور انہوں نے عموماً ہر موقعہ پر ظاہر کیا۔ کہ حج بیت اللہ نے انکے ایمان اور انکی محبت اسلام میں اضافہ کیا۔ تو اس سے اور بھی نیک اثر یہاں ہوا۔ چنانچہ یہ امور اب آسانی سے نظر آرہے ہیں ✦

لارڈ ہیڈلے کی نقیب سے ملاقات

اس اسلامی بڑھتے ہوئے اثر کو دیکھ کر خود پوادر کے بڑے حلقے میں ہلچل ہو رہی ہے اب اور تو ان کے پاس کیا رہا ہے۔ اس امر

پر زور دیا جا رہا ہے۔ کہ اسلام میں عورت کی عزت نہیں۔ عورت کے ساتھ نیک سلوک نہیں ہوتا۔ اس امر کو ہمنے ابتدا سے ہی سمجھ لیا تھا۔ کہ ہمارے خلاف یہ لوگ کیا کہیں گے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلامک ریویو میں ہم ہمیشہ حقوق نسوان پر بحث کرتے رہتے ہیں۔ اور کرتے رہینگے بشپ آف لندن نے پرسوں لارڈ ہیڈلے کو بلوایا۔ یہ ملاقات ہی کہتی ہے۔ کہ ان لوگونکو کہاں تک ہمارے مشن نے گھبرا رکھا ہے لارڈ موصوف نے محولہ بالا مضمون کی ایک کاپی بشپ موصوف کو بھیجی بشپ گویا موقع کی تلاش میں ہی تھا۔ اس نے فوراً لارڈ موصوف کو ملاقات کے لئے بلوایا۔ ملاقات کا وقت تو تھوڑا تھا۔ البتہ بشپ موصوف نے پسند کیا۔ کہ لارڈ موصوف ان سے پھر ملیں۔ اور بالاستیعاب گفتگو ہو۔ اس تھوڑی سی ملاقات میں بھی لارڈ ہیڈلے نے یہ تو انکو کہدیا۔ کہ اصل تعلیم مسیح اور تعلیم محمدیت مآب تو ایک ہی مقصد کی طرف دنیا کو لیجانا چاہتی ہے۔ لیکن جو امور جناب مسیح کے جانے کے بعد پادریوں نے مسیح کے سادہ مذہب میں ملا دیئے۔ اُن پر اُسے کبھی ایمان نہ تھا۔ لارڈ ہیڈلے نے اُسے کہا۔ کہ یہ گذشتہ تیرہ سال کی بات نہیں جب سے وہ مسلمان ہُوا۔ بلکہ جب وہ دس سال کا بچہ تھا۔ تب سے اُسے الوہیت مسیح۔ کفارہ مسیح۔ عشاء ربانی وغیرہ آپکے معنی عقیدے نظر آتے تھے۔ اس نے انسانی نجات و فلاح کے لئے کبھی ان باتوں کو قابل توجہ نہیں سمجھا۔ اور نہ آج وہ انکو ضروری سمجھتا ہے۔ اس پر بشپ موصوف نے کہا۔ کہ ایسی حالت میں تو آپ سے گفتگو کرنا ایک قسم کی تضیع اوقات ہے۔ بجواب لارڈ ہیڈلے نے کہا۔ کہ نہیں۔ آپ اگر ان باتوں میں کوئی معقولیت دیکھتے ہیں تو مجھے سمجھا سکتے ہیں۔ میں آپ کی باتیں سننے اور ان پر غور کرنے کو تیار ہوں لیکن یہ امر صحیح ہے۔ کہ گذشتہ پچاس ساٹھ سال سے یہ باتیں میری سمجھ

ہیں کبھی نہیں آئیں - اور نہ ہیں نے کسی کی نجات کے لئے انہیں ضروری سمجھا - اس ملاقات میں تو اس قدر تذکرہ رہا - آئندہ ملاقات شاید زیادہ نتیجہ خیز نکلے - لیکن اس سے یہ تو نظر آتا ہے - کہ پانی کس طرف بہہ رہا ہے +

مسلم لٹریچر کی اشاعت

ان حالات کے پیدا ہو جانے پر ضرورت اس بات کی ہے - کہ مسلم لٹریچر کی اشاعت کثرت سے مغرب میں ہو - چھوٹے چھوٹے رسالے جنکی قیمت بہت تھوڑی یا برائے نام ہو وہ لکھے جاویں - اور عام طور سے لوگوں کے گھروں تک پہنچائے جائیں - یہ تو مشکل امر ہے - کہ لوگونکو اس وقت خطبات اور وعظوں کے ذریعے اسلام سے اطلاع دیجائے - اوّل تو ہمارے ہاں مُبلغ ہی گنتی کے ہیں - وہ کہاں کہاں جا سکتے ہیں - ہاں خواجہ صاحب نے گذشتہ تین سالوں میں نہایت اعلیٰ کتابیں لکھی ہیں - اور وہ لکھتے رہتے ہیں - لیکن دقت یہ ہے کہ وہ ضخیم کتابیں ہیں - کہاں تک مفت تقسیم ہو سکتی ہیں - بعض ان میں سے مثلاً ینابیع المسیحیت اردو و انگریزی کی کثرت سے تقسیم بھی ہوئی ہیں - لیکن اس کیلئے ہم مشن کے بعض معاونین کے مرہون منت ہیں - کیا اچھا ہو - کہ اگر ہمارے بعض معاونین دو دو صد یا تین تین صد روپیہ ایک ایک کر کے بھیجدیں تو اُن کے نام پر یہ مختصر رسالے شائع ہو جائیں - ہمارے چھوٹے رسالوں میں سے جس کتاب نے مشن کو از حد فائدہ پہنچایا - وہ حدیثوں کا مختصر سا زبان انگریزی مجموعہ ہے - جو آج تک دس ہزار کاپی میں شائع ہؤا ہے - اسمیں شاید ڈیڑھ صد حدیث کا انگریزی میں ترجمہ ہے - اب خواجہ صاحب کا ارادہ ہے - کہ اسی قدر اور حدیثیں ترجمہ کر کے تین صد حدیث کا مجموعہ چھاپ دیں - اور اسکو نہایت ارزاں قیمت پر رکھا جائے - کوئی عاشق حضرت ختمیت مآبؐ ایسا نکل آئے جو اس کام کو اپنے ذمہ ڈال لے - ہمارے معاونین اس سوال پر غور کریں +

سرکس میں ہمارا حصّہ

اکالی ہمیں کیا سبق دیتے ہیں؟

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

ادھر ولایت کو آتا ہوا راستہ میں مَیں ایک رئیس کا مہمان ہوا۔ انکے ہاں ایک بنگالی سرکس کمپنی بھی تھی۔ سرکس کھیل کرنے والے کُل کے کُل جوان یا نو دس سالہ بچے تھے۔ انھوں نے سرکس کے قریب قریب وہ تمام کھیل کر ڈالے جو سرکسی اعلےٰ کھلاڑی کیا کرتے ہیں۔ ان بچوں کے اپنے عضلات پر پوری حکومت تھی۔ جس جانور کی ہیئت وشکل وہ چاہتے بنا لیتے پٹھوں کو جو حرکت چاہتے دے لیتے۔ قرآن نے ہی یہ دُنیا کو لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم بتلایا۔ کہ جسم انسانی میں وہ کل استعدادیں موجود ہیں۔ جو باقی مخلوقات میں الگ الگ رکھی گئی ہیں۔ جس جانور کے جس فعل کی نقل انسان چاہتا ہے کر سکتا ہے۔ عقاب کی آنکھ۔ مچھلی کی پیراکی۔ مگر مچھ کی غوطہ زنی۔ گھوڑے کی تیز قدمی سب ہی کچھ اسمیں موجود ہے۔ جسم پتھوڑا اخلاقی روحانی طور ایسے انداز و تقویم پر انسان کی نیو ڈالی گئی ہے۔ کہ یہ کُل کی کُل مخلوق کا مظہر بن سکتا ہے۔

انسان سے متعلق ماقبل اسلامی رائے

قرآن نے کیسقدر عظیم الشان راز انسان پر کھولا۔ اسکی استعدادوں سے اسے واقف کر دیا۔ وہ کیا کچھ نہیں کر سکتا اور کیا کچھ نہیں بن سکتا۔ بُدھ۔ ہندو۔ زرتشتی۔ عیسائی انسانوں کو بدیوں اور نقصوں کا پُتلا ہی سمجھتے رہے۔ بُدھ نے انسان کو اس قابل ہی نہ سمجھا کہ وہ دُنیا میں رہکر کوئی متمدنانہ خوبی حاصل کر سکتا ہے۔ اسکی سُرگ اس کے نروان میں سمجھی گئی۔ اسکی نجات اسکی ہلاکت میں قرار دیگئی۔ ہندو فلسفہ

نے دُنیا کو مایا اور دھوکہ قرار دیا۔ جس کا قطع تعلق ہی نجات کو پیدا کرسکتا ہے۔ زرتشتیوں نے انسان کو رُوحِ نیکی اور رُوحِ بدی کا آلہ بازی قرار دیا۔ گویا اُسے خُود اپنے افعال پر کوئی اختیار حاصل نہیں۔ ان سب کے پیچھے عیسائی آئے اُنہوں نے تو انسانی استعداد کا دیوالہ ہی بول دیا۔ مسیحی کلیسیا نے قرار دیا۔ کہ انسان کی سرشت میں خیر و خوبی کا نام نہیں۔ وہ بدی کا مجسمہ ہے گُناہ اسکی فطرت اور اس کے ورثہ میں آچکا ہے۔ ہمیں قوانین و شرائع پر چلنے کی اہلیت ہی نہیں۔ اسلام سے ماقبل انسان کے متعلق دُنیا مذہب و فلسفہ کی یہ رائے تھی۔ ان حالات میں کسی قسم کی ترقی و تمدن کے طرف رغبت و میلان فی نفسہ ناممکن تھا مثلاً کونسی انسانی ترقی ہے۔ کہ جس کا حصول کسی نہ کسی قسم کے قوانین و ضوابط کی پابندی و متابعت نہیں چاہتا۔ لیکن اگر حسب تعلیم کلیسیا انسان میں یہ استعداد ہی نہیں تو پھر وہ کس ترقی و تہذیب کیطرف مائل ہوسکتا ہے۔ اگر ایام وسطیٰ میں مسیحی دُنیا میں بالکل غیر متمدن تھی۔ تو ان ساری بدعنوانیوں کا ذمہ دار کلیسیہ کا یہی مسئلہ درشۂ گناہ تھا۔ یورپ جب تک اعتقاداً عیسائی رہا۔ اس برِاعظم میں کوئی خیر و خوبی نظر نہ آئی۔ مغرب نے جب کلیسیا کا جُوا اپنی گردن سے اُتار پھینکا۔ اور علمی اور تمدنی معاملات میں اپنی عقل و رائے سے کام لیا۔ فی الفور تمدن و شائستگی نے مغربی اقوام کو اپنے ظل برکت میں لیلیا +

کُل اہلِ مذاہب نے اسلامی اصُولہائے زندگی کو اختیار کیا

مذاہب مختلفہ کے یہ اصُولِ زندگی کب چلنے کے قابل تھے۔ آہستہ آہستہ ان مذاہب کے پیرووں نے رسمیاتِ مذہب کو تو قائم رکھا۔ لیکن تمدن و تہذیب کے متعلق جو امور فرداً فرداً ان مذاہب نے تعلیم کر رکھے تھے انہیں آہستہ آہستہ ترک کر دیا۔ مثلاً ان سب مذاہب نے رُہبانیت اور ترکِ دنیا کی تعلیم دے رکھی تھی۔ لیکن کسی نے بھی دُنیا کو نہ چھوڑا۔ چند مذہبی خبط والے

تو راہب ہو گئے لیکن باقی سب کے سب دُنیا بنانے اور دُنیا کی زیب و زینت میں لگ گئے۔ بدھ مذہب کے ماتحت اچھی سے اچھی سلطنتیں قائم ہو گئیں راجوں مہاراجوں نے راج پاٹ کو چھوڑنے کی بجائے اُسے مضبوط کیا دنیا کو مائیہ جاننے والوں نے دُنیا کو کمایا۔ اسکی پُوری غلامی کی۔ اسکی ہر لذت سے بہرہ یاب ہُوئے۔ اس وقت اگر بدھ مذہب کسی ملک کا ملکی اور قومی مذہب کہلا سکتا ہے۔ تو وہ برہما ہے۔ بدھ مذہب تو دُنیا کو جا سئے تکلیف قرار دے اور اُس کے لذات کو چھوڑنے پر زور دے۔ اور برہمی لوگ اپنے لہو و لعب اکہ تلاش حظوظ دُنیا میں کُل مذاہب دیگرہ سے سبقت لیجاویں۔ ہفتہ کے سات دن ہوتے ہیں۔ لیکن برہمی ایک ہفتہ میں دس مواقع خوشی پیدا کر لیتا ہے عیسائی دُنیا میں رُہبانیت تو کہاں۔ لیکن جہاں رُہبانیت ہے وہ ہماری دُنیوی زندگی پر بھی خندہ زن ہوتی ہے۔ عیسائی راہبوں کی معاشرت ہمارے اچھے خاصے اُمرا کو بھی نصیب نہیں۔ حق الامر یہ ہے۔ کہ کُل اہل مذاہب اس وقت روزانہ زندگی کے اصُول قریب قریب اپنے اپنے مذہب سے نہیں لیتے موجُودہ اصُول زندگی جو بھی ہیں۔ اور جہاں بھی ہیں۔ ان کا سرچشمہ اسلام ہی اسلام ہے

ہندو صاحبان نے اسلام سے کیا لیا

اس وقت ہندو قوم کے نصب العین میدان عمل میں ان کے پیش نہاد مقاصد جو کچھ بھی ہیں۔ وہ سب کے سب اسلامی ہیں۔ ہندو شاستر تو ذات پات کی تعلیم دیں۔ قومی امتیاز پر زور دیں۔ اچھوت کے ساتھ مل بیٹھنا تو درکنار اسکے سایہ سے انہیں بچنے کا حکم دیں۔ اور ہندو لیڈر اچھوتوں کو اپنے میں شامل کرنے کا فکر کریں۔ ویکم میں اچھوت قوموں سے جو سختی ہو رہی ہے۔ سنتے ہیں کہ انہیں اُن سڑکوں پر بھی چلنے کا حکم نہیں جہاں اعلےٰ ذات کے ہندو آتے جاتے ہیں۔ تو یہ کوئی برہمنوں کی ہٹ دھرمی نہیں۔ اُن کے شاستروں میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔ ذات پات کی تمیز اور سوشل امتیازات سے تو کوئی

غیر اسلامی تمدّن و تہذیب خالی نہیں - اور بالمقابل کسی مذہب نے ان امتیازات کے خلاف کچھ نہیں کیا - ہاں اسلام نے ان امتیازات کا قلع قمع کیا - لیکن ہندو لیڈر اپنے شاستروں کی اس تعلیم اپنی سیاسی مقاصد کے مخالف پاکر اسے چھوڑنا چاہتے ہیں - انہوں نے اسلامی تعلیم اخوت عامہ اور اس کے شاندار نتائج کو خوب سمجھ لیا ہے - وہ اس تعلیم کی خوبیوں پر اپنے شاستروں کو خوشی سے قربان کرنا چاہتے ہیں - اسی طرح سواراج کا بھی ایک مسئلہ ہے - منو کے قوانین تو جمہوریت کیلئے سم قاتل ہیں - اس کے تجویز دادہ راجہ پرجا کے حقوق پر سواراج چل نہیں سکتا - جہاں چار ذاتیں الگ الگ ہوں وہاں مساوات ہو نہیں سکتی - اور جمہوریت کی تو جان مساوات ہے - یہی ذاتی انفراق سنگھٹن کا بھی دشمن تھا - ہاں اسلامی تعلیم اتحاد ہی بہترین سنگھٹن کو دنیا میں پیدا کرسکتی ہے - اسی طرح شدھی کا مسئلہ ہے - ہندو دھرم میں شدھی! یہ تو دیانند جی مہاراج کی ایک بدعت ہے - لیکن یہ چاروں باتیں یعنے اچھوت کی شمولیت - شدھی سنگھٹن اور سواراج کچھ آپس میں ایسے ہم رشتہ ہیں کہ ایک کا حصول دوسرے کے سوا ہو نہیں سکتا - اور ہندو مذہب اپنی اصلی تعلیم کے رُو سے ان چاروں کا مانع ہے - لیکن یہی چیزیں تمدن کی جان ہیں مسئلہ توحید اسلام کی تہ میں مساوات انسانی - اخوت و وحدت انسانی - اور جمہوریت مضمر ہیں - جو ان کے خلاف عقیدہ رکھے وہ توحید سے ناواقف ہے! اور باریک رنگ میں شرک کرتا ہے - انہیں وجوہ سے اسلام جمہوریت کا بنا کنندہ اور سرچشمہ قرار دیا گیا ہے - یہ اسلامی برکات ہیں - دُنیا اس کی طرف آرہی ہے ہاں اسبات سے اگر کوئی محروم ہے یا اُن حقائق سے کوئی ناآشنا ہیں تو ہم مسلمان ہیں ؎

برسنگ منطقم اثرے میکند مگر
نے بہرہ ایں کساں ز کلام موثرم

ہر بات میں مسلمان پیچھے

الغرض اس قرآنی انکشاف نے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم - انسانی ترقیات کا دروازہ

کھولدیا۔ اس حقیقت نے کہ انسان میں ہر قسم کی اہلیت ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ دُنیا کو کہیں کا کہیں پہنچا دیا۔ قرون اولیٰ کے مُسلم اگر انسانی کمالات کو کہاں کا کہاں لے گئے۔ تو اس امر کا محرک بھی یہ انکشاف قرآنی تھا۔ آج اس زمانہ کے سرکسی کرتبوں نے اس آیت کے منطوق پر ایک اور مہر صداقت لگادی۔ لیکن قرآن کے اس عرفان سے ان ایام میں اگر کسی گروہ انسانی نے فائدہ اُٹھایا تو وہ غیر مُسلم ہیں۔ مثلاً اسی سرکس کو لیلو سرکس نہ تو گانے بجانے میں داخل ہے۔ کہ اسمیں راگ اور مزامیر کی بحث اُٹھے نہ فن ارباب نشاط کے کسی عنوان تلے اس کا کوئی کرتب آتا ہے نہ اسمیں کوئی چیز من قبیل فواحش ہے۔ یہ ایک ورزش جسمانی ہے۔ پہلوانی کی ایک شاخ ہے۔ اگر ایک مسلم پہلوان بن سکتا ہے۔ اور اس فن کو ذریعہ روزگار بنا سکتا ہے۔ اور اس پر شریعت کا بھی کوئی حرف نہیں آسکتا تو پھر سرکس کا پیشہ اختیار کرنے میں کیا حرج ہے۔ آج اس فن کے طاق بھی غیر مسلم ہی نکلے۔ اس فن کے ذریعہ بھی ہزارہا روپیہ غیر مسلم جیب میں گیا۔ اور اس امر پر کیا حصر ہے۔ جو کوئی امر بھی ترقی و تمدن کا دنیا دریافت کرتی ہے۔ تو اسکی طرف مسلم توجہ اس وقت ہوتی ہے کہ "جب آنکھ کھلی گل کی تو موسم تھا خزاں کا" ہوجاتا ہے۔

سرکس پر ایک دردمند مسلم دل کے افکار

ان سرکسی کرتبوں کو دیکھ کر میرے دل میں معاً لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کا آجاتا تو خیر میرے اشتغال معمولہ کے مناسب حال تھا۔ لیکن ان سرکسی نظارہ نے میری قلبی کیفیت کچھ اور کی اور پیدا کردی۔ میرے میزبان اور خصوصاً ان کے ہم جلیس تو سرکسی دلچسپیوں میں مصروف تھے۔ لیکن میرے خیالات کا مدوجزر مجھے کہیں کا کہیں لیجارہا تھا۔ سب سے پہلے میری توجہ سرکسی کھیلوں میں حصہ لینے والوں پر پڑی۔ سب کے سب مجھے غیر مسلم نظر آئے۔ اُس

کمپنی میں اگر کوئی مُسلم نظر آیا تو قُلی نظر آیا - اس کمپنی میں جو پانچ چھ مسلمان تھے ان کا کام کرسیوں اور بنچوں کو لانا یا ہٹانا - دریوں کو بچھانا - آلات سرکس کو اٹھانا - سرکسی سٹیج کو آراستہ کرنا وغیرہ وغیرہ تھا - الغرض قلیوں کے سارے کام ہم مسلمانوں کے ہاتھ آئے ہوئے تھے - اور یہ اس کمپنی پر کیا منحصر ہے ہر جگہ یہی رنگ نظر آتا ہے +

خدا کی شان! سرکس کوئی علمی کام نہ تھا - نہ کسی دماغی محنت و تعلیم کو چاہتا تھا - اس کمپنی میں دس بارہ سال کے بچے حیرتناک کرتب کر رہے تھے لیکن مسلم ابھی بھی نیچے رہ گئے - یہاں کوئی یونیورسٹی ڈگری حاصل نہ کرنی تھی - جو ہماری راہ میں اشکال پیدا کر دیتی - یہ کوئی تجارت نہ تھی - جہاں کسی بھاری سرمایہ کی ضرورت تھی - اس کا سرمایہ تو انسانی جسمانی قوتیں اور اس کے عضلات تھے - جو ہر جگہ موجود ہیں - ہاں یہ کام ایک قسم کا شوق - ہمت - محنت - جرأت اور تخیّل کو چاہتا ہے - اور یہ باتیں ہم میں مفقود ہیں +

تمدّن کی راہ سے ناآشنا مسلمان

تمدّن کی سڑک کوئی نرالی سڑک نہیں ہاں زمانہ کی ضروریات اس کے خط و خال کو بدلتی رہتی ہیں - اور عقلمند وہ ہیں جو زمانہ کی نبض شناسی کر کے اپنے حالات کو اس کے مطابق کر لیتے ہیں - وہ اپنی ہمت اپنے وقت اور اپنی محنت و سرگرمی کو پامال راہوں پر چلنے تک محدود نہیں رکھتے وہ آنکھ - کان کھول کر دُنیا میں پھرتے ہیں - وہ مشاہدہ اور تجربہ سے اپنے دل و دماغ کو کام میں لاتے ہیں - وہ اس تلاش میں رہتے ہیں کہ دُنیا کے ہر پہلو بدلنے پر اور دنیا روز بروز نئے انداز اختیار کرتی ہے دُنیوی ترقی و تموّل کی کونسی نئی راہیں پیدا ہو گئی ہیں - اور ان کے معاصرین کیا کچھ کر رہے ہیں - وہ لوگ ہر ایسے کام کو جو فواحش سے خالی ہو ذلیل نہیں سمجھتے

اسی چمڑے کی اور اس کے متعلقہ دوسری تجارتوں کو دیکھ لو۔ مذہبی احساسات ہندوؤں کو ان تجارتوں سے روکتا تھا۔ تعلیم جدید نے اُن کی آنکھ کھول دی انھوں نے مذہبی تعلیمات و احساسات کو بالائے طاق رکھا۔ آج بوٹ ذرین چرمی کاموں میں اعلےٰ پیمانہ پر تجارت کرنیوالے ہندو پیدا ہو گئے۔ انھوں نے مسلمانوں سے ایک مفید کام لیلیا۔ کیا ہم نے بھی اُن کاموں کو اپنا بنانے کی کوشش کی۔ جو ایک قسم کی اُن کی جائداد مخصوصہ ہو رہے ہیں۔ اسلام نے تو ہماری راہ میں کوئی مشکل نہ ڈالی تھی۔ اس نے تو ہر متمدّن کام کا دروازہ ہمارے لئے کھول رکھا تھا۔ لیکن ہم نے اسلامی برکات سے آنکھیں بند کرلیں۔ ہم بھیڑ اور بکری بن گئے۔ جن راہوں یا پیشوں پر ہمارے آباو اجداد چلے۔ اُن پر چلتا اور اُن سے ایک انچ بھی ادھر اُدھر ہونا ہم نے ایک مذہبی فرض سمجھ لیا۔ یہ باتیں تو ایک قسم کی خودکشی ہیں۔ یہ تو ہلاکت کے لچھن ہیں۔ کیا ہم بھی معاشرت و معیشت کے مسائل پر کبھی غور کرتے ہیں۔ کیا ہم بھی سوچتے ہیں۔ کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے کیا وجوہِ کفاف کی تلاش میں ہم نے بھی کبھی فکر کی کہ کوئی نئی راہ نکالیں

زمانہ بدلے مسلمان نہ بدلیں گے

اِنسانی مذاق انسانی مطلوبات و ضروریات میں ہر روز تبدیلی ہوتی ہے۔ انہیں تبدیلیوں سے حرفت صنعت اور روزگاروں کی نوعیّت و شکل بدلتی رہتی ہے۔ اِنسان کے حالات تو بدلتے جائیں۔ لیکن مسلمانوں کے وجوہ کفاف میں فرق نہیں آتا۔ غیر مسلمانوں نے آج سے بیس سال پہلے تانگے اور گاڑیاں چلانی شروع کیں مسلمان یکّوں کو ہی ہانکتے رہے۔ دُنیا میں موٹریں آ گئیں مسلمان یکّہ چھوڑ تانگہ بانی پر آ گئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو تمدن کی راہوں سے ناآشنا ہیں۔ آج سے چالیس سال پہلے یورپ سے سرکس والے آئے۔ آج اُن کی صورت نظر نہیں آتی۔ بیلون مغرب سے آیا

آج وہ بھی نہیں۔ برادرانِ وطن نے دیکھا۔ کہ یہ امور بھی ایک اچھے روزگار کا ذریعہ ہیں۔ اُن کا تخیّل اُنہیں کہاں کا کہاں لیگیا۔ اُن کی دوربین نگاہ۔ اُن کی ہمّت۔ استقلال اور محنت و جرأت نے ان قیمتی کاموں کو جو یورپ والے یہاں لائے۔ اُن کے ہاتھ میں منتقل کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں سرکس والے۔ بیلوں باز۔ دیگر ورزشی کاموں میں طاق۔ ہندو بنگالی۔ مرہٹے نظر آنے لگے۔ مرد کیا عورتوں تک میدان میں آگئیں تارابائی نے نکلکر مسلمانوں کو جتلا دیا۔ کہ میدانِ عمل میں اب وہ عورتوں کا سا کام بھی کرنے کے قابل نہیں۔ یہ نہیں کہ مسلمان بالقوے نامرد ہو گئے۔ یا اُن کے جسمی حالات بدل گئے۔ جسم بھی وہی ہے۔ تن و توش بھی وہی جسمی استعدادیں بھی وہی۔ لیکن خوابِ غفلت سے اُنہیں کون جگائے آپس کی تفسیق۔ تکذیب تکفیر سے اُنہیں کون فرصت دے ورنہ مسلمان کیا نہیں کر سکتے۔ مثلاً جب پروفیسر رام مورتی نے یہ دعوے کیا کہ اسکے کمالات ہندو جیتی ستی ہی حاصل کر سکتا ہے۔ اور کوئی نہیں کر سکتا اور اس سے اسکی غرض صرف یہی تھی۔ کہ قومی تعصبات کو بھڑکا کر ہندو جیب کو اچھی طرح کترے۔ اس پر ہمارے ایک مکرم ڈاکٹر عصمت اللہ نام کو جوش آیا۔ اُنھوں نے اس کے مقابلہ کی ٹھان لی۔ چند ماہ کی ورزش نے انہیں رام مورتی کے مقابلہ کے قابل کر دیا۔ وہ میدان میں خم ٹھوک کر آ گئے۔ اور رام مورتی کو پہلے میرٹھ اور پھر لاہور میں آپکڑا۔ مقابلہ کے لئے اُسے چیلنج دیا۔ رام مورتی نے بہتیرا ٹالا۔ لیکن وہ مردِ میدان کے مقابل کیا کر سکتا۔ لاہور سے وہ خوشاب گیا۔ ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب وہاں بھی تہنچے۔ آخر پروفیسر مذکور کو اپنے دعاوی واپس ہی لینے پڑے اور نہ معلوم اس کی راہ میں کیا واقعات جلدی ہی پیدا ہو گئے۔ کہ ہندوستان میں اس کی جگہ ایک عورت یعنے تارابائی نے لی۔ اس کے بعد

ڈاکٹر صاحب موصوف نے یہ میدان چھوڑ دیا۔ اور اپنے اصلی کام پر چلے گئے کیا اچھا ہوتا۔ اگر ڈاکٹر صاحب اس کام میں رہتے۔ اُن کی مثال ان کی تعلیم و تربیت بعض اور مسلمانوں کو جو کسی بہتر کام کو نہیں کر سکتے۔ اس شریفانہ روزگار کی طرف لے آتی۔ اگر مسلمان پہلوان بن سکتے ہیں۔ اور پہلوانی کو وجہ کفاف بنا سکتے ہیں۔ تو پھر سرکس میں کونسا امر مانع ہو سکتا ہے

سرکس چھوڑ آج ہندوستانی تمدن میں تبدیلی ہو رہی ہے۔ ہماری ضروریات اور کی اور ہوتی جاتی ہیں۔ فوٹو گرافی کی قدر دان ہندوستانی خاتون بھی ہونے لگی ہیں۔ دندان سازی نے عورت مرد دونوں کو اپنا محتاج کر رکھا ہے۔ اسی طرح اور بھی نئی ضرورتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ مانا کہ ہندوستان سے اور خصوصاً ہندو اصحاب سے وہ پردہ کے قیود دُور ہوتے جاتے ہیں جو پہلے تھے۔ پھر غیر محرم نگاہ اور ہاتھوں سے ابھی پرہیز باقی ہے۔ عورتوں کی ضروریات کو اگر عورتیں ہی دفع کریں تو بہتر نظر آتا ہے۔ فن قابلہ تو ابھی مُدتوں تک ہندوستان میں عورتوں کے پاس ہی رہیگا لیکن اور امراض میں اگر خواتین کو طبّی امداد اپنے صنف سے ہی ملے تو زیادہ ترجیح کے قابل امر ہے۔ اس امر کو بھی ہندو اصحاب کی دُور بین نگاہ دیکھ رہی ہے۔ فوٹو گرافی۔ دندان سازی۔ میڈیکل شعبہ ان سب میں ہندو مستورات ہی تھوڑا بہت حصّہ لے رہی ہیں۔ اور وہ دن قریب ہے۔ کہ ان امُور میں ہندوستانی خواتین کی ضروریات ہندو خواتین ہی پُورا کرینگی۔ روپیہ کی یہ نئی نہریں ہندوستان میں کھُد رہی ہیں۔ اور عنقریب کُل مُلک میں چاروں طرف نظر آئیں گی۔ لیکن یہ انہار زر بھی ہندو زمینوں کو ہی سیراب کرینگی اُن کا منبع تو مسلمانوں کے گھر ہونگے لیکن ان کا دہانہ ہندو اصحاب کے مکان ہونگے ؎

خط بڑھا زُلفیں بڑھیں کاکل بڑھے گیسو بڑھے   حُسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

اچھوت قوموں کے قائمقام

کس بات کا افسوس کریں اور کس پر نوحہ کریں۔ ہم کیا کر رہے اور کیا چاہتے ہیں۔ کس سوارج کا خیال ہے۔ اور کس سیاسی طاقت و شوکت کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ہمارا حشر ہمیں معلوم ہے۔ ہم سیاسی سرکس کا سٹیج بنانیوالے۔ کرسیاں میزیں بچھانیوالے انہیں ہٹانیوالے ایکٹروں کے آلات اُٹھانیوالے اور اُن کی امداد کرنے والے یہ ہماری موجودہ حالت ہے۔ جس کے پیچھے ہندو بھائی لگے ہیں۔ اور اُسے لے کر رہینگے۔ وہ ہمارا النصبُ العین نہیں ہو سکتیں۔ وہ علم و دولت کو چاہتی ہیں اور یہ دونوں باتیں ہم میں نہیں۔ وہ ایثار۔ استقلال۔ اور ہمت کو چاہتی ہیں۔ اور یہ ہم میں مفقود ہیں۔ ہم کس بات میں اہل وطن کا ساتھ دیں وہ دن دور نہیں جو من حیثُ القوم ہم ایک بھولی بسری ہستی ہو نگے۔ یہ اچھوت قومیں تو ہندوؤں میں شامل یا مدغم ہو کر متمدّن اور مہذّب زندگی بسر کرینگی۔ اور ہم اچھوت قوموں کا ساتھ دیں گے۔ آخر دُنیا کے کام چلتے ہیں۔ اُن کے ایک زمانہ کے کرنیوالے مٹ جائیں۔ اُن کے قائمقام اور پیدا ہونگے۔ ہم اچھوتوں کے قائمقام ہونگے۔ اُن کا روزگار ہمارے مُقدر میں نظر آتا ہے۔ ہمنے اسی زمانہ میں اس اُتار چڑھاؤ کو دیکھا ہے آجکل کے دیسی عیسائیوں کو دیکھ لو۔ ان میں اکثر آج سے دو تین پشت پہلے کے اچھوت ہیں۔ عیسائی ہو گئے۔ تعلیم حاصل کی۔ پہلے کلرک۔ ٹیچر۔ پھر چھوٹے ڈاکٹر۔ پھر ڈپٹی کلکٹر مجسٹریٹ وغیرہ وغیرہ۔ آج وہ اعلےٰ خاندان کے دیسی عیسائی۔ لیکن اُن کے آبا و اجداد کے پیشہ تو دُنیا سے مٹ نہ سکتے تھے۔ اُن کا کام آخر کسی نے کرنا تھا۔ اور میں نے بچشم خود اُن کا کام کشمیر میں مسلمانوں کو کرتے دیکھا۔ کشمیر میں آج سے پچاس سال پہلے کوئی مہتر یا حلالخوروں کا پیشہ نہ تھا۔ کرنیل کے ہوتے پر صفائی کے لئے مہتروں کی ضرورت پڑی۔ ان کا کام عام طور پر سڑکوں کی صفائی تھی نسبت صاح

رزیڈنٹ نے پنڈی سے چند مہتر بلوائے بعض کشمیریوں نے جو اپنی بدکاریوں کے باعث نانِ شبینہ تک کے محتاج تھے۔ ان سڑکوں کی صفائی کے کام میں مہتروں کا کام قبول کرنے میں عار نہ دیکھا۔ اور آج آہستہ آہستہ وہ سارے ہی کام کرتے ہیں جو مہتر قوم کرتی ہے۔ اس وقت ہندو قوم ان چھ سات کروڑ اچھوتوں کو اپنے میں شامل اور مدغم کرنا چاہتی ہے۔ اسکی تہ میں یا اسکی محرک کوئی چیز ہو۔ لیکن یہ ظاہر ہے۔ کہ ایکدن اس ادغام سے ہندو شماری طاقت بڑھ کر اُن کی پولیٹیکل اغراض کو حصول کے قریب لے آئیگی یہ امر ہو کر رہیگا۔ اسکی بنیاد نہایت مضبوط طریق پر پڑ گئی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ پولیٹیکل اغراض کا حصول ایک بھاری شماری طاقت چاہتا ہے۔ وہ جو ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں۔ ان کا نصب العین بھی یہی ہے لیکن ملک کی بدقسمتی سے ایک گروہ ہندو قوم میں ایسا پیدا ہو گیا ہے۔ جو مسلم طبقہ کا محتاج ہونا نہیں چاہتا۔ وہ مسلمانوں کی بجائے اچھوتوں سے وہی کام لینا چاہتا ہے۔ اور اس گروہ کی طاقت بھی اب بڑھتی جاتی ہے لیکن ہندو اصحاب لاکھ آپسمیں مختلف الآراء یا مختلف عقاید و خیال ہوں وہ سب اس مسئلہ اچھوت میں ہم زبان ہیں۔ وہ مسلمانوں کی طرح بیوقوف نہیں کہ کسی اختلاف رائے باہمی کے باعث دوسرے معاملات میں بھی ملکر کام نہ کریں۔ یہ تو ہماری شان ہے۔ کہ ذرا کسی سے کسی معاملہ میں اختلاف ہوا اور ہم مخالفت کیا عناد پر آ گئے۔ اور اپنے مخالف رائے کی ذلت کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا +

الغرض اچھوتوں کو اپنے میں جذب کرنے کی تحریک چل چکی ہے۔ اسکے ساتھ شدھی اور سنگھٹن بھی چل رہا ہے۔ یہ اچھوت تو ہندو ہو جائینگے صنعت حرفت تجارت کو حاصل کرینگے۔ زراعت کے کام میں گورنمنٹ سے حصہ لے کر کریں گے ہر ایک نو آبادی میں گورنمنٹ نے کچھ رقبہ ادنےٰ قوموں کی امداد کیلئے رکھا ہوا ہے

بعض کا خیال ہے۔ کہ اُنکی تہ میں نئے عیسائیوں کی امداد ہے۔ جو اچھوت قوموں سے ہونے ہیں۔ آج تک زیادہ تر عمل بھی یہی ہُوا لیکن گورنمنٹ نے اِس سے اور ونکو تو نہیں روک رکھا۔ آخر آریہ اُٹھے۔ اور اُنھوں نے گورنمنٹ سے اپنا حصّہ مانگا۔ اور وہ اچھوتونکو آریہ بناکران رقبوں میں آباد کرینگے۔ اور وہ کامیاب ہُوئے اور ہونگے لیکن کیا مسلمانونکو بھی اس طرف خیال آیا۔ لائلپور کی آبادی پھر سرگودہ کی آبادی۔ اب نیلی بار یعنی منٹگمری کی آبادی۔ پھر بہاولپور میں ملحقہ ستلج آبپاشی سکیم کے ماتحت آبادی۔ سب میں حصّہ ان اچھوت عیسائیوں کو ملا۔ اور ملیگا۔ آریہ بھی لے گئے لیکن مُسلم آج تک سوتے رہے اور سوتے رہینگے۔ اب لاہور کی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے اس طرف توجہ کی ہے لیکن وہ ایک انجمن کیا کرسکتی ہے۔ بہرحال یہ اچھوت آج سے پچاس سال بعد کے متمدن ہندو ہونگے اور ہم مسلمان ان اچھوتوں کا ترک کردہ کام کرینگے +

غیر قوم گورنمنٹ رعایا میں سے کس کی حمایت کریگی

ان حالات میں ہندو سواراج حاصل کرلینا کونسا مشکل کام ہے۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو۔ ایک اجنبی یا غیر قوم گورنمنٹ ہمیشہ علم۔ قابلیت۔ دولت اور شماری طاقت کے آگے سر جھکاتی ہے۔ یہ جو اس وقت کونسلوں میں قومی نیابت کا مسئلہ ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ گورنمنٹ نے رعایا میں سے ہر طبقے کا لحاظ کرتا ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ کثیر التعداد جماعت کے مقابل قلیل تعداد والی جماعت کی حمایت کا فرض گورنمنٹ میں ہے۔ یہ سب چند دن کی باتیں بہ وقتی مصلحتیں ہیں۔ یہ اغراض خاصہ کے حصول کے تقاضے ہیں۔ جس دن ہندو قوم اپنے پیش نہادہ نصب العین کو حاصل کرگئی۔ جس وقت ہندو قوم کے مختلف عناصر میں اتحاد کیطرف اور انہیں اچھوت قوموں کا ادغام دوسری طرف ہوگیا۔ اس وقت گورنمنٹ ہندو قوم کی خواہشات اور مطلوبات کو پورا کرنے پر مجبور ہو جائیگی۔ یہ قومی نیابت

کی بخشیں ۔ یہ ہندوؤں کے مقابل مسلمانوں کا لحاظ ۔ یہ گورنمنٹ ملازمتوں کی
تقسیم اس وقت سب ختم ہو جائیگی ۔ اور گورنمنٹ ایسا کرنے میں حق بجانب
ہوگی ۔ جب محکوم ملک کی قابلیت لیاقت ثروت ۔ طاقت ایکطرف ہو جاوے
تو بیرونی حکومت اُن کا ساتھ دینے پر مجبور ہو جاتی ہے ۔ گوردوارہ بل ایک
تازہ اور زندہ مثال اس اصول کی تشریح کرتی ہے ۔ جو میرے زیر قلم ہے
گورنمنٹ نے آج اکالیوں کے آگے سر جھکایا ۔ وہ منظور نظر مہنت کیا ہوئے
گورنمنٹ نے بہت کوشش کی کہ مہنتوں کا وقار اور انکی حیثیت قائم رہے کس قدر
فساد و بلوہ قتل مقاتلے ہوئے ۔ لیکن اکالیوں نے آخر گوردوارہ بل پاس
کرا ہی لیا ۔ اس بل نے مختلف شکلیں اختیار کیں ۔ سکھ قوم اپنے نکتۂ خیال
سے نہ ہٹی ۔ آخر گورنمنٹ نے دیکھ لیا ۔ کہ سکھ صحاب کی زیادہ تعداد اکالیوں
کے ساتھ ہے ۔ گورنمنٹ کو اس بل میں بقول پروفیسر جودھ سنگھ خالصہ کالج
امرتسر سکھوں کی نوے فیصدی مطالبات ماننے پڑے ۔ ننکانہ صاحب کا معاملہ
ابھی کل کا معاملہ ہے ۔ اگر صرف تین چار سال کے اندر گورنمنٹ مہنتوں کا
ساتھ چھوڑ سکتی ہے ۔ تو نئے حالات کے پیدا ہونے پر کیوں مسلمانوں کا ساتھ
نہیں چھوڑ سکتی ۔ اور غیر قومی سلطنت اپنا وقار اور اپنی عزت اس اصول پر
چلکر قائم رکھ سکتی ہے ۔ ایسی گورنمنٹ کا فرض ہے ۔ کہ وہ رعایا میں سے
جہاں علمیت قابلیت ۔ دولت ۔ ثروت اور شماری طاقت دیکھے اس کا ساتھ
دے ۔ اگر یہ اصول صحیح ہے ۔ اور ضرور صحیح ہے تو ہمارا پھر خاتمہ ہی خاتمہ ہے
ایک پچیس تیس سال اور گذرنے دو ۔ آج ہندو شاید گیارہ بارہ کروڑ
ہیں ۔ اور ہم سات آٹھ کروڑ ۔ اچھوتوں کا ادغام جب اُنہیں اٹھارہ
بیس کروڑ تک لے آئیگا ۔ تو پھر برٹش راج وہی کریگا جو وہ چاہینگے ۔ باقر گنج
میں آخر گاؤکشی بند ہو گئی ۔ میں کوئی چنداں گاؤکشی کا حامی نہیں محض
مثال کے طور پر یہ بات میں نے لکھ دی ہے ۔ اور آج بھی دیکھ لو گورنمنٹ

کے کان اور آنکھ اور بازو کون ہیں ۔ گورنمنٹ کی نگاہ میں گاندھی ۔ داس نہرو ۔ لاجپت رائے ۔ محمد علی ۔ شوکت علی کچلو ۔ ظفر علی سب یکساں ہونے چاہئیں ۔ اگر یہ گورنمنٹ کے مخالف ہیں ۔ تو پھر سب کے سب ہیں لیکن کیوں گاندھی کی ۔ داس کی نہرو کی عزت ہے ۔ اور مسلمان لیڈروں کو کوئی نگاہ تلے بھی نہیں لاتا ۔ اس کا باعث ان لیڈروں کی ذاتی حیثیات کی کمی بیشی نہیں اس کا فرق ہندو مسلم قوم کا فرق ہے ۔ ایکطرف اتحاد و اتفاق ہے ایکطرف افتراق و انشقاق ہے ۔ اسلئے جو ہورہا ہے غلط نہیں ہورہا ۔ قرآن کا بھی یہی قانون ہے ۔ وہ بھی انہیں ہی قائم رکھتا ہے ۔ اور انہیں ہی طاقتور کرتا ہے ۔ جو صاحب عمل ہوتے ہیں کہ لا یضیع اجر العاملین آخر اسی کا فرمان ہے +

ہندوستان کے سرکس میں ہمارا حصہ

دُنیا ایک تھیئیٹر اور سرکس ہے جسمیں ہر ایک انسان ایکٹر ہے ۔ ایک نہ ایک کام اس کے حصہ میں بھی آتا ہے ۔ ہندوستان بھی ایک سرکس ہے جسمیں آجکل پولیٹیکل کرتب ہوتے ہیں ۔ سرکس میں ایک گروہ تو کام کرتا اور کرتب دکھلاتا ہے لیکن ایک حصہ وہاں تماشہ بینوں کا بھی ہوتا ہے ۔ جب تھیئیٹر میں کوئی اچھا کرتب ہوتا ہے ۔ تو دیکھنے والے تالیاں بجاتے ہیں ۔ اُچھلتے کُودتے ہیں ۔ شور و غل کرتے ہیں ۔ واہ واہ کے نعرے بلند کرتے ہیں لیکن تماشائیوں کی یہ خوشیاں وقتی خوشیاں ہوتی ہیں ۔ تھیئیٹر سے نکلنے پر خوشیاں تو ختم ہو جاتی ہیں لیکن جیب خالی ہونے کا اثر اور معاملات پر دیر تک رہتا ہے ۔ ہاں سرکس والے فائدہ میں رہتے ہیں ۔ انکی جیب میں تماشبینوں کا روپیہ چلا جاتا ہے ۔ اس دُنیا یا ہندوستان کے سرکس میں ہم مسلمانوں کا کام اور حصہ تماشبینوں والا ہے ۔ سرکسی کرتبوں کا ہم کو بھی شوق ہے ۔ ہم ان کرتبوں پر حیرت اور قدر دانی دونوں ظاہر کرتے ہیں ہم تعریف کرتے

ہیں - تالیاں بجاتے ہیں - ہندو اور سکھ اور دوسری غیر مُسلم قومیں پولیٹیکل سرکس میں برابر حصّہ لے رہی ہیں - اور ہم اُن کی حوصلہ افزائی میں تالیاں پیٹتے ہیں - احسنت و مرحبا کا شور آسمان تک پہنچا دیتے ہیں - وہ قدم بقدم اپنی طاقت اور سیاست میں بڑھتے جاتے ہیں لیکن ہم کچھ ایسے تماشبینی کے مستقل مزاج ہیں - کہ سوا دیکھنے اور تعریف کرنیکے ہم سے کچھ اور نہیں ہوسکتا +

اکالی فتح میں ہمارا حصّہ

اِن چار پانچ سالوں میں اکالی محض اپنی ہمت شجاعت - ایثار اور قربانی سے اپنی پہلی منزل مقصود پر پہنچ گئے - آج سکّھوں نے قوم کا ایک کثیر تعداد روپیہ ضائع ہونے سے بچالیا - وہ ناجائز مصرف سے بچ کر قومی مفاد پر خرچ ہوگا - قومی تعلیم قومی اصلاحوں کے لئے جدید چندوں کی ضرورت نہ ہوگی گوردواروں کی لکھو کہا روپیہ کی آمد اب نیک راہوں پر خرچ ہوگی - سکّھ شماری تعداد کے لحاظ سے آگے بھی تعلیم میں سب سے آگے ہیں - اب ایک دس سال میں نصف سے زیادہ قوم تعلیم حاصل کریگی - اور وہ طاقت جس کا نام علم ہے - اور جس طاقت کے آگے دیگر سب طاقتیں سر جھکاتی ہیں - اسکی مالک وہ قوم ہوگی جو اپنی بیعلمی اور جہالت کے لئے مشہور ہے لیکن سکّھوں کی اس نمایاں فتح میں ہم نے بھی تو حصّہ لیا ہے - اور اب بھی حصّہ لے رہے ہیں - ہمنے انکی حوصلہ افزائی کی اگر ایجیٹیشن میں کسی شور و غوغا یا ہاہو کی ضرورت ہوئی تو ہمنے ایسا کیا - اگر گورنمنٹ کی مخالفت یا اُس کے عمل پر نکتہ چینی کرنے کی ضرورت ہوئی - تو ہمنے سب کچھ کیا اور آج بھی ہم سب کچھ کر رہے ہیں - اکالیوں کو مُبارک دینے میں ہم کسی سے پیچھے نہیں - ہمارے اخبارات میں ان امُور کا چرچا ہے ہماری لیجسلیٹو کونسل کے ممبر سکھ ممبروں کو مبارک دیتے ہیں - یعنے ہم

کر رہے ہیں جو تھیئیٹر یا سرکس کے تماشہ میں کیا کرتے ہیں۔ اس سرکس پر جانباز
سکھ آئے۔ انھوں نے جانیں لڑا دیں۔ ان کے سرفروش عمل نے بہترین
سے بہترین جوہر دکھائے۔ اس پر لازم تھا۔ کہ کوئی تالیاں پیٹے۔ وہ کام
ہم برابر کر رہے ہیں۔ لیکن کیا ہم نے بھی کوئی سبق اس سے حاصل کرنا ہے یا
نہیں۔ کیا جس امر کے حصول میں اکالیوں نے جانبازی کی۔ کیا اسی قسم کے
امر کا یا کوئی کام ہمارے سامنے بھی ہے یا نہیں۔ واحسرتا! ان جوانمرد
سکھوں نے تو وہی کیا جو ایک صادق مسلم کی زندگی ہوا کرتی ہے۔ ان کا
ایثار ان کی تکالیف کی برداشت یہ تو سب اسلامی شعار ہیں۔ وہ کون
امر ہے جو انھوں نے کیا۔ اور جس سے بہتر کرنے کے ہم مذہباً مکلف نہیں
انھوں نے کسقدر نمایاں کام کیا۔ اور اس ساری مہم میں نہ کسی قانون کو
توڑا۔ نہ کوئی سڈیشن کی تعلیم دی۔ نہ گورنمنٹ کو گالیاں دیں انھوں نے
تو ستیہ گرہ بھی نہ کیا۔ ہاں گورنمنٹ کے اس فعل کو غلط سمجھا۔ اور گورنمنٹ
کی غلطی کی مخالفت کی۔ کُل قوم ایک بات پر متفق ہو گئی۔ اگر کسی چیز سے
کام لیا تو استقامت سے ہمت سے صبر سے شجاعت سے ایثار اور سب سے
بڑھ کر خود ضبطی سے۔ گورنمنٹ نے آخر یہ سب کچھ دیکھا۔ اور گردن جھکا دی +

حصول مقصد کا اسلامی طریق اور ہمارا طرز عمل

لیکن یہ کام ہم سے تو ہو نہیں سکتا
ہم ایثار۔ خود ضبطی اور صبر کہاں
سے لائیں۔ حالانکہ یہ وہ اخلاق
فاضلہ ہیں جن کی تعلیم اسلام نے کی۔ جن سے متعلق ہونے پر قرآن
نے زور دیا۔ انہیں سے مشکل مہمات دنیا حل ہو جایا کرتی ہیں
لیکن ہم یہ باتیں بھول چکے ہیں۔ ہم میں خود ضبطی اور تحمل کہاں
ہمیں کوئی کچھ کہہ تو لے۔ ہم اس کی پگڑی اچھالنے کو تیار۔ ہم ایک کے بدلے
چار سنانے پر مستعد۔ ہم ایجیٹیشن کرنا جانتے ہیں۔ ہم ریزولیوشن پاس

کرنے تقریریں کرنی نکتہ چینیاں کرنی پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر مجلس کے گرمانے کے لئے صلواتیں سُنانی۔ الغرض انہدامی کام جتنے ہوں کرسکتے ہیں لیکن ہم میں تعمیری کام کی اہلیت نہیں۔ سکھوں نے ایک کام کر دکھایا۔ اُنھوں نے کوئی دنگا نہ فعل نہیں کئے۔ اُنھوں نے نہ گالیاں دیں نہ شور شر کیا۔ اگر کیا تو یہ کیا کہ جن جن جائدادوں کو وہ اپنا سمجھتے تھے۔ اُن پر قبضہ کرنا چاہا۔ وہ دیوانی عدالتوں میں جانے کی بجائے قومی عدالت کے فیصلہ پر عامل ہوئے۔ مخالفوں نے مختلف انتظامات سے فوجداری حالات پیدا کئے لیکن سکھ اشتعال میں نہ آئے۔ گوردواروں کی جائدادوں کو پالینا تو کوئی بڑی بات نہیں۔ ان پانچ سالوں میں سکھ قوم نے جو بھاری خزانہ پایا۔ وہ اپنی قیمت میں بےعدیل ہے۔ وہ خزانہ اُنکی خودضبطی تکالیف و مصائب کے مقابل ان کا صبر و تحمل اُن کی استقامت اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ کسی صداقت کیلئے جانفروشی کی طیاری +

ایثار کے پیدا کرنے کا قرآنی طریق

اپنی قوم کے مفاد میں سکھ دوستوں کا صدق اُن کا ایثار اُن کی وفا معرض امتحان میں آگئی۔ اور وہ کامیاب ہو گئے جیسے کہ میں نے ابھی لکھا۔ وہ ایک بھاری خزانہ کے مالک ہو گئے لیکن وہ روپیہ پیسے کا خزینہ نہیں۔ وہ لعل و یاقوت یا طلا و نقرہ کے دفینوں سے قیمتی خزانہ ہے۔ وہ اخلاق فاضلہ ہیں۔ یہ وہ دولت ہے۔ کہ جسکے حصول کی راہیں بہترین طریق پر اسلام نے سکھلائیں لیکن اس دولت سے آج ہم خالی ہیں۔ یاد رکھو ہر خلق فاضلہ کی تہ میں جو جوہر مضمر ہے۔ اور ان سب میں بطور جنس کے امر مشترک ہے۔ وہ خودضبطی اور ایثار ہے یہاں فلسفۂ اخلاق پر کچھ لکھنا گویا اپنے موضوع سے الگ ہونا ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ صداقت۔ شجاعت۔ عفت۔ استقامت۔ سخاوت

صبر۔ اگر اخلاق فاضلہ ہیں۔ تو ان سب اخلاق کی ریڑھ کی ہڈی ایثار ہے۔ بے نفسی اور ایثار ہی ان تمام ملکوتی اخلاق کا تخم ہیں۔ جو اس جہان میں رُوحانیات کا باغ اور آیندہ کی بہشت پیدا کر دیتے ہیں۔ قرآن نے اس سبق کو ہمارے دلوں پر مرتسم کرنے کے لئے جو بات فرمادی۔ وہ یُوں تو رات دن ہمارے ہونٹوں پر ہوتی ہے۔ لیکن اس پر ہمارا عمل نہیں۔ فرمایا۔ ولنبلونکم بشیئٍ من الخوف والجوع ونقصٍ من الاموال والانفس والثمرات ط وبشر الصّٰبرین ۵ الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۵ اولئک علیھم صلواۃ من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون ۵ "یعنے ہم تم پر خوف بھوک نقصان مال و جان وثمرات وارد کردیا کرتے ہیں۔ لیکن اُن پر صبر کرنے والوں کو مژدہ ہے یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ جب اُن پر کوئی مصیبت آئے تو وہ صبر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ (اگر یہ چیزیں ہم سے جاتی ہیں تو جانے دو ہمارا ان سے تعلق کیا) ہم تو اللہ کے لئے ہیں۔ اور اُسی کی طرف رجُوع کرتے ہیں انہیں لوگوں پر اُن کے رب کی صلوٰۃ ورحمۃ ہے۔ اور یہی راہ ہدایت پر ہیں" اللہ تعالیٰ کو اسمیں کوئی مزا تو آتا نہیں کہ ہمکو تکلیف کے مُنہ میں ڈالے۔ ہم کو اولاد دے مال دے دوسرے انعام کرے۔ اور پھر ہم سے چھین لے ہم سے مال و جان کے نقصان کا مقابلہ کرائے۔ طرح طرح کی مشکلات اور ناکامیاں دکھلائے۔ اور پھر ایسے مواقعہ پر جو" انا للہ" کہے اسے مُبارک اور بشارت دے آخر بشارت کس بات کی؟ یاد رکھو ہر امر میں چھوٹا ہو یا بڑا۔ اِنسان اسی وقت کامیابی و کامرانی کا مُنہ دیکھتا ہے۔ جب اسمیں صبر و استقامت ہو۔ جو تعجیل کے گرویدہ ہوتے ہیں۔ جو مشکلات کے مقابل صبر کرنا نہیں جانتے۔ وہ مُہمات زندگی تو ایک بھاری بات ہے معمُولی سے معمولی بات میں بھی بامراد نہیں ہو سکتے۔ مسلمان تو مُہمات کے طے کرنے کے لئے بنایا گیا ہے اسلئے ضروری ہے کہ سب سے اول اسمیں صبر و استقامت کا جوہر بلوغت پالے

اور صبر و استقامت ایسی ہو گا جسمیں ایثار کی طاقت ہو ۔ یہ طاقت بالقویٰ تو ہر ایک شخص میں موجود ہے لیکن اس کو بالفعل کرنے کیلئے ضروری ہے ۔ کہ ہماری زندگی میں طرح طرح کے مصائب واقع ہوں ۔ ان مصائب کے ماتحت ہمارے ثمرات ہماری منشاء کے خلاف ہم سے جدا کئے جاویں ۔ ہم ناکامیاں دیکھیں اور طوعاً و کرہاً صبر کریں ۔ ہماری کوئی مملوکہ چیز کسی اور کے قبضہ میں ہم سے جدا ہو گئی ۔ یا ہم سے خود واقعات نامعلومہ نے جدا کر دی ۔ یہ دونو باتیں آہستہ آہستہ ہماری نگاہ میں یکساں ہو جاتی ہیں ۔ اور اس سے جوہر ایثار پنپ جاتا ہے ۔ اس خلق عظیم کے لئے ہمیں کسی اور مدرسہ میں جانے کی ضرورت نہیں ۔ ہمارا گھر ہی ہمارا ادبستان ہوتا ہے ۔ جہاں سبق کے مواقع آہستہ آہستہ پیدا ہوتے رہتے ہیں ۔ بچوں کی بیوقت موت ۔ عزیزوں کی جدائیگی ۔ مالی نقصانات ۔ سوشل حالت کا بدل جانا ۔ امیری کے بعد مسکینی کا آنا ۔ یہ سب کے سب مصائب تو صبر استقامت اور ایثار کے پیدا کرنے کیلئے ہوتے ہیں ۔ یہ از قبیل تمحیصات ہوتے ہیں ۔ خثمیت مآب نے اس لئے فرمایا ۔ لیوم صالابتلا یوم الاصطفیٰ ۔ ایسے وقت میں شور و غوغا سے کیا بنتا ہے لیکن اگر کوئی جوانمرد رضا بالقضا کا سبق پڑھ کر صبر و حوصلہ دکھلاتے ۔ تو ایک بھاری خزانہ کا مالک ہو جاتا ہے ۔ کتاب حمید نے اس آیت میں " ولنبلونکم " استعمال کر کے اس حقیقت عظیم کی طرف اشارہ کیا ۔ " بلا " کے اگر ایک معنے تکلیف و مصیبت کے ہیں ۔ تو دوسرے معنے انعام و عطا کے بھی ہیں ۔ تو تیسرے معنے سونے کو کھاد سے پاک کرنے کے لئے آگ میں ڈالنے کے بھی ہیں ۔ کیا بلیغ زبان عربی ہے ۔ کس طرح ایک لفظ میں حقائق و فلسفہ کو جمع کر دیتی ہے دنیا میں انعام و عطا کے مالک وہی ہوتے ہیں ۔ جو بلاؤں کے امتحان میں پورے نکلتے ہیں ۔ خدا تعالیٰ اگر ہمیں بلاؤں کے مقابل لاتا ہے تو اسلئے ہمارا قلب نفسانی جذبات کے کھاد سے پاک ہو کر [illegible] جاوے ۔ اگر صبر و

استقامت والے ہی مُہمات دنیا کو طے کر سکتے ہیں۔ تو یہ اس کا انعام ہے کہ وہ ہمیں مُشکلات و مصائب میں ڈالتا ہے۔ پھر جنہیں صبر و استقامت اور ایثار پیدا ہو گیا۔ وہ کامیاب ہو گا۔ خدا کی معیّت کی بشارت اسے مِلگئی۔ اِنّ اللّٰہ مع الصابرین کوئی چھوٹی سی بشارت نہیں جسکے ساتھ خدا ہو اُسے کس بات کی کمی ہے +

صرف کلمہ شہادت پڑھنے سے کسی میں اسلامی جوہر پیدا نہیں ہو جاتے جنہیں یہ جوہر پیدا ہو گئے۔ وہ کسی فرقۂ ملت سے تعلق رکھے خُدا اُس کے ساتھ ہو گا۔ اس حقیقت کو سکھوں نے دُنیا پر ظاہر کر دیا۔ ہر جسمانی اذیّت کے مقابل ان جانبازوں نے صبر کیا۔ صبر کے یہ معنے نہیں کہ کسی زبردست کے مقابل انسان خاموش ہو جاوے۔ یہ تو ایک آسان امر ہے۔ علاوہ ازیں ایک ناتوان طاقتور کے مقابل اور کر ہی کیا سکتا ہے۔ صبر اصلی اُس وقت ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انسان کسی صداقت پر کھڑا ہو جاوے۔ اور اس مقصد حقّہ کے حصُول میں وہ مورد تکالیف ہو۔ وہ تکلیف پر تکلیف دیکھے لیکن پیش نہاد مقصد حقّہ کو ہاتھ سے نہ دے۔ ہر نئی مصیبت اس کے حق میں تازیانہ ہو۔ ایسی ہی انسانوں سے معیّتِ خُداوندی کا وعدہ ہے۔ یہی انسان بامُراد اور کامیاب دُنیا سے اُٹھتے ہیں۔ سکھ بہادر کسی جذبۂ نفس کی غلامی میں نہیں اُٹھے۔ وہ کسی ذاتی اغراض کے حصُول میں کوشاں نہ تھے۔ انکے سامنے ایک قومی مقصد تھا۔ چنانچہ جنہوں نے اس مُہم میں جانیں لڑا دیں اُنہیں ذاتی طور سے کیا فائدہ ہُوا۔ یہ لوگ اپنے ذاتی مفاد سے الگ ہو گئے ذاتی کاروبار کو چھوڑ کر ان راہوں پر قائم ہو گئے۔ جو ان کے لئے حصول مقصد کے واسطے تجویز ہوئے۔ انہوں نے راحت و آرام کو اپنے اُوپر حرام کیا۔ آخر خدا ان کے ساتھ ہو گیا۔ جو وہ چاہتے تھے۔ وہ پُورا ہو گیا +

گوردواروں سے بڑھ کر سکھ قوم ایک خزانہ کی مالک ہوگئی

ان گوردواروں پر قومی قبضہ ہو جانے نے بیشک سکھ قوم کو ایک بھاری آمد کا بحیثیت قوم مالک کر دیا۔ لیکن یہ روپیہ پیسہ اس سبق کے مقابل کیا ہے جو اس قوم نے عملاً حاصل کر لیا۔ وہ سبق یہ ہے کہ ہمت صبر۔ استقامت۔ اور ایثار کے مقابل مشکلات کے پہاڑ ٹلجاتے ہیں۔ اور مخالفت کے سمندر پایاب ہو جاتے ہیں۔ یہ اخلاق وہ سپر ہیں کہ جن پر نہ تلوار کی کاٹ نہ توپ کی مار کام کرتی ہے۔ اس امر کو خصوصاً آنیوالی سکھ نسلوں نے دیکھا۔ نوجوانوں کے حوصلے کہیں کے کہیں پہنچگئے وہ اگر سپوت ہوئے تو وہ ہر قومی مہم پر اس سبق کو دہرا کر اپنے مقاصد کو حاصل کرینگے بعلیم جاہل دیہاتی اکالیوں نے اخلاق کے روحانیت کے اعلےٰ منازل سلوک کے وہ عملی سبق اپنی قوم کے نوجوانوں کو دیئے جو آج ہمارے متصوفانہ حلقوں میں مفقود ہیں۔ مجاہدہ نفس کی اس کٹھن منزل کی طرف یہ اکالی قدم زن ہوئے۔ کہ ان کے مقابل تصور فے الشیخ۔ لمبی لمبی تسبیحات و اوراد ایک بے معنی چیز ہو جاتی ہے۔ آخر خدا کی راہ میں شہادت کیوں سب منازل سلوک کی سرتاج ہے۔ وہ بھی ایثار۔ قربانی۔ نفس کشی۔ صبر ہے جو ایک شہید خدا کی راہ میں دکھلا کر اپنے صدق و صفا کی اپنی جان سے شہادت دیدیتا ہے کیا غیر مسلم موحدین کا یہ نمونہ ہمارے لئے کوئی قابل سبق ہے یا نہیں +

سکھوں کو مبارک دینے کی بجائے ان کی پیروی کرو

مبارک دینا ایک اچھا فعل ہے۔ یہ دوسرے کی حوصلہ افزائی اور اس کے کام کی داد ہے۔ لیکن حقیقی مبارک کا حق اسے حاصل ہے جو خود قابل مبارک کارنامے کرنا جانتا ہو۔ ایک مرد جب مرد کو مبارک دیتا ہے۔ تو اس مبارک میں بھی کوئی حقیقت ہوتی ہے۔ ایک نامرد کا کسی جانباز کو مبارک دینا گویا اسکی ہتک کرنا ہے۔ آج ہماری مبارک کی یہ حقیقت ہے۔

دوسروں کی کامیابی پر ہم کب تک خوشیاں منائیں گے - یہ تو وہی تھیئیٹر میں تالیاں بجانے کا فعل ہے - یہ کام اپاہج اور تب ہی کی طرف جانیوالی قوم کے ہوتے ہیں - اگر سکھوں نے واقعی کوئی قابل تعریف کام کر کے دکھلایا ہے - تو اُن کی حقیقی تعریف تو یہ ہے - کہ ہم بھی اُن کی پیروی کریں سکھوں کی یہ نمایاں فتح ایک ایسے امر سے تعلق رکھتی ہے جو ہم میں بھی موجود ہے - اُنھوں نے ایک ایسی بدی کی اصلاح کی ہے - جو ہماری تباہی کا بھی موجب ہو رہی ہے - اور جسمیں ہمیں اُن سے کہیں زیادہ اصلاحی کوشش کرنیکی ضرورت ہے

اسلامی اوقاف

گوردواروں سے بڑھ کر اسلامی اوقاف نازک حالت میں ہیں - اسلامی اوقاف کی جائداد گوردواروں کی جائداد سے بہت زیادہ ہے - اسلام نے تو اوقاف کے طریق اور آکی آمد کی راہیں پہلے سے مقرر کر رکھی ہیں سکھ اصحاب کو تو گوردواروں کی آمد کا صحیح مصرف بنانا پڑا - ہمارے مصرف تو بنے بنائے موجود ہیں لیکن ہمارے اوقاف کی آمدنیاں اسی طرح بعض متولیوں کے اسراف کی نذر ہوتی ہیں - جیسے گوردواروں کی آمد کا حال مہنتی انتظام کے ماتحت ہو رہا تھا - آج ہماری قومی مشکلات حل ہو جاتی ہیں - اگر ہمارے اوقات کی آمدنیاں اوقاف کی منشاء کے مطابق خرچ ہوں - مسجدوں کی ملحقہ جائدادیں اس لئے نہ بنائی گئی تھیں - کہ متولی اور ان کے خاندان ان آمدنیوں سے اپنی ذاتی ضروریات کو پورا کریں - نہ یہ آمدنیاں اسلئے تھیں - کہ انھیں آئے دن مسجد کی عمارتی شان وشوکت پر خرچ کیا جائے - مسجدیں اپنی آمد سے دینیات کے مدارس اعلےٰ پیمانہ پر پیدا کر سکتی ہیں - جہاں سے اسلام کے سچے خادم اور مبلغ پیدا ہو سکتے ہیں - یہ آمدنیاں یتیموں اور دینی ضروریات کی متکفل ہو سکتی ہیں - ان اوقاف مساجد کے علاوہ اور بھی بہت سے اوقاف ہیں - جنمیں وہ اوقاف خاص کر قابل ذکر ہیں - جو بعض اسلامی گدیوں سے وابستہ

ہیں۔ ان اوقات کی تاریخ ہر جگہ قریباً قریباً ایک ہی قسم کی ہے۔ ان گدیوں کا آغاز سب سے اول کسی صاحبدل مرد خدا کی ذات سے ہوا۔ اس کے صدق و صفا نے ارادتمندوں کی جماعت اس کے ساتھ کھڑی کردی۔ اسکی جگہ تعلیم و تبلیغ اسلام کا مرکز بن گئی۔ ان امور کے مخارج کیلئے لوگوں نے جائدادیں وقف کردیں لیکن دو تین نسلوں کے بعد وہ جائداد جو تبلیغ و اشاعت اسلام پر خرچ ہوتی تھیں۔ ان بزرگوں کی اولاد یا اُن کے خلفا یا سجادہ نشینوں کے ایسے تعیشات پر خرچ ہونے لگیں۔ کہ ان کے مقابل سکھوں میں کے مہنتی اسراف ہیچ نظر آنے لگے لیکن اگر سکھ قوم کے حقیقی جذبات سے آگاہ ہوکر گورنمنٹ ان کا ساتھ دیتی ہے۔ تو کیا مسلمانوں کی امداد میں گورنمنٹ ایک صحیح اور مفید مسلم اوقاف ایکٹ بنانے کے لئے مجبور یا طیار نہ ہو جائیگی۔ گورنمنٹ نے یہ کام شروع کردیا ہے لیکن وہ نے حقیقت چیز ہے۔ جن مشکلات کا ہمیں سامنا کرنا ہے۔ وہ سکھ قوم کی مشکلات سے بہت زیادہ ہے۔ اسلئے جو بھی گورنمنٹ نے کیا۔ وہ بھی غنیمت ہے۔ اور وہ ہماری مہم کی پہلی منزل ہے +

مسلمان اوقاف ایکٹ

سنہ ۱۹۲۳ء میں مسلمان اوقاف ایکٹ پاس ہؤا۔ اگرچہ مختلف صوبوں میں اسکا نفاذ ابھی نہیں ہؤا۔ وہ مقامی گورنمنٹوں کی اقتضاء رائے پر چھوڑا گیا۔ اس ایکٹ کے ماتحت ہر وقف کے متولی کا فرض ہو گا۔ کہ وہ اپنے وقف کی آمد اور خرچ کو دکھلائے۔ متولیوں کی ایسی پیش کردہ فہرستیں قابلِ جرح ہونگی۔ اس ایکٹ کی منشاء یہ ہے۔ کہ پبلک کو اس امر کے امتحان کا موقع ملے۔ کہ وقف کی آمد کیا ہے۔ اور وہ کہانتک مقصد وقف کو پورا کرسکتی ہے۔ یہ منزل اوّل ہے۔ اگر مسلمان بھائی اس ایکٹ کے نفاذ اور اس کے منشا کو صحت سے عملیں لانے کی امداد کریں۔ تو آخر کار ہم

اپنی منزل مقصود کو ایک دن پہنچ سکتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہر جگہ اس ایکٹ کا نفاذ کرائیں۔ پھر ہر وقف کی آمد و خرچ جب عدالت متعلقہ میں داخل ہو۔ اسکی پڑتال کریں۔ اور نہایت دیانتداری سے اس پر جرح قدح کریں۔ یہ ہمارا عمل اگر صحت نیت اور استقامت سے ہوگا۔ تو یہ اوقاف آہستہ آہستہ شخصی انتظاموں سے نکلکر قومی انتظام کے ماتحت تلے آجائینگے۔

معاملۂ اوقاف میں اہلسنت کو جاگنا چاہیئے

آخر شیعہ صحاب بھی ہم میں سے ہی ہیں گو انکے ہاں کل کے کل اوقاف کا انتظام اُسوہ حسنہ نہیں لیکن پھر بھی سنی اوقاف سے ان کی حالت بدرجہا بہتر ہے۔ ان کے انتظام بعض بعض جگہ شخصی نہیں۔ بلکہ کسی جماعت کے انتظام تلے ہیں۔ وہ جماعت ہی آمد اوقاف کا نظم و نسق کرتی ہے۔ گو وہاں بھی ہر جگہ روپیہ ایسی راہوں پر خرچ ہوتا ہے۔ کہ اس سے بہت زیادہ ضرورت کے مواقع اس وقت مسلمانوں کی بہتری کے موجود ہیں۔ لیکن پھر بھی غنیمت ہے۔ اصلاح کا موقع ہے۔ شیعہ گروہ میں ہی ایک جماعت داؤدی بوہریوں کا ہے۔ ان کے ہاں بھی بہت بھاری اوقاف ہے۔ اگرچہ وہاں انتظام تو قوم کے مقدس شیخ کے ہاتھ ہے جسے وہ **داعی** کے لقب سے ملقب کرتے ہیں لیکن انکی روایات انتظام اوقاف اور اخراجات آمد اوقاف کی راہیں کچھ ایسی مقرر شدہ ہیں۔ اور ان پر برابر ایسی پابندی سے عمل ہوتا ہے۔ کہ یہ انتظام اوقاف جیسے اس قوم میں ہے۔ وہ کہیں اور نظر نہیں آتا۔ یہ قوم عموماً مرفہ الحال ہے۔ انہیں افلاس و گداگری نظر نہیں آتی۔ انکی عمدہ متمدنانہ زندگی یہ سب کچھ۔ اسی حسن انتظام کا نتیجہ ہے۔ خود گورنمنٹ کو بھی ابھی ابھی اس حسن انتظام کا اعتراف ایک رنگ میں کرنا پڑا۔ اسی سن میں مسلمان اوقاف ایکٹ صوبہ بمبئی پر بھی حاوی کیا گیا۔ لیکن اس قوم کو اس

ایکٹ کے عمل سے سردست تین سال کیلئے مستثنےٰ کر دیا گیا - اور جن وجوہ پر انہیں مستثنےٰ کیا - وہ ممکن ہے - کہ انہیں ہمیشہ کیلئے استثنا میں لے آوے بوہری اوقاف کا روپیہ قومی مفاد پر اور قوم کی رفع الحالی پر خرچ ہوتا ہے تجارت کے ہیر پھیر میں آئے ہوئے بگڑتے بگڑتے ممبران قوم بچ جاتے ہیں - پھر اوقاف کی جائداد ہے - اس سے محترم داعی کا تعلق ایک قسم کے مینجر کا ہے - اور اس کا طرز عمل بھی اسی قسم کا ہے - بعض دیگر شیعہ اوقاف میں بھی رنگ ایک حد تک ہے - لیکن سُنّی اوقاف کی حالت عموماً قابل اصلاح ہے - جائداد اوقاف پر متولیوں کا تصرف مالکانہ رنگ میں ہوتا ہے کہیں کہیں برائے نام اوقاف کا ایک حصہ آمدنی خیراتی کاموں پر خرچ ہو جاتا ہے - لیکن عام طور پر نہ صرف اوقاف کی آمد کو شیر مادر سمجھا گیا ہے - آمد چھوڑ اُسے انتقال کر دیتے ہیں مالکانہ حقوق برت لئے ہیں مسلم اوقاف کی اصلاح اور اُنکا قوی انتظام سے نکلے آجانا ایک بڑی جدوجہد چاہتا ہے - لیکن اگر برادران اسلام اپنی قوم سے اس معاملہ میں برسر پیکار ہوکر ایک بھاری جائداد کو صحیح مصرف پر نہیں لا سکتے - تو انہیں پھر گورنمنٹ سے کسی معاملہ میں پرخاش نہ کرنی چاہیئے - گورنمنٹ بھی درا صل رعایا کی طرف سے ملک اور اس کے بعض املاک کی نرمتی ہوتی ہے - وہ اسی لئے مامور ہے - کہ ہم سے ٹیکس لے - اور اس انتظام ملک پر خرچ کرے - ہمارا حق ہے - کہ ہم اس کے انتظام پر نکتہ چینی کریں - اور اُسکو صحیح انتظام پر مجبور کریں - لیکن اگر ہم اس گورنمنٹ پر نکتہ چینی کرنے اور اسکے نقائص کو دور کرنے کی جرات و ہمت اپنے اندر نہیں پاتے جس کا نام تولیت اوقاف اسلام ہے - تو پھر کس برتے پر ہم گورنمنٹ ملک سے پرخاش کر سکتے ہیں +

از عدن جہاز رنزنگ
۲۵ جون ۱۹۲۵ء

خواجہ کمال الدین

نبوّت محمدیّہ کا پہلا فرمان

خطبۂ عید الاضحیٰ بہ مسجد ووکنگ

(از خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ)

اقرا باسم ربك الذی خلق ٭ خلق الانسان من علق ٭ اقرا وربك الاکرم الذی علم بالقلم ٭ علم الانسان مالم یعلم ٭

آنحضرت صلعم غار حرا میں تھے۔ جب خلعت نبوت آپ کو پہنائی گئی۔ اور ذیل کا فرمان ملا:۔

"اپنے رب کے نام پر پڑھ۔ وہ جس نے انسان کو ایک خون کے لوتھڑہ سے پیدا کیا۔ پڑھ تیرا رب اکرم ہے (اور اب تیرے ذریعہ انسان کو اکرم کرنا چاہتا ہے) اور وہ رب اکرم ہے۔ جس نے انسان کو قلم سے لکھنا سکھایا۔ انسان کو (وہ علوم) سکھائے جو اسے پہلے معلوم نہ تھے" ٭

یہ پہلا حکم ہے۔ یہ پہلا پیغام ہے۔ اس پیغام کو نہ کسی خاص شخصیت سے نہ کسی خاص قوم سے تعلق ہے۔ اس پیغام میں انسان کی رفعت کی انجیل و بشارت ہے۔ اور کس قدر عظمت و شوکت یہ پیغام اپنے اندر رکھتا ہے۔ خداوند تعالےٰ کوہ سینا پر جناب موسیٰؑ سے مخاطب ہوا۔ اور انہیں حکم ہوا۔ کہ وہ اسرائیلی قوم کو فرعون کی قید سے نجات دلوائیں گویا نبوت موسویّت کی غرض اعلیٰ یہی تھی۔ جناب موسیٰؑ اس امر پر بھی مامور تھے۔ کہ وہ اسرائیلیوں کو ایک جری اور حکمران قوم بنا دیں۔ لیکن اپنی زندگی میں آپ یہ بات نہ کر سکے۔ بہرحال آپ کی بعثت کی غرض کا تعلق ایک قوم سے تھا۔ آپ کے بعد ابن مریم آئے۔ کبوتر کی شکل میں آپ نے روح القدس

کو دیکھا - اور پہلا پیغام جو آپ نے احدیت مآب سے پایا - وہ یہ تھا - کہ ابن آدم قربت کے لحاظ سے ابنُ اللہ ہے - جس سے آسمانی باپ ازحد خوش ہے یہ دو پیغام ربانی دو نبیوں کو ان کے مبعوث ہونے پر ملے - جن کی تفسیر و تشریح کا یہ موقع نہیں - میں ان کے متعلق صرف اسی قدر کہتا ہوں - کہ اگر موسوی نبوت کا پیغام دُنیا کے ہزار ہا قوموں میں سے ایک قوم تک محدُود ہے - تو مسیحی نبوت ایک انسان کی رفعت مرتبہ کا ذکر کرتی ہے +

لیکن نبوّتِ محمدیّہ کے انداز ہی اور ہیں - وہ قومی اور شخصی اغراض سے کہیں بالاتر ہے - اس کا نصب العین انسان بہ حیثیت نوع انسان ہے - اس نبوّت کا پہلا پیغام اس ارفع مقام کا پتہ دیتا ہے - جہاں ایک انسان پہنچ سکتا ہے - ساتھ ہی اس مقام تک پہنچنے کے ذرائع بھی تبلاتا ہے - یہ عام الفاظ میں تین امُور کی طرف اشارہ کرتا ہے (۱) پڑھنا (۲) قلم کا استعمال (۳) نئے علوُم کی تعلیم - پیغام کسی قوم یا شخص کو مخاطب نہیں کرتا - بلا استثنا ہر انسان کی طرف یہ پیغام آیا - ان تینوں پیغاموں پر غور کرو - جو ان تین اُولوالعزم انبیاء کی طرف آئے - یہ اس طرف اشارہ کرتے ہیں - کہ آخری نبی کسقدر وسعت قلب و شرح صدر رکھتا ہے - وہ شخصی و قومی باتوں سے بہت بلند ہے - اس کے مخاطب من حیثُ النوع انسان ہیں نہ عربی نہ ترکی نہ ہندی نہ یُونانی نہ اسرائیلی - نہ کوئی اور بلکہ کُل نسل انسان +

کُل کائنات میں انسان ایک بہترین مخلوق ہے - جہانتک جسمانیات کا سوال ہے مواد عالم انسانی ہیوُلی میں اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے - اس سے بہتر اور ارفع کوئی اور جسمی ہیوُلا کُل کائنات میں نہیں - یہ سب کچھ ایک قطرہ خون (علق) کا ظہور ہے - جیسے کہ ان مُقدس الفاظ بالا میں قرآن کریم

اشارہ کرتا ہے۔ جو بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ انسان رب جس نے اس قطرہ خون کو یہ حیثیت دی۔ وہی ذات پاک اب اس قطرہ خون کو۔ ذہنیات اخلاقیات اور روحانیات کے اعلےٰ اور اکرم منازل پر پہنچانا چاہتا ہے۔ وہ انسان کو اس ارادہ ربّی سے آنحضرت صلعم کی معرفت اطلاع دیتا ہے۔ وہ اس پیغام کے پہنچانے کیلئے خمنیت مآبؐ کو تاج نبوت پہناتا ہے۔ اور اسی پیغام میں اس بلند مقام پر پہنچنے کے راستے بھی بتلاتا ہے +

آج انسان نے جو حاصل کیا۔ اس سے پہلے حاصل نہ تھا۔ اور یہ سب کچھ علوم جدیدہ کی طفیل ہے۔ یعنے ان علوم کے حصول کی طفیل جو جن سے انسان پہلے واقف نہ تھا۔ قرآن نے بھی تو یہی پیغام دیا۔ اور ایسے وقت دیا۔ جب ان علوم سے کوئی واقف نہ تھا۔ قرآن کہتا ہے علم الانسان ما لم یعلم اب انسان کو مکرم ان امور کی تعلیم سے بنایا جاویگا جو اُسے پہلے معلوم نہ تھے اسی لئے ان کا نام علوم جدیدہ رکھا گیا۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ یہ جدیدہ علوم مسلمانوں کی طفیل دنیا میں آئے۔ قرون اولےٰ کے مسلموں نے یہ علوم دریافت کئیے۔ اور پھر آنیوالی دنیا نے انہیں ترقی دی +

یہ امر تو صحیح ہے کہ اسلام سے پہلے بھی دنیا لکھنا پڑھنا جانتی تھی لیکن اسلام سے پہلے لکھنا پڑھنا۔ چند خانقاہوں کنیسوں۔ چند برہمنوں کے گھروں اور چند راہبوں کے حلقوں تک محدود تھا۔ باقی کل کی کل دنیا لکھنے پڑھنے سے معرّے تھی۔ اور اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔ جب اسلام سے پہلے کاغذ کے استعمال سے ہی دنیا ناآشنا تھی۔ بعض جانوروں کے چمڑے۔ پتھروں کی سلیں۔ ہڈیاں۔ بعض درختوں کے ورق پر قدیمی لوگ کچھ لکھ لیا کرتے تھے۔ اس سے قرأت و کتابت میں کیا ترقی ہوئی تھی مسلمان آئے اور انھوں نے کاغذ کو اسکی موجودہ شکل دی۔ اور اس سے لکھنا پڑھنا عام لوگوں تک پہنچا۔ جس عظمت و مکرمت پر آج انسان پہنچا ہوا ہے۔ اسکے تین ہی

بڑے اسباب ہیں (۱) پڑھنا (۲) قلم کا استعمال (۳) اوران علوم کا پیدا ہونا جس کا حتمیت مآب سے پہلے دنیا کو علم نہ تھا۔کیا یہی وہ تین باتیں نہیں جس کی طرف نبوت محمدیہ کا پہلا پیغام انسان کو متوجہ کرتا ہے۔خدا کہتا ہے کہ میں ربّ اکرم ہوں۔اور اپنے مربوب (انسان) کو اکرم کرنا چاہتا ہوں۔اور وہ کس طرح ہوگا۔اوّل اقرءْ (پڑھنا) دوم عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔تعلیم بالقلم زبانی اور سینہ بسینہ تعلیم سے نہیں۔بلکہ کتابوں کے ذریعہ اور تیسرا تعلیم امور جدید کی علّم الانسان مالم یعلم +

آج بحث ومباحثہ کے میدان میں جو چاہے کوئی کرے۔اپنے مذہب اپنی کتاب اپنے نبی کو لفظوں میں جہاں چاہے پہنچا دے۔لیکن واقعات واقعات ہی ہیں۔ان الفاظ پر غور کرو۔جو پہلے دن ختمیت مآب کو نسل انسانی کی ہدایت کے لئے وحی ہوتے ہیں۔اس مقصد نبوت کے سامنے۔نبوت موسویت یا نبوت عیسویت کی کیا حیثیت رہجاتی ہے بیشک جناب موسیٰ نے اسرائیلیوں کو فرعون کے دست تظلّم سے نجات دی بیشک جناب مسیح ہمارا"باپ جو آسمان پر ہے۔اس کے متعلق وعظ کرتے رہے۔لیکن لفظ ہمارا سے مُراد نسل انسانی نہ تھی۔وہی اسرائیلی جنہیں سے آپ تھے اپنی قوم ہی اُن کے مخاطب تھی۔اپنی قوم سے باہروہ کسی سے تعلق نہ رکھتے ہیں۔وہ اگر آہ وبکا کیا کرتے تو اہل یورشلیم کیلئے۔وہ اہل یہود کے پیچھے اسی طرح جاتے جیسے مُرغی اپنے بچّوں کے لئے جاتی ہے۔اسیں شک نہیں کہ مابعد کے مُبشران انجیل مسیحی بشارت کو وہاں تک لے گئے۔جو جناب مسیح کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔لیکن وہ اپنی زندگی میں موتیوں کو سُوروں (غیر اسرائیلی اقوام) کے آگے پھینکتا نہ چاہتے تھے۔وہ بچّوں (اسرائیل) کی روٹی کتّوں (غیر اسرائیلی اقوام) کو دینا نہ چاہتے تھے۔القصہ جناب موسیٰ اور جناب مسیح جس نبوت کو لائے۔وہ بالکل محدود العمل تھی آنحضرت تشریف

لائے۔ اور عالمگیر مشن کو لائے۔ آپ کی مخاطب کُل کی کُل نسل انسانی تھی۔ وہ کسی قوم یا ملک کیلئے نہ آئے تھے۔ بلکہ آپ کی نبوت کی جولانگاہ کل دُنیا تھی۔ پھر جس مقصد کو آپ لے کر آئے۔ اس کا تعلق بھی کل نسل انسان سے ہے۔ اگر جناب موسیٰ آزادیٔ قوم کو اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ اگر جناب مسیح محبت اور حلم و انکسار کا وعظ فرماتے ہیں تو ختمیت مآب جس امر کا خیال کرتے ہیں۔ اس کے سوا نہ حریت نہ محبت نہ انکساری کچھ کام دے سکتی ہیں۔ بلکہ اس کے سوا تو کوئی خلق انسانی اپنے جوہر نہیں دکھلا سکتا۔ انسان میں ایک خاص چیز ودیعت شدہ ہے۔ جسکے ظہور کے سوا انسان حیوان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ میری مراد اس سے اسکے قویٰ اسکی عقل اس کا ادراک ہے۔ حیوانوں میں بھی حریت کی رُوح ہے۔ وہ بھی اسے پسند کرتے ہیں۔ وہ بھی کسی کی قید میں رہنا نہیں چاہتے۔ ایسا ہی محبت اور انکسار کا جوہر بھی حیوانوں میں موجود ہے۔ ایک بکری بھی دل کی غریب ہے۔ مگر انسان میں جو خاص قسم کے ذہنی قویٰ ہیں۔ وہ حیوان میں نہیں آنحضرتؐ ان قویٰ کے نشو ونما کے لئے تشریف لائے۔ اسی سے انسان اشرف المخلوقات بنتا ہے۔ لیکن یہ ذہنی قویٰ تین باتوں سے ہی جلا پاتے ہیں (۱) پڑھنے (۲) لکھنے سے (۳) ان امور کے جاننے سے جن کا علم انسان کو پہلے نہ ہو۔ کیا یہی تین باتیں اسلام سے پہلے پیغام میں موجود نہیں۔ لیکن انسان اپنی مقدرہ رفعت کو کس طرح حاصل کر سکتا۔ اگر اسے اپنی استعدادوں کا یا اپنی کمزوریوں کا علم ہی نہ ہو۔ انسان کو علم ہونا چاہیئے کہ اسکی حد ترقی کیا ہے۔ اور اس کے حصول کے کیا راستے ہیں۔ اُسے یہ بھی علم ہونا چاہیئے۔ کہ ہمیں کیا نقص ہیں اور ان سے وہ کس طرح بچ سکتا ہے۔ میرے نزدیک تو کسی اُولوالعزم نبی کا مقصد بعثت بہتر سے بہتر اگر کچھ ہو سکتا ہے۔ تو یہ کہ وہ ہمیں ان دو باتوں سے اطلاع دے عجیب بات ہے۔ کہ اسمعاملہ میں ایام قدیم کا کوئی فلسفی کوئی محقق کوئی راہنما

کوئی نبی کوئی مذہب سابقہ ہمیں مدد نہیں دیتا۔ وہ سب کے سب ہمیں یہ ہی کہتے ہیں
کہ انسان بدی کا مجسمہ ہے۔ مزنولی (مسیحی) کلیسیا نے تو حد ہی کر دی ہمیں کہا جاتا ہے
کہ بدی ورثہ انسان کی فطرت میں آئی ہے۔ اور انسان سے جدا نہیں
ہو سکتی۔ زرتشتی تعلیم نے انسان کو ارواح بدی کا ایک کھلونا بنا رکھا ہے۔
جناب بدھ کو انسان نظر آیا تو مصائب اور شدائد کا شکار نظر آیا۔ اور
ان کے نزدیک یہ سب کچھ انسان کی بدفطرتی کا نتیجہ ہے۔ لہذا انھوں نے
انسان کی نجات انسان کی ہلاکت میں دیکھی۔ قدیمی ہند کے برہمنوں نے بھی
خدا کی بنائی ہوئی دنیا میں کوئی خیر و خوبی نہ دیکھی۔ انھوں نے انسانی خوشی
دنیا کے ترک کرنے میں ہی دیکھی۔ القصہ اسلام کی ماقبل دنیا کو انسان
میں کوئی خیر و خوبی نظر نہ آئی۔ لیکن آنحضرت آئے تو نیا ہی پیغام لائے۔
آپ نے اطلاع دی۔ کہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ
اسفل سافلین الا الذین امنوا وعملوا الصلحت فلھم اجر غیر ممنون
انسان تو ایک اعلیٰ تقویم پر واقع ہوا ہے۔ اس میں ہر خوبی و ترقی کے جوہر ہیں
ہاں اس کے اندر ارزل سے ارزل چیز و نیکی طرف جانے کی بھی استعداد
ہے۔ لیکن اگر وہ خدا کی بھیجی ہوئی صداقتوں کو قبول کرے
اور ان پر عمل کرے۔ تو پھر اسکی ترقی کی کوئی حد نہیں اس ربانی اطلاع
میں ایک بشارت عظمےٰ بھی ہے۔ اور ایک زبردست تنبیہ بھی ہے۔ اگر
انسان کو اطلاع دیگئی ہے۔ کہ وہ فلک الافلاک سے آگے جا سکتا ہے۔ تو
اسکی ارزلیت کی بھی کوئی حد نہیں بتلائی گئی اسے سمجھا دیا گیا ہے۔
وہ اپنے مقام اعلیٰ پر پہنچیگا۔ اور اس طرح وہ ادنےٰ حالت کو دیکھیگا۔ قرآن
سے پہلے ان امور کا انسان کو علم نہ تھا۔ ایک خدا کا مرسل اور نبی ہی آیا جو
انسان کو ان باتوں سے واقف کرتا۔ کیا ایسے علم کے دینے سے بہتر کوئی
اور مقصد نبوت و رسالت تجویز ہو سکتا ہے حضرت محمد صلعم کی نبوت کا یہ مقصد تھا۔

آپ اس اطلاع کے لئے مبعوث ہوئے۔ اور مجھے سمجھ نہیں آتی۔ کہ اس سے بہتر کوئی اور مقصد بھی کسی کی نبوت کا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اگر اور بزرگ بھی کسی وجہ پر دنیا میں نبی مانے جا سکتے ہیں۔ تو پھر آنحضرت صلعم سے زیادہ کسی کا حق نہیں کہ وہ نبی کہلا سکے۔ اور کیا وجہ ہے۔ کہ دنیا آپ کے قدموں پر نہ گرے +

اسموقعہ پر میں ایک اور انسانی خصلت کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جس کی تربیت اگر بوجہ احسن نہ ہو تو وہی خصلت انسانی زندگی اور دُنیا مافیہا کو دوزخ بنا سکتی ہے۔ میری مراد اس سے ہماری "مدنی بالطبع فطرت" ہے ہم سوسائٹی بنائے بغیر رہ نہیں سکتے۔ ہمیں طرح طرح کی ضروریات لاحق ہیں۔ جن کا تہیہ ہم بطور تن واحد کر نہیں سکتے۔ ضروری ہے۔ کہ ہم ایکدوسرے کی احتیاج کا تہیہ کریں۔ میں آپ کے لئے کچھ تیار کروں۔ آپ میرے لئے کچھ بنائیں۔ میں آپ کی خدمت ایک رنگ میں کروں۔ آپ دوسری طرح میری خدمت کریں۔ لیکن دوسری طرف ہماری فطرت میں خود طلبی بھی ہے۔ اور اگر اس نفسانیت اور خودغرض فطرت انسانی کی بھی کسی احسن طریق پر تربیت نہ ہو تو پھر انسانی سوسائٹی دم نقد جہنم ہو جاتی ہے۔ ظلم۔ تعدی۔ جرائم غلط کاریاں۔ فساد تنازع۔ جھگڑے سب اس امر کا نتیجہ ہیں۔ کہ ایکطرف ہم میں خود غرضی اور خود طلبی موجود ہے۔ اور دوسری طرف ہم مدنی بالطبع واقع ہوئے ہیں۔ اس کا بہترین علاج یہ ہے۔ کہ ہم میں کسی طرح کچھ تھوڑا بہت ایثار پیدا ہو جائے۔ ہم میں کچھ اخوت کی روح پیدا ہو۔ ہم دوسروں کے لئے اپنی چیزیں ایک حد تک وقف کر دیں۔ اس ضرورت حقہ کا علاج اگر کسی بزرگ کو سوجھا تو وہ محمد عربیؐ کی ہی ذات پاک ہے۔ آپؐ نے عالمگیر اخوت کی بنیاد مذہب اسلام میں ڈال دی۔ اور آپؐ اسکو عرب میں قائم کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے۔ اور اس طریق سے آپؐ نے عرب کو

تکالیف مختلفہ سے آزاد کر دیا ٭

آج امن و صلح کے لیے دنیا رو رہی ہے لیکن امن و صلح کہیں نظر نہیں آتے۔ یہ جنگ عظیم کیا ختم ہوا۔ اس سے کئی آیندہ جنگوں کی بنیاد پڑ گئی۔ جو آن واحد میں جب کبھی بھی ہو پھوٹ پڑینگے۔ لیکن اگر کوئی چاہے کہ سچی اخوت و یگانگت کا نقشہ مختلف الحال اور مختلف الملک و اقوام میں دیکھے۔ اور کل دنیا کو چھوڑ کر امن و آشتی کو کامل رنگ میں کہیں پائے تو وہ آج مکہ میں جائے۔ اور دیکھ لے کر ایام حج میں اخوت کاملہ کا تماشہ کن کامل اور سچے رنگوں میں وہاں ہوتا نظر آتا ہے۔ وہ تمام امتیازات جو انسان نے لسانی لونی قومی اور ملکی تفریقوں کے ماتحت انسان انسان میں پیدا کر رکھے ہیں ان سب کا قلع قمع مکہ معظمہ کر دیتا ہے۔ ہر قسم کے تعصبات و افتراق کا وہاں خاتمہ ہو جاتا ہے۔ تمام انسان چھوٹے بڑے [illegible] ہی لباس میں ملبوس نظر آتے ہیں۔ وہاں ایکدوسرے کے خطاب [illegible] لئے بلحاظ عمر چند ہی لفظ مقرر ہیں۔ باپ یا ماں۔ بھائی یا بہن۔ بیٹا یا لڑکی بس ان چند لفظوں سے بلحاظ صنف و عمر ایک دوسری کو یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو قوم و ملک و رنگ و زبان کے لحاظ سے ایکدوسرے سے اجنبی ہوتے ہیں۔ وہاں ہر ایک شخص کی خواہش ہوتی ہے۔ کہ وہ بلا مزد دوسری کیخدمت کرے۔ ہر ایک چاہتا ہے۔ کہ جو اس کے پاس ہے۔ وہ دوسرے کے فائدہ میں بلا معاوضہ خرچ ہو۔ ہر ایک کی خوشی اسمیں ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی چیز سے خود تو محروم ہو۔ اور دوسرا اس سے فائدہ اٹھائے ٭

خود طلبی یا خود غرضی کی فطرت جو انسان میں ہے۔ ان حالات میں کسی کو نقصان نہیں دے سکتی۔ اخوت کاملہ کا یہ نقشہ برابر پانچ مہینہ تک

ہر سال مکہ معظمہ میں چلت نظر آتا ہے۔ اسلئے مکہ کا نام کتاب اللہ میں "بلد امین" رکھا گیا ہے۔ یعنے امن کا شہر +

لیکن آج مکہ مکرمہ میں کیا ہو رہا ہے۔ آج وہاں امن نہیں وہ لوگ جو صدیوں اور ہزاروں برس سے اس شہر امن کی چار دیواری میں بخنت اور بے کھٹکا گذر کرتے تھے۔ آج وہ کانٹوں پر ہیں۔ دُنیا کی خودغرضانہ زندگی سے تنگ ہوکر لوگ اس قربانی اور ایثار کے شہر میں جاکر پناہ گزین ہوتے تھے۔ اور وہاں جاکر وہ دل کا اطمینان اور قلب کی سکینت پاتے تھے۔ جو کہیں اور باہر میسر نہ تھا۔ لیکن آج وہ بات نظر نہیں آتی۔ لیکن اس انقلاب کا کون ذمہ دار ہے۔ وہ کون ہے جس نے مسلم کی اس نہ ختم ہونی والی خوشی اور راحت میں آج خلل ڈال دیا ہے۔ اس سوال کا جواب دنیا کوئی مشکل امر نہیں۔ اس مصیبت کا ذمہ دار نہ غازی ابن سعود ہے نہ علی حسین کا بیٹا۔ یہ دونوں ماحول اور حالات پیدا شدہ کے غلام ہیں۔ اور خارجی واقعات کے ہاتھ میں کھیل رہے ہیں۔ اصل مصیبت تو ان لوگوں نے پیدا کر رکھی ہے۔ جنکی ملک گیر امپیریئیل ہوس نے اب یہ ضروری سمجھ رکھا ہے۔ کہ مکہ اور حجاز بھی ان کی سیاسی غور و فکر میں آئینہ رہے۔ جن کا یہ خیال ہے۔ کہ حج بھی سیاسی نکتہ خیال سے ان کے غور و پرداخت تلے آجائے۔ اس ساری تکلیف کے ذمہ دار وہ ہیں۔ جن کی جُوع الارض فطرت نے ایک زمانہ کو تنگ کر رکھا ہے۔ اور جو چاہتے ہیں۔ کہ وہ دنیا میں اپنا قدم تو ہی مضبوط طور پر قائم کر سکتے ہیں جب مکہ معظمہ بالواسطہ یا بلاواسطہ اُن کے دستِ تصرف میں رہے۔ اس ہماری مصیبت کو وہی ہمارے سر پر لائے ہیں۔ جنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ حج گو ارکان اسلام میں سے ہے لیکن دراصل حج مسلم سیاسی اغراض کے حصول اور اُن کے متعلق غور و فکر

کرنے کا ایک غلاف ہے۔ جس کے پردہ میں سیاسی امور طے ہوتے ہیں۔ کیوں لارڈ ہیڈلے سے اس معاملہ میں دریافت نہ کیا جاوے۔ وہ پچھلے سال حج کے دن عرفات میں تھے۔ انہوں نے کل مناسک حج ادا کئے۔ انہوں نے مکہ معظمہ کو اچھی طرح دیکھا۔ وہ مکہ میں ہر جگہ گئے۔ پھر انہوں نے وہاں کیا دیکھا۔ وہ ان مغربی توہمات کو دور کر سکتے ہیں۔ بدقسمتی سے **خلافت** اور **حج** مغربی اقوام کے لئے **ہوا** بن رہے تھے۔ مغربی ارباب سیاست کے جسم میں یہ دونوں اسلامی امور خار ہو رہے تھے خلافت کو ان لوگوں نے بزعم خود توڑ دیا۔ اب یہ حج کے فکر میں ہیں +

یہ باتیں صحیح ہوں یا غلط۔ مگر مسلمان انہیں ایسا ہی سمجھتے ہیں بعض لوگ اور یہاں کے بعض عمالان سلطنت بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ سلطنت برطانیہ در اصل ایک مسلم سلطنت ہے۔ اسکی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے۔ کہ اس سلطنت تلے جن لوگوں کی زیادہ تعداد ہے وہ مسلمان ہیں۔ اگر تو گورنمنٹ میں کچھ سمجھ ہے۔ اور حکمرانی کی عقل اسمیں موجود ہے۔ تو اس مسلم احساسات کا لحاظ اور ان کی عزت کر لی چاہیئے۔ ہمارا حق ہے۔ کہ ان تمام مصائب کے دفعیہ کیلئے ہم گورنمنٹ کی طرف دیکھیں۔ ہم یہ ہرگز نہیں چاہتے کہ وہ مکہ کے معاملات میں دخل دیں۔ لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ اس دخل دینے کے بغیر بھی مکہ معظمہ اپنی اصلی حالت کو پا سکتا ہے۔ اگر ارادہ کر لیا جاوے۔ وما علینا الا البلاغ +

مسجد ووکنگ (انگلستان) میں عید الاضحی کا اسلامی تہوار

جناب افتخار الرسول صاحب بذر مسجد ووکنگ سے ہمیں ایک چٹھی کے ذریعہ وہاں کے اجتماع عید کے دلچسپ اور نشاط انگیز کوالف سے مطلع فرماتے ہیں۔ جسے قارئین کرام آگے چلکر ملاحظہ فرمائینگے عیسائیت کے ایک اہم ترین مرکز میں مسلمانوں کے وجود اور اسلامی تیوہاروں کے خالص اسلامی شان سے منائے جانے کی کیفیت مسلمانوں کے لئے کچھ کم مسرت انگیز نہیں۔ کلیساؤں کے گھنٹوں اور ناقوسوں کے صماخ خنگاف شور میں نعرۂ تکبیر کی سامع نواز صدا اسلام کی ناقابل انکار صداقت کا بین ثبوت ہے۔ ذیل میں متذکرہ صدر چٹھی بالفاظہا درج کی جاتی ہے :۔

"حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کی زیر نگرانی ووکنگ مسلم مشن نے دنیائے اسلام میں جو قبولیت اسلام حاصل کی ہے وہ کسی توضیح و تشریح کی محتاج نہیں۔ یہ محض خدائے لایزال کی عنایت اور ان کی جان توڑ محنتوں کا نتیجہ ہے۔ کہ ہزاروں عیسائی راہ راست پر آگئے اور آرہے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ ووکنگ مسلم مشن نے صرف اعلےٰ درجہ کی قابلیت کے انگریزوں ہی کو حلقہ بگوش اسلام نہیں بنایا۔ بلکہ مسلمانوں کو بھی حقیقت اسلام سے آگاہ کیا ہے۔ یہ مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے۔ کہ ان میں ایسے افراد ابھی تک موجود ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی کا نصب العین ملک اور قوم کی خدمت قرار دے رکھا ہے۔ خدا ان کے ارادوں میں برکت دے +

عید کا دن یُوں تو کُل عالم اسلام میں ایک خاص مُسرت و ابتہاج کا دن ہوتا ہے۔ لیکن انگلستان کی سر زمین میں یہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے ایک خاص رنگ اپنے اندر رکھتا ہے۔ مسجد ووکنگ جو اس مُلک میں ایک ہی اکیلی مسجد ہے۔ اس وقت انگلستان کے مسلمانوں کا مرکز بن چکی ہے اور جس دن سے یہاں ووکنگ مسلم مشن کی بُنیاد رکھی گئی ہے۔ اسلامی تہوار نہایت شان و شوکت سے منائے جاتے ہیں۔ اس دن نہ صرف اطراف عالم کے مسلمان ہی ایک جگہ ایک معبُود برحق کے سامنے کھڑے ہوکر اپنے اتحاد قومی کا ثبوُت دیتے ہیں۔ بلکہ نومسلم بھی اُن کے دوش بدوش کھڑے ہوکر اپنی اخوت قومی کا اظہار کرتے ہیں +

امسال عید الاضحیٰ ۲ جولائی ۱۹۲۵ء بروز جمعرات منائی گئی۔ اس تقریب کو اکٹھے ملکر منانے کے لئے دو ہفتہ پیشتر سے احباب کے نام دعوتی کارڈ شائع کردیئے گئے تھے۔ تاکہ وہ وقت مُعین پر نماز میں شامل ہوسکیں چنانچہ عید کے دن علے الصبح ہی احباب جمع ہونے شروع ہو گئے۔ اور دوپہر تک حاضرین کی تعداد ڈھائی سو کے قریب ہوگئی۔ اس مجمع میں ہمارے برٹش نومسلمین میں سے قریباً قریباً وہ تمام سرکردہ اخوان و خواتین موجود تھیں جوکہ ہمارے پاک اور مُطہر مذہب سے حلقہ بگوش ہو چکے ہیں۔ انہیں سے رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے الفارُوق بالقابہ اور سر آر چیبا لڈ اور لیڈی ہملٹن کی موجودگی ایک امتیازی حیثیت رکھتی تھی۔ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے مفتی عبدالمجید عرب نے نماز عید کی تکبیر کہی۔ اور مولانا عبدالمجید صاحب ایم اے قائمقام امام مسجد نے نہایت دلفریب اور اپنے خاص انداز میں نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد مولانا موصوف نے خطبہ پڑھا۔ اور قربانی کے متعلق قرآن کریم اور احادیث نبوی کے حوالے پیش کئے۔ خطبہ کے بعد دو مسلمان بھائیوں نے دلکش آواز میں قرآن کریم پڑھ کر سامعین کو محظوظ کیا۔

اورلارڈ ہیڈلے الفاروق بالقابہ نے "اسلام اور عیسائیت" پر ایک مؤثر تقریر کی جسمیں اسلام کو علم و سائنس کا سرچشمہ ثابت کیا ۔ اور عیسائیت کو جہالت اور بےعلمی کا منبع ۔ لیکچر ختم ہونے کے بعد حاضرین کو کھانا کھلایا گیا ۔ اس دوران میں مَیں نے ووکنگ مسلم مشن کی طرف سے غازیان ریلف کے لئے چندہ جمع کرنا شروع کیا ۔ دوپہر کے بعد باقیماندہ احباب کو چائے پلائی گئی اور معزز مہمان شام کو اپنے گھروں کو واپس لوٹے" +

ناظرین رسالہ سے ضروری التماس

رسالہ ہذا کی موجودہ اشاعت اسکے اخراجات کثیر کی متحمل نہیں ۔ رسالہ کا ظاہری و باطنی حُسن ناظرین کرام سے پوشیدہ نہیں ۔ گذشتہ چھ ماہ سے بلند پایہ کے مضامین رسالہ ہذا ہدیہ ناظرین کرام کر رہا ہے ۔ رسالہ کو مضامین کے لحاظ سے بہترین بنانے میں ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے ۔ حالات حاضرہ پر اسلامی نکتۂ نگاہ سے ہر نمبر میں تنقید کی جاتی ہے ۔ طباعت کا خاص خیال کیا جاتا ہے ۔ بہتر سے بہتر کاغذ جو مارکٹ میں ملسکتا ہے وہ استعمال کیا جارہا ہے ۔ جہانتک ہمارے بس میں ہے ہم انشاء اللہ اس کو بہتر شکل و صورت میں مسلم پبلک کے سامنے پیش کرنے میں دریغ نہ کرینگے لیکن ہماری حوصلہ افزائی کرنی ناظرین پر منحصر ہے + اس لئے ہم مالی مشکلات کو سامنے رکھکر ذیل کی عرضداشت پیش کرتے ہیں :-

(۱) رسالہ ہذا کے کم از کم تین تین صد خریدار اپنے اپنے حلقہ اثر میں پیدا کئے جاویں ۔

(۲) رسالہ کی مد میں امدادی رقوم ارسال کی جاویں ۔

(۳) اپنی طرف سے رسالہ کو غیر مسلموں میں مفت تقسیم کرائیں ۔ اس صورت میں چندہ سالانہ تے ہوگا ۔ اور کار ثواب ہے ۔

(۴) رسالہ کی سابقہ جلدوں کی خرید فرمائیں قیمت فی رسالہ ۲ ر علاوہ محصولڈاک ہے +

خادم منیجر رسالہ اشاعتِ اسلام ۔ عزیز منزل لاہور

گوشوارۂ آمد و خرچ

ووکنگ مسلم مشن و اسلامک ریویو پبلشر فنڈ و تبلیغ اسلام ریزرو فنڈ

دفتر ہندوستان بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۵ء

تفصیل آمد	نمبر	رقم آمد ہندوستان: پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر	رقم خرچ ہندوستان: پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن - - - -	۱	۰	۳	۲۷۱	خرچ مشن و اسلامک ریویو در ہند	۱	۰	۵	۱۰۰۶
آمد اسلامک ریویو	۲	۰	۱۲	۵۶۳					
آمد ریزرو تبلیغ اسلام فنڈ	۳	۰	۰	۱۸۳					
کل میزان		۰	۱۵	۱۰۱۷	کل میزان	۰	۰	۵	۱۰۰۶

فٹ نوٹ:- جون سنہ ۱۹۲۵ء کے حساب مشتہرہ میں ایک رقم شائع ہونے سے رہ گئی ہے - یہ رقم ۔/۸/۱۰۰۳ کی دفتر لاہور (ہندوستان) کی آمد سے قرآن کریم انگریزی کی مد میں مورخہ ۲۵ - جون سنہ ۱۹۲۵ء کو منتقل کی گئی - اکتوبر سنہ ۱۹۲۴ء تا اپریل سنہ ۱۹۲۵ء تک جس قدر قرآن انگریزی انگلستان میں فروخت ہوا اسکی آمد انگلستان میں جمع ہوتی رہی - اسلئے یہ انتقال اس رقم کی ادائیگی کے لئے لاہور میں کیا گیا - سکرٹری

دستخط - ڈاکٹر غلام محمد آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن - عزیز منزل لاہور

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۵ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
واپسی پیشگی - - -	۰	۳	۶۸	جناب خان بہادر نواب الٰہی بخش صاحب بہاولپور ۱	۰	۰	۱۵
اہلیہ صاحبہ میاں محمد فاضل صاحب اوکاڑہ ..	۰	۰	۴۰	" عبدالعزیز صاحب فورٹ سنڈیمن	۰	۰	۵
جناب ذرعنی صاحب امروکہ - - -	۰	۰	۱۰	" مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب دہلی - -	۰	۰	۵
" محمد صغر علی صاحب - - -	۰	۰	۵	" محمد ابراہیم صاحب بھوانی ..	۰	۰	۲
" بابو تواب الدین صاحب - - -	۰	۰	۱۰	" محمد ابن حسن صاحب کاکوری ...	۰	۰	۱
" تاج الدین صاحب سنڈیونیم - -	۰	۰	۵	" محبوب خان " ہوبری - -	۰	۰	۸
" اے ایم شیا زہیری - - -	۰	۰	۱۰	" بھو ... لطیف معرفت " - - -	۰	۰	۲
" عبدالرحیم کمسی - - -	۰	۰	۱۲	" محبوب علی صاحب فورٹ گوالیار - -	۰	۰	۱۰
" عبدالسلام لکھنؤ - - -	۰	۰	۳۳				
" بابو محمد ابراہیم بھوانی - - -	۰	۰	۴	" عبدالمعبود صاحب فاروقی	۰	۰	۲
" فضل کریم آبازئی - - -	۰	۰	۳	" غلام جیلانی صاحب میرٹھ	۰	۰	۵
" صوفی صاحب کلکتہ - - -	۰	۰	۱۰	شخص معلوم انجمن گاؤں - - -	۰	۰	۱
" منہاج الدین صاحب کھنڈہ	۰	۰	۵				
				میزان	۰	۰	۲۰۳

۱ جناب نواب صاحب نے مبلغ ۔/۵۰ روپے ارسال فرمائے جنکی تفصیل فٹ نوٹ صفحہ ۴۴ نقشہ نمبر ۲ میں درج ہے +

۹۲/۵

جلد اوّل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اشاعتِ اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریۂ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیرِ ادارت

خواجہ کمال الدین مبلّغِ اسلام

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعتِ اسلام

عزیز منزل - لاہور

قیمت سالانہ للعہ ممالک غیر کیلئے صہ

شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا
اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ
بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَ
لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ
فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ
فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝
اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَاۗىِٕكُمْ ۭ
هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ
اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ
عَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا
كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ
لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠
ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ
وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ۭ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ

J. Gun-Munro, F.R.G.S.

فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام لاہور

جلد (۱۱) بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۵ء مطابق ربیع الاول ۱۳۴۴ھ نمبر (۱۰)

ڈبلن (آئرلینڈ) کے ایک قابل جرنلسٹ کا اعلانِ اسلام

ذیل میں ہم جناب جے۔ گن منرو۔ ایف۔ آر۔ جی ایس کا اعلان اسلام شائع کرتے ہیں جنہوں نے مسجد ووکنگ کی اسلامی تحریک کے ماتحت اسلام قبول کیا ہے۔ اس ماہ کے رسالہ کو آپ کے فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے۔ جناب گن منرو صاحب بہت ہی قابل انسان ہیں۔ اور سب سے زیادہ مسرت انگیز بات یہ ہے۔ کہ آپ ایک قابل جرنلسٹ ہیں۔ ڈبلن میں چند ایک پہلے بھی مسلمان ہیں۔ لیکن اب اس نومسلم کے ذریعہ انشاء اللہ بہت کچھ تحریک ہوگی۔ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے ڈبلن میں خاص طور سے تحریک و تبلیغ شروع کر دی ہے۔ اسکے علاوہ گذشتہ ماہ میں Miss Lottie Hillman Calodon Surrey نے بھی اعلان اسلام کیا +

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے قابل نومسلم ایڈیٹر کو اسلام کی حمایت میں زورِ قلم صرف کرنے کی توفیق دے۔ آمین

اعلانِ اسلام

معزز برادرانِ اسلام!

میں نہایت ہی خلوص دل سے اپنے قبول اسلام کا اعلان کرتا ہوں۔ جو میں نے

ماہ گذشتہ کی ۲۷ تاریخ کو کیا ـ ضمناً یہ کہنا بھی ضروری ہی کہ میں نے یہ اعتقادات سالہا سال اسلام اور عیسائیت کے اصولوں پر غور و تفکر سوچ بچار اور ہر دو کا بخوبی مطالعہ اور موازنہ کرنے کے بعد قبول کئے ہیں +

بحیثیت ایک مسلمان کے انشاء اللہ اب میرا فرض ہو گا ـ کہ اپنی زیست کے باقیماندہ اوقات کو سچے دین کی خدمت میں صرف کروں ـ اور مجھے اُمید ہے کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکا بحیثیت ایک مصنف اور رسالجات کے ایڈیٹر ہونے کے اپنے نصب العین میں کوشاں رہونگا +

مجھے امید ہے کہ میں جلد ہی عرصۂ قلیل کے بعد انگلستان میں اپنا کام شروع کرونگا ـ اور میں نہایت مشکور ہونگا ـ اگر آپ ازراہِ عنایت کسی بات میں میری رہنمائی کریں +

آپ کا بھائی

جے ـ گن ـ منرو ـ الیف آر ـ جی ـ ایس

بنام امام مسجد ووکنگ انگلستان

میں لارڈ جیمز ـ گن ـ منرو ـ پسر جیمز ۴۷ پامرسٹن روڈ ـ ڈبلن نہایت خلوص دل سے اور آزادی رائے سے اعلان کرتا ہوں ـ کہ میں نے دین اسلام اپنا مذہب قبول کیا ـ میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا معبود سمجھتا ہوں ـ اور میرا ایمان ہے ـ کہ محمدؐ رسول اللہ اس کے رسُول اور پیغمبر ہیں ـ اور میں تمام انبیاؤں کو ابراہیمؑ ـ موسیٰؑ و عیسیٰؑ وغیرہم سب کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں ـ اور انشاء اللہ آیندہ ایک مسلمان کی زندگی بسر کرونگا +

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

جے ـ گن ـ منرو

ٹینسی (امریکہ) کا مذہبی جنون جولائی ۱۹۲۵ء کا مہینہ مسیحی دنیا میں اس مقدمہ کی وجہ سے یادگار رہیگا ـ جو ڈے ٹن (واقعہ ریاست ٹینسی امریکہ)

سکے ایک سرکاری سکول کے مُعلّم پر اس وجہ سے چلاگیا۔ کہ اس نے مسئلہ ارتقاء کی تعلیم اپنے شاگردوں کو دی تھی۔ اس مقدمہ کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ مُعلّم مذکور کو بیس پونڈ جرمانہ ہوگیا۔ جرم جو اس پر عائد کیا گیا تھا یہ ہے کہ اس نے ریاست کے ایک قانون کو توڑا ہے۔ جس کے رو سے ان سکولوں کے مُعلّمین کو جو سرکاری امداد پر چل رہے ہیں، ممانعت ہے۔ کہ وہ کسی ایسی بات کی تعلیم دیں جس سے انسانی پیدائش کے متعلق بائبل کے قصہ کا انکار لازم آئے۔ یا کوئی ایسی بات طلباء کو پڑھائیں۔ جس سے یہ ثابت ہو۔ کہ انسان ادنےٰ قسم کے حیوانات سے پیدا ہُوا ہے۔ کیا مسئلہ ارتقا کی تمام صورتیں بائبل کی کتاب پیدائش خلاف ہیں یا کسی ایک میں مخالفت پائی جاتی ہے؟ اور وہ کونسی صورت ہے؟ کیا امریکہ کی کسی ریاست کو قانوناً یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ کسی ایسی تعلیم سے روک دے۔ جو ریاست کی مجلس وضع قوانین کے نزدیک بائبل کے کسی فقرہ کے لفظی معنوں کے خلاف ہو؟

ان دونوں سوالات پر دوران مقدمہ میں بحث کی گئی۔ ملزم کی طرف سے یہ اپیل کی گئی۔ کہ بائبل کے بہت سے ترجمے موجود ہیں۔ اور کہ امریکہ کے پانچسو گرجے اور مسیحی فرقے بائبل کے بعض فقرات کے معنے کرنے میں ایکدوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اس لئے انھوں نے سوال کیا۔ کہ قانون شکنی سے بچنے کیلئے ایک مُعلّم کو کونسا ترجمہ قبول کرنا چاہیئے +

یہ اس مقدمہ کے حالات ہیں۔ جو ابھی حال ہی میں ہُوا ہے لیکن سائنس اور مسیحیت میں معرکہ آرائی یورپ کی تاریخ تہذیب کو مطالعہ کرنیوالوں کے لئے کوئی نئی بات نہیں۔ ان مظالم کی تفصیل کس کو معلوم نہیں جو گلیلو پر توڑے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ ٹینیسی کے مقدمہ کو تعجب اور حیرانی کی نظروں سے نہیں دیکھا گیا۔ تاہم ایک چیز ایسی ہے جو ہر اس شخص کی توجہ کو بھی جذب کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ جسے اتفاقاً ایسی باتوں کے مطالعہ کا موقعہ ملتا ہے اور وہ مسیحی تعلیمات

کا وہ رویہ ہے جسکی وجہ سے جب کبھی اور جہاں کہیں اسے اپنا زور اور اثر دکھانے کا موقعہ میسر آیا ہے علم اور سائنس کی مخالفت کے بغیر وہ نہیں رہ سکی ۔ یوروپین لوگ جب تک سچے عیسائی رہے علم و سائنس کے میدان میں کوئی ترقی نہ کر سکے ۔ ازمنہ توسط کے مسلمانوں اور عیسائیوں میں یورپ کے اندر ایکدوسرے کے ساتھ رہتے ہوئے ایک کھلا اور بیّن فرق نظر آتا ہے ۔ اول الذکر علم و سائنس کے مُربّی ہیں ۔ اور مُؤخرالذکر جہالت اور ناقابلِ عمل معتقدات یعنی سچی مسیحیت کے علمبردار ۔ ان صریح واقعات کے ہوتے ہوئے ہمارے عیسائی دوستوں کا یہ دعوے کس قدر ناواجب ہے ۔ کہ تمام موجودہ ترقیات خواہ وہ دماغی ہوں یا مادی ان مسیحی تعلیمات کا نتیجہ ہیں جو بائیبل کے اندر پائی جاتی ہیں ۔ نینیسی کا مقدمہ اور کلیسیا کی گذشتہ تاریخ اس دعوے کی کھلی تردید ہے ۔ جسقدر جلد وہ "یوروپین" اور "مسیحی" ۔ فرق کو سمجھینگے ۔ اتنا ہی ان کے لئے بہتر ہوگا ۔ کیونکہ موجودہ دماغی ترقیات کسی مسیحی دماغ کا نتیجہ نہیں ۔ بلکہ یوروپین دماغ کا اثر ہیں ۔ بہرحال ہمارے مسیحی دوست خواہ کچھ کہیں ایک بات نہایت بیّن طور پر ظاہر ہے ۔ اور وہ بائیبل کی تعلیمات کی حالات زمانہ سے عدم مطابقت اور ان کا پُرانے زمانہ کے مناسب حال اور غیر مکمّل ہوتا ہے ۔

مسیحیّت اور نشان پرستی نشان پرستی کا زمانہ انسانی دل و دماغ کے بچپن کا زمانہ تھا ۔ اس زمانہ میں بقول جناب کرشن بُت اور تصویروں سے گڑیوں کا کام لیا جاتا تھا ۔ بچے گڑیوں کے ساتھ کھیلتے اور ان سے وہ سب کچھ سیکھتے تھے ۔ جو بڑی عمر کیلئے سیکھنا ضروری ہوتا تھا ۔ انسان اپنی عقل و احساس کے بچپن کے زمانہ میں آسانی صداقتوں کو نظری صورتوں میں سمجھنے کے قطعاً ناقابل ہوتا ہے ۔ اُسے گڑیوں کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اور وہ تصویروں اور نشانات سے کام لیتا ہے ۔ لیکن اس بچپن کی عمر سے ہم

گذر آئے ہیں۔ بلکہ جناب کرشن کے زمانہ میں بھی اس عمر سے ہم گذر چکے تھے
اب ہم ان ایام میں ہیں۔ جبکہ علم و فضل کی روشنی دُنیا پر طاری ہے۔ اور یہ
ایسا ہی ہے۔ جیسے لندن کی گلیوں اور بازاروں میں سے ہم گذرتے ہیں
اور ہمارے دل کی آنکھ ظاہری آنکھوں کے لئے عینک کا کام دیتی ہے
ہم بعض ایسی ایسی چیزوں کو دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔ جو ہماری عقل و
احساس کی حدود سے باہر تھیں۔ ان چیزوں کی ہستی کو معلوم کرنے اور
ان پر ایمان لانے کے بعد ہم صحیفۂ قدرت کے اندر تحقیق و تفتیش
شروع کر دیتے ہیں۔ اور موجودہ سائنس کی مختلف ترقیات اور کامیابیوں
کیلئے اور بھی اضافہ کا موجب ہوتے ہیں۔ کیا ایسی ہی تحقیق و تدقیق ہم علم
دین اور آسمانی صداقتوں کے اندر نہیں کر سکتے؟ ایسا کرنا کوئی امر نہیں
آپ نفسانی پرستی کی تائید ہیں جو جی چاہے کہیں لیکن ایک مسلمان
کی وہ حالت جب وہ نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر اذکار میں مشغول ہو۔ ان
بیہودہ باتوں کے قطعاً منافی ہے۔ ایک مسلمان مختلف حالات میں سے
گذرتے ہوئے اپنے دل کو ان تمام باتوں سے علیحدہ کر لیتا ہے۔ جو یادِ خدا
سے اُسے روکنے والی ہوں۔ اُسے کسی بپتسمہ وغیرہ کی ضرورت نہیں
نہ ہی اعشائے ربانی کی رسم کبھی ان لوگوں کے اخلاق کو اعجازی طور پر
بدلنے کا موجب ہوئی ہے۔ جنہوں نے اُسے اپنا مسلک اور دستور العمل
قرار دے رکھا ہے۔ واقعات آخر واقعات ہیں۔ جو کسی صورت میں بدل
نہیں سکتے۔ ایک مسلمان اپنی تمام خواہشات اور جذبات پر ایک موت
وارد کر لیتا ہے۔ تمام دنیوی مسرتوں اور دُکھوں۔ خواہشات اور حرص و
لالچ سے وہ اپنے آپ کو بلند کر لیتا ہے۔ تمام دوسری ترغیبات سے اُسے
دل کو موڑ کر وہ محض خدا کی یاد میں اپنے آپ کو لگا دیتا ہے۔ اس وقت
آسمان سے ایک روشنی نازل ہوتی ہے۔ جو اس کے دل پر اپنا قبضہ جما لیتی

اور خداوند کا تختگاہ بنادیتی ہے۔ انسانی دل کے اندر جسقدر بت ہیں۔ ان سب کو وہاں سے نکال دیا جاتا ہے۔ اور وہ خداوند تعالیٰ کا مندر بن جاتا ہے۔ اس وقت خود وہ انسان آلہی روشنی کا کام دیتا ہے۔ اور خدا کا جلوہ اپنے اندر دکھاتا ہے۔ وہی اس وقت اللہ تعالیٰ کا سچا مظہر ہوتا ہے +

یہاں ہم مسیحیت اور اسلام میں کوئی ایسا مقابلہ کرنا نہیں چاہتے جو ان دونوں مذاہب میں منافرت کا موجب ہو۔ ہمیں دونوں مذاہب کی خوبیوں اور برائیوں پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ نشان پرستی اب یقینی طور پر تنزل کی حالت میں ہے۔ معقول پسند انسان اس سے ہرگز اثر پذیر نہیں ہوسکتا۔ ایک عامہ دل و دماغ کو بھی متاثر کرنے کے لئے اُسے ایک نہ ایک بُنیاد کی ضرورت ہے۔ اور یہ بنیاد جہالت اور کم عقلی اور ہمجھدار لوگوں کے اندر بعض غیر معقول عادات کی شکل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ دور جدید کا اثر مسیحی کلیسا کو بہت سی ایسی باتوں سے آزاد کرنے کے درپے ہے۔ جو توہمات کا نتیجہ ہیں۔ کیا جدت پسند حضرات مذکورہ بالا خیالات و معتقدات پر بھی غور و فکر کرنے کی کوشش کرینگے؟

فرشتہ اور شیطان ہر چیز ہمارے سامنے آتی ہے۔ اس سے متضاد جذبات ہمارے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ بعض وقت ہمارے اندر نیکی یا بدی کی تحریک ایسے ذرائع سے پیدا ہوتی ہے۔ جو ہمیں نظر بھی نہیں آتے۔ ان ذرائع کو قرآنی اصطلاح میں "فرشتہ" یا "شیطان" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ وہ کوئی انفرادی ہستیاں ہوں یا نہ ہوں (یہ ایک وسیع مضمون ہے۔ اور اس مقصد سے اسے کوئی تعلق نہیں۔ جس پر غور کرنا یہاں ہمارے پیش نظر ہی ایکن جو کچھ بھی ہیں۔ وہ حقائق کا رنگ رکھتے ہیں۔ آگ کیلئے ضروری

ہے۔ کہ وہ اپنی جلانے کی خاصیت کو کام میں لائے۔ وہ ہمارے لئے کھانا پکانے کا کام دے۔ یا شدید سردیوں کے اندر ہمیں گرم کرنے کا موجب ہو۔ یا ایک شہر کے شہر کو اپنے خوفناک شعلوں سے جلا کر خاکستر کردے۔ اور اس طرح سے دُکھ اور تباہی کا موجب ہو۔ یہ دونوں قسم کے حالات انسان پر آتے ہیں۔ ایسا ہی نیکی کی رغبت اور بدی کی طرف میلان بھی اس کو ہر وقت گھیرے ہُوئے ہے۔ فرشتہ اور شیطان دونوں اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ اُسکی اپنی سمجھ اور عقل پر موقوف ہے۔ اُسکی اپنی تربیت کا نتیجہ ہے۔ اس کے اپنے قوےٰ کو نیک یا بد رستہ پر لگانے کا اثر ہے۔ کہ وہ فرشتہ کا کہا مانے یا شیطان کا۔ ہر ایک چیز اپنے ایک خاص معیار پر کسی عمل نتیجہ کو پیدا کرتی ہے۔ لیکن ہمارا بُرا اور بےموقع استعمال اور غلط طریق سے کام لینا جو زیادہ تر جہالت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ بُرائی کا موجب ہو جاتا ہے۔ گناہ ہماری فطرت کے اندر نہیں۔ نہ ہی خدا تعالےٰ کے کاموں میں بدی کا کوئی اثر ہے۔ کیونکہ وہ تمام بدیوں اور بُرائیوں سے منزہ اور تمام خوبیوں اور نیکیوں کا جامع ہے۔ یہ محض ہمارا اپنا طریق عمل ہمارا اپنا پیدا کردہ اثر اور نتیجہ اور اپنی کوششوں کا پھل ہے۔ کہ ہم پر کوئی بدی اور تکلیف وارد ہوتی ہے۔ بُری تحریکات اور گرد و پیش کے بُرے حالات ہماری پاکیزگی اور حسن تربیت کو تکمیل تک پہنچانے کا باعث ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی تسلط ان لوگوں پر نہیں ہوتا۔ جو اپنی عقل و سمجھ کو خدا تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت کر دیتے ہیں۔ اور اسکے نیک اور راستباز بندے ہیں[۵]۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہمیں اس قابل بنا دیتی ہے۔ کہ ان بدیوں کا پورے طور پر مقابلہ کریں۔ جو ہمارے گرد و پیش حائل ہیں۔

---

[۵] ان عبادی لیس لک علیہم سلطٰن (الحجر ۱۵: ۴۲)

مُسلم برادران کے غور وفکر کی ایک نہایت ہی اہم ضرورت

پادری ڈاکٹر زویمر مشہور دشمن اسلام نے یہاں کے ایک ہفتہ وار اخبار سنڈے ایبزرور کے نمائندہ سے گفتگو کرتے ہوئے ذیل کے الفاظ کہے۔ یہ گفتگو اسلام کے مستقبل کے متعلق تھی۔ اس کا کچھ حصہ ہندوستانی اخباروں میں چھپ چکا ہے:-

"مسیحی دنیا اور عالم اسلام ایکدوسرے کے بالمقابل رُو در رُو آگئی ہے وہ دن گئے جب خفیہ کارروائیوں سے کام چلتا تھا۔ مسلمان بھی جانتے ہیں۔ اور ہم بھی سمجھتے ہیں۔ کہ اسلام اور عیسائیت ہی دُنیا کے متعلق فیصلہ کرنے کا وقت آگیا ہے۔ مسلمان اپنی سیاسی طاقت تو کھو بیٹھے اب وہ اپنے ذہنی اور رُوحانی اسباب کو مضبوط کرنے کی فکر میں ہیں ہماری سوال یہ ہے۔ کہ کیا قرآن علمی تنقید کے نیچے آسکتا ہے۔ اور کیا اُنکے نبی کے اخلاق کی حمایت مسیحی اخلاق کی روشنی میں ہوسکتی ہے"+

پادری موصوف نے بعض باتیں تو سچی کہی ہیں۔ پرانی کھیل تو واقعی ختم ہوگئی جب نوعمر بچے خفیہ طریق پر والدینوں سے جدا کئے جاتے تھے۔ اور انہیں عیسائی بنانے کے لئے دور دراز مشن کیمپوں میں بھیجدیا جاتا تھا۔ روپیہ پیسے اور دیگر لالچوں سے عیسائی تعداد کو بڑھایا جاتا تھا۔ مسلمان آخر اس کھیل کو سمجھ گئے۔ لیکن جس بات نے اس دشمن اسلام کو گھبرا دیا ہے۔ وہ کچھ اور ہے۔ اہل مغرب اب محاسن اسلام کی طرف متوجہ ہورہے ہیں۔ وہ اب سمجھنے لگ گئے ہیں۔ کہ پادری برابر عمداً اُنہیں اسلام اور شارع اسلام کے متعلق آج تک دھوکا دیتا رہا۔ مجھے عموماً ایسی چھٹیاں آتی رہتی ہیں۔ جن سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس تحریر

کے وقت بھی ایک معزز خاتون کی چٹھی میں میں نے ذیل کے الفاظ پڑھے
" آپ کے بھیجے ہوئے کاغذ میں نے نہایت احتیاط سے پڑھے
ان میں میرے غور و فکر کے لئے بہت سی باتیں ہیں سنئے الواقعہ مجھے اور
میری طرح بہت سے لوگوں کو یہاں قرآن اور اسلام کے متعلق بہت غلط
اطلاع ملی ہے - قرآن سنئے الواقع نہایت اعلےٰ کتاب ہوگی - اور
اسکی تعلیمات ضرور ربانی ہیں - میں آپ کے مرسلہ کاغذات اپنے پاس رکھتی
ہوں - اور انہیں دوسروں کو بھی دکھلاؤں گی"

تیرہ سال ہوئے جب میں اولاً یہاں آیا - میری پہلی غرض تو یہی ہے
کہ اسلام کے متعلق یہاں کے نکتہ خیال کا مطالعہ کیا جاوے - بہت
تھوڑے ہی عرصہ میں میں نے حقیقت حال کو سمجھ لیا - یہ امر تو کوئی
تعجب خیز نہیں - کہ ایک غیر قوم دوسروں کے معتقدات کو صحیح طور پر
نہ سمجھ سکے - یا ان کے متعلق غلط رائے قائم کرلے - یہ ایک طبعی امر ہے
لیکن ظلم تو یہ ہے - کہ ہمارے حالات کو ارادتاً غلط طور پر بیان کیا گیا اس
ناواقفی اور جہالت کا تو اب بھی کوئی ٹھکانا ہی نہیں - جو اسلام کے
متعلق مغرب میں موجود ملتی پایا ہے - جو کچھ ان لوگوں کا علم ہمارے متعلق ہے
وہ سب مخدوش ذرائع سے یہاں پہنچا - وہ ہمارے متعلق ایسی باتیں جانتے
ہیں جن کا ہمیں تو علم نہیں - اور نہ وہ ہم میں موجود ہیں - وہ اسلام کے متعلق وہ باتیں
بتلاتے ہیں جن کا نام و نشان ہماری کتابوں میں نہیں حق تو یہ ہے - کہ ان پادریوں کا دماغ
اس امر میں نہایت ہی سرسبز واقع ہوا ہے جہاں وہ صحیح واقعات کو مسخ کردہ صورت میں
بیان نہیں کرسکتے - وہاں جھوٹے قصے بیان کردیتے ہیں - یہ شاید اٹھارویں
صدی کا آغاز تھا جبکہ اسلام کو بدترین رنگ میں پیش کرنے کی تجاویز مغرب میں شروع
ہوگئیں - اور آخری صدی کے نصف حصہ تک ان تجاویز پر بڑی شد و مد کے ساتھ برابر
عمل ہوتا رہا - اس مہم غلط بیانی سے مذہبی اغراض اسقدر وابستہ نہ تھیں جسقدر سیاسی اغراض

ان لوگوں کے سامنے تھیں۔ ہاں پادری لوگ حسب معمول ان اغراض کے حصول کا آلہ بنائے گئے یہ گروہ غیر مسیحی لوگوں کو مسیح کے جوئے تلے لانے کے لئے ایسے مامور نہیں ہوئے جس قدر وہ انہیں مسیحی حکومتوں تلے لانے میں مستعد ہوتے ہیں جہاں جاؤ فرقہ پادری سیاسی اغراض کے پورا کرنے میں ایک جُز لازمی ہے وہ اغراض بھی بہت حد تک پوری ہو گئیں۔ اور دنیا کا نقشہ بھی بدل گیا +

اب چند سال سے ان میں ایک تازہ حرکت شروع ہوئی ہے پھر وہی غلط بیانی کی کھیل آموجود ہوئی ہے لیکن اب کے ایک اور غرض بھی سامنے ہے +

میرے ابتدائی تین چار سالوں کی رہائش انگلستان نے مجھے یہ سمجھایا کہ اس دُنیا کو مذہبی صداقت پر کھڑا کرنا اتنا مشکل نہ ہوگا۔ اگر ہم جناب ختمیت مآب صلعم کی سیرت اور اخلاق قرآنی کا صحیح نقشہ مغربی پبلک کے سامنے رکھ دیں۔ میرا یہ قیاس صحیح نکلا اور آئندہ چند سالوں کے کام نے مجھے اس رائے میں اور مضبوط کر دیا انگریز گھر سے باہر اپنے مقبوضات اور ملحقہ آبادیوں میں خواہ کسی خلاف وطن کے واقع ہوئے ہوں۔ مگر اپنے ملک میں ان کا طریق عمل عموماً صحیح اور منصفانہ ہوتا ہے۔ اگر ان پر اپنی غلطی کھل جائے تو اسکی اصلاح کر لیتے ہیں۔ ہماری گذشتہ کامیابی اس کا ایک ثبوت ہے +

اس کامیابی سے میری مراد یہاں کے نومسلموں کی تعداد نہیں۔ اور اس معاملہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے احسانوں کے اظہار کیلئے میرے پاس کافی الفاظ نہیں ہمیں خدا نے جو کامیابی دی۔ وہ ان پادریوں کو دنیا کے کسی حصہ میں کبھی نصیب ہوئی۔ لیکن ہماری اصلی کامیابی یہی ہے کہ اسلام کے متعلق جو دروغ بیانی یہاں ہو رہی تھی۔ وہ اہل مغرب کو نظر آنے لگی یہ لوگ ہماری پیش کردہ تعلیم اسلام میں ایک ایسا مذہب دیکھنے لگے جو صاف سادہ اور اپنے اندر عملی خوبیاں رکھنے کے علاوہ ان تحکمانہ عقاید مسیحیت سے بھی پاک صاف تھا جنکو تسلیم کرنے میں عقل و دانش کی بے عزتی ہوتی ہے اسلام اسلئے بھی اہل مغرب کو مرغوب ہو رہا ہے۔ کہ ایک طرف تو اسلام انسان کی روزانہ عملی زندگی کے متعلق سبق دیتا ہے دوسری طرف اسکی تعلیم انسان کو اس دنیا میں رکھ کر گھر کی چار دیواری سے علیین تک پہنچا دیتی ہے۔ اسلام کے قبول کرنے میں وہ عقل و مذہبی معتقدات میں کوئی منافرت نہیں دیکھتے۔ وہ اللہ کی صفات میں اس ذات پاک کو دیکھتے ہیں جس کا ظہور کائنات کے ذرے ذرے میں ہو رہا ہے انہیں قرآن میں خدا سے آئے ہوئے وہ الفاظ نظر آئے جن کی تصدیق اس کے فعل سے کائنات میں ہو رہی ہے۔ اسلام میں انہیں وہ مذہب نظر آتا ہے جو سائنس کے ساتھ متصادم نہیں ہوتا۔ ایسا ہی اسلامک ریویو اور ہمارے دوسرے لٹریچر کو دیکھ کر

انہیں آنحضرت صلعم کے متعلق اپنی رائے بدلنی پڑی خصیت آپ کی تصویر میں انہیں وہ شخصیت اب نظر آئی ۔ جس نے ان تمام محامد و محاسن کو بدرجہ اتم ظاہر کر دیا ۔ جو فطرتِ انسان میں ودیعت شدہ تھے ۔ اور یہ امور انہیں خالی خولی الفاظ یا سرمن یا خطبات کے رنگ میں نظر نہ آئے بلکہ ان باتوں کو انہوں نے آنحضرت صلعم کی سیرت شمائل اور افعال میں پایا ۔ اس کامیابی پر ہم خدا کے آگے سجدات شکر ادا کرتے ہیں ۔ دراصل یہی امور دنیا میں قائم کرنے کی کوشش ہونی چاہیئے ۔ اور باقی باتیں تو چند دن کا کھیل ہیں ۔ میں اپنے کل مسلم بھائیوں کی خدمت میں یہی عرض کرتا ہوں ۔ کہ ختمیت مآب کے صحیح خط و خال کو اور قرآنی اخلاق کی صحیح تصویر کو دنیا تک پہنچا دو تو آسانی سے تم لکھو کہا دلوں کے مالک ہو جاؤ گے ۔ اور یدخلون فی دین اللہ افواجا کا رنگ پھر نظر آنے لگجائیگا ۔ چند سال ہوئے ہماری طرف سے قریبًا دو صد احادیث کا انگریزی ترجمہ یہاں شائع ہوا ۔ تسخیر قلوب میں جو ان چند ورقوں نے جادو کا اثر کیا ان کا عشر عشیر بھی تو کسی کے ہزار ہا لیکچروں اور خطبوں میں نظر نہ آیا ۔ ان تمام باتوں کا اثر خود پادری حلقے تک جا پڑا ۔ چنانچہ انہیں یہ جرأت تو نہ ہوئی ۔ کہ وہ ہماری پیش کردہ شمائل اسلام و سیرت شارع اسلام پر کسی قسم کی خوردہ گیری کرتے ۔ اور وہ کرتے ہی کیا ۔ وہ تو ہر عیب سے پاک تھے ۔ یہ باتیں اُنہیں کھا گئیں ۔ اور انکے دلوں میں بیٹھ گئیں ۔ انہیں نظر آگیا کہ اب اُن کا دام نہ چلیگا ۔ لہٰذا انہوں نے ایک نئی کھیل شروع کر دی ۔ انہوں نے اپنی تجارت (مذہب) کے زندہ رکھنے کے لئے نیا اشتہار تجویز کیا ۔ ہمارے خلاف " نیا اسلام اور نیا محمدؐ " کا شور انہوں نے اُٹھانا شروع کیا ۔ لیکن میرے نزدیک ہمارے کام کی داد اس سے زیادہ ہو نہیں سکتی ۔ میں اُن کے اس نئے حملہ کو اپنے کام کی حقیقی تعریف سمجھتا ہوں ۔ اور اسے اپنے لیے ایک جرأت افزا تحریک خیال کرتا ہوں +

اسلام و حضرت محمد صلعم کی اصلی تصویر سے دنیا ناواقف تھی ۔ اور جو اہل مغرب نے دیکھا یا سُنا تھا ۔ وہ لاٹین نویسوں کی قلم کی بخیہ کاری تھی ۔ جوں ہی اسلام و بانی اسلام کے چہرے سے بدنما حجاب دُور کیئے جانے کی کوشش ہوئی آنکھیں چندھیانے لگ گئیں ۔ اور جن بعض نگاہوں نے کچھ دیکھ لیا ۔ وہ حلقہ بگوش ہو گئے ۔ ہم سے اگر پوچھو تو یہ ایک راز ہماری کامیابی کا ہے ۔ دشمن بھی تاک میں تھا ۔ اُسے بھی آخر یہی ایک بات سُوجھی ۔ چنانچہ فروری ۱۹۲۵ء

ہیں پادری نیش نے یہاں کے عمائد مسیحیت کی ایما پر ایک کتاب شائع کی۔ اس کا نام "انقلاب فی عالم الاسلام" ہے۔ اس کے صفحے ۷۰ پر میں ذیل کے الفاظ پاتا ہوں :-

"ہندوستان میں علیگڈھ نے اور انگلستان میں ووکنگ نے ایک نیا استعداری علم کلام پیدا کیا ہے۔ ہمارے خداوند کے اخلاق کو عمداً بدنما کرکے دکھلایا جاتا ہے۔ اور بالمقابل محمد کی تصویر کو ایسے خوبصورت رنگوں میں پیش کیا جاتا ہے۔ کہ جس پر ساتویں صدی کے اہل عرب بھی حیران ہو جائیں۔ ووکنگ اس کوشش میں ہے کہ محمدؐ کو دُنیا کیلئے اُسوہ بنا کر پیش کرے۔ اور اسکی تصویر میں دنیا کو سیرت و اخلاق کا بلند ترین نصب العین نظر آئے لیکن اس نئے محمد کو جن رنگوں میں رنگ کر کے پیش کیا جا رہا ہو وہ تو مسیحی صندوق مصوری کے رنگ ہیں" +

یعنے یہ کُل کی کُل باتیں جو سرور کائنات کے متعلق لکھتے ہیں۔ وہ عیسائی اخلاق کی کتابوں سے تمنے سرقہ کی ہیں۔ اس قسم کی تحریریں مختلف شکلوں میں نکل رہی ہیں +

ایک اور شخص "ڈاکٹر ڈ ہلیوسٹنٹن" نام ہے جس کو وہم ہو گیا ہے۔ کہ اس کے مختصر قیام ہندوستان نے اس کو ایک گونا نہ صرف ہندوستان کے متعلق بلکہ اسلامی معاملات مذہبی میں مشار الیہ بننے کا حق دیدیا ہے۔ اس نے بھی ایک عیسائی اخبار میں گھبرا کر یہ لکھ دیا ہے کہ "جو اسلام ووکنگ سے تبلیغ ہوتا ہے وہ نہ اس نے کبھی دیکھا نہ سُنا"۔

بات تو سچ کہتا ہے۔ اس سے پہلے وہ اسلام کی اصلی شکل سے واقف ہی نہ تھا۔ اس نے مستعار اور رنگین عینک سے اسلام کا مطالعہ کیا تھا اور مطالعہ سے پہلے یہ ارادہ کر لیا تھا۔ کہ اسلام پر حربہ کرنے کے لئے وہ کس طرح تیار ہو سکتا ہے۔ یہ ہی شخص ہے جو ہندوستان میں پادری وائٹ بریخٹ کے نام سے مشہور ہے۔ ووکنگ کی تصویر اسلام پر وہ کیا کہہ سکتا تھا۔ وہ تو اُسے کھا گئی۔ ہاں اپنے ہمنواؤں کے ساتھ اسکی لب پر بھی عالم یاس میں یہی فقرہ آیا۔

"ووکنگ میں جدید اسلام"

میں خیال کرتا ہوں کہ دشمن ہمارے مقابل جی ہار بیٹھا۔ کیونکہ جو ہم لکھتے ہیں۔ اس سے نہ صرف ان کے کذب کی قلعی کھلتی ہے۔ اور ان کی پرانی محنت پر پانی پھرتا ہے۔ بلکہ وہ اُن کے دلوں پر اس قدر گہرا اثر کر رہی ہے۔ کہ وہ اور تو کچھ نہیں کہتے نہ کہہ سکتے ہیں۔ ہاں اسے مستعار

سمجھ رہے ہیں - جنسے جس لباس میں آنحضرت صلعم اب یہاں جلوہ گر ہو رہے ہیں - اس کی دلربائی پر تو حرف نہیں لاتے - ہاں اسے مانگے ہوئے کپڑے بیان کرتے ہیں +

اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہمنے ایک طرح مشکل پیش آمدہ کا حل پیدا کرلیا - ہمیں وہ کنجی مل گئی جس سے اسلام و شارع اسلام کی خوبصورتی کے دیکھنے کیلئے مقفل قلب مغرب کھل سکتا ہے - اب ہمارے ذمہ یہ امر ہے کہ ہم مستند حوالجات کے ساتھ اپنی پیش کردہ تصویر اسلام و شارع اسلام کو مبرہن کردیں - ہم دکھلادیں کہ دنیا کی حقیقی اسوۂ کی تصویر جو ہمارے لٹریچر میں نظر آتی ہے - اس کے رنگ قرآن سے اور ان کتب حدیث سے لئے گئے ہیں - کہ جن کی صحت کا پایہ انجیل - توریت کو خواب میں بھی نصیب نہیں ہوسکتا - میں سمجھتا ہوں کہ میرا آئندہ کا کام یہی ہونا چاہئے - چنانچہ میں نے ایک کتاب لکھنی شروع کردی ہے جسکا نام

"اسوۂ انبیاء"

ہوگا - اس کا نام اسکے موضوع کی تشریح ہے - اسمیں آنحضرت صلعم کے متعلق جو کچھ لکھا جائیگا وہ قرآن کریم یا بخاری شریف یا دیگر کتب حدیث کے حوالہ سے ہوگا - آپکے خلق کو آپ کے افعال سے روشن کیا جائیگا - وعظ کرلینا یا پند ونصائح کے رنگ میں کوئی خطبہ پڑھ دینا تو ہر ایک کرسکتا ہے لیکن ان پر عمل پیرا ہونا ہر ایک کا کام نہیں - جناب مسیح نے بھی ایک پہاڑی کے کوتے پر کھڑے ہوکر کچھ کہدیا تھا - لیکن ان کی زندگی میں ان کے مواعظ نے عمل کی شکل اختیار نہ کی - اگر خدا کو منظور ہوا تو یہ کتاب اکتوبر مہینے کے اخیر تک شائع ہوجائیگی - اس قسم کی کتابیں جتنی بھی نکلیں تھوڑی ہیں - اس سے نہ صرف مغربی لوگونکو اپنے غلط خیال کی اصلاح کا موقعہ ملیگا - بلکہ بہت سے مسلمان بھائی بھی اس سے مستفید ہوں گے - اور یہ زمانہ تو کچھ ایسا واقع ہوا ہے - کہ اگر کچھ ہوسکتا ہے تو وہ تحریر کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے - نہ یہ کتاب بہت ضخیم نہ ہوگی - نہ اس میں لفظ آرائی ہوگی -

ما قل ودل کے اصول پر لکھی جائیگی - پھر بھی دوسو صفحے سے کیا کم ہوگی -
اس کی جلد بھی خوبصورت ہوگی - میں نے مطبع والوں سے حساب کیا ہے - ان کی
فی کاپی دو شلنگ خرچ آئینگے - لیکن میری دلی خواہش ہے - کہ یہ کتاب برائے
نام قیمت پر بکے یا مفت تقسیم ہو - یہ امر تو ہی ہوسکتا ہے - اگر مسلمان بھائی
اس کام میں میرا ہاتھ بٹائیں +

اس کتاب کے علاوہ میں دو اور کتابیں بھی شائع کرنے کا ارادہ کرتا ہوں
ایک تو احادیث شریف کا انگریزی ترجمہ ہوگا - جسمیں پانصد حدیثیں ہونگی -
اور دوسری کتاب "اخلاق قرآنیہ" پر ہوگی - اگر ایک انسان اپنی کل کی کل
زندگی اس کام میں خرچ کردے تو بھی تھوڑا ہے - لیکن میرے نزدیک
ان تین کتابوں کی اشد ضرورت ہے - اور میں برادران اسلام سے معاونت
کی اپیل کرتا ہوں - ہمارے کل کاروبار کبھی تجارتی اصول پر نہیں ہوتے
کتابوں کی اشاعت میں صرف اسی قدر خیال ہوتا ہے کہ اصل لاگت وصول ہوجا ے
اور پھر باقی مفت یا برائے نام قیمت پر تقسیم ہو - کتاب ینا بیع المسیحیت
جس نے یہاں بھی گفر توڑ کام کیا - اسی اصول پر شائع ہورہی ہے - جو اسے پڑھتا
ہے عیسائیت کی طرف سے عموماً متزلزل ہوتا ہے - اس کا پہلا ایڈیشن اگرچہ
ابھی ایکسال ہی ہوا ختم ہونے پر ہے - اور دوسرے ایڈیشن کا فکر ہو رہا ہے -
لہذا میں اس کام کیلئے فہرست چندہ کھولتا ہوں - اور اُسے "امداد بغرض
اشاعت ادبیات اسلامیہ فی بلاد الغربیہ" کے نام سے موسوم کرتا ہوں -
تھوڑی تھوڑی امداد سے بہت کچھ ہوسکتا ہے - اگر کوئی مسلم بھائی ایک دو
تین روپیہ کی مختصر رقم سے ہمیں مدد دے تو وہ ایک کتابیں مفت تقسیم ہوجائینگی
میں اس فہرست کو اپنے مختصر چندہ مبلغ پانچ پونڈ (ستر روپیہ) سے شروع کرتا
ہوں - میں چاہتا ہوں - کہ دو کتابیں یعنے اسوہ انبیاء اور ترجمہ احادیث تو
اس سال کے اخیر تک شائع ہوجائیں - پہ

جب ہمنے نکالا۔ اسکی پہلی ایڈیشن کے اخراجات مرحوم نواب حاکم الدولہ صاحب (حیدرآباد دکن) کی بیگم صاحبہ نے عطا کئے۔ اس کے دو ایڈیشن نکل کر ختم ہو چکے ہیں۔ دس ہزار سے اوپر کاپی میں یہ کتاب نکل چکی ہے۔ اب کے جو ترجمہ نکلے اس میں ایک تو پانصد حدیث ہوگی۔ دوسرا اسکی تشکل اور جلد بھی اعلےٰ ہوگی۔ یہ کتاب دراصل آنحضرت صلعم کے قلب مطہر کے مطالعہ کے لئے ایک کھڑکی کھول دیتی ہے۔ جس سے آپ کا جمال معنوی وصوری کچھ ایسی دلربا شکل میں نظر آنے لگتا ہے۔ کہ انسان اپنے آپ کو قربان کر دینے پر تیار ہو جاتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے۔ جس سے ذو میر اینڈ کمپنی کی دکان اور ایسا ہی اس قبیل کی دوسری دکانوں کا دیوالہ نکل جائیگا۔ جو اس پادری نے اخلاق نبوی کے متعلق مذکورہ بالا الفاظ تعریض وطنز کے لکھے ہیں۔ اس کا جواب انشاء اللہ اکتوبر کے اسلامک ریویو میں دیدیا جائیگا +

پتہ۔ مسجد ووکنگ انگلستان
۸۔ اگست ۱۹۲۵ء

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

رقم معاونت اگر تو براہِ راست پوسٹل آرڈر اور چیک کے ذریعہ آئے تو اچھی ہے ورنہ ہندوستانی بھائی اپنی رقوم سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل لاہور کے نام بھیجدیں۔ اور وہ یہاں بھیج دینگے +

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

ماخوذ از اسلامک ریویو ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۵ء

اسلام پر بعض اعتراضات

(۱) جنگ

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ انگلستان)

یہ ایام حقائق و واقعات کے ہیں۔ وہ دن گئے جب قیاسات اور نظریہ باتیں کفایت کرتی تھیں۔ تجربہ اور مشاہدہ اس وقت بنیاد یقین سمجھا گیا ہے۔ واقعات۔ تخیلات کے قائممقام بن گئے ہیں اور انہیں کی روشنی میں ہم ہر ایک چیز کو دیکھنا چاہتے ہیں علمی بحثیں بھی اسی وقت باعث ایمان و ایقان ہو سکتی ہیں۔ جب ان کی تشریح امور مثبتہ سے ہو سکے۔ جنگ عظیم نے جہاں صدہا قسم کی تباہیاں پیدا کیں۔ وہاں یہ تو ہوا کہ اس سے بعض اسلامی صداقتیں پایۂ حقیقت کو پہنچ گئیں۔ حالات جنگ نے خود ان لوگوں کو ان اسلامی تعلیمات کے اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ جن پر پہلے وہ طرح طرح کے اعتراضات کیا کرتے تھے۔ یورپ کے ققنس نے ایک زبردست آگ بھڑکا دی۔ اور اپنے ہی بازوؤں سے اسکو اچھی طرح مشتعل کیا۔ خود بھی اسمیں جل مرا۔ لیکن خاکستر کے ڈھیر سے وہی ققنس مغرب ایک نئے جانور کی شکل میں جی اٹھا۔ جرمن نے آتش حرب بھڑکائی۔ جس سے کل یورپ خطرہ میں پڑ گیا۔ بلجیم اس آگ کا پہلا شکار ہوا۔ حفاظت خود اختیاری کی روح جو در اصل روح بقا ہے۔ ان لوگوں میں بڑے زور کے ساتھ کام کرنے لگی۔ جو اس سے پہلے مسیح کے خطبۂ کوہی کے اور وہ بھی زبانی دلدادہ تھے۔ وہ حسرت کے ساتھ اس سوال پر غور کرنے لگے۔ کہ کیا جناب مسیح کی یہ تعلیم کہ جو تمہاری ایک

گال پر طمانچہ مارے اس کے آگے دوسری گال کردو۔ اس مصیبت کے وقت کسی کام کی ہے یا نہیں۔ آخر اُنھوں نے سمجھ لیا۔ کہ یہ تو محض خوش کن باتیں ہیں۔ اس پر عمل کرنا تو ہلاکت کو اپنی طرف بُلانا ہے۔ **شہزادہ سلامتی** کی باتوں پر کان دھرنے کا یہ وقت نہیں شاخ زیتون (مسیحی نشانِ امن) اب کچھ کام نہ دیگی۔ اب تو میخ آہنی ہی کچھ کام دے تو دے +

یُورپ میں مسیحی کلیسیہ صدیوں سے حکومت وسیاست کا آلہ بنا ہُؤا ہے۔ لوگوں کی اصلاح کا کام تو کلیسوی منبر بہت کم کرتے ہیں۔ ہاں اغراض سلطنت کے کام ہمیشہ مسیحی منبر کام دیتے ہیں۔ مسیحی واعظ تعلیم مذہب کی بجائے گرجوں میں اور منبروں سے وہ وعظ کرتے ہیں جس کی ضرورت وقتی اور ملکی سیاست پیدا کردے۔ چنانچہ اسوقت مسیح کے الفاظ خطبہ کوہی تو بالائے طاق کردیئے گئے۔ اور ان سب کی جگہ آغاز جنگ کے بعد ہی مسیح کا ذیل کا فقرہ مختلف خطبات مواعظ کا موضوع بنگیا۔ کہ

"میں تلوار اور آگ کو لیکر دُنیا میں آیا ہوں"[1]

مبارزانہ رُوح پادریوں تک میں سرایت کرگئی۔ چنانچہ ۹ جون ۱۹۱۵ء کو پادریوں کی ایک بڑی جماعت قسیسی لبادے اور چغے پہنے ہوئے ہائیڈ پارک لندن کی طرف فوجی ترتیب کے ساتھ آئی۔ ان کا سالاری کا کام بشپ لندن کے سپرد تھا۔ جب یہ مسیح کی بھیڑیں **ماربل آرچ** پر پہنچیں۔ تو بشپ موصوف نے ایک گاڑی کی چھت پر کھڑا ہوکر ایک تقریر کی جسمیں ذیل کے الفاظ بھی تھے۔

خطبہ کوہی کے وہ تمام فقرات جنکی طرف معترضان جنگ جنگ میں حصہ لینے کے خلاف بطور سند اشارہ کرتے ہیں۔ اُن کے مفہوم کو نہ وہ سمجھنے

[1] دیکھو نقشہ صفحہ ۴۵۹ +

ہیں نہ انہیں وہ صحیح طور سے استعمال کرتے ہیں۔ اگر کوئی بدقماش کسی معصوم بچے کو تکلیف دے تو کیا ہم منہ دیکھتے رہیں۔ نہیں۔ ایسے موقعہ پر ہمیں اسی بدقماش کو پورا سبق دینا چاہیئے۔ اگر چھوٹی قومیں اپنے حقوق کی حفاظت میں اس وقت لڑ رہی ہیں۔ تو بڑی قوموں کو چاہیئے کہ وہ میدان میں آنکلیں۔ اور زبردست سے کمزور کو بچائیں۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ان حملہ کنندوں کو ان جگہوں سے نکالدیں۔ جہاں وہ اسوقت قبضہ کیئے ہوئے ہیں۔ اگر ہم آج تک خاموش رہتے اور کچھ نہ کرتے تو برطانیہ کے بچوں اور عورتوں کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوتا۔ جو اہل بلجیم کے ساتھ ہوا +

علاوہ ہ چمسفورڈ کے بشپ نے بھی مقام الفورڈ میں اس موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ جنگ اس وقت تک جاری ہے۔ اور یہ نہ صرف جہالت ہی ہوگی۔ بلکہ ایک جرم عظیم ہوگا۔ اگر ہم تلوار کو نیام میں ڈال لیں جب تک وہ مقصد حاصل نہو جس کے لئے ہم نے تلوار نکالی +

یہ حربی وعظ جب اس حیثیت کے معلمان مسیحیت کی زبان سے نکلے تو پھر کیا تھا۔ چاروں طرف ہر گرجے اور کنیسے میں سے آواز جنگ آنے لگی۔ لیکن ایک غور کرنے والا دیکھ سکتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ انجیل کی تعلیم کے خلاف تھا۔ حق الامر تو یہ ہے۔ کہ ایام جنگ کے لئے انجیل تو زیر قفل کردیگئی۔ اور عیسائی دنیا نے مجبوراً قرآن و محمدؐ کی پیروی کرنی شروع کی۔ ہر عیسائی ملک میں جبریہ خدمات جنگی کا قانون نافذ کیا گیا۔ یہ سب کچھ تعلیم

فٹ نوٹ: مسیح کی تعلیم جنگ کے خلاف ہے۔ ایکی تعلیم ہے کہ حملہ کے مقابل سر نیچا کر لو۔ اور مقابلہ نہ کرو۔ اس جنگ کے پیدا ہونے پر اس تعلیم پر چلنے والوں کی ایک جماعت پیدا ہوئی۔ انہوں نے اعلان کیا کہ جنگ میں حصہ لینا خلاف تعلیم مسیح ہے۔ جب انگلستان میں جبریہ خدمات فوج کا قانون پاس ہوا۔ تو ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور قید دیئے۔ اس مضمون سے منشا [illegible] جنگ [illegible] ہے +

مسیح کے صریح خلاف تھا۔ سب کے سب توانددے نہ تھے۔ ایک جماعت اٹھی۔ جنہوں نے اس بدعت کی مخالفت کی وہ شمولیت جنگ کو خلاف تعلیم عیسویت سمجھتی ہیں۔ وہ اس پر معترض ہوئے۔ ان کے نزدیک تلوار اُٹھانا ہی صحیح نہ تھا۔ اُنھوں نے میدان جنگ کی بجائے جیل میں جانا پسند کیا۔ آئے دن ایسے لوگ مجرم ٹھیرائے گئے۔ اور اگرچہ ان کا یہ فعل بالکل تعلیم انجیل کے مطابق تھا۔ لیکن کلیسیہ نے ایک لفظ بھی ان کی حمایت میں نہ کہا۔ بہرحال اس اصول کی ترویج میں کہ جان و مال کی حفاظت میں تلوار کو اُٹھانا ضروری ہے۔ انگلستان اور اوراس کے حلیف ایک طرح مسلمان ہوگئے۔ اور عیسائیت کو اُنھوں نے برطرف کیا۔ قرآن نے ذیل کے احکام اسمعاملہ میں فرمائے +

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر ن الذین اُخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا (سورہ حج آیت ۴۰) +

جن لوگوں پر (مخالفوں) نے جنگ کیا۔ اب ان کو جنگ کی اجازت دیجاتی ہے۔ یہ لوگ مظلوم ہیں۔ اور اللہ ان کی امداد پر قادر ہے۔ یہ لوگ گھروں سے نکالے گئے۔ اور ان کا قصور صرف اتنا ہے۔ کہ وہ اللہ کو اپنا رب پکارتے تھے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ بعض کے ذریعہ بعض کی سرکوبی نہ کرتا تو پھر خانقاہیں۔ کنیسے۔ یہودیوں کے معابد اور مساجد وغیرہ جنمیں خدا کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے۔ سب کے سب گرائے جاتے +

مسلموں کو جنگ کرنے کا یہ پہلا حکم آنحضرت کے وقت ملا۔

ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے تلوار اُٹھانے میں پہل نہ کی۔ پورے تیرہ برس تک وہ مظالم کا ہدف بنائے گئے۔ انکی جائدادیں

چھین لیگئیں۔ وہ گھروں اور وطنوں سے نکالے گئے۔ جب ان مظالم کی کوئی حد نہ رہی۔ تو نبی کریمؐ مع چیدہ دوستوں کے مدینہ کو ہجرت کر گئے اور مسلمان بھی وہاں پہ آئے۔ لیکن کفار مکہ کہاں صبر کر سکتے تھے وہ بھی پیچھے پیچھے حملہ کرنے کے لئے پہنچے۔ فوج مکی آنحضرتؐ پر حملہ کے لئے مدینہ کو روانہ ہوئی۔ حکم ربی کے ماتحت آنحضرت صلعم کو اپنی حفاظت کیلئے مدینہ سے اندفاع جنگ کیلئے نکلنا پڑا۔ یوں تو بہت سے جنگ ہوئے لیکن پہلی تین لڑائیاں بدر۔ اُحد اور مدینہ پر ہوئیں۔ تیسری لڑائی کا نام جنگ احزاب ہے۔ ان تینوں لڑائیوں کا مقام ہی بتلا دیتا ہے۔ کہ کون جارحانہ رنگ میں لڑنے کے لئے نکلا۔ اور کس نے اپنی جان بچائی۔ مکہ مدینہ میں قریباً بارہ منزل کا فاصلہ ہے۔ پہلا جنگ مقام بدر پر ہوا جو قریب تین منزل مدینہ سے اور ۹ منزل مکہ سے ہے۔ اُحد کی پہاڑی مدینہ سے ایک منزل اور مکہ سے گیارہ منزل پر اور جنگ احزاب میں تو خود مدینہ کا محاصرہ ہوا۔ اب یہ تینوں مقام ہی خود کہتے ہیں۔ کہ اہل مکہ ہی جنگ کرنے گھر سے نکلے۔ اور مسلمانوں نے صرف اپنی حفاظت میں تلوار اٹھائی ان تینوں جنگ کے بعد ایک قسم کی حربی حالت کل ملک عرب میں پیدا ہوگئی کہیں مسلمانوں نے جارحانہ حملہ کئے کہیں اندفاعی طریق پر لڑے لیکن ان تمام جنگوں میں مسلمانوں کی ہدایت کیلئے ذیل کا قانون خدا کی جناب سے نازل ہوا۔ اور کون ہے جو اس قانون کی افضلیت پر ایک منٹ کے لئے شبہ کر سکے۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب فریقین میں حربی حالت پیدا ہو جاوے +

وقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل .... ما انتھوا فان اللہ غفور الرحیم

وقاتلوھم حتّٰی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظالمین ۔ سورۂ بقرہ آیت ۱۹۱/۱۹۲

یہ (جنگ کرنیوالے) جہاں ملیں ان کو قتل کرو ۔ اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ۔ تم ان کو ان جگہوں سے نکال ڈالو ۔ اور قتل سے تو فتنہ زیادہ شدید ہے ۔ ۔ ۔ ہاں اگر یہ لوگ جنگ سے باز آ جائیں ۔ تو اللہ غفور الرحیم ہے (تم بھی معاف کرو ۔ اور رحم کرو ۔ والا) جنگ جاری رکھو جب تک کہ فتنہ ختم نہ ہو جائے ۔ اور مذہب کا معاملہ خالصتہً (ہر ایک کا) خدا کے ساتھ ہو (کسی کا جبر کسی پر نہ رہے) ہاں اگر وہ (جنگ اور فتنہ سے) باز آجائیں تو پھر ظالموں کے سوا کسی کے خلاف کچھ سختی نہ کی جاوے ۔

ان الفاظ پر غور کرو ۔ اور ان سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اسلام نے جنگ کا مقصد کیا رکھا ہے (۱) ان کو جنگ کی اجازت دیجاتی ہے جن کے خلاف لوگ جنگ کر رہے ہیں ۔ اور وہ مظلوم ہیں (۲) "ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں ۔" "اور ان کو گھروں سے نکالو جنھوں نے تمہیں گھروں سے نکالا ۔" اس حکم کی صداقت پر کون حرف لا سکتا ہے ۔ اور پھر حکم ہوتا ہے کہ جس وقت دشمن لڑائی چھوڑیں جنگ ختم کر دو ۔ اور ظالم کے مقابلے کے سوا کسی سے بھی جنگ یا عداوت نہ رکھو ۔ مسلمان کا فرض ہے کہ فتنہ کے ختم ہوتے ہی تلوار نیام میں کرلے ۔ جس وقت ہر ایک شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہو جائے ۔ ہر ایک شخص کو کامل اختیار ہو کہ جو چاہے مذہب قبول کرے ۔ جو مذہب چاہے چھوڑ دے ۔ مذہبی عقاید کے قبول کرنے میں کوئی جبر و اکراہ نہ ہو ۔ اور اس جبر و اکراہ کا نام قرآن نے فتنہ رکھا ہے ۔
الغرض جب مذہب کا معاملہ خدا اور انسان میں ہو جیسے کہ مقدس الفاظ ویکون الدین للہ اشارہ فرماتے ہیں ۔ تو پھر مسلمان کا فرض ہے ۔ کہ کسی قسم کا جنگ نہ کرے ۔ اس طرح قرآن کریم نے آزادی مذہب کا وہ وسیع اصول تعلیم

کیا ہے۔ کہ اسکے مقابل کہیں اور تلاش بالکل بے سود ہے۔ یہ امر بھی نہایت ہی قابل غور ہے۔ کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ خدا کے معابد کی حفاظت میں اپنی جان لڑا دیں۔ خواہ وہ معابد کسی مذہب کے ہوں۔ گرجا ہو۔ کنیسہ ہو۔ مندر ہو۔ یہودیوں کی عبادتگاہ ہو۔ کسی مذہب کی خانقاہ ہو۔ کیا کسی اور مذہب کے شارع یا بانی نے کوئی ایسا وسیع اصول قائم کیا یا تعلیم کیا؟ کیا کسی مذہبی کتاب نے اپنے پیرووں کو ہدایت کی۔ کہ وہ دوسرے مذاہب کے معابد کی حفاظت میں جان تک لڑا دیں؟ مسلمان ان احکام کے ہمیشہ پابند رہے۔ کیا ان احکام کے ہوتے ہوئے بھی کوئی کہ سکتا ہے کہ کبھی اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا؟ کیوں ہمارے مخالف بھی آنحضرت صلعم یا صحابہ کرامؓ کی زندگی میں کسی ایک مثال کا حوالہ نہیں دیتے جب کسی شخص کو تلوار کے ذریعہ اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ہو؟ وہ لاکھ کوشش کریں۔ وہ بالضرور ناکام رہینگے۔ یوں تو زمانہ اسلامی اصول حرب پر منہ چڑھاتا رہا۔ لیکن آخر اس جنگ عظیم نے دنیا کی آنکھیں کھولدیں۔ اور جو کچھ ہمارے خلاف اس امر میں دنیا کہتی رہی اُنہیں واپس لینا پڑا۔ اس جنگ عظیم میں جرمنی حملہ کے بعد جو شریک ہؤا اُسے اپنے اس فعل کی جوازیت میں وہی کہنا پڑا جو قرآن نے کہا +

۲۔ کثیر الازدواجی

اس جنگ عظیم نے یورپ میں وہی حالت پیدا کر دی جو آنحضرت صلعم کے وقت جنگِ اُحد کے بعد مدینہ میں پیدا ہو گئی تھی۔ اور جس وقت قانون کثیر الازدواجی وہاں نافذ ہؤا۔ نیچر کے عورت مرد کو عطا کردہ قوائے متفقہ۔ بقاءِ نوع کی ضرورت۔ بچوں کی پرورش یہ تین چیزیں رسم کتخدائی کا موجب ہوگئیں۔ اور ہر ایک مرد اور عورت کا اپنے جوڑہ کو تلاش کرنا ان کے حقوق پیدائشی میں شامل ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ جنگِ عظیم کے بعد

جرمنی میں چھ گنا عورتیں ہو گئیں - فرانس اور ممالک دیگرہ کا بھی یہی حال ہوا قدرت کے عطا کردہ جذبات تو مر نہیں سکتے - یعنی کثرت نسوان سے ایک ایسا نازک سوال اسوقت یوروپین تمدن کے سامنے آگیا ہے - کہ جسکو کسی قانون کے ذریعہ حل کرنا کوئی آسان امر نہیں - کثیر الازدواجی کے سوا جو بھی تجویز سوچو وہ اخلاق کو تباہ کر دیگی - اور غرض کنتخدائی کو مفقود کر دیگی +

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے - جیسے کہ میں نے اوپر ذکر کیا کہ قانون کثیر الازدواجی نے اس وقت مدینہ میں نفاذ پایا - جب جنگوں نے مسلم کمپ میں عورتوں کی تعداد بڑھادی تھی - یتیم اور بیوہ عورتیں چاروں طرف نظر آنے لگیں - ان کا کوئی خبر گیر نہ تھا - چنانچہ قرآن میں جہاں ایک سے زیادہ بیبیاں کرنے کا ذکر ہے - وہیں یتامے کا اور ایسی بیکس خواتین کا بھی ذکر ہے - کثیر الازدواجی کسی قانون جبری کے طور پر اسلام میں نہیں یہ تو ایک قسم کی رخصت ہے - جو حسب ضرورت استعمال ہو سکتی ہے - یہ ہم پر فرض نہیں - یہ علاج مصائب ہے - ہر ایک مسلمان کا حق نہیں کہ وہ ایک سے زیادہ شادی کے فکر میں لگا رہے - خاص حالات ہی پیدا ہو کر اس اجازت سے متمتع ہونے کا ایک مسلمان کو حق دیتے ہیں - پھر اگر زیادہ بیبیاں ہوں تو حسن سلوک میں برابری ایک اور مشکل چیز ہے - جو بیبیوں کے سلوک میں عدل کرنا نہیں جانتا وہ ایک سے زیادہ بیبیاں کرنے میں گنہ کرتا ہے - اسمیں شبہ نہیں کہ عورتیں اس قانون کو پسند نہیں کر سکتیں - لیکن اسلام میں کوئی عورت کسی کے ساتھ شادی کرنے پر مجبور نہیں ہو سکتی - اس کا اختیار ہے - کہ وہ کسی ایسے مرد سے شادی نہ کرے جسکے ہاں پہلے ایک بی بی ہے - ایسا ہی جب وہ کسی کے حبالہ نکاح میں آوے - تو اس سے شرط کرالے - کہ وہ مرد بعد میں کوئی اور شادی نہ کریگا - اور اگر شادی کرے تو عورت کا حق ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو مطلقہ سمجھے

یا حقوق زناشوئی سے انکار کر دے۔ اور ساتھ ہی خاوند ایک کافی تاوان جو بروقت نکاح مقرر ہو۔ عورت کو دے۔ دنیا میں کونسا مذہب یا تمدن ایسا ہے۔ جس نے ان مشکلات میں عورت کے حقوق کی اس طرح حفاظت کی +

عجیب بات تو یہ ہے۔ کہ اسلامی کثیر الازدواجی پر نکتہ چین وہ قوم ہے جو مسلمانوں سے کہیں زیادہ ایک چھت تلے زیادہ عورتوں کو رکھتے ہیں۔ رسم شادی کو اسکی اصلی حیثیت میں اگر دیکھا جاوے تو مرد عورت کا ایک جگہ جمع ہو جانا شادی کہلاتا ہے۔ یہ تو بچوں کی پرورش و تربیت اور تحقیق نطفہ کا سوال ہے۔ جس سے شادی کی رسم میں ایک اخلاقی تقدیس پیدا ہو گئی ہے۔ لہٰذا اس رسم کو اگر اسکی اصلی حیثیت میں دیکھا جاوے۔ تو اہل مغرب اہل مشرق سے کہیں زیادہ کثیر الازدواج ہیں۔ اہل مشرق یا مسلمان تو پھر ایک خاص تعداد کے پابند ہیں۔ اور وہ بھی خاص حالات میں یہ بات کرتے ہیں۔ اور پھر انہیں ان کا قانون اجازت دیتا ہے۔ مغرب میں کیا حال ہے۔ نہ قانون کی اجازت۔ نہ سوسائٹی کی طرف سے رخصت لیکن کس نفرت انگیز طریق پر عورت مردان گھروں میں جمع ہوتی ہیں جہاں مرد کی پہلی عورت موجود ہوتی ہے۔ اور پھر کسی تعداد پر اکتفا نہیں ہوتا +

اصل دقت جس کا علاج اس وقت کثیر الازدواجی سے بہتر زمانہ کوئی نہیں سوجھا۔ یہ ہے کہ ایک طرف تو مرد جذبات ردیہ پر قابو نہیں پا سکتا۔ وہ بعض حالات میں ایک کے علاوہ دوسری عورت سے متمتع ہونا چاہتا ہے۔ دوسری طرف صنف لطیف کچھ ایسی کمزور واقع ہوئی۔ کہ بعض عورتیں مرد کی حیوانیت کے سامنے کل ہتھیار پھینک دیتی ہیں۔ اب اگر یہ صورت ہے کہ کوئی قانون یا تمدن آج تک مرد کو اس کے جذبات پر قابو پانے کے قابل نہیں کر سکا۔ نہ ان جذبات کی بدعنوانیوں کا علاج کر سکا ہے۔ اور بالمقابل عورت اپنی کمزوری دکھانے سے رک نہیں سکی۔ تو پھر سوسائٹی کا فرض ہے۔ کہ کوئی ایسی راہ نکالے۔

جس سے یہ امور بھی حاصل ہوں - اور کسی کو کوئی نقصان بھی نہ ہو - ایک عاجز اور بیکس عورت مرد کی حیوانیت کا شکار ہو جاتی ہے - جب تک وہ اپنے حسن و انداز سے مرد پر قابو پا سکی اُسے سب کچھ ملتا رہا - جب وہ دن گذر گئے - پھر وہ طرح طرح کی تکالیف کا شکار ہو گئی - پھر ان عورتوں کو چھوڑ دو - ان کا تو کچھ قصور بھی ہے - ان بچوں کا کیا قصور ہے جو ان ناجائز تعلقات کے ماتحت دنیا میں آجاتے ہیں - نہ تو اپنے باپ کے بیٹے کہلا سکتے ہیں - نہ اسکی جائداد کے وارث ہو سکتے ہیں - اور ساری عمر کی ذلت اور کلنک کا ٹیکا اُن کی پیشانی پر لگا رہتا ہے - آج تک ہمنے کسی ملک اور قوم میں یہ نہ دیکھا کہ ایک عورت اور ایک مرد کی شادی ہر طرف نظر آوے - جب ایک مرد ایک سے زیادہ عورتوں سے تعلق رکھتا چاروں طرف نظر آتا ہے - تو پھر کیا نسوانی حقوق اور آئینِ نسل کی حفاظت حقوق اس امر کی متقاضی نہیں - کہ ایک سے زیادہ بیویاں کسی خاص ضوابط سے نکاح میں آئیں - زناشوئی کے مقاصد تو اب بھی پورے ہو رہے ہیں - ہاں اگر قانون ایسے تعلقات کی اجازت دے - اور اسے جائز سمجھے تو نہ بیکس عورتیں شکارِ مصیبت ہوں نہ بچے تکلیف پائیں جیسے کہ اسلامی ممالک میں ہوتا ہے - مغرب کے چہرہ پر یہ بدنما داغ ہے - مشرق میں یہ بات نظر نہیں آتی - جب تک ان بیان کردہ مصائب کا کوئی علاج نہ ہولے تب تک اسلامی مسئلہ کثیر الازدواجی ہی ان مصائب کا حل ہے - اسلام نے ہم پر ایک سے زیادہ بی بی کرنا فرض نہیں کر دیا - یہ تو ایک ایسی بیماری کا علاج ہے - جو یورپ کو چارو ںطرف آج کھا رہی ہے - اگر ایک بی بی کی شادی مثال کے طور پہ عورت مرد کے لئے بمنزلہ خوراک ہے تو کثیر الازدواجی ایک دوائی یا دارو ہے - جو کسی بیماری کے علاج میں استعمال ہوتی ہے - بیشک کثیر الازدواجی تکالیف سے خالی نہیں - لیکن دوا یا دارو بھی تو تلخ ہی ہوتا ہے +

یہاں میں آنحضرت صلعم کی ازدواج مطہرہ کے متعلق بھی کچھ کہدینا چاہتا

ہوں ۔ میں اس امر پر کسی اعتذار کے رنگ میں کچھ لکھنا نہیں چاہتا ۔ آپ کی زندگی تو شرافت ۔ عفت اور رحمت کا مجسمہ تھی ۔ آپ عین عنفوانِ شباب میں متاہل ہوئے ۔ آپ کی اس وقت ۲۵ سال کی عمر تھی ۔ آپ نے جس سے پہلا نکاح کیا ۔ وہ چالیس سالہ بیوہ اور بچوں کی ماں ہو چکی تھی ۔ آپ نے ستائیس سال اس کے ساتھ حسنِ معاشرت سے دن گذارے ۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ کی بعد کی شادیاں کسی جذبہ ردیہ کی تسکین کے لئے تھیں ۔ پہلی بیوی کی وفات پر آپ نے ایک باکرہ بی بی کی ۔ اور باقی جسقدر تھیں وہ زیادہ عمر کی بیوہ تھیں ۔ بعض اُن میں شادی کے بھی قابل نہ تھیں ۔ ان بیبیوں کے خاص حقوق آپ پر تھے ۔ اُن کے خاوند غزوات میں شہید ہو چکے تھے ۔ ان مقدس خواتین کے تعہد کیلئے کوئی موجود نہ تھا ۔ ان بیبیوں کو اپنے گھر میں بلا رشتۂ زوجیت رکھنا اور انکی ضروریات کا تعہد کرنا ایک ایسی نظیر کو قائم کرتا کہ جس کے نتائج بعد میں اچھے نہ ہوتے ۔ ان بیوگان کا اگر کہیں اور نکاح ہو جاتا ۔ تو آنحضرت کو انہیں اپنی زوجیت میں لانے کی ضرورت تھی ۔ چنانچہ بعض حالات میں کوشش بھی ہوئی ۔ لیکن ان بیوگان کو اپنے سایہ میں ہی آپ کو لانا پڑا ۔ یہ مطہر خواتین ایسے رشتہ داروں کے گھروں میں بھی نہ رکھی جا سکتی تھیں ۔ جو محرمات میں سے نہ تھے ۔ ان تمام حالات میں جو آپ نے کیا وہ رحمت اور شفقت کے متقاضی تھا ۔ علاوہ ازیں کثیر الازدواجی ہو یا کچھ ہو ۔ اگر ملک کا رواج اُسے جائز رکھے ۔ اور وہ رواج کسی طرح مزیلِ اخلاق نہ ہو ۔ تو پھر وہ قابلِ حرج نہیں ہو سکتا +

آج اگر یورپ میں واحد الازدواجی ہے ۔ تو اس سے عیسائیت کو کیا تعلق ہے ۔ ابھی دو صدیاں گذریں یورپ میں کثیر الازدواجی تھی ۔ اور تو اور بشپوں اور اسقفوں کے گھروں میں دو چار چھوڑ درجنوں بیبیاں تھیں ۔ واحد الازدواجی کا قانون رومی مقنن جسٹینین نے بنایا جو عیسائی نہ تھا ۔ دنیا کے کسی مذہب یا کسی اور قانون نے کثیر الازدواجی کی مخالفت نہ کی ۔ بلکہ اسکی

اجازت دی - جہودی مذہب ہند و مذہب عیسائی مذہب سب کے سب حامی رہے۔
اور عجیب تماشہ ہے - کہ جو آج ہم پر پتہ چڑھاتے ہیں - یہ وہ ہیں - جن کے اپنے انبیاء اور
ہادی اس رواج کے پابند تھے - حضرت ابراہیمؑ - حضرت داؤدؑ حضرت سلیمانؑ -
اور دیگر اسرائیلی نبی سب کے سب ایک سے زیادہ بیبیوں کے خاوند نظر
آتے ہیں - جناب کرشن بھی اسی ذیل میں تھے - جناب زرتشت نے کہتے
ہیں - کہ تین بیبیاں کیں - یہ باتیں ایک وقت میں عزت سے دیکھی
جاتی تھیں - زمانہ نے انہیں اس وقت عزت سے دیکھا - یہ پاک لوگ
گذر گئے - بالفاظ قرآن کریم وہ لوگ اپنے اعمال کے ذمہ وار ہونگے
اور ہم اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں - اور ان کے اعمال کے متعلق کوئی نہ پوچھے گا
(سورہ بقر آیت ۱۴۱)

کیا پاک تعلیم ہے - سب تنازعات کا خاتمہ کرتی ہے - ع
تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

پرانی قبریں کھودتے پر یہ لوگ تیار ہو جاتے ہیں - سوال یہ ہے کہ
آج دنیا ان عیوب سے پاک ہوگئی ہے - جس کا علاج اسلام نے محدود
تعداد میں اور خاص قیود کے ساتھ کثیر الازدواجی میں دیکھا - کیا اہل
مغرب اس وقت ان گندوں اور خباثتوں میں پڑا ہوا نہیں - کیا عجیب تماشہ
ہے - تم جائز طریق پر ایک سے زیادہ بی بی کر لو تو تم مغرب میں سات سال
کے لئے قید میں جاؤ - لیکن ایک چھوڑ بیس عورتوں سے اپنی عورت کے
ہوتے ہوئے بے محابانہ تعلق قائم رکھو - وہ سب درست ہے - اور قانون
کچھ نہیں کہہ سکتا +

مُسلم کا نصب العین کیا ہونا چاہئیے؟

اخلاق و عمل

میں دُنیا میں کیا ہوں ۔ اور کیا کرتا ہوں ۔ یہ سوال آج اپنے اندر ایک بڑی اہمیت رکھتا ہے ۔ جو کچھ کہ تم رکھتے ہو ۔ اور جو بیرونی نمائش اپنے ساز و سامان کے ذریعے دکھاتے ہو ۔ اسکی اہمیت پر نازاں نہ ہو ۔ کیونکہ اس کے ذریعہ دل و دماغ (رُوح) پرواز نہیں کرتے ۔ اگر تم کو معلوم ہو تو تمہاری رُوح دنیا میں ایسی خود بینی اور نمائش سے کوسوں دور بھاگتی ہے وہ خود چاہے کیسے ہی کم قدر اور کم پایہ پائی جاتی ہو ۔ وہی تمہاری رُوح اور اس کے پائدار کام دنیا میں ایک رنگ لاتے ہیں +

اس دار فنا میں ہم کام کے لئے آئے ہیں ۔ ہمارا ماحول اور اس سے وابستہ ہماری زندگی اسی ایک مقصد کو پورا کرنے کیلئے ہمیں عطا کی گئی ہے ۔ زمانہ یا ماحول ہماری اپنی ہمت اور قوت کے مطابق ہمارے اخلاق کو یا تباہ کر دیتے ہیں یا اُنہیں کسی قالب میں ڈھال دیتے ہیں + کسی انسان کو یہاں اس دار فانی میں ہم پر ایسا اقتدار حاصل نہیں جو کہ ہمیں اپنی ذات پر خود حاصل ہے ۔ یا تو ہم ماحول کے غلام بن کر اپنی ہستی کو فنا کر لیں یا اپنے اخلاق کو اُستوار کر کے خود اپنے نواحی حالات پر قابُو پالیں ۔ قرآن اس طرف اشارہ فرماتا ہے ۔ جب کہتا ہے ۔ کہ کیا چارپایہ جس کی نگاہ زمین پر ہے ۔ صحیح راہ کی دریافت میں انسان کے برابر ہو سکتا ہے ۔ جس کی آنکھ سامنے دیکھ سکتی ہے ۔ یعنے وہ شخص حیوان ہے جو ماحول کا غلام ہے ہمتی اپنا راہ آپ تلاش کرتا ہے ۔ جب ہمیں مردانہ وار قدم ہمت اُٹھانا ہے ہمیں اپنی بھلائی کو خود جانچ لینا ہے ۔ اور اگر اُٹھتی جوانی میں ہمیں زندگی کی خاردار

وادیوں میں گذرنا پڑے جہاں قدم قدم پر ہمارے پاؤں زخمی ہوں تو ہمیں خوش ہونا چاہیئے۔ کہ زندگی کی ابتداء میں ہم فرش گل پر چلنے کے عادی نہیں ہوئے بلکہ ہمارے لئے وہ راستہ اللہ تعالیٰ نے تجویز کیا۔ جس سے ہم میں جفاکشی اور استقامت پیدا ہوگئی۔ یہی آئندہ کامیابی کی کنجی ہے (قرآن ۷-۵-۲۲)
ہمیں اس زندگی میں بڑے حوصلہ اور شجاعت کے ساتھ قدم اٹھانا ہے اور خداوند تعالیٰ کی عطا فرمودہ اشیاء کے ماسوا کسی اور چیز پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ انہیں عطیات سے تمسک کرکے ہم کچھ کام کرسکتے ہیں۔ ہمیں گھر سے باہر نکلنا چاہیئے۔ اور اپنی قوتوں کو دائرہ عمل میں لاکر مخفی کمالات کو ظاہر کرنا ہے۔ کسی درخت کی شاخ کو دیکھ لو۔ اس کے اردگرد خاردار جھاڑیاں ہوتی ہیں۔ لیکن ایک عزم بالجزم وہ اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور پھولتی پھلتی ہے۔ پست ہمتی اور کم حوصلگی کے توہمات سے سر کو خالی کرلینا چاہیئے۔ اگر یہ ہماری راہ میں آجائیں تو وسعت قلب سے اُن پر نگاہِ اغماز ڈالکر قدم آگے کو بڑھانا چاہیئے۔ ہمارے اردگرد ہم سے بدترین ہمیں اپنی موجودہ حالت پر شکرگذار ہونا چاہیئے۔ ہمیں اپنا نصب العین سامنے رکھنا ہے اور وہاں پہنچ کر رہنا ہے۔ ایک درخت ایک نرم اور کمزور کونپل سے ایک بھاری درخت بنجاتا ہے۔ پر ہم کیوں یہ نہیں کرسکتے +

در اصل التوائے اخلاق ہی گرانمایہ چیز ہے۔ جو ایک بڑی طاقت کے سایہ تلے پرورش پاتی ہے۔ ہمیں اپنے تکلیف دہ حالات بھی آگھیرتے ہیں زندگی اکثر بدمزہ بھی ہو جاتی ہے۔ جو تھوڑی بہت راحت کبھی مُیسّر آتی ہے وہ آفتاب لب بام ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر ہم اپنے دل کا اگر مطالعہ کریں۔ تو پھر بھی ایک ترقی کی لہر ہمارے اندر موجزن ہوتی رہتی ہے۔ اگر ہم اسے اپنا نصب العین کرلیں۔ تو پھر کامیابی کو ہم حاصل کرسکتے ہیں +

بسا اوقات لوگ کہتے ہیں۔ کہ اگر ہمارے حالات اچھے ہوتے تو ہم بہت کچھ

کر دکھاتے یہ ایک بودہ اور ناقص خیال ہے۔ ہم ابھی سے کیوں کام شروع نہ کریں۔ جہاں کہیں کہ ہم کھڑے ہیں۔ اور جو خیال ہمارے دل و دماغ میں ہے۔ وہ ضرور پورا ہوسکتا ہے۔ اگر ہمت مردانہ ہو۔ اگر ایک چھوٹی سی آنکھ اور چھوٹے سے دماغ میں بڑے منظر اور بلند باتیں آسکتی ہیں تو وہ حیطۂ عمل میں آسکتی ہیں۔ اپنے وقت کو ہمیں اچھی سے اچھی طرح استعمال کرنا چاہئے۔ اور جیسا وقت بھی ہو۔ اُسے غنیمت جاننا چاہئے۔ ان حالات کو خواہ وہ کیسے ہی خوش کُن ہو یکدم سر سے نکال دینا چاہئے۔ کہ اگر یہ ہوتا یا وہ ہوتا ہم یہ کچھ کر لیتے۔ یہ سب خیالی باتیں ہیں۔ اور بیسود ہیں یہ جان لو کہ یہ وقت کبھی بھی آنے کا نہیں نہ خیالی باتیں میسّر آسکتی ہیں جب ہم خود ہمہ تن گوش ہو جائیں ہم سب کچھ حاصل کرلیں گے۔ یاد رکھو راز ترقی انسان کے دل و دماغ کے اندر موجود ہے۔ ہم جہاں کہیں بھی ہوں اور کیسے ہی گرے ہوئے کیوں نہ ہوں ہم خدا کے فضل سے بلند پروازی کو اور اعمال عالیہ کی حدود کو عبور کر سکتے ہیں +

تم خود اپنے قوے پر اعتبار پیدا کرو۔ یکہ و تنہا کام کرنے کی کوشش کرو۔ تمہارے اور تمہارے خالق کے مابین کوئی حائل نہیں۔ کیونکہ اسلام نے اس دُنیا میں کبھی شفاعت کا سبق نہیں دیا۔ ہر ایک اپنے اعمال نیک و بد کا خود خمیازہ اُٹھاتا ہے۔ تم خود کیوں اپنی قسمت کے مالک آپ نہیں بنجاتے۔ ہاں خدا کے ساتھ ساتھ رہو۔ کیونکہ اس سے دوری ہمیشہ خطرناک ٹھوکر کا موجب ہوتی ہے۔ مگر اس کا مدّعا یہ بھی نہیں کہ تم خود اپنے اُمور پر مطلق العنان حاکم ہو جاؤ اور بیہودہ باتوں میں پڑ جاؤ بدیں خیال کہ تم اپنے مالک آپ ہو۔ تمہیں اپنے نواحی حالات کی غلامی نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ تم اس قابل ہو جاؤ کہ تم ان پر حکمران ہو جاؤ۔ یہی تمہاری باطنی قوتوں کے نشو و نما کا ایک راستہ ہے۔ ہمیں مشیت ایزدی اور قضاء آسمانی کے مطابق

چلتا ہے۔ اسکی حکومت تلے تم نے رہنا ہے۔ ہاں اگر اپنے جذبات ردیہ پر حکومت کرنی سیکھ لو اور خودداری کا خیال سامنے رکھو تو تمہارا طرز عمل معقول اور پسندیدہ ہوگا۔ تمہارے اعلیٰ اور عمدہ قوے زنجیر غلامی کے تاثرات سے نکلکر اپنے لئے نئی راہ۔ نئے سامان نئے زاد راہ تجویز کرلیں گے۔ ان سامانوں یعنی خداوند تعالےٰ کی عطا کردہ فہم کو عقل و تدبر سے بہترین استعمال میں لے آؤ +

نیکی کی محبت اور تلاش تو ایک اور بات ہے۔ لیکن اس کا حصول بھی بہت کٹھن ہے۔ سخت دماغی روحانی جسمانی کوشش سے ہی ہم نیکی کے اعلیٰ مراتب پر پہنچ سکتے ہیں۔ یہ امر سچ ہے۔ کہ نیکی کے بغیر ہم کسی اعلیٰ کام کرنے کی توقع نہیں کرسکتے۔ اور نہ نیکی کے سوا ہمارے کسی کام میں پائداری یا استواری ہوسکتی ہے۔ جو بات خود ہم میں نہ ہو۔ اسکی طرف ہم دنیا کو کیا متوجہ کرسکتے ہیں۔ جو ہماری روح اور اخلاق کا جوہر ہی نہ ہو دنیا اس کی طرف کب توجہ کریگی۔ ہاں اگر تمہارے دل کی کیفیات بلند مقامات پر پہنچی ہوئی ہیں۔ اور تمہارا دل خوبی اور اعلیٰ و حسن خیالات کا منبع ہے۔ تب اور تب ہی تم اوروں کے دل مسخر کرسکتے ہو۔ دنیا اس وقت تمہاری طرف استعجاب و تعریف کی نگاہ سے دیکھیگی۔ اور تمہارے شائستہ اعمالوں کی وجہ سے تمہیں اپنا اسوہ بنالیگی۔ مگر یہ خیال دل میں ضرور رکھو کہ دشوار رستے تمہاری نگاہ تلے ہونگی۔ اور تم ان سے دل نہ چراؤ۔

ظاہرداری اور نمائش کو چھوڑ دو۔ نرم اور آسائش دہ حالات سے اخلاق نہیں بنا کرتے۔ شیریں کامی سے اعلیٰ نتائج پیدا نہیں ہوتے۔ اخلاق کی ورزش ایک سخت ورزش ہے۔ یہ ایک پتھریلی زمین ہے۔ جو اس پر چلنے کو تیار ہوگا وہ مقام عالی پر پہنچ جائیگا + تمہیں یہاں غم و الم کی پل صراط پر چلنا ہے۔ قدم قدم پر چلنا ہے۔ قدم قدم پر تلخکامی دیکھنی ہے۔ لیکن تمہارے اعلیٰ باطنی جوہروں اور کمالات کے ظہور کا بھی یہی راستہ ہے۔ اور اسی ایک ذریعہ

سے تمہارے اندر اعلےٰ قوتیں پیدا ہونگی۔ ان قوتوں کی پرورش تلخکامیوں سے ہی ہوتی ہے۔ خدا بھی تو اسی کی مدد کرتا جو اپنے قوتِ بازو کو خود استعمال میں لاتا ہے اور قدرت کے قوانین سے مستفید ہوتا ہے۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم کا فرمان اسی طرف اشارہ کرتا ہے +

تمام عالم پر نظر ڈالو۔ چرند پرند کسی کو دیکھ لو۔ چھوٹے سے چھوٹے جانور کو دیکھ لو۔ ان جراثیم کو دیکھ لو جنہیں انسان خوردبین کے سوا دیکھ نہیں سکتا ہر ایک چیز اپنی پرورش اپنے قیام بقا اور اپنی بلوغت کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے۔ ہر ایک میں اپنے قوٰے کے استعمال کا احساس ہے۔ ہر ایک قوانین الٰہیہ کے تلے ہے۔ تم بھی اس کائنات میں چلو پھرو اور کھاؤ پیو زندگی بسر کرو جو چاہتے ہو کرو۔ مگر پابندی قوانین تمہیں لازم ہوگی۔ ایک چیونٹی تک اپنی منشا پورا کرنا جانتی ہے۔ لیکن انسان اور انسانوں میں سے ہندوستانی اور پھر ہندوستانیوں سے ہم مسلمان اپنی کمزوری۔ کم ہمتی پستی خیالی اور تغافل شعاری کا شکار بنے ہوئے ہیں۔ اپنے دل ودماغ سے کام نہیں لیتے۔ ہاں دوسروں کی طرف حسرت کی آنکھ اٹھاتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ دوسروں پر سہارا لینے کی تلاش میں رہتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا حال ہے۔ جو موحد کہلاتے ہیں۔ خدا کو ایک مان لینا تو توحید نہیں جبتک ہم اپنے اعمال سے اُسے ایک نہ مانیں۔ ہم تو دوسروں کو اپنا مدار علیہ بناتے ہیں ہم کہاں کے موحد ہیں +

افسوس ہم مسلمانوں نے اس نقطہ خیال کو ابھی تک نہ سمجھا۔ ایک مذہب جو یہ سکھاتا ہے۔ کہ اپنے پاؤں کے بل چلو۔ دل ودماغ سے کام لو سینہ سپری کرکے وہ کام کر دکھاؤ۔ کہ جس کی استعداد قدرت نے تمہارے اندر پیدا کر رکھی ہے۔ اور دنیا کی کوئی چیز نہیں جسے ہم حاصل نہیں کر سکتے۔ قرآن نے یہ راز ہم پر کھولا۔ ان جوہروں کی اطلاع ہم کو دی۔ جو ہم میں مضمر ہیں

ہم کیا نہیں بن سکے۔ اور کیا نہیں ہو سکتے۔ ولھم اجرًا غیر ممنون کا مژدہ ہمیں قرآن نے سُنایا۔ ہماری ترقی کو لامحدود بتلایا۔ ہم پر یہ راز کھولا کہ

ع۔ ہر چہ انسان کند کنند انساں

لیکن ہم کو یہ امر اب محال نظر آتا ہے۔ یہی اصل شرک ہے۔ جس کی بیخکنی کیلئے اسلام آیا۔ ورنہ بُت پرستی یا حجر شجر پرستی تو ایک ذلیل سے ذلیل چیز ہے جس کو دنیا خود بخود چھوڑ رہی ہے۔ حقیقت توحید یہ ہے۔ کہ ہم نو احی حالات سے دب کر انہیں اپنا خدا نہ سمجھ لیں۔ جو تکلیف دہ حالات پر یا ضرررساں ماحول پر غالب ہونا نہیں جانتا یا غالب ہونے کا فکر نہیں کرتا۔ اور اسے ایک لا ینحل اور اٹل مصیبت سمجھتا ہے۔ وہی حقیقی مشرک ہے جو جو اپنے ہمسایہ کی قوت وزور سے مرعوب ہو کر اپنے آپ کو اس کے برابر یا اس سے بہتر بنانا محال سمجھتا ہے۔ وہ اہل توحید میں سے نہیں۔ ہمت کرو۔ اُٹھو غفلت کو چھوڑ دو۔ مسلمان مایوس نہیں ہو سکتا۔ یہی قرآن کا ارشاد ہے۔ آجکل موسم گرما ہے۔ جس کمرے میں تم بیٹھے ہوئے ہو ہمیں تکلیف گرما کے دُور کرنے کے سامان ہیں۔ تم نے ہاتھ میں پنکھا لیا۔ اور اُسے حرکت دی وہی ماحول جو گرم اور تکلیف دہ تھا اسمیں سے ٹھنڈک پیدا ہو گئی۔ حرکت میں برکت سے یہی مُراد ہے۔ اگر تمہارے اردگرد مصیبت اور خلاکت منڈلا رہی ہے تو اسی وقت تک جب تک تم نے قدم ہمت نہیں اُٹھایا۔ تجربہ کرلو۔ ہمت کرو اور کُل مشکلات نظر تک نہ آئینگی۔ ہمسایہ کے اُوپر نہ رہو۔ نہ اُسکے بازوؤں پر بھروسہ کرو۔ وہ دھوکا دیگا اور ضرور دیگا۔ ہاں تمہارے اپنے بازو تمہارے اپنے قوے تمہاری اپنی ہمت تمہارے اپنے اخلاق اور سب سے الجملہ تمہارا اپنا دل و دماغ ہی وہ خزانہ ہے۔ جو تمہیں ہمیشہ کام آئیگا +

خریداران سے التماس ہو کہ وہ ازراہ مہربانی خط و کتابت کے وقت اپنی خریداری چٹ کا ضرور لکھا کریں
مینیجر

جنّ اور حُور

قرآن کریم کے اندر جو جنّ کا لفظ آیا ہے۔ اسکے متعلق ہمیشہ میرے دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ عام انگریزوں کو ایسا خوف لاحق ہوتا ہے۔ جو بہت سے غلط خیالات کا اثر ہے۔ الف لیلہ کی کہانیوں اور الہ دین اور چراغ کے قصّہ کو پڑھ کر اپنے دماغوں کے اندر وہ خاص تصاویر جما لیتے ہیں۔ برطانوی نقطۂ نگاہ سے اسلام میں جنّوں کا وجود ایک انگریز کے قبول اسلام میں بہت بڑی روک ہے اور اس سے دوسرے درجہ پر وہ خیال ہے۔ جو بہشتی حوروں کے متعلق ان دماغوں کے اندر موجزن ہیں۔ ان دونوں خیالات میں وہ غلطی پر ہیں۔ انہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے الہام کو ایسی خفیف نظروں سے نہیں دیکھنا چاہئے اس بات کو وہ کیوں نظر انداز کر دیتے یا آسانی کے ساتھ بھلا دیتے ہیں۔ کہ ان کے اپنے صحائف کے اندر جنّوں کے قصّے موجود ہیں۔ خود حضرت مسیح علیہ السلام نے جیسا کہ بائیبل میں لکھا ہے۔ ایک عورت میں جنّوں کو نکالا۔ اور انہیں خنزیروں کی شکل میں بدل دیا۔

بائیبل کے بیانات کو خواہ کیسا ہی سمجھا جائے۔ وہ لوگ جو مسیح کے معجزات کو اسی طرح مانتے ہیں۔ جیسے کہ اس کے اندر بیان کئے گئے ہیں انہیں جنّوں کے وجود کا بھی قائل ہونا پڑیگا۔ لیکن قرآن کریم کے اندر بدروحوں کا کوئی ذکر ہمیں نہیں ملتا۔ بلاشبہ اس نے ایک خاص ہستی کا ذکر کیا ہے۔ اور اسے جنّ کے نام سے پکارا ہے۔ ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا ہے۔ کہ خنّاس کے وسوسوں کے شر سے خدا تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔ جو انسان کے سینہ میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ اور وہ جنّوں میں سے ہے اور آدمیوں میں سے[1]۔

لفظ جنّ عربی میں جنّ سے مشتق ہے جسکے معنے ہیں چھپانے یا پردہ ڈالنے کے ہیں۔ ہر ایک وہ چیز جو چھپی ہوئی یا اندھیرے میں مستور ہو۔ اسکو عربی میں

[1] سورۂ ناس۔

جنّ کہتے ہیں۔ خواہ وہ کوئی بد رُوح ہو جو دکھائی دیئے بغیر انسان کو بُرائی کی طرف بُلاتی ہے۔ یا کوئی اور ایسی جماعت یا جنس ہو۔ جو ہم سے پوشیدہ ہے۔ قرآن کریم میں جن کا لفظ بہت سے معنوں میں استعمال ہوا ہے بعض وقت اجنبیوں کو بھی جن کہا گیا ہے۔ کیونکہ عام عربوں کی نگاہوں سے وہ پوشیدہ تھے۔ ہمیں ہر روز بے شمار ان دیکھی چیزوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ جو بغیر ہمارے علم کے ہمیں نقصان پہنچاتی ہیں۔ مثال کے طور پر ان بیشمار کیڑوں مکوڑوں کو دیکھئے۔ جو ہوا کے اندر پائے جاتے ہیں۔ اور گھروں اور اسباب اور برتنوں کے اندر موجود ہیں۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں۔ جو ہم پر بُرا اثر پیدا کرتے ہیں۔ وہ چھپے ہوئے یا ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ اور اس لحاظ وہ سب کے سب جن کہلانے کے مستحق ہیں +

رہی حُوریں جن کو ایسا سمجھا جاتا ہے۔ کہ جیسے بہت سے آڑو کسی درخت کی شاخوں پر لٹکے ہوئے ہوں۔ اور ایک ایماندار کے مُنہ میں گرنے کے لئے تیار ہوں (یہ میرے ایک ہموطن کے الفاظ ہیں جو میں نے نقل کئے ہیں) اسبارہ میں بھی میرے ہموطن سخت غلطی میں مبتلا ہیں۔ قرآن کریم میں جن حوروں کا بیان ہے۔ وہ ایسی ہیں۔ جیسی ہماری منگیتر یا نسوانی رشتہ دار جو تمام قسم کی بُرائیوں اور ضرر رساں باتوں سے پاک ہونگی۔ گویا وہ ہماری محبوب چیزیں ہیں۔ جو عالم عقبےٰ میں جنّت کے اندر ہماری راحت و آرام کا موجب ہونگی۔ لفظ حور کا لفظی ترجمہ ہے۔ سفید۔ پاک۔ بے عیب قرآن کریم میں اُن کی آنکھوں کی خوبصورتی کا ذکر ہم دیکھتے ہیں۔ لیکن ان کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اور جسمیں بتایا گیا ہے۔ کہ بُرائی کی طرف وہ آنکھیں نہیں اُٹھاتیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اس سے ان کی رُوحانی خوبصورتی مراد ہے نہ کہ جسمانی۔ آنکھوں کا بُرائی کی طرف نہ اُٹھنا دل کی پاکیزگی کو ظاہر کرتا ہے۔ قرآن کریم کے نزدیک بہشت اور دوزخ ہمارے

سلہ ملاحظہ ہو ترجمۃ القرآن حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب +

دل سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم[1]
اس دن نہ کوئی مال و جائداد فائدہ دیگی نہ اولاد کام آئیگی۔ سوائے اسکے
کہ کوئی شخص اللہ کے پاس ایسا دل لے کر آئے۔ جو برائی سے پاک ہو
اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ صرف وہی لوگ جو یہاں پیدا ہوئے
ہیں بہشت میں داخل ہونگے۔ اور وہاں کوئی اور افزائش نسل نہ ہوگی۔
بہشتی زندگی ایک مختلف قسم کی ترقی کے لئے قدم آگے بڑھانے کا ذریعہ
ہوگی۔ نورھم یسعی بین ایدیھم و بایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا
نورنا[2] ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں طرف چلیگا۔ اور دعا
کرینگے۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو ہمارے لئے اتمام تک پہنچا دے
بہشتی زندگی کے اس مفہوم کے ہوتے ہوئے جو ہم نے خود قرآن کریم سے لیا ہے
ان غلط خیالات کو قطعی دور کر دینا چاہئے۔ جو مغرب میں عام طور پر قرآنی بہشت
کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ حور ونکو بیشک ایک خاص علیحدہ جماعت
سمجھا جاسکتا ہے۔ جو بہشتی زندگی میں ہماری خالص روحانی مسرتوں کے اندر
اضافہ کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اور جہانتک بچوں کی پیدائش
کا سوال ہے۔ یہ جیسا کہ ہم نے اوپر بتایا ہے۔ صرف اس زمینی زندگی
سے تعلق رکھتا ہے +

عبد اللہ آرچی بالڈ ہملٹن (بارونٹ)

افریقہ میں ترقی اسلام اور پادری صاحبان کی اضطراری

بشپ ناگری آف ڈیمارالینڈ نے پورٹ الزبتھ (جنوبی افریقہ)
میں ایک مشنری اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے افریقہ میں اسلام کی حیرت انگیز
ترقی پر خطرۂ عظیم کا اظہار کیا +

انہوں نے دوران تقریر میں کہا۔ کہ تمام کا تمام شمالی افریقہ مسلمان ہے

[1] الشعرا ۲۶: ۸۹ [2] ۶۶: ۸ +

اور اب اسلام جنوب کی طرف ترقی کر رہا ہے۔ اب امر تنقیح طلب یہ ہے کہ افریقہ کے اصلی باشندوں کو اسلام کیا پیش کرے گا؟ حقیقت الامر یہ ہے۔ کہ ان باشندگان کو متقی و پرہیزگار بنانے کے لئے اس کے پاس کافی ذخیرہ ہے۔ سب سے اول یہ مذہب انکو متقی و اعتدال پسند بنا دیگا۔ کیونکہ اسلام میں شراب کو چھونا تک جائز نہیں۔ دوم ان پر اخوت و برادری کی اصلی حقیقت منکشف کر دے گا۔ کیونکہ اسلام میں ذات پات۔ رنگ کا کوئی بھی امتیاز نہیں۔ سوم۔ اگر کوئی ہلال کی حمایت میں لڑتا لڑتا شہید ہو جائے۔ تو بہشت میں اجر غیر ممنون کا مستحق ہوگا۔ اگر اس وقت ہم بحیثیت عیسائی اپنے فرض کو ادا کرنے میں کوتاہی کر رہے ہیں۔ تو اسلام بہت جلد ہم کو افریقہ سے بدر کر دیگا"+

پادری ڈاکٹر ذویمر بھی جنوبی افریقہ میں اس اضطراری کا اظہار جگہ بہ جگہ اپنے لیکچروں میں کر رہا ہے۔ اس کا بیان ہے۔ کہ اس وقت جنوبی افریقہ میں صرف ساٹھ ہزار مسلمان ہیں۔ جو بہت سی قوموں پر مشتمل ہیں۔ اور جن کی بہت سی مساجد ہیں۔ اور جو کہ اپنا مطبع بھی چاہتے ہیں+

افریقہ میں خط استوا سے اوپر پانچ کروڑ مسلمان ہیں۔ اور خط استوا سے نیچے نوّے لاکھ مسلمانوں کی آبادی ہے۔ بقول پادری ذویمر ورسٹر (جنوبی افریقہ) کے چھوٹے سے قصبہ میں تین مسلم مساجد ہیں۔ اور کیپ ٹون میں تیس سے کم نہیں ہیں۔ کمبرلے۔ ڈربن۔ مارٹزبرگ اور دیگر قصبوں میں دو دو مساجد ہیں+

ڈربن میں اسلامی نماز ذولو زبان میں طبع ہو چکی ہے۔ اور تمام ملک میں تبلیغی اخبار اور رسائل انگریزی۔ افریقی اور دیسی زبانوں میں کثرت سے مفت تقسیم ہو رہے ہیں+

"دی ابزرور"

جاوا میں اسلامی جدوجہد

جاوا جو کہ دنیا کے زرخیز ترین ملکوں میں سے ہے۔ جزائر شرق الہند کے تمام جزیروں میں سے زیادہ مشہور ہے۔ گو اتنا بڑا نہیں ہے۔ جتنا کہ بورنیو سماٹرا اور سیلیبس جو کہ اس سے بہت بڑے ہیں۔ جاوا کا رقبہ پچاس ہزار مربع میل ہے یعنی ہالینڈ کے رقبہ سے چار گنا ہے۔

جاوا کی آبادی جو کہ روز افزوں ترقی پر ہے۔ ۴۵ لاکھ سے زیادہ خیال کی جاتی ہے۔ جنہیں سے چالیس لاکھ مسلمان ہیں۔ باقی کے یا تو بُدھ مذہب ہیں۔ یا کئی رنگ میں بُت پرستی کرتے ہیں۔ چند ایک عیسائی بھی ہیں۔ تمام باشندے پرانے مذہب کے پیرو ہیں۔ اور بُدھ مذہب بھی ابھی تک رائج ہے۔

باشندگان جاوا روز بروز نمایاں ترقی کر رہے ہیں۔ حال ہی میں ایک جماعت انجمن اشاعت اسلام جو کہ محمدیہ کے نام سے موسوم ہے۔ قائم کی گئی ہے۔ جو کہ نسلی بخش کام کر رہی ہے سنہ ۱۹۱۲ء میں یہ روو سط جاوا کے ایک شہر جلجاکرتا . . میں چلی۔ اور جناب کیائی حاجی دعلان مرحوم کی رہنمائی اور دیگر مسلم مشنریوں کی اَن تھک کوششوں سے اب بفضل خدا عرصہ ۱۲ سال میں اسکی شاخیں اسی جزیرہ کے ہر حصہ میں اور شرق الہند کے دیگر جزائر میں بھی ہیں۔ وہ جزیرے جیسا کہ ایک ہالینڈ کے مشہور مصنّف ملٹاطولی نے بیان کیا' موتیوں کی لڑی ہیں۔ انجمن مذکورہ اسلام اور عیسائیت کی باہمی تگ و دو میں بہت مفید ثابت ہوئی ہے یہاں تک کہ جلجاکرتا کے گرجوں میں حاضری کم ہوتی جاتی ہے۔ برعکس اس کے وہاں کی مساجد میں نمازیوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک ایک نئی مسجد زیر تعمیر ہے۔ محمدیہ کے قائم کردہ تقریباً چالیس مدرسے اور

چند ایک ہسپتال ہیں +

ایک اور انجمن بنام سری کنت اسلام جو کہ ایک مذہبی اور پولیٹیکل سوسائٹی ہے - قائم ہو رہی ہے +

ترقی کی اسی تگ و دو میں معلوم ہوتا ہے کہ صبغۂ اناث اپنے آپ کو پیچھے رکھنا باعث عار سمجھتا ہے - اور جناب رسول اللہ صلعم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے گہوارہ یعنی حیات سے لیکر موت تک تحصیل علم میں کوشاں رہو - یہاں کی مستورات بھی اپنے ملک کو چھوڑ کر تحصیل علم کیلئے یورپ میں جاتی ہیں - وہ اصحاب جو کہ اب سے چند سال پیشتر یہاں سے ہو گئے ہیں - اب لیڈی ایڈیٹر - لیڈی ڈاکٹر کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو جائینگے - کچھ یہیں تک محدود نہیں - بلکہ وہاں کی عورتیں زندگی کے ہر پہلو میں نمایاں حصہ لیتی نظر آتی ہیں +

ایم - فری من تاش

حصولِ علم - آزادیٔ رائے - راستبازی

کے لئے

قرآن کریم سے چند منتخبات

ذیل کی چند سطور واضح کرتی ہیں - کہ اسلام کسقدر عقل کا دلدادہ اور اس دنیا میں متلاشیانِ حق کو صراط مستقیم دکھانیوالا ہے +

قرآن کریم ہمیں تحریک کرتا ہے کہ جو کچھ بھی ارض و سموات میں ہے - اسکی ہم تحقیق و تدقیق کریں - اور روزمرہ کی زندگی میں اپنے گرد و پیش کی اشیاء پر غور و تدبر کریں - کلام پاک ہمیں تحریص دلاتا ہے - کہ ہم اقوام سابقہ کا مطالعہ کریں - تاکہ ہم حسنات کی پیروی اور سیئات سے بچنے کے قابل ہوں - مثال کے طور

پر قرآن حکیم فرماتا ہے۔ کہ

اولم ینظروا فی ملکوت السموات والارض وما خلق اللہ من شی۔ ترجمہ۔ اور کیا انھوں نے آسمان اور زمین کی بادشاہت میں غور نہیں کیا۔ اور جو کوئی اللہ نے چیز پیدا کی ہے۔ الاعراف آیت ۱۸۵ +

قل انظروا ماذا فی السموات والارض۔ ترجمہ۔ کہو دیکھو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ یونس ۱۰۱۔ ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنهار والفلك التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا به الارض بعد موتها وبث فیها من کل دابۃ وتصریف الریح والسحاب المسخر بین السماء والارض لایت لقوم یعقلون۔ ترجمہ۔ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے ادل بدل میں اور کشتیوں میں جو سمندر میں لوگوں کو نفع پہنچانے کو چلتی ہیں۔ اور پانی میں جو اللہ بادل سے اُتارتا ہے۔ پھر اسکے ساتھ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ اور اس کے اندر ہر قسم کے جانور پھیلاتا ہے۔ اور ہواؤں کے ہیر پھیر میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان کام میں لگایا گیا ہے۔ ان لوگوں کے لئے یقینی نشان ہیں۔ جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ البقرہ ۱۶۴ +

وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیها وهم عنها معرضون۔ ترجمہ۔ اور آسمانوں اور زمین میں کتنے نشان ہیں۔ جن پر لوگ گزرتے رہتے ہیں۔ اور وہ ان سے منہ پھیرے ہوئے ہوتے ہیں۔ یوسف۔ ۱۰۵ +

اقوام ماسبق کی تاریخ کے متعلق ہم قرآن کریم میں ذیل کی آیات مطالعہ کرتے ہیں:۔

ولقد اهلکنا من القری وصرفنا الایات لعلهم یرجعون

ترجمہ۔ اور ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔ جو تمہارے ارد گرد بستیوں سے ہیں۔ اور ہم آیتوں کو بار بار بیان کرتے ہیں۔ تاکہ وہ رجوع کریں۔ الاحقاف ۲۷

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم۔ ترجمہ۔ کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں۔ تا دیکھیں کہ ان کا انجام کیسا ہوا۔ جو ان سے پہلے تھے۔ الرّوم ۹

ثم دمرنا الاخرین ۰ وانکم لتمرون علیھم مصبحین ۰ وبالیل افلا تعقلون ترجمہ۔ پھر دوسروں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ اور یقیناً تم ان پر صبح کے وقت گزرتے ہو۔ اور رات کو تو پھر کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ الصّٰفّٰت ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸

افلم یسیروا فی الارض فتکون لھم قلوب یعقلون بھا او اذان یسمعون بھا۔ ترجمہ۔ تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں۔ تاکہ ان کے لئے دل ہوتے۔ جن سے وہ سمجھتے یا کان ہوتے۔ جن سے وہ سنتے۔ الحج۔ ۴۶

ازدیاد علم کی مسلسل طلب کے لئے قرآن پاک فرماتا ہے۔ کہ تم کو بہت ہی قلیل علم دیا گیا ہے۔ اسلئے زیادتی علم کے لئے ہمیشہ جویاں و کوشاں رہو۔

ما اوتیتم من العلم الا قلیلاً۔ ترجمہ۔ اور تم لوگوں کو (اسرار الٰہی میں سے) بس تھوڑا ہی سا علم دیا گیا ہے۔

وقل ربّ زدنی علماً۔ اے میرے پروردگار مجھ کو اور علم نصیب کر۔

اسی ضمن میں رسالت مآب حضرت نبی کریم صلعم فرماتے ہیں کہ "وہ دن مبارک نہیں جسمیں میرے علم میں زیادتی نہ ہو"

قرآن کریم نیز ہمیں غلط و جلد بازی سے نتائج مرتب کرنے سے متنبہ کرتا ہے خصوصیت سے جب ہم اپنے ہی نخوت و تکبّر یا رائے عامہ سے گمراہ ہوگئے ہوں۔

ولا تقف ما لیس لك به علم۔ ان السمع والبصر والفواد كل اولئك كان عنه مسئولاً۔ ترجمہ ۔ اور اس کے پیچھے نہ لگ جا جس کا تجھے علم نہیں ۔ کان اور آنکھ اور دل ان سب سے اس کے متعلق سوال کیا جائیگا۔ بنی اسرائیل ۳۶ +

وان تطع اکثر من فی الارض یضلوك عن سبیل الله ۔ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون ۔ ترجمہ ۔ اور اگر تو اکثر ان لوگوں کی بات مانتا چلا جائے ۔ جو زمین میں ہیں ۔ تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کردیں ۔ وہ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں ۔ اور وہ محض اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں ۔ الانعام ۱۱۷ +

تلاش حق میں ہم کو فروتنی اختیار کرنی چاہئے +

ساصرف عن ایتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق وان یروا کل ایة لا یومنوا بھا ۔ ترجمہ ۔ میں اپنی آیات سے ان لوگوں کو پھیر دونگا ۔ جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں ۔ اور اگر وہ ہر ایک نشان بھی دیکھ لیں ۔ تو اس پر ایمان نہ لائیں ۔ الاعراف ۱۴۶ +

افمن کان علی بینة من ربه کمن زین له سوء عمله واتبعوا اھواء ھم ۔ ترجمہ ۔ تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک کھلی دلیل پر (قائم) ہے ۔ اسکی طرح ہوسکتا ہے ۔ جیسے اس کا برا عمل اچھا معلوم ہوتا ہے ۔ اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں ۔ محمد ۱۴ +

افرءیت من اتخذ الھه ھواه واضله الله علی علم ۔ ترجمہ ۔ تو کیا تو نے دیکھا ۔ جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیتا ہے ۔ اور اللہ اسے (اپنے) علم کی بنا پر گمراہ ٹھیراتا ہے ۔ الجاثیة ۲۳ +

ولو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السموات والارض ومن فیھن

ترجمہ ۔ اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا ۔ تو آسمان اور زمین اور جو کوئی ان کے اندر ہیں بگڑ جاتے ۔ المومنون ۷۱ +

ہمیں اپنے فیصلوں ۔ آراء و محاکمہ کی بنیاد قیاسات شبہات اور ظنون پر نہ رکھنی چاہیئے +

وما یتبع اکثرھم الا ظنا ۔ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا ۔ ترجمہ اور ان میں سے اکثر سوائے ظن کے اور کسی چیز کی پیروی نہیں کرتے ۔ یقیناً ظن حق کے مقابلہ میں کچھ بھی کام نہیں دیتا ۔ یونس ۳۶ +

وقالو ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یھلکنا الا الدھر وما لھم بذالك من علم ۔ ان ھم الا یظنون ۔ ترجمہ اور کہتے ہیں یہ کچھ نہیں ۔ مگر ہماری دنیا کی زندگی ہے ۔ ہم مرتے ہیں ۔ اور ہم جیتے ہیں ۔ اور سوائے زمانہ کے ہمیں کچھ ہلاک نہیں کرتا ۔ اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں ۔ وہ صرف ظن سے کام لیتے ہیں ۔ الجاثیہ ۲۴ +

وما لھم بہ من علم ۔ ان یتبعون الا الظن ۔ وان الظن لا یغنی من الحق شیا ۔ ترجمہ ۔ اور انہیں اس کا کوئی علم نہیں ۔ وہ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں ۔ اور ظن حق کے مقابل کچھ کام نہیں دیتا ۔ النجم ۲۸ +

ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس ۔ ترجمہ ۔ یہ لوگ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں ۔ اور اسکی جو (انکے) نفس چاہتے ہیں ۔ النجم ۲۳ +

ہمیں لوگوں تک حق و صداقت پہنچانے کے لئے حکمت و موعظ حسنہ و شیریں کلامی سے کام لینا چاہیئے +

ادع الی سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ۔ ان ربك ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین ۔ ترجمہ ۔ اپنے رب کے رستے کیطرف حکمت اور اچھے وعظ سے بلاؤ ۔ اور ان کے ساتھ اس طریق سے بحث کرو ۔ جو نہایت عمدہ ہو ۔ تیرا رب

اُسے خوب جانتا ہے - جو اس کے رستہ سے گمراہ ہو - اور وہ سیدھی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے - النحل ۱۲۵ +

اختلاف آرا کی وجہ سے ہمیں دوسروں سے مجادلہ نہ کرنا چاہئے جس بات کا ہم کو علم ہو - اس سے ہمیں دوسروں کو آگاہ کرنا چاہئے - اور پھر انہیں انکی رائے پر چھوڑ دینا چاہئے +

فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا و ان تولوا فانما هم فی شقاق فسیکفیکهم الله - ترجمہ - پس اگر وہ ایمان لائیں اسکی مثل جو تم ایمان لائے تو یقیناً انہوں نے ہدایت پالی - اور اگر پھر جائیں تو وہ صرف مخالفت پر ہیں - پس اللہ ہی ان کے مقابلہ میں تیرے لئے کافی ہوگا - البقرہ - ۱۳۷ +

فاعرض عن من تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا - ذالك مبلغهم من العلم - ترجمہ - سو اس سے منہ پھیر لے - جو ہمارے ذکر سے پھر جاتا ہے - اور سوائے دنیا کی زندگی کے اور کچھ نہیں چاہتا - ان کے علم کا منتہا یہی ہے - النجم ۲۹ +

ولو شاء الله لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن یضل من یشاء و یهدی من یشاء - ترجمہ - اور اگر اللہ چاہتا - تو تمہیں ایک ہی گروہ بنا دیتا - لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے - اور جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے - النحل ۹۳ +

نحن اعلم بما یقولون وما انت علیهم بجبار - ترجمہ - ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں - اور تو ان پر مسلط نہیں +

ہمارا آیندہ نمبر

ڈبل نمبر ہوگا۔ جس میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک حالات ہونگے۔ آپ کے مختلف شعبہائے زندگی کا اس میں تذکرہ ہوگا۔ اور آپ کے خلق عظیم کا آئینہ ہوگا۔ یہ نمبر آپ کے یوم ولادت کے اعزاز میں شائع کیا جائیگا۔ بہت سے اہل قلم حضرات سے استدعا کی گئی ہے۔ کہ اس نمبر کو دلکش بنانے کیلئے ہماری قلمی اعانت فرمائیں۔ یہ نمبر امید ہے۔ کہ نبی کریم صلعم کے قلب مطہر کے مطالعہ کیلئے ایک متلاشی حق کیواسطے کھڑکی کھول دیگا۔ جسمیں آپ کا جمال معنوی و صوری دلربا و دلفریب شکل میں نظر آنے لگے ؛

رسالہ کی موجودہ ضخامت چونکہ مضامین محولہ بالا کے لئے مکتفی نہیں ہوسکتی۔ اسلئے نومبر دسمبر ۱۹۲۵ء ڈبل نمبر شائع ہوگا ؛

خادم

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور

ضروری عرضداشت

جن احباب کا چندہ اکتوبر و نومبر ۱۹۲۵ء کے اخیر ختم ہوتا ہے۔ ازراہ کرم سالانہ چندہ مبلغ للعہ پیشگی بذریعہ منی آڈر بنام مینیجر رسالہ ارسال فرماکر ممنون فرمائیں ؛

خادم۔ مینیجر

گوشوارہ آمد و خرچ

ووکنگ مسلم مشن و اسلامک ریویو لٹریچر فنڈ و تبلیغ اسلام ریزرو فنڈ

دفتر ہندوستان بابت ماہ اگست ۱۹۲۵ء

تفصیل آمد	نقشہ نمبر	رقم آمد در ہندوستان — پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نقشہ نمبر	رقم خرچ در ہندوستان — پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن	نمبر ۱	۶	۱	۴۷۸	خرچ مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان	نمبر ۴	۶	۱۰	۴۷۳۲
آمد اسلامک ریویو	نمبر ۲	۰	۲	۶۵۷					
آمد ریزرو فنڈ و تبلیغ اسلام فنڈ	نمبر ۳	۰	۰	۰					
میزان	۶	۳		۱۲۳۵			۶	۱۰	۴۷۳۲

دستخط - ڈاکٹر غلام محمد

آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ اگست ۱۹۲۵ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب شیخ خدا بخش صاحب	۰	۰	۱۰
” مولوی قاضی عبد الصمد صاحب گوری پور میمن سنگھ بنگال	۰	۰	۳
” سید تحسین علی صاحب ” ”	۰	۰	۱
” سید عبد الرحیم ” ”	۰	۰	۱
” منہاج الدین صاحب بھٹنڈا	۰	۰	۵
واپسی پیشگی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۶	۷	۱۷۵
واپسی پیشگی از جناب خواجہ نذیر احمد صاحب	۰	۲	۱۰۹
جناب عبد العظیم صاحب انجن گاؤں	۰	۰	۱

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب خان بہادر نواب مولا بخش صاحب بہادر بہاولپور	۰	۰	۵۰
حضور نواب رفعت یار جنگ صاحب حیدر آباد دکن	۰	۰	۱۰۵
جناب محمد شفیع صدیقی صاحب ”	۰	۰	۱۵
” فضل الدین احمد صاحب [illegible]	۰	۰	۵
” مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب دہلی	۰	۰	۵
” عبد الوحید صاحب اجمیر	۰	۰	۱۲
” خدا بخش صاحب لیث در	۰	۰	۱۰
” صبیح الدین صاحب بہادر گڑھ	۰	۰	۱
” محمد نور غنی صاحب	۰	۰	۵
” بابو تراب الدین صاحب	۰	۰	۲
” بابو خضر علی صاحب بابت کھال زبانی	۰	۰	۱
” منشی محمد دین صاحب ” ”	۰	۰	۱
” احسان الحق صاحب ڈیرہ غازیخان	۰	۰	۲۵

نقشہ ۱ تفصیل آمدنی در ہندوستان بابت ماہ اگست ۱۹۲۵ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب محمد یونس صاحب بابت کھال قربانی	۰	-	۱	جناب محمد ابراہیم صاحب بھوالی	۰	۰	۲
از اسٹاک پوسٹل آڈٹ آفس مدراس	۰	۰	۷	ر محمد احسن صاحب کاکوری لکھنؤ	۰	۰	۱
جناب سید مرتضیٰ حسین صاحب	۰	۸	۱	ر تاج الدین صاحب ٹنڈی دلم	۰	۰	۵
ر شیخ فتح محمد صاحب احمد نگری	۰	۰	۱۰	ر سید احمد حسین صاحب	۰	۰	۵
ر شیخ فضل کریم صاحب پشاور			۳	کل میزان	۶	۱	۵۷۸

نقشہ ۲ آمد اسلامک ریویو لشیر فنڈ بابت ماہ اگست ۱۹۲۵ء در ہند

اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ		پائی	آنہ	روپیہ
منفعت تقسیم حضور بیگم حمید اللہ خان صاحبہ بھوپال	۰	۰	۵۰	منفعت تقسیم جناب اے کے غزنوی صاحب دیدا بنگال	۰	۰	۲۵
ر جناب عبدالکریم صاحب پٹنہ	-	-	۳۰	قیمت رسالہ اسلامک ریویو	-	۲	۵۵۰
				میزان	۰	۲	۶۰۷

نقشہ ۳ تفصیل خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو لشیر فنڈ دفتر لاہور بابت ماہ اگست ۱۹۲۵ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
بل نمبر ۶۳ تنخواہ عملہ ماہ جولائی ۱۹۲۵ء	۰	-	۲۵۳
بل نمبر ۶۴ الاؤنس ایڈیٹر اسلامک ریویو ماہ جولائی ۱۹۲۵ء	۰	۰	۳۰۰
بل نمبر ۶۵ سفر خرچ [illegible] از لاہور تا بمبئی بابت روانگی ووکنگ (انگلستان)	۲	۵	۱۴۸
بل نمبر ۶۶ ر ر سب ڈائریکٹر از لاہور تا ڈلہوزی بابت مشورہ پریزیڈنٹ صاحب انجمن	۰	۲	۱۰۹
بل نمبر ۶۷ متفرق اخراجات سفر از لاہور تا بمبئی حضرت خواجہ صاحب بوقت روانگی ووکنگ	۰	-	۲۷
بل نمبر ۶۸ امپریسٹ منیجی برائے اخراجات حضرت خواجہ صاحب ووکنگ روانہ کیا گیا	-	۸	۲۶۶۲
بل نمبر ۶۹ الاؤنس بہاولپور مشنری از یکم مئی ۱۹۲۵ء لغایت جولائی ۱۹۲۵ء تین ماہ	-	۰	۷۵۰
بل نمبر ۷۰ ترقی سفیر مشن از جون ۱۹۲۵ء لغایت جولائی ۱۹۲۵ء دو ماہ	۰	-	۳۴
بل نمبر ۷۱ سفر خرچ سفیر مشن خلیفہ عبدالمجید صاحب از لاہور تا علیگڈھ مع واپسی لاہور ٹکٹ انٹر از لاہور علیگڈھ ۴؍ ٹکٹ انٹر از علیگڈھ تا دہلی ۱؍ ٹکٹ از دہلی تا بمبئی ۳۳؍ قلی سامان اتارنے کیلئے ۴؍ کرایہ گاڑی گھر سے اسٹیشن تک ۴؍ قلی ریلوے اسٹیشن ۳؍ ٹکٹ ریلوے از بمبئی تا دہلی ۳۳؍ قلی دہلی اسٹیشن ۴؍ کرایہ تانگہ اسٹیشن سے مکان تک ۲؍ دہلی سے روانگی لاہور کرایہ تانگہ و قلی ۴؍ ٹکٹ از دہلی تا لاہور ۔ قلی لاہور اسٹیشن ۴؍ کرایہ تانگہ لاہور سے گھر تک ۱؍ خوراک ۱۴ یوم ۸ تک بحساب فی یوم ۱۲؍ ۱۰؍ ۱۲ +	۰	۷	۱۰۹
بل نمبر ۷۲ سفر خرچ خلیفہ عبدالمجید صاحب سفیر لاہور تا بہاولپور لاہور کرایہ تانگہ اسٹیشن ۱؍ قلی لاہور ۳؍ ٹکٹ انٹر بہاولپور ۔ قلی بہاولپور ۳؍ کرایہ گھوڑا گاڑی مکان تک ۸؍ روانگی بہاولپور قلی ۳؍ ٹکٹ انٹر لاہور تک ۔ قلی لاہور ۳؍ کرایہ تانگہ تک ۲؍ ۲۳ جولائی لغایت ۳۱ جولائی فی یوم ۱۲؍ بابت خوراک +	۰	۴	۲۱
بل نمبر ۷۳ حق تصنیف ترجمۃ القرآن [illegible]	۰	۱۴	۳۱۷
میزان	۶	۱۰	۴۷۳۲

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

اُمّ الالسنہ

معروف
زندہ و کامل زبان

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اسمیں یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ عربی الہامی زبان ہے۔ اور کل دنیا کی زبانیں اس سے نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ قیمت ۱۲ر

مقصدِ مذہب

یہ وہ معرکتہ الآرا لیکچر ہے۔ جو حضرت خواجہ صاحب نے لاہور کی مذہبی کانفرنس میں پڑھا۔ اس کانفرنس میں عیسائی سناتنی۔ آریہ سماجی۔ برہمو سماجی اور بہت سے مذاہب کے نمایندوں نے اپنے اپنے لیکچر پڑھے۔ اس لیکچر کی خوبی پڑھنے سے عیاں ہوتی ہے۔ قیمت ۳ر +

مذہب محبّت

اس میں فاضل مصنّف نے براہین قاطعہ کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے۔ کہ صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے۔ جو زمین پر صلح امن۔ آشتی۔ محبت۔ پیار۔ یکجہتی کامیابی کے ساتھ قائم کرسکتا ہے + قیمت صرف ۷ر

مُطالعۂ اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب
مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ

اس کتاب میں اٰمنت باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر والقدر خیرہٖ وشرہٖ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت کی نہایت فلسفیانہ اور محققانہ تفسیر کی گئی ہے۔ نیز پانچ ارکان اسلام۔ کلمۂ طیبہ۔ حج۔ روزہ۔ نماز زکوٰۃ پر فلسفیانہ روشنی ڈالی ہے + بلا جلد ۱۲ر مجلد عہ ر

خطبات عربیہ

یہ وہ معرکتہ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرّف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان کے مختلف مقامات پر انگریزی زبان میں دیئے۔ بعض احباب کی خواہش پر اردو میں ترجمہ کئے گئے ہیں مکمل سٹ بلا جلد ۱۲ر مجلد عہ

ذرّات عالم کا مذہب

اس میں مصنّف نے دکھایا ہے۔ کہ سائنس اور مذہب کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ گرجے کی پیدا کردہ اور اس کے نواقص مسئلہ ارتقائے انسانی۔ کفارہ پر ایمان ایسی ہتک ہے۔ قیمت ۸ر

یسوع کی الوہیّت
اور
مسیحی انسانیت پر ایک نظر

فاضل مصنف نے الوہیّت مسیح۔ کفارہ۔ معجزات مسیح۔ بدی کی حقیقت۔ غرض وہ مسائل جو عیسائیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان سب کی براہین قاطعہ سے تردید کی ہے +
قیمت ۔ ۔ ۔ ۴ر

ینابیعُ المسیحیّت

یہ کتاب اپنی نوعیت میں بالکل نئی ہے۔ اس میں دکھایا گیا ہے۔ کہ مروجہ اصول و حکایات مسیح کو جناب مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ مسیحی دین کی ہر ایک بات شروع پرستی اور مسیح سے قبل کی بت پرستی سے لی گئی ہے۔ اس کتاب کا ہر صفحہ نئے انکشافات اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ منکشف شدہ خیالات حیرت افزا اور سنسنی خیز ہیں۔ جن سے کروڑہا عیسائی بیخبر ہیں۔ اور جن کے پڑھنے سے وہ اپنے مسلمات پر قائم نہیں رہ سکتے +
قیمت بلا جلد عہ مجلد ۔ ۱۲ر

اسلام
اور
علوم جدید

اس میں فاضل مصنف نے واضح طور سے بیان کیا ہے کہ قرآن ہی ایک کتاب ہے جس نے لطیف حقائق اور باریک مسائل سمجھانے کیلئے صحیفۂ قدرت اور اسکے مظاہر کیطرف انسان کو متوجہ کیا ہے
قیمت ۔ ۔ ۔ ۷ر

المشتہر۔ مینیجر مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل۔ لاہور (پنجاب)

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

رازِ حیات یا انجیلِ عمل

اس کتاب میں فاضل مصنف نے یہ دکھایا ہے کہ مذہب کو روزانہ زندگی میں دخل ہے۔ ایمان کی ترقی بھی اعمال سے ہوتی ہے۔ قوت و دولت و حشمت جاہ و جلال مرفع الحالی کا راز قوت عمل میں ہی مضمر ہے۔ جس طرح کہ باغ کی تر و تازگی و نشو و نما پانی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح زندگی کا راز قوت عمل میں پنہاں ہے۔ یہ کتاب تمام ہندوستان میں مقبول ہو گئی ہے۔ قیمت بےجلد ۱۲ مجلد ۱۴

توحید فی الاسلام

فاضل مصنف نے اس کتاب میں ضروریات زمانہ کے مطابق مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔ اسمیں بیان کیا گیا ہے۔ کہ روحِ توحید ہی تہذیب و تمدن کی جان ہے۔ اسی سے اخلاق فاضلہ کی آبیاری ہوتی ہے یہی علوم جدیدہ کی محرک حکمت و فضیلت کی مولد اور جمہوریت کی جان ہے۔ توحید سے ہی حقوق انسانی کی حفاظت ہوتی ہے۔ قیمت بلا جلد ۸ مجلد ۱۲

ضرورتِ الہام

فی زمانہ تعلیم یافتہ اصحاب وحی اور الہام کے وجود سے انکاری ہیں۔ اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ اس کتاب میں سائنٹیفک طریق پر اور علمی دلائل سے بتایا گیا ہے۔ کہ الہام کی انسان کو ضرورت ہے۔ اور الہامی مذہب آیا ہے۔ بلا جلد ۱۲ مجلد ۱

سلکِ مروارید

یہ ان زبردست معرکۃ الآرا لیکچروں کا اردو مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے ۱۹۱۱ء سے لیکر ۱۹۲۲ء تک مذہبی کانفرنسوں میں مختلف مقاماتِ دنیا میں انگریزی زبان میں دیئے۔ انمیں دیگر مذاہب کے مقابل اسلام کی حقانیت کرنے کیلئے مختلف عنوانوں کے ماتحت اسلام پر لیکچر دیئے گئے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کے تمام مذہبی لٹریچر کا نچوڑ ہے + بلا جلد ۱۲ مجلد ۱

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

اس کتاب میں فاضل مصنف نے عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں اور سب تمام نہاد فرقوں کے اصول ایک ہیں فقط فروعی اختلافات آپس میں ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کو یکجہتی سے کام کرنے کی تلقین کی ہے +

قیمت ۱۲ مجلد ۱

صلائے نصرت بہ اہلِ ہمت

یہ ایک فارسی نظم ہے جسمیں واقعات حاضرہ پر قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے اشاعت اسلام کی اہمیت مسلمانوں پر واضح کی گئی ہے

قیمت بلا جلد ۴

مکالماتِ ملیہ

یعنی وہ گفتگوئیں یا بحثیں جو حضرت خواجہ صاحب اور دیگر مذاہب کے رہنمایان کے درمیان مختلف مقامات پر ہوئیں۔ اسمیں جمع کی گئی ہیں۔ یہ مکالمات مبلغین اسلام اور دیگر مسلم اصحاب جن کو مخالفین اسلام سے بحث کرنی پڑتی ہے ان کے لیئے مفید ہیں +

قیمت فیجلد ۱۳ مجلد ۱

اُسوۂ حسنہ

معروف بہ

زنِدہ و کامل نبی

قیمت ۸ مجلد ۱۲

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اس کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو وہ آپ ہی کی ذات ہے + قیمت ۸ مجلد ۱۲

براہینِ نیرہ

حصہ اول

معروف بہ

زندہ و کامل الہام

قیمت ۱۲ مجلد ۱

اسمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقیانہ بحث کی ہے۔ قیمت ۱۲ مجلد ۱

المشتہر۔ مینیجر مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل لاہور (پنجاب)

مسلم پریس بیرون دروازہ مہتی منشی محمد لطیف صاحب کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی مینیجر رسالہ اشاعت اسلام نے عزیز منزل لاہور سے شائع کیا

جنوری و اپریل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

قیمت سالانہ للعہ — عزیز منزل - لاہور — ممالک غیر کیلئے صہ

شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا
أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ
بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ
لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي
فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ
فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ
أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ
هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ
أَنَّكُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ
عَفَا عَنْكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا
كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ
لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ
ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ
وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ

Mr. C. Wahled Wintel.

فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام لاہور

جلد (۱۱) | بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۲۵ء مطابق ماہ ربیع الثانی و جمادی الاول ۱۳۴۴ھ | نمبر ۱۱ و ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۱۱) بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۲۵ء نمبر ۱۱ و ۱۲

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو جناب مسٹر سی۔ وحید ونٹل صاحب کے فوٹو سے زینت دیجاتی ہے جو اسلام قبول فرما چکے ہیں۔ اور اس کے علاوہ پانچ اور احباب وخواتین مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جن کا تذکرہ اس رسالہ میں کسی دوسری جگہ قبولیت اسلام کے عنوان کے نیچے درج ہے۔

لندن میں مولود نبی لندن کے فیشن ایبل کوچے بونڈ سٹریٹ میں میلاد شریف بہ سرپرستی برٹش مسلم سوسائٹی ہوا۔ سرکار علیہ بیگم صاحبہ والیہ بھوپال اور ان کے عملے کے ماسوا اعلےٰ طبقے کے لوگ شریک تھے۔ افغان۔ مصری ایرانی سفارت کے اراکین بھی شریک تھے۔ نووارد مسلم ہندیونین شیخ اصغر علی صاحب کمشنر۔ میاں رحیم بخش صاحب ڈسٹرکٹ جج۔ چودھری محمد دین صاحب افیسر کالونی سردار فرید خان صاحب رئیس تانیوالان بھی شامل میلاد شریف ہوئے۔ حاضرین کی تعداد تین صد کے لگ بھگ تھی۔ سات بجے شام سے چلکر یہ جلسہ ساڑھے دس بجے رات تک ہوتا رہا۔

میلاد شریف کی مجلس تو جہاں بھی ہو بابرکت ہوتی ہے لیکن مغرب میں یہ جلسہ تبلیغ اسلام

کا بھی کام کرتا ہے آنحضرت کی زندگی کا کوئی نہ کوئی حصہ پیش ہوتا ہے۔ اور وہ غیر مسلموں کی واقفیت کا موجب ہو جاتا ہے یہ بات اس جلسہ میں خاص طور سے نظر آئی۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی تقریر نے جلسہ کا رنگ بدل دیا۔ تقریر کے بعد بیسیوں آدمی اُن کے پاس آئے جو نہ صرف اسلئے شکرگذار تھے کہ وہ نئے معلومات سے بہرہ ور ہوئے بلکہ اسلئے بھی کہ جو کچھ آج تک انہوں نے پادریوں سے شارع اسلام کے متعلق سُنا ہوا تھا وہ غلط نکلا +

لارڈ ہیڈلے بالقابہ صدر جلسہ تھے جلسہ کا افتتاح قرآن کریم سے ہوا جناب عبدالحلیم صاحب مصری نے سورۂ نور کی چند مشہور آیتیں پڑھیں جن کا ترجمہ مسٹر حبیب اللہ لوگرو سکوٹری برٹش مسلم ایسوسی ایشن نے کیا۔ اسکے بعد پریذیڈنٹ نے اس مبارک جلسہ کی اہمیت کے متعلق چند الفاظ کہہ کر جناب قادر داد خان صاحب مبلغ ووکنگ مشن کو فارسی نعت شریف پڑھنے کیلئے بلایا۔ چنانچہ انہوں نے ایک فارسی نعت پڑھی۔ ہندوستانی ایرانی حاضرین کے سر تو جھوم ہی رہے تھے لیکن نعت کے خوش الحان لہجہ نے انگریزی حاضرین پر بھی اثر کیا۔ اس کے بعد سید عبد الحی صاحب عرب بلائے گئے۔ انکے ساتھ ایک مختصر ذیل کے احباب کی جماعت تھی۔ سید نور شاہ صاحب۔ خواجہ محمود صاحب۔ خانصاحب عبدالخالق خان خواجہ احمد صاحب۔ شیخ صدیق فاروق صاحب۔ مولوی عبد المجید صاحب۔ شیخ افتخار رسول صاحب عرب صاحب نے سعدی علیہ الرحمۃ کی مشہور رباعی بہ لہجہ سلام پڑھی یعنے

بلغ العلےٰ بکمالہ ✤ کشف الدجیٰ بجمالہ ⁂ حسنت جمیع خصالہ ✤ صلوا علیہ وآلہ

عرب صاحب نو ایک عربی نعت کے شعر جو اس بحر میں تھے ایک ایک کرکے پڑھتے اور ہر ایک شعر کے خاتمہ میں باقی کی جماعت اس رباعی کو دُہراتی۔ یہ کیفیت کوئی پندرہ منٹ تک رہی۔ اور حاضرین مسلم غیر مسلم سب پر اپنی اپنی طرز میں گہرا اثر کر رہی تھی +

اسکے بعد مسٹر اعظم صاحب منتظم سفارت مصری نے ایک مختصر سی تقریر میں جو چند منٹ کیلئے تھی آنحضرت صلعم کی سوانح بیان کئے جو خواجہ صاحب کی تقریر کی ایک قسم کی تمہید تھی۔ گویا جس ہستی اعظم کے خصائص کو خواجہ صاحب بیان کرنیوالے تھے اُن کا تعارف مسٹر اعظم نے حاضرین سے کرایا۔

سٹر اعظم کے بعد قادرداد خان صاحب کو پھر بلایا گیا۔ اور انہوں نے مولوی ظفر علیخان صاحب کی
مشہور نعت "وہ شمع اُجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں" پڑھی۔ ہر وقفہ پر
اللہ اکبر کے نعرے تھے۔ اور صلے علی محمد کی آوازیں بھی آرہی تھی۔ اب خواجہ کمال الدین صاحب سٹیج
پر آئے۔ انہوں نے اپنی معمولی دلفریب اور بلند آواز میں آنحضرت صلعم کی اس خصوصی تعلیم کو بیان کرنا
شروع کیا جو آپ سے پہلے کسی نبی یا شارع یا ریفارمر نے نہ کی تھی۔ اور جس کا خاص اثر کل دنیا
پر ہوا۔ خواجہ صاحب نے قریباً بیس امور پیش کئے جو آنحضرت صلعم کی ذات پاک کے ذریعے دنیا
میں آئے۔ خواجہ صاحب کی ذاتی وجاہت اُن کا قد و قامت تقریر کی روانی اسکی معقولیت
اور وضاحت سحر کا کام کر رہی تھی مسلمانوں کے چہرے جوش محبت اور خوشی سے چمک رہے تھے۔ جو غیر مسلم
تھے۔ وہ حیرت و استعجاب میں غرق تھے خصوصاً اُن نئے معلومات پر جن سے حضرت خواجہ صاحب کی
تقریر مملو تھی۔ دراصل یہ تقریر اس کتاب کا ایک خلاصہ تھا۔ جو خواجہ صاحب کی اس وقت زیر قلم ہے
یہی کتاب ہے جسکے متعلق خواجہ صاحب نے پادریوں کو بالمقابل چیلنج کیا۔ اس تقریر کے بعد حاضرین
کی چائے۔ کافی۔ کیک۔ بسکٹ وغیرہ سے تواضع کی گئی۔ ہر ایک چیز اعلے پیمانہ پر تھی عبدالمجید امام
از مسجد ووکنگ

تقریر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

آج ہم دنیا کی ایک اعلیٰ ترین ہستی کا یوم مولود
منانے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اسکی شان میں خدا کی کتاب وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین
فرماتی ہے کسی کی عظمت یا بزرگی جانچنے کے مختلف رستے ہیں لیکن اس جگہ میں دو باتیں ذکر کرونگا
جو میرے نزدیک قطعی اور فیصلہ کن ہیں خصوصاً جب ہمیں کسی مصلح یا نبی کے متعلق کچھ کہنا ہو وہ
امور یہ ہیں (اول) اسکی بعثت پر دنیا کی کیا حالت تھی کون سے امر اصلاح طلب تھے یا بہ الفاظ
دیگر اس کے سامنے کیا کام تھا + (دوئم) اصلاح دنیا کیلئے وہ کونسی نئی تعلیم لایا +
محمد صلعم کو ان دونوں پہلوؤں سے دیکھو تو تمہیں اُن کے وجود میں دنیا کا سب سے بڑا آدمی
اور خدا کی رحمت کا مجسمہ نظر آئیگا۔ جو نبی بھی پیدا ہوا وہ ایسے وقت پیدا ہوا جب اسکی قوم میں
ایک نہ ایک قسم کی بدی پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن نبی کریم جب آئے تو دنیا کے ہر گوشہ میں نیکی معدوم اور بدی غالب
تھی۔ حضرت موسیٰ کے سامنے دو بڑے کام تھے اسرائیلیوں کو قید فرعون سے چھڑانا اور انہیں ارض موعود تک پہنچانا۔

لیکن جس گھر میں یا جہاں جناب موسیٰ نے تربیت پائی وہاں علم و فضل۔ ہنر دولت سب کچھ ہی تھا اسرائیلیوں پر ظلم ضرور ہوتا لیکن مصری اس ظلم سے آزاد تھے۔ دوسری طرف مسیح رُومی سلطنت کے ماتحت پیدا ہوئے جن کی تہذیب و تمدن آج کی تہذیب سے کم نہ تھی رُومی بیشک بت پرست تھے لیکن جناب مسیح کی اپنی قوم خدا اور اسکے احکام سے ناواقف نہ تھی۔ مذہب بھی تھا شریعت بھی تھی۔ ہاں وہ لوگ قسی القلب تھے۔ لفظ پرست تھے۔ مُردہ رسمیات کو مذہب بنا بیٹھے تھے۔ لفظ پرستی کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ منافق ریا کار کینہ ور تھے۔ جناب مسیح کے مواعظ اور اقوال کو دیکھ لو۔ انہیں بدیوں کا پتہ چلتا ہے لیکن جب ختمیت مآب دنیا میں آئے تو کُل کی کُل دنیا پر ایک کامل موت چھائی ہوئی تھی۔ ذہنی اخلاقی رُوحانی موت نے دنیا کو پکڑا ہوا تھا۔ جہالت کے ایمانی لامذہبیت کے سیاہ بادل کُل دنیا کے مطلع کو تاریک کر رہے تھے۔ ایمانیات اور عقاید صحیحہ نام کو نہ تھے بدعملی ہر طرف نظر آ رہی تھی۔ یہودی مذہب۔ ہندو اور بُدھ مذہب سب کے سب اپنی تاثیر حسنہ کھو چکے تھے بقول سر ولیم میور عیسائیت مرُدو و مسخ ہو چکی تھی۔ مسیح کی تسلیم کردہ باتیں تو مٹ چکی تھیں اور انکی جگہ پُرانے کفر و الحاد کی باتیں عیسائی مذہب میں آ گئی تھیں +

باقی آیندہ ٥

ماہِ اسلام کی ضیا پاشی

مہ نُور مے فشاند و سگ بانگ مے زند

یہ مثل آج عیسائی پادریوں پر صادق آ رہی ہے۔ اس وقت جنوبی افریقہ میں توسیع اسلام پر ایک شور اعظم وہاں بر پا کیا جا رہا ہے۔ لوگوں کو اکسایا جا رہا ہے۔ کہ افریقہ ہاتھ سے گیا۔ تنے پچھلے ماہ ایک بڑی کانفرنس جنوبی افریقہ کے بڑے شہر ڈربن اور جوہنسبرگ میں ہوئی چوٹی کے پادری وہاں جمع ہوئے۔ دشمن اسلام پادری ذویمر بھی وہاں پہنچا ان پادریوں نے وہاں تسلیم کیا کہ خط استوا کے شمال میں جس قدر علاقہ تھا۔ سمیں اسلام کے مقابل عیسائیت کو شکست فاش ہوئی۔ اسلام وہاں بڑی ترقی کر رہا ہے۔ چنانچہ پانچ کروڑ کے قریب وہاں مسلمان ہو چکے ہیں۔ اور اب خط استوا کے جنوب میں بھی اسلام پھیلنا شروع ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس وقت وہاں کی تعداد نوّے لاکھ کے قریب ہو گئی ہے۔ اور سب سے غضب یہ ہو رہا ہے۔ کہ بعض یورپین لڑکیاں بھی کیپ کالونی میں

مسلمان ہو رہی ہیں۔ بشپ ڈمارالینڈ نے یہ تو تسلیم کیا۔ کہ مسلمان ہونے پر یہ لوگ شراب پینے سے بچ جاتے ہیں جسمانی طہارت ان میں پیدا ہو جاتی ہے۔ سچی اخوت کی رُوح اُن میں جوش مارتی ہے۔ لیکن یہ لوگ عیسائیت کے خلاف ہو جاتے ہیں اس امر کا فخر کرتا چاہتے۔ کوئی ان بھلے مانسوں سے پُوچھے کہ اگر کسی مذہب کے قبول کرنے پر انسانوں میں جسمی طہارت ہی پیدا ہو جائے۔ وہ شراب کی لعنت سے بچ جائیں۔ اور اخوت حقیقی کے رشتہ میں منسلک ہو جائیں۔ تو پھر کونسی بات باقی ہے۔ جو اس دنیا کے تمدن کے لئے ضروری ہے لیکن جس بات نے ان لوگوں کو گھبرا رکھا ہے وہ کچھ اور ہے۔ اور وہ بشپ میور کے منہ سے نکل آئی۔ آپ کہتے ہیں۔ کہ جس وقت کوئی شخص مسلمان ہو جاتا ہے۔ اس کا عیسائی ہونا محالات سے ہو جاتا ہے اور اُن میں ایک رُوح پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے باعث وہ سفید چمڑے کی قوم سے نفرت کرتے ہیں۔ اور اُن کی حکومت کو اچھا نہیں جانتے۔ اس لئے جتنی جلدی ہو انکو عیسائی بنالو۔ بشپ موصوف نے فارن مشن کی اصل غرض سربستہ کو طشت از بام کر دیا۔ غیر قوموں کو مسیح بنانے کی غرض یہ تو نہیں کہ وہ حلقہ بگوش مسیح ہوں۔ بلکہ اصلی غرض تو یہ ہے کہ انہیں حلقہ بگوش اقوام یورپ کیا جائے۔ اگر اس خبیث گروہ کا کوئی تعلق مذہب سے ہوتا تو وہ خود اپنے گھر کا فکر پہلے کرتے جہاں لوگ عیسائیت سے دن بدن بیزار ہوتے جاتے ہیں۔ اور اس مذہب کو نفرت سے دیکھتے ہیں۔ یہ جو اپنے گھر سے نکل کر دوسرے ممالک کو عیسائی بنانے جاتے ہیں۔ اور ان مشنوں کے معاون وہ لوگ ہوں جو علے الاعلان دہریہ ہوتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ تو ایک پولیٹیکل کھیل ہے بہرحال جنوبی افریقہ کے مسلمان بھی جاگ اُٹھے ہیں تبلیغ اسلام کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ وہاں کی عمائد کی خط وکتابت بھی اس معاملہ میں مجھ سے جاری ہے۔ اور مناسب لٹریچر بھی یہاں سے بھیجا جا رہا ہے لیکن اس امر میں جو نہایت دلچسپ بات ہے۔ اور جس بات نے مجھے مندرجہ عنوان مصرعہ کیطرف متوجہ کیا وہ یہ ہے کہ افریقہ کے جس علاقہ میں عیسائیت پھیلانے کا خاص اہتمام ہو رہا ہے وہیں کا ایک اعلےٰ افسر یورپین ووکنگ میں حاضر ہو کر میرے ہاتھ مشرف بہ اسلام ہوتا ہے

برابر تین سال سے اس آفیسر کے ساتھ میری خط و کتابت تھی۔ جس کا آخری نتیجہ اس ہفتہ قبولیت اسلام ہؤا۔ خدا کی شان ہے۔ کہ ماہ اسلام توضیا پاشی کر رہا ہے۔ اور یہ لوگ دیوانہ وار شور ڈال رہے ہیں۔ یہ تو خدا کے مذہب کی خوبی ہے۔ کہ یہ خود بخود اقوام دُنیا کو اپنے میں جذب کر رہا ہے۔ والا جو ہماری کوششیں ہیں وہ ظاہر ہیں اگلی اتوار یہاں ایک عظیم الشان مجمع ہوگا۔ دو تین بڑی حیثیت کے خاندان مشرف بہ اسلام ہونیوالے ہیں اس تقریب پر بڑی حیثیت احباب تشریف لانیوالے ہیں انشاءاللہ آیندہ کی ڈاک میں اس مبارک جلسہ کی تفصیل دیجائیگی

مسجد ووکنگ
یکم ستمبر ۱۹۲۵ء

خواجہ کمال الدین مُبلغ اسلام

قبولیت اسلام

گذشتہ ماہ مسجد ووکنگ میں ایک بڑی پُر رونق تقریب ہوئی۔ چند مُعززا ور صاحب حیثیت احباب کی موجودگی میں کہ جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں، تین معزز انگریز خواتین اور دو صاحب دانش اور دماغ اشخاص نے قبول اسلام فرمایا۔ جنکے نام حسب ذیل ہیں :۔ ولکنسن کا نام عمر تجویز ہؤا۔ واٹکنسن کا عثمان اور مسز ولکنسن کا نام فاطمہ۔ مس میریا کا نام مریم اور مس منیجن کا نام حلیمہ پایا۔ یہ خبر مسلمان بھائیوں کی دلی خوشنودی کا باعث ہوگی۔ اور وہ یہ دعا کرینگے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مغرب کی قوموں میں سے اعلےٰ دل و دماغ کے لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کر لے۔ تاکہ دنیا میں حق اور صداقت پھیلے۔ اور اذا جاء نصر اللہ والفتح کا نقشہ پھر اسلامی دُنیا دیکھے۔ آمین

اس بڑی مجلس میں سر محمد رفیق صاحب۔ سر عباس علی بیگ صاحب۔ جناب ولی محمدؐ صاحب پرائیویٹ سکرٹری ریاست بھوپال۔ سید لیاقت علی صاحب چیف جج ریاست بھوپال۔ چودھری محمد دین صاحب سابق منسٹر بہاولپور۔ سردار محمد فرید خان صاحب رئیس خانیوال۔ سید الطاف حسین صاحب دیوان ریاست منگرول

ہ۔ تفصیل ذیل میں درج ہے۔
+ ڈبل نمبر کی وجہ سے یہ مراسلہ تاخیر سے درج ہوتا ہے۔

رونق افروز تھے +

تفصیل اخراجات

۱۲۷ پونڈ مشتہرہ صفحہ ۴۲۵ رسالہ ہذا نقشہ نمبر ۵ سائر مسلم مشن ووکنگ انگلستان آئٹم نمبر ۹ متفرق

عیدالفطر مئی سنہ ۱۹۲۵ء

مد	پونڈ شلنگ پنس
خادمہ متعلق تقریب عید	۰-۵-۰
اخراجات خوراک مہمانان برموقعہ عید	۱۹-۷-۱۰½
کرایہ کرسیاں فرش وغیرہ	۲-۸-۷
کرایہ چھتری و کانٹے ..	۵-۱۷-۶
فوٹو بر تقریب عید ..	۰-۱۶-۶
کوئلہ کھانا پکانے کیلئے ..	۳-۱۰-۰
کرایہ خیمہ جات	۵-۵-۰
ایک دیگ تانبہ برائے چاول	۶-۱۹-۰
متفرق اشیاء خوردنی برائے مطبخ	۶-۱۴-۱۱½
ٹیلیفون	۲-۰-۰
بجلی کے لئے تاریں ...	۰-۱۵-۴
متفرق	۱-۱۴-۱۰½

عیدالاضحیٰ جولائی سنہ ۱۹۲۵ء

مد	پونڈ شلنگ پنس
۶ چائے پوش بتقریب عید	۰-۹-۴½
سوڈا واٹر برائے مہمانان	۰-۴-۰
عیدی خادماں بتقریب عید	۳-۱۵-۰
	۰-۱۰-۰
انعام میز پر اٹھانے والے شخص کو	۰-۵-۰
"	۰-۱۰-۰
کرایہ خیمہ	۵-۱۵-۶
خوراک برموقعہ عید	۳۰-۰-۰
دیگ کلاں برائے چاول و دیگر ظروف مطبخ برموقعہ عید	۱۲-۱۹-۶
کرایہ چھری کانٹے برموقع عید	۶-۵-۰
حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بابت بقایا اخراجات ہندوستان سے ووکنگ انگلستان	۶-۱۶-۱۱
لندن میں ایٹ ہوم دعوت کے اخراجات معرفت حضرت خواجہ صاحب	۴-۱۴-۴
متفرق	۰-۱-۱۰
کل میزان	**۱۲۷-۰-۰**

معزز ناظرین توجہ فرمائیں

رسالہ اشاعت اسلام جو خدمات اسلامی انجام دے رہا ہے ناظرین کرام سے مخفی نہیں - اس ڈبل نمبر کے ساتھ یہ مجلہ اسلامی بفضلہ تعالیٰ اپنی عمر کے گیارہ سال نہایت خوبی کے ساتھ گذار کر آئندہ نمبر کے ساتھ بارھویں سال میں قدم رکھیگا - اسکی گذشتہ گیارہ سالہ خدمات محتاج تنقید نہیں - کارپردازان رسالہ کی ہمیشہ سے یہی کوشش رہی ہے کہ رسالہ کو بہت سے بہتر شکل وصورت میں پبلک کے سامنے پیش کیا جاوے اور یہ مطمح نظر ہمیشہ ہی پیش نظر رہا ہے - لیکن بسا اوقات قلت فنڈ اس امر کی مانع ہوئی - ناظرین کرام کی قلیل توجہ سے ہماری بہت سی مشکلات حل ہوسکتی ہیں - اگر قارئین عظام میں سے ہر ایک احباب ایک ایک جدید خریدار بھی بہم پہنچائے تو اس فنڈ کی استقامت کا موجب ہوگا - اس ڈبل نمبر کے ساتھ جن احباب کا چندہ ختم ہوتا ہے - ازراہ کرم للعہر سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل - لاہور (پنجاب) ارسال فرماکر ممنون فرمائیں - اُمید ہے کہ ہمارے معزز سرپرست سال سنہ ۱۹۲۶ء کے لئے ہمارے سالانہ وی - پی کو جن کا چندہ نومبر یا دسمبر میں ختم ہوتا ہے) شرف قبولیت بخشینگے - بوقت روانگی منی آرڈر نمبر خریداری کا ضرور حوالہ دیا جاوے +

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - لاہور

دُنیا کی حالت آنحضرت صلعم سے پہلے

ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس (الروم ۳۰: ۴۱)
اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتھا ( )

ترجمہ خشکی اور تری میں اسکی وجہ سے فساد ظاہر ہوگیا۔ جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا تھا۔
جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو زندہ کرتا ہے بعد اس کے کہ اس پر موت آجائے۔ +

اِن آیات میں قرآن کریم نے اس خراب حالت کا نقشہ کھینچا ہے جو آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے تمام دُنیا پر طاری تھی۔ تمام نسل انسانی ہر قسم کی دماغی واخلاقی اور رُوحانی موت کے پنجہ میں گرفتار تھی۔ اور ہر طرف ظلمت ہی ظلمت طاری تھی۔ جو مذاہب کی حقیقت و اصلیت کو چھپائے ہوئے اور لوگوں کے اعمال وکردار کو ناپاکی سے ملوّث کئے ہوئے تھی۔ یہودیت ہندو مذہب بدھ مذہب اور دُنیا کے تمام دیگر مذاہب کا کوئی نیک اثر اُنکے پیروؤں کی زندگیوں پر باقی نہ رہگیا تھا۔ اور تو اور خود میور کو بھی اسبات کا اعتراف ہے کہ ساتویں صدی کی مسیحیت خود بگڑ چکی تھی۔ فرقہ بندی اور تفرقہ و فساد نے اس کو تباہ و برباد کر رکھا تھا۔ جناب مسیح کا مذہب شرک و بُت پرستی کا آماجگاہ بن چکا تھا۔ اور عوام الناس کے مذہبی معتقدات محض کفر کا مرقع تھے۔ اسکے علاوہ مردوں کی ارواح کی پرستش کیجاتی تھی اور اُنکی یادگاروں کو اور تصویروںکو سب سے زیادہ قابل عزت سمجھا جاتا تھا۔ +

له مسیحیت کی اس وقت کی حالت کے متعلق مشہور انگریز مصنف گبن اپنی تاریخ میں لکھتا ہے:-

ساتویں صدی کے مسیحی نادانستہ طور پر شرک و بُت پرستی کے رنگ میں رنگین ہو چکے تھے۔ ان کی پبلک اور پرائیویٹ عبادات اور دُعائیں مردہ لوگوں کی یادگاروں اور مجسموں سے آگئے جنہوں نے مشرق

دُنیا کی اخلاقی اور تمدّنی حالت بھی وُیسی ہی بُری اور افسوسناک تھی۔ ان مذاہب کے پیرؤں نے نیکیوں سے نہ صرف مُنہ ہی موڑ لیا تھا۔ بلکہ بدیوں کو وہ نیکیاں سمجھنے لگے تھے۔ لوگ خدا تعالیٰ کی نظر و نمیں مقبُول بننے کے لئے خطرناک سے خطرناک جرائم اور گناہوں کا ارتکاب کرتے تھے۔ ہر ایک قوم کامل اخلاقی تنزّل کے گڑھے میں گر چکی تھی۔ کہ جزیرے اور براعظم سب میں فساد برپا ہو چُکا تھا۔ اور دنیا پر بدلیوں کا زور اور تسلط تھا۔ یہ بیانات بہتوں کے لئے تعجب اور حیرانی کا مُوجب ہونگے۔ لیکن ان کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں۔ قارئین کرام کو صرف اس قدر یاد رکھنا چاہئے۔ کہ وہ وقت یُورپ میں قرون وسطے کا تاریک ترین زمانہ تھا۔ اور ایران اور ہندوستان میں مزدک اور پرُانوں کا دور دورہ تھا۔ زنا کاری کا جُرم جو نتائج کے لحاظ سے قتل سے دوسرے درجہ پر ہے بہت سی مُقدس رسُوم کے موقعہ پر عمل میں آتا۔ اور اسکو مذہبی حکم سمجھ کر نیکی کے طور پر کیا جاتا تھا مسیحیت کے طریق اعتراف جُرم کی بناء پر اس سے زیادہ گناہ عمل میں آتا تھا۔ جسقدر "اعتراف" کے ذریعہ سے دھویا جاتا تھا۔ شاہ جسٹینین کے ماتحت جو ایک مسیحی اور نہایت اعلےٰ درجہ کا مقنن تھا قسطنطنیہ سوسائٹی کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ معبدوں کو بدنام کر رکھا تھا ہوتی تھیں۔ شہداء اولیاء اور فرشتوں کے بُت جو عام طور پر عزت وعظمت کی چیزیں تھیں اس کثرت کے ساتھ بھرے ہوئے تھے کہ توحید آلہی کا تخت انکی وجہ سے تاریک ہو چکا تھا۔ اور کالیریڈیا کے ملحدین تے جو عرب کی مردم خیز سرزمین میں کثرت کے ساتھ پائے جاتے تھے۔ کنواری مریم کو دیوی کے نام اور ویسی ہی عزت کے قابل سمجھا۔ تثلیث اور اوتار کے معتقدات توحید آلہی کے لحاظ سے مخالف ہیں۔ ظاہر طور پر وہ برابر کے تین خداؤں کے حامی ہیں۔ اور جناب مسیح کو جو انسان تھے خدا تعالیٰ کی فرزندیت کے رنگ میں رنگین کرتے ہیں۔ راسخ العقیدہ لوگوں کی تشریحات جو وہ ان عقائد کی کرتے ہیں۔ صرف یا مذبذب قلوب ہی کی تسلی کا موجب ہو سکتی ہیں ... محمد (صلعم) کا عقیدہ اس قسم کے غیر معقول اور مبہم خیالات سے پاک اور قرآن کریم توحید آلہی کا ایک نہایت پرشوکت اعلان ہے +

حالت سوسائٹی کی اس گری ہوئی - اور غیر اخلاقی حالت کا بہترین مُرقع تھی - جسمیں سرزمین مسیحیت مُبتلا ہوچکی تھی پبلک یا پرائیویٹ نیکی مجلس نقطہ نگاہ سے کوئی اثر نہ رکھتی تھی - سیزر کے تخت پر ایک بازاری آدمی بیٹھتا اور بادشاہ کے ساتھ سلطنت کے معاملات میں حصہ دار ہوتا تھا قسطنطین کے شہر میں تھیوڈورا نے پبلک میں اپنی گندی تجارت کو فروغ دیا اور اس کا نام اس شہر کے بد اطوار لوگوں کی زبانوں پر عام طور پر چڑھا ہوا تھا - اور اب مسیحیت کے عروج کے زمانہ میں اسی شہر کے اندر بڑے بڑے مجسٹریٹ راسخ العقیدہ بشپ فاتح جرنیل اور قیدی بادشاہ بطور ایک ملکہ کی عزت کے ساتھ اس کا نام لیتے تھے حکومت اپنے مظالم کی وجہ سے جو ہر قسم کی اخلاقی اور مذہبی قیود سے بالاتر تھے - بدنام ہوچکی تھی - بغاوتیں بلوے اور خونریز لڑائیاں جنمیں ارکین کلیسیا ہمیشہ سب سے بڑھ کر حصہ لیتے تھے روزمرہ کے واقعات ہوچکے تھے ان مواقع پر ہر ایک قانون خواہ وہ انسانی دماغ کا وضع کردہ ہو یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہُوا ہو پاؤں تلے روند دیا جاتا تھا کلیسیا اور اس کے منبر ظالمانہ قتل و غارت سے ملوث ہوچکے تھے اور کوئی ایسی جگہ نہ تھی جو لوٹ مار سے پاک اور محفوظ ہو[۵] +

فارس میں نالکی مذہب جسے آرٹیکسر کسر بیغمن نے جو سائپرس کا عیسائی تھا کئی صدیاں پہلے قائم کیا تھا مزدک کے ہاتھوں سے تباہ ہوگیا اور مؤخر الذکر نے اور بہت سی نفرت انگیز باتوں کے ساتھ عورتوں میں شراکت کی ناپاک تعلیم بھی لوگوں کو دی - اُس نے بُرائیوں کے علانیہ ارتکاب کی کھُلی اجازت دی - اور ہر قسم کی بد رسوم کو

---

[۵] سپرٹ آف اسلام مصنفہ سید امیر علی +

نہ ہبًا ضروری ٹھیرایا ہو، نوں کے بارہ میں یہ ہولناک اشتراک اس وقت
ہندوستان کے اندر بھی جہاں شاکت مت کی تعلیمات کا زور تھا۔
عام طور پر رائج تھا۔ شاکت مت کے کوئی ایک اُپدیشک کو یہ حق حاصل
تھا۔ کہ اپنے عیش و عشرت کے لئے دوسرے لوگوں کی بیویوں سے
رفاقت اختیار کرے۔ ایسے احکام کی تعمیل بڑی خوشی سے ہوتی تھی اور
نئے دولھا اپنی شادی کا پہلا ہفتہ اعلٰے اُپدیشکوں کی رفاقت میں
گذارتے تھے۔ یہ ایک نیکی کا کام سمجھا جاتا تھا۔ اور انکی نظروں میں خدا تعالےٰ
کا فضل تھا۔ جو انکی شادی شدہ زندگی کو برکت دینے کے لئے نازل
ہوتا تھا۔ شیوراتری کی رات کی تقدیس نہایت بدترین افعال کے
ذریعہ سے کیجاتی تھی۔ اور عورتوں اور شراب کا اثر اسقدر مدہوشی کا موجب
ہوتا تھا۔ کہ قریب ترین رشتوں میں بھی ناجائز تعلقات سے نفرت نہ کیجاتی تھی۔ شاکت مت کے منتر جو
اسموقع پر پڑھے جاتے تھے، انکے نزدیک بے حیائی اور کمینہ پن کو مقدس
بنا دیتے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے متعلق کسی قوم کا نقطۂ نگاہ اسکے
معیار نیکی کا آئنہ ہوتا ہے۔ تو اس وقت کے ہندو دیوتاؤں کا معیار
اخلاق نہایت ہی گرا ہوا تھا، کیونکہ ان ہندوستانی خداؤں کی زندگیاں
اور کارنامے پرلے درجہ کی بد اخلاقی کے مظہر تھے، لیکن تاریخ عالم کے
اس تاریک ترین زمانہ میں عرب کا ملک سب سے زیادہ جہالت اور تاریکی
میں مبتلا تھا۔ شراب نوشی، زنا کاری اور جوا بازی عام مشاغل میں سے تھے،
قتل و غارت، دختر کشی اور چوری اور ڈاکہ زنی عربوں کے مایۂ ناز
کارنامے سمجھے جاتے تھے، کوئی اخلاقی، مذہبی اور مجلسی پابندیاں ان پر
عاید نہ تھیں، نہ بیویوں پر کوئی حد بندی نہ تھی، اور نہ طلاق کی کوئی شرائط
اور حدود و قیود تھیں، ازدواجی تعلقات میں عام اختلاط کے علاوہ قریب ترین
رشتوں سے بھی پرہیز نہ کیا جاتا تھا۔ بیٹے باپ کی بیواؤں کو اپنی بیویاں

بنا لیتے تھے۔ شادی شدہ عورتیں ازدواجی زندگی کے اندر غیر مردوں کی نگاہِ محبت سے شرمندہ نہ ہوتی تھیں۔ بلکہ اس کے خلاف وہ اس کو موجب فخر سمجھتی تھیں۔ کہ خاوند کے ہوتے ہوئے۔ اس کے اسقدر چاہنے والے موجود ہیں۔ انسانی قربانی کا رواج عام تھا۔ اور لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ خونریز لڑائیاں اور خودکشی ایک عام بات تھی۔ اور ایک معمولی سا ناگوار کلمہ سزائے موت کا باعث ہو جاتا تھا۔ قتل و غارت اور انتقام کا جذبہ اس حالت تک پہنچ چکا تھا۔ کہ عورتیں مطمئن نہ ہوتی تھیں۔ جب تک کہ اپنے لباس کو دشمن کے خون سے نہ رنگ لیں۔ اور اس کے کلیجہ کو اپنے دانتوں سے نہ چبا لیں کوئی ایسی بُرائی مجھے نظر نہیں آتی۔ جو اس موقعہ پر اپنی بدترین شکل میں عرب کے اندر پائی نہ جاتی ہو۔ اس زمانہ کے عربوں کے متعلق گبن نے لکھا ہے۔ کہ اس نہایت ابتدائی اور گری ہوئی حالت میں جو سوسائٹی کہلانے کی کسی طرح مستحق نہیں۔ انسانی درندہ جو قانون اور صنعت اور ایک حد تک عقل اور زبان سے فارغخطی لئے ہوئے تھا باقی حیوانات سے کوئی وجہ امتیاز نہیں رکھتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ تاریخ عالم میں کوئی بھی ایسا زمانہ نہیں گذرا۔ جو بُرائیوں اور شرارتوں سے پاک ہو۔ لیکن بدترین زمانہ وہ تھا۔ جب انسانی ادراک تنزل و انحطاط کے انتہائی گڑھے کے اندر گر چکا تھا۔ اور بدیوں کو نیکی سمجھا جاتا تھا دُنیا کو اگر کسی پیغمبر کی ضرورت کبھی ہوئی ہے۔ تو فی الحقیقت یہ وقت سب سے زیادہ اس ضرورت کا داعی تھا۔ جیسا کہ قدرت کا عام قانون ہے۔ کہ ظلمت کے بعد روشنی آتی ہے۔ اور خشک سالی کے بعد بارانِ رحمت نازل ہوتی ہے۔ اسی طرح سے ایک پیغمبر کا ظہور ہمیشہ نسل انسانی کے تنزل یافتہ دور کے اختتام کا موجب ہوتا رہا ہے

لیکن یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ تمام افق عالم بدیوں اور بدکاریوں اور جہالت اور ظلم کے بادلوں سے تاریک اور سیاہ ہوچکا تھا۔ نیکی کا نام ونشان مٹ چکا تھا اور بدی اُسکی جگہ قائم ہوچکی تھی۔ بہت سے پیغمبر اور رسُول اس وقت سے پہلے دُنیا دیکھ چکی تھی۔ لیکن اُن کا زمانہ اس قدر تاریک نہ تھا جس قدر ظلمت اور تاریکی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت دُنیا پر چھائی ہُوئی تھی۔ نہ ہی پہلے انبیا کے سامنے اس قدر مشکل کام تھا جتنا نبی عرب صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھا۔ جناب موسیٰ حضرت بنی اسرائیل کی رہائی اور اُنہیں ارضِ مقدس تک پہنچانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ لیکن آپ کے زمانہ کے مصری لوگ تہذیب اور شائستگی سے کورے نہ تھے۔ علم وسائنس کو وہ مطالعہ کرتے تھے۔ اخلاقیات کے متعلق ان کے اپنے دستور العمل موجود تھے۔ اور ان کی ایک جماعت جو جادوگر کہلاتی تھی فطرت کے رازہائے سربستہ کے مطالعہ میں دلچسپی لیتی اور مسمریزم کی مشق کرتی تھی۔ جناب مسیح بھی رُومی تہذیب اور شائستگی کے عین عروج کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ایسی شائستگی کے زمانہ میں پرورش پائی۔ جو موجودہ زمانہ کی تہذیب کے مقابلہ میں کم حیثیت نہیں رکھتی۔ رُومی لوگ بُت پرست تھے۔ لیکن جناب مسیح کی قوم توحید کی پرستار تھی۔ رسم پرستی۔ لفظ پرستی۔ ظاہرداری اور منافقت۔ خود بینی آپ کے زمانہ کی بڑی بڑی بُرائیاں تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہوئے مذہب اور اس کے احکام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ نہ تھے۔ جناب مسیح محض نبیوں اور شریعت کو حقیقی معنوں میں پورا کرنے کے لئے آئے تھے اور اگر اس قسم کے حالات بھی موسیٰ اور مسیح جیسے انبیاء کی بعثت کے داعی ہو سکتے تھے۔ تو چھٹی صدی عیسوی کے حالات تو یقیناً کئی ایک ممالک میں بہت سے انبیاء کے ظہور کے متقاضی تھے۔ اور اگر بہت سے انبیاء

نہیں، تو کم از کم ایک ایسے زبردست دل رکھنے والے انسان کی ضرورت تھی، جو اللہ تعالےٰ کے مذہب کو ہر جگہ مکمل شکل میں دنیا کے سامنے رکھتا کیونکہ قوانین الٰہی کی، ہر جگہ خلاف ورزی کی جاتی اور اسکی حدود سے تجاوز کیا جاتا تھا۔ اس سے زیادہ تاریک زمانہ کبھی سطح ارض پر دیکھا نہیں گیا لیکن عرب لوگ سب سے زیادہ شریر واقعہ ہوئے تھے۔ گندے سے گندے جرم وہ کرتے اور علانیہ انمیں مبتلا ہوتے تھے۔ تمام نسل انسانی میں سب سے زیادہ جہالت کے وہ پتلے بنے ہوئے۔ اور باوجود اس کے کہ شادی کا مذاق ان میں تھا۔ لیکن وہ بھی صرف اپنے گندے اعمال کو فخریہ بیان کرنے میں صرف ہوتا تھا دنیا کی اخلاقی حالت اگر اس وقت اس درجہ گری ہوئی تھی تو دوسری طرف روحانی اور مذہبی پہلو بھی کچھ کم تاریک نہ تھے۔ اسبارہ میں مجھے صرف عیسائیت کا ذکر کرنا ہی۔ جناب مسیح نے خود کبھی کلیسیاء کی بنیاد نہ رکھی، نہ ہی کوئی نیا مذہب آپ لیکر آئے تھے، آپ کی بعثت کا منشا محض موسوی دین کی اصلاح کرنا تھا[1] لیکن آپ کے صرف ایک یا دو صدی بعد خود آپ ہی کو قدیم روایات کا نیا چولہ پہنا دیا گیا۔ اور پرانے زمانہ کے مذہب کا آپ کو بانی قرار دیا گیا، اور تمام وہ باتیں جو کفر و شرک کی دنیا میں مسیح سے ہزار ہا سال پہلے دیوتاؤں کے متعلق منوائی اور سکھائی جاتی تھیں۔ اور ہندوستان، یونان، ایران اور روم میں اُن کو بہت مانا جاتا تھا، جناب مسیح کے پاک اور سادہ مذہب سے مخلوط کر دی گئیں۔ اور آپ کے پاک نام کو ایسی باتوں سے ملوث کر دیا گیا جو کبھی آپکے علم میں نہیں آئیں۔ نہ آپنے کبھی انکی تعلیم دی۔ اللہ تعالےٰ کے رسول اور سچے پیغمبر کو بُت پرستوں کے دیوتاؤں کی جگہ دیدی گئی۔ اور سورج دیوتا کا جو قدیم زمانہ میں بہت ہر دلعزیز معبود تھا قائمقام بنا دیا گیا۔ تمام وہ باتیں جو بُت پرست مذاہب کی رسوم میں داخل تھیں۔ جناب مسیح کے مذہب میں داخل کر دی گئیں[2] حالانکہ اپنی اصلیت کے لحاظ سے وہ اسلام کے سوائے اور کچھ نہ تھا۔

[1] یہ ڈین اِنج کے الفاظ ہیں جو لندن میں کلیسیائے مسیحیت کے بہت بڑے سربرآوردہ رکن ہیں۔ جو جو اگست ۱۹۲۱ء کو کیمبرج میں ماڈرن چرچمین کانگرس میں تقریر کرتے ہوئے اس نے ایسا کہا تھا۔ [2] ینابیع المسیحیت

مسیحیت بُت پرستی کو مٹانے کے لئے آئی تھی لیکن خود بُری طرح سے اس کا شکار ہوگئی - پروفیسر جے لین نے لکھا ہے - کہ وہ باتیں جن کا نام غلطی سے فلاسفی رکھدیا گیا تھا - اور جو بت پرستی کے اندر ایک بہت بڑی بُرائی کا رنگ رکھتی تھیں صرف عیسائیت ہی کے اندر بدترین شکل میں ظاہر نہیں ہوئیں - بلکہ اس نام نہاد فلسفہ نے مشرق کے ابتدائی الہامات پر بھی غلبہ حاصل کرلیا تھا وسطی اور مشرقی ایشیا کی سامی اقوام کے نتائج و اثرات بُت پرستی کے نہایت بدترین رواجات کی شکل میں ظاہر ہُوئے - یہانتک کہ انکے اور مسیحیت کے مابین جنمیں یورپ کی شمالی اقوام بھی جو محمد رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں دنیائے معلومہ میں سے تھیں شامل ہیں بُت پرستی کا ایک نہایت وسیع منظر پیدا ہوگیا - اور جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے - اس وقت کی دُنیائے معلُومہ تمام کی تمام اس ایک ہی حالت میں مبتلا تھی - . . . اور تو اور بعض یہودی قبائل بھی اس متعدی بیماری سے بچ نہ سکے - اور بُت پرستی کی بعض رسُوم کو اُنھوں نے اپنے اندر لیلیا - اور بُت پرستوں کے طریق پر وہ خانہ کعبہ پر چڑھاوے چڑھانے لگ گئے +

باقی آیندہ

ہر ہائینس علیا حضرت بیگم صاحبہ والیہ بھوپال

اور

آپ کی جانشینی کا سوال

قارئین کرام کو معلوم ہی کہ ہز ہائنس جنابہ بیگم صاحبہ والیہ بھوپال کو اس پیرانہ سالی میں انگلستان جیسے دُور دراز ملک کا سفر اختیار کرنا پڑا ہے۔ آپ کے اس سفر کا مقصد جیسا کہ انگلستان کے روزانہ اخبارات سے معلوم ہوتا ہے صرف یہ ہے۔ کہ بھوپال کے تخت کی جانشینی کے سوال کو جائز طریق پر حل کرانے کی کوشش کریں۔ ہر ہائنس اپنے خاندان کے ہمیشہ دستور العمل اور اس سند انتخاب کے مطابق جو آپ کو تخت نشینی کے وقت حکومت برطانیہ کیطرف سے ملی تھی، نواب زادہ حمید اللہ خان کو اپنا ولیعہد نامزد کیا ہے۔ یہ نامزدگی شریعت اسلام کے عین مطابق ہے گذشتہ چار نسلوں سے دستور چلا آتا ہے۔ کہ نامزدگی ریاست کے حکمران کیطرف سے عمل میں آتی ہی اور برٹش گورنمنٹ نے ہمیشہ ایسی نامزدگی کو تسلیم کیا ہے کیونکہ شرع اسلام کے یہ عین مطابق ہی لیکن موجودہ نامزدگی کے بارہ میں حضور وائسرائے ہند اب تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکے۔ کیونکہ موجودہ حکمران ہر ہائنس جنابہ بیگم صاحبہ کا ایک پوتا سب سے بڑے فوت شدہ صاحبزادہ کا لڑکا موجود ہی۔ فیصلہ طلب امر یہ ہی۔ کہ آیا ہر ہائنس کے باقیماندہ صاحبزادہ کو مذکورہ بالا پوتے پر ترجیح دیجا سکتی ہی یا نہیں؟ شرع اسلام کا حکم اسبارہ میں بالکل صاف ہے۔ لیکن اس خاص معاملہ میں جو سیاسی اختیارات سے متعلق ہے۔ یہ مشکوک امر ہے۔ کہ حکم شریعت کا لفظاً تو آیا ہو سکتا ہے یا نہیں + اسبات پر غور کرتے ہوئے یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ بھوپال کا خاندان ایک مسلم

ہے ... اور اسلئے وہاں صرف شرع اسلام کا حکم ہی قابل عملدرآمد ہوسکتا ہے اور شریعت اسلام کے رُو سے حقیقی اور ذاتی یا جدّی اور خود پیدا کردہ جائداد میں کوئی فرق نہیں [۵۱] ۔ مسٹر امیر علی اپنی کتاب محمڈن لا (شرع محمدی) میں لکھتے ہیں :۔

" شریعت اسلام غیر اقوام کے ان طریقوں کو جو اُسکے اپنے محکم قوانین کے مطابق نہیں کوئی وقعت نہیں دیتی" +

ہندوستان کی برطانوی حکومت کا یہ اصُول بہت ہی قابل قدر ہے ۔ کہ اس نے یہاں کے لوگوں کے ذاتی قوانین میں کبھی دخل نہیں دیا ۔ بلکہ اس کے خلاف ہندوستان میں معراج حکومت پر پہنچتے ہی اس نے پارلیمنٹ کے قانون کے مطابق لوگونکو یہ یقین دلایا کہ قدیم قوانین اور رسُوم کی ادائیگی کا انہیں پورا اختیار حاصل ہے۔ (21 Geo III, C.70, Sec 17) ایسی ہی اجازت (37 Geo III, C.142, Sec.13) میں دیکھئے Sec 15 of Reg IV of 1793 میں لکھا ہے ۔ کہ

جانشینی وراثت اور شادی وغیرہ کے تمام مقدمات اور تمام مذہبی دستوُر العمل وغیرہ میں اسُلامی قوانین جو مسلمانوں کے متعلق ہیں عام اصولوں کا رنگ رکھتے ہیں ۔ اور انہیں کی بنا پر ججوں کو اپنے فیصلے صادر کرنے چاہئیں" +

بعض اوقات بعض ایسے رواجات جو اسلامی شریعت کے خلاف ہیں ۔ اور جنمیں سے ایک "تفوق حق فرزندِ اکبر" کا اصول ہے ۔ ہندوستانی عدالتوں میں خاص حالات میں قابل عملدرآمد سمجھے گئے ہیں لیکن جیسا کہ "جمال بخش بنام ڈھرم سنگھ" کے مقدمہ میں فاضل ججان جوڈیشل کمیٹی نے فیصلہ کیا " ہندوستان کے مقررہ قانون میں یہ وسیع

[۵۱] ملاحظہ ہو وی پرنسپلز آف محمڈن لا مصنفہ مسٹر ولیم میک ناگھٹن مطبوعہ ۱۸۸۱ء باب دوم +

اصول رکھا گیا ہے۔ کہ جانشینی اور وراثت کے معاملات میں ہندو قانون ہندوؤں پر عائد ہوتا ہے۔ اور اسلامی قانون مسلمانوں پر جہاں موصوف نے اس کے ساتھ ہی لکھا ہے۔ کہ یہ بھی ہمیں بتا دینا چاہئے۔ کہ عام قانون کو زیر تسلط کر کے اگر شریعت اسلام ایسا تسلط قبول کرنے کیلئے تیار ہو۔ کسی خاص صورت کو اس پر فوقیت دینے کیلئے اس سے زیادہ قوی دلائل کی ضرورت ہے۔ جو اس مقدمہ میں پیش کئے گئے ہیں۔ خط کشیدہ الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اسلامی قانون سب سے پہلے تو کسی بیرونی دستور العمل کا تسلط ہی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں اور اگر اس پر تسلط ڈالنا ضروری ہو تو اس کے لئے بہت مضبوط اور قوی دلائل کی ضرورت ہے۔ اور پھر اس دستور العمل کا نفاذ اسی حد تک جائز ہو گا جس حد تک اس کا ثبوت بہم پہنچ سکے "تفوق حق ولد اکبر" کے اصول کو تسبیح بعض حالات میں اسکی ایک خاص شکل ہیں تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ دوسرے ورثا پر سب سے بڑے لڑکے کو ترجیح دیجاتی ہے۔ اس کو بعض زائد فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن اس اصول کا نفاذ اس طرح پر نہیں ہو سکتا۔ کہ خاندان متعلقہ کی وراثت کے شعبوں پر وہ حاوی ہو جائے" +

اس خاص معاملہ میں جو اس وقت زیر بحث ہے سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے۔ کہ خاندان بھوپال آیا شریعت اسلامی کے ماتحت ہے یا دوسرے رواجات کا جو شریعت اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتے وہاں عملدرآمد ہے۔ اگر شرع اسلام کا حکم وہاں نافذ ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ سر ہائنس کی فوتیدگی کے بعد آپ کا جانشین کون ہو گا؟ یہ دونوں سوالات کسی پیچیدگی پر مبنی نہیں۔ پہلا سوال ۱۸۶۲ء میں طے

لہ یں نے نیلے تمام حوالجات پر جو اس مضمون میں نقل کئے گئے ہیں۔ اور جو مسئلہ زیر بحث سے براہ راست تعلق رکھتے ہیں خط کھینچ دیا ہے +

ہو چکا ہے۔ جبکہ اس وقت کے وائسرائے ہند لارڈ کیننگ نے فرمانروائے بھوپال کو ذیل کا خط لکھا تھا:۔

نمبر LXXXV

بخدمت ہز ہائنس جنابہ سکندر بیگم صاحبہ والیۂ بھوپال

مورخہ ۱۱ مارچ ۱۸۶۲ء

ہر مجسٹی ملکہ معظمہ کی خواہش ہے۔ کہ ہندوستان کے متعدد شہزادوں اور رؤساء کی جو اپنے اپنے علاقوں پر حکمران ہیں سلطنتوں کو برقرار رکھا جائے۔ اور کہ ان کے خاندانوں کی نیابت اور حیثیت و وقار کو قائم رہنے دیا جائے۔ اس خواہش کی تعمیل میں مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ طبعی وارثوں کے نہ ہوتے پر جس کسی کو آپ کی سلطنت کا جائز طور پر جانشین قرار دیا جائے اس کو بحال رکھا جائیگا۔ آپ یقین رکھیئے کہ جب تک آپ کا گھرانہ سلطنت انگلشیہ کا فرمانبردار اور ان معاہدات۔ عطیات یا معاملات میں جو اس سلطنت کے ساتھ اسکی ذمہ واریوں کو وابستہ کرتے ہیں۔ ان کا وفادار رہیگا۔ اس وقت تک اس طریق عمل میں جو اختیار کیا گیا ہے کوئی چیز خلل انداز نہ ہوگی"۔

(دستخط) کیننگ

لارڈ کیننگ کا یہ خط جانشین کے انتخاب کے مسئلہ کو ہمیشہ کیلئے طے کر دیتا ہے۔ حکومت برطانیہ نے سلطنت بھوپال کی جانشینی کے متعلق کوئی خاص اختیارات اپنے ہاتھ میں نہیں رکھے۔ یہ فرمانروائے ریاست کا کام ہے۔ کہ کسی کو جانشینی کے لئے تجویز کرے۔ اور سلطنت انگلشیہ اس تجویز کو اگر وہ اسلامی قانون کے مطابق ہو منظور کرتا ہے لارڈ کیننگ کا یہ خط اس معاہدہ کی تصدیق کرتا ہے جو ایسٹ انڈیا کمپنی اور اس وقت کے فرمانروائے بھوپال نواب نذر محمد خان کے مابین ۱۸۱۸ء

میں ہؤا تھا۔ اس معاہدہ میں لکھا گیا تھا کہ

"نواب اُن کا وارث اور بعد کے جانشین ملک کے مستقل حکمران ہونگے اور حکومت برطانیہ کے انتظامات کا حدود ریاست میں کوئی دخل نہ ہوگا" +

اسلئے مذکورہ خط موجودہ وائسرائے کیلئے کوئی اختیار باقی نہیں رہنے دیتا اُنہیں صرف یہ دیکھنا ہے۔ کہ آیا ہر ہائنس کی یہ تجویز کہ نواب زادہ حمید اللہ خاں جو آپکے ایک ہی باقیماندہ فرزند ہیں۔ آپکے بعد تخت حکومت پر متمکن ہوں اسلامی شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟ اگر وہ شرع اسلام کے مطابق ہے تو انہیں اس تجویز کو ماننا اور اُسے برقرار رکھنا ہوگا' وائسرائے کیطرف سے اسبارہ میں جو جُستجو ہو وہ شرع اسلام کی روشنی میں ہونی چاہئے۔ جو معاملہ میں کوئی پیچیدگی باقی نہیں رہنے دیتی" +

موجودہ خاندان بھوپال کا شجرہ حسب ذیل ہے:۔

ہر ہائنس جنابہ بیگم صاحبہ والیہ بھوپال

- نواب زادہ حمید اللہ خاں صاحب
- نوابزادہ عبید اللہ خاں صاحب جو ۱۹۲۴ء میں فوت ہوئے
  - صاحبزادہ رشید ظفر خاں
  - صاحبزادہ سعید ظفر خاں
- نواب نصر اللہ خان صاحب جو ۱۹۲۴ء میں فوت ہوئے
  - صاحبزادہ رفیق اللہ خاں
  - صاحبزادہ حبیب اللہ خاں
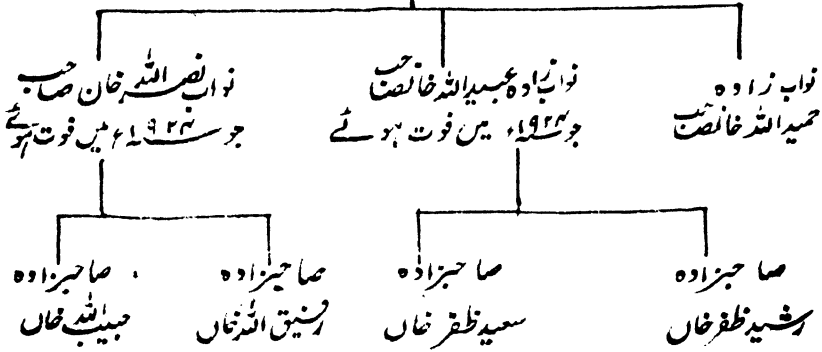
اس شجرہ کے مطابق ہر ہائنس کے خاندان میں اس وقت ایک لڑکا اور چار پوتے زندہ موجود ہیں +

اس دقت کو رفع کرنے کے لئے جو اس وقت جب کوئی مسلمان اپنے پیچھے بہت سے رشتہ دار چھوڑ جائے تو وراثت کے حقدار اور غیر حقدار رشتہ دار ہونگے

ط A collection of Treaties by Aitchson

مابین تمیز کے بارہ میں پیدا ہوتی ہے شرع اسلام نے بعض امتیازی اصول قائم کئے ہیں، جنمیں سے ایک اصول جو اس خاص معاملہ سے تعلق رکھتا ہے حسب ذیل ہے :-

"کسی وارث کا حق خواہ کھلا اور ظاہر ہو یا مفروضہ پہلی دفعہ اس وقت پیدا ہوتا ہے۔ جب اس کا مورث فوت ہو جائے اور اس وقت تک اسے اس جائداد میں جو بطور ورثہ اُسے ملنے والی ہے کسی قسم کے منافع کا کوئی حق نہیں پہنچتا[1]" +

اس اصول کو الہ آباد ہائیکورٹ کے ایک مقدمہ سے بعنوان "حسن علی بنام نازو (۱۸۸۹ء، الہ آباد ۱۱ - ۲۷) میں زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے عدالت نے اس مقدمہ میں یہ قرار دیا کہ شرع اسلام اسبات کو تسلیم نہیں کرتی۔ کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے مرنے پر اسکی جائداد میں کسی منافع کی امید رکھے اور جب تک وہ موت واقعہ نہ ہو جائے جو قانوناً اس شخص کا جو اس سے تعلق رکھتا ہے اصول جانشینی کے رو سے بطور وارث کے حق پیدا کرتی ہے، اس وقت تک اس جائداد پر اُسے کوئی حق نہیں پہنچتا" +

الہ آباد ہائیکورٹ کی اس صراحت کی روشنی میں نواب نصراللہ خان اگرچہ ہز ہائنس جنابہ بیگم صاحبہ والیہ بھوپال کے ظاہر یا مفروضہ وارث تھے، تاہم انہوں نے کوئی ایسا حق باقی نہیں چھوڑا جو ان کے صاحبزادگان کو ورثہ میں پہنچ سکے۔ کیونکہ نواب مرحوم کا حق صرف ایک متوقعہ امر تھا جو محض ہز ہائنس کی وفات کے بعد پیدا ہونے والا تھا۔ اس اصول کو جو معاملہ زیر بحث سے خاص تعلق رکھتا ہے الہ آباد ہائیکورٹ اور پریوی کونسل کے ایک مقدمہ بعنوان ملا قاسم بنام ملا عبدالرحیم میں صفائی کے ساتھ بیان کیا

[1] پرنسپلز آف محمڈن لا باثی ملا مطبوعہ بمبئی +

گیا ہے؎ جہاں لکھا ہے کہ

عام اصول کے طور پر نہ سُنّی اور نہ شیعہ نیابت کے اصول کو کوئی بھی تسلیم نہیں کرتے۔ مثلاً اگر زید کے دو لڑکے ہوں جنمیں سے ایک اسکی زندگی میں فوت ہو جائے۔ اور اسکی بہت سی اولاد پیچھے رہجائے تو یہ اولاد زید کے مرنے پر اپنے باپ کی نیابت کا کوئی حق نہیں رکھتی۔ ان کا چچا انہیں اس ورثہ سے قطعاً محروم کر دیگا"+

اس مقدمہ کی اپیل پر فاضل ججان پریوی کونسل نے یہ لکھا کہ شرع اسلام کا یہ ایک کھلا ہوا اصول ہی۔ کہ اگر کسی شخص کا کوئی بچہ اسکی جائداد کا جانشین بننے سے پہلے فوت ہو جائے۔ اور اپنے پیچھے اولاد چھوڑ جائے تو یہ پوتے اپنے چچوں اور پھوپھیوں کی طرف سے ورثہ سے قطعاً علیحدہ کر دیئے جائینگے"+

موجودہ معاملہ میں جو اسوقت زیر بحث ہے لارڈ کیننگ کے خط کے مطابق جانشینی شرع اسلام کے مطابق ہونی چاہئے۔ ہر ہائنس جنابہ بیگم صاحبہ کے تین فرزند تھے دو اپنے پیچھے اولاد چھوڑ کر فوت ہو گئے۔ ایک زندہ ہے۔ اس ایک باقیماندہ لڑکے کے ہوتے ہوئے علیا حضرت کے پوتوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا "تفوق حق فرزند اکبر" کا طریق جس کے رُو سے تخت کی وراثت بڑے لڑکے کو پہنچنی چاہئے اس وقت زیر عمل آسکتا تھا۔ جب نواب نصراللہ خاں زندہ رہتے لیکن آپ اس حالت میں فوت ہوئے ہیں جب آپ کے حقوق صرف مفروضہ شکل رکھتے تھے۔ اور ابھی حقیقت یا اصلیت کا رنگ انھوں نے اختیار نہ کیا تھا بالفاظ دیگر آپ کی وفات نے آپکے تمام حقوق کو زائل کر دیا۔ اسلئے تخت بھوپال آپ کے صاحبزادگان

؎ L. R. Cal 33-173 and 32 I.A. 177. 1905

کا حق شرع اسلام کے مطابق نا قابل غور ہے۔ ان کا حق اسی صورت میں قابل غور ہو سکتا تھا۔ کہ بیٹے باپ کی نیابت کر سکتے۔ لیکن یہ صورت جیسا کہ ہائیکورٹ کا فیصلہ شرع اسلام میں قطعاً نا قابل تسلیم ہے اور ان اصولوں کے قطعاً خلاف جو شرع ملا میں بیان کئے گئے ہیں اور سر ڈبلیو میک ناگھٹن نے اپنی کتاب پرنسپلز آف محمڈن میں انہیں لکھا ہے۔

میں یہاں بعض اسناد نقل کرتا ہوں شرع اسلام میں ذیل کے آدمی وارث ہو سکتے ہیں :-

(۱) ایسے حصہ دار جن کے حصص قرآن کریم میں مقرر کر دیئے گئے ہیں۔

(۲) ایسے ورثا جو بچے کھچے مال سے جو حصہ داروں سے باقی رہجائے متمتع ہوں ان کی چار قسمیں ہیں :-

آ - اولاد نرینہ

ب - آبا و اجداد

ج - بلا واسطہ متعلقین

د - بالواسطہ متعلقین

عام اصول یہ ہے کہ قریبی رشتہ دار ہمیشہ زیادہ دور کے رشتہ دار کو محروم کر دے گا +

سر ولیم میک ناگھٹن اپنی کتاب پرنسپلز آف محمڈن لا مطبوعہ ۱۸۲۵ء کے صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں :-

خاندان کا زیادہ قریبی زیادہ دور کے رشتہ دار کو محروم کر دیتا ہے۔ اور نیابت کا حق غیر مسلم ہے +

یعنے متوفی یا متوفیہ کے کسی وارث کی جو اس سے پہلے فوت ہو چکا ہو نیابت کا کوئی حق اس کی اولاد کو نہیں پہنچتا۔ اور خاندان کا زیادہ قریبی

رشتہ دار زیادہ دور کے رشتہ دار کو ورثہ سے محروم کردیتا ہے (صفحہ ۱۱×× ۱)
(۱) متوفی کے لڑکے اسکے قریب ترین رشتہ دار ہونے کی وجہ سے دوسرے مستحقین پر ترجیح رکھتے ہیں +
(۲) بیٹوں کی عدم موجودگی میں ان کے بیٹے خواہ وہ کتنا ہی دور کا رشتہ رکھتے ہوں جانشین ہونگے +
زائد وارثوں کی جن کا حق ایکدوسرے کے بعد اس ترتیب سے پیدا ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ قریبی رشتہ دور کے رشتہ کو محروم کردیتا ہے، فہرست دیتے ہوئے سر ولیم لکھتے ہیں۔ "کہ پہلا حق بیٹے کا ہے پھر بیٹے کے بیٹے کا" +
سید امیر علی اپنی کتاب کے صفحہ ۸۳ پر رقمطراز ہیں۔ کہ درجہ میں زیادہ قریبی زیادہ دور کے رشتہ کو محروم کردیتا ہے (شرع محمدی یا محمڈن لا جلد ۲)
مذکورہ بالا اصول کو واضح کرتے ہوئے فاضل مصنف لکھتے ہیں کہ مثال کے طور پر ایک بیٹا بیٹے کے بیٹے پر ترجیح رکھتا ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۷ پر آپ لکھتے ہیں۔ قریب ترین وارث بیٹا ہے پھر بیٹے کا بیٹا پھر صفحہ ۱۰۷ پر لکھا ہے "مستحقین میں سے زیادہ قریبی زیادہ دور کے رشتہ کو محروم کردیتا ہے" +
ولسن کی کتاب اینگلو محمڈن لا میں ذیل کے فقرات لکھے ہیں :-
سیکشن ۲۲۴ مستحقین کی چار جماعتیں ہیں جنمیں سے ہر ایک جماعت کو اپنی باری پر پورا حصہ ملنا چاہئے، پیشتر اس کے کہ اس سے بعد کی جماعت کا کوئی ممبر کوئی چیز لے سکے وہ جماعتیں حسب ذیل ہیں :-
جماعت اوّل - بیٹے اور بیٹوں کے بیٹے (ایچ - ایل - ایس)
لڑکیاں اور لڑکوں کی لڑکیاں (ایچ - ایل - ایس) جب وہ قرآن کی تقسیم کے مطابق حصہ دار نہ ہوں +
جماعت دوم - باپ اور اصلی دادا (ایچ - ایل - ایس)

جماعت سوم ۔ بھائی اور بھائی کے بیٹے ایچ ۔ ایل ۔ ایس حقیقی یا متعلقین میں
سے نہیں حقیقی یا متعلقین ہیں سے +

جماعت چہارم ۔ بیٹے اور بیٹوں کے بیٹے ایچ ۔ ایل ۔ ایس جو اصلی دادا کی اولاد
ہوں' بالفاظ دیگر چچا اور باپ کے چچا اور انکی مردانہ نسل ہیں سے
مردانہ اولاد' +

اسراجیہ مترجمہ سر ولیم جونس جس کے اوپر امریک رمیزے نے تشریحی نوٹ
لکھے ہیں (مطبوعہ لندن ولیم امرلسکن ان گیٹ ۱۸۶۹ء) اس کے صفحہ ۱۳ پر
پسماندگان کے متعلق ذیل کے الفاظ میری نظر سے گذرے ہیں :-
متوفی کی اولاد سب سے پہلے اسکے لڑکے ہیں' پھر لڑکوں کے لڑکے" ۔
صفحہ ۱۶ پر اصول اخراج کو بیان کرتے ہوئے فاضل مصنف نے لکھا ہے کہ
یہ دو اصولوں پر مبنی ہے (۱) یہ کہ جس شخص کا رشتہ متوفی سے کسی دوسرے
شخص کی توساطت سے ہو وہ اس شخص کی زندگی ہیں حصہ نہیں لے سکتا ۔
(۲) یہ کہ خون کے لحاظ سے سب سے قریبی ضرور حصہ لیگا +

میں اس بارہ میں ہر قسم کی عربی کتابوں کی اسناد کو بھی پیش کر سکتا تھا جنمیں
سے شرح وقایہ ہدایہ فتاوئے عالمگیری اور فتاوے قاضی خاں بالخصوص قابل
ذکر ہیں'۔ یہ سب کی سب کتابیں یہاں اصل عربی ہیں موجود ہیں ۔ لیکن میں نے صرف
ان اسناد کو ترجیح دی ہے جو انگریزی زبان میں ہیں' سب سے آخر میں میں بیلی
کا حوالہ دیتا ہوں جس نے اپنی کتاب فتاوئے عالمگیری اور فتاوے قاضیخاں
کی بنا پر لکھی ہے +

"جب بیٹا موجود ہو تو دوسرے بیٹے کی اولاد کو کچھ نہیں ملتا" (ڈائیجسٹ
آف محمدن لا مصنفہ بیلی) +

مستحقین میں سب سے قریب ترین بیٹا ہے پھر بیٹے کا بیٹا خواہ وہ کتنا ہی
دور کا رشتہ رکھتا ہو (صفحہ ۶۹۱) +

اس سے آگے اس مسئلہ پر کچھ لکھنے سے پیشتر میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی جانشینی کے معاملہ میں جہاں سیاسی اقتدار کا تعلق ہو "تفوق حق فرزند اکبر" کے اصول پر بھی چند الفاظ کہوں - یہ چونکہ ایک غیر اسلامی قانون ہے اسکو کسی اسلامی ریاست میں نافذ نہیں کیا جا سکتا - جب تک خود اس ریاست کے فرمانروا اسے اپنے ہاں کا قانون نہ بنا لیں - اعلےٰ حکام کی طرف سے اس قانون کا نفاذ اس پہلے معاہدہ کے خلاف ہو گا - جو ایسٹ انڈیا کمپنی اور نواب نذر محمد خاں کے مابین ہؤا تھا - اور جس کا حوالہ میں اُوپر دے چکا ہوں اسمیں شک نہیں کہ شرع اسلام کی اصل سپرٹ یہی ہے - کہ ریاست کی عنان حکومت ورثا میں سے اس شخص کے ہاتھ میں جانی چاہئے جو سب سے زیادہ بہتر ہو - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی خلافت کے بعد تمام اسلامی ممالک کا وقتی دستور العمل یہی رہا ہے - کہ ایک فرمانروا کے سب سے بڑے بیٹے کو ہی سب سے بہتر سمجھا گیا ہے - اس طرح ہی مسلمانوں کے حکمران خاندانوں میں جانشینی کے معاملات میں "تفوق حق فرزند اکبر" کا اصول ان کے علم کے بغیر داخل ہو گیا - لیکن اس کا کوئی واضح تر نفاذ ... مسلم حکومت میں کبھی تسلیم نہیں کیا گیا - نہ بنی اُمیہ میں نہ عباسیوں کی سلطنت میں اور نہ ہسپانیہ کے مور خاندان کے حکمرانوں میں + تخت کی وراثت ورثا میں سے سب سے بڑے بیٹے کو پہنچتی ہے نہ کہ متوفی کے سب سے بڑے لڑکے کے لڑکوں کو - اور میں سمجھتا ہوں کہ "تفوق حق فرزند اکبر" کا یہ محدود نفاذ ان اقوام کے بھی طریق عمل کے خلاف نہیں جن کے ہاں سے یہ اصول نکلا ہے - مین نے اپنی کتاب "اینشنٹ لا" کے باب ہفتم میں لکھا ہے - کہ شرع اسلام کے ماتحت جس نے غالباً عربوں کے قدیم رواج کو اپنے اندر لیا ہے جائداد کی وراثت عام طور پر بیٹوں کو پہنچتی ہے - لڑکیوں کو نصف حصہ ملتا ہے لیکن اگر وراثت کی تقسیم سے پہلے لڑکوں میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے اور اپنے پیچھے اولاد چھوڑ جائے تو یہ پوتے

پاتے چچوں اور پھوپھیوں کی طرف سے محروم الارث ٹھیرائے جاتے ہیں
اس اصول کے مطابق جانشینی کا مسئلہ جہاں ملکی اقتدار کا تعلق ہو
"تفوقِ حقِ فرزندِ اکبر" کے طریق کے مطابق ہے۔ جو سیلٹک سوسائیٹز
(یوروپین اقوام) میں زیرِ عمل رہا ہے۔ مغرب کے دو بڑے اسلامی
خاندانوں میں یہ قاعدہ ہے کہ تخت نشینی کے لئے چچا کو بھتیجے پر ترجیح
دیجاتی ہے۔ اگرچہ مؤخر الذکر بڑے بھائی کا ہی لڑکا ہو" ⁺
ییّن لکھتا ہے۔ کہ تفوق حق فرزند اکبر کا اصول بھی یہی ہے۔ کہ
اگر بادشاہ کا بڑا لڑکا اسکی زندگی میں فوت ہو جائے تو باقیماندہ
چھوٹے لڑکے کو اول الذکر کے بیٹوں پر ترجیح دیجائیگی اور انہیں
وراثت سے خارج سمجھا جائیگا"۔
بھوپال کے معاملہ میں بات اور بھی زیادہ صاف ہے۔ گذشتہ
اسّی سال سے ملک کی حکومت مرد رشتہ داروں کی موجودگی میں عورت حکمرانوں
کے ہاتھ میں چلی آتی ہے۔ یہ صرف اسلئے ہے کہ خاندان کی لڑکیاں
ہی شرع اسلام کے ماتحت جائز وارث ہو سکتی تھیں۔ جس وقت سب سے
پہلی حکمران عورت جنابہ سکندر بیگم صاحبہ کی جانشینی کا مسئلہ زیرِ غور تھا
اسوقت کچھ شبہات اسبارہ میں پیدا ہوئے تھے۔ کہ آیا نسوانی ہاتھوں میں حکومت کی
باگ ٹھیک طور پر رہ سکیگی یا نہیں۔ آپکے والد ماجد جب فوت ہوئے اسوقت آپ ابھی
بچہ ہی تھیں لیکن چونکہ مذکورہ بالا عہد نامہ کے مطابق حکومت برطانیہ اپنے انتظامات
کو ریاست میں دخل نہیں دے سکتی تھی۔ اور جنابہ سکندر بیگم صاحبہ کے دعاوی شرع
اسلام کی رو سے بالکل جائز تھے۔ اسلئے فیصلہ انہیں کے حق میں ہوا" ⁺
خلاصہ مطلب یہ کہ
(۱) زیرِ بحث جانشینی کا سوال شرع اسلام کے مطابق طے ہونا چاہئے اور
گورنمنٹ کو چاہئے کہ اس فیصلہ کو اگر وہ شرع اسلام کے خلاف ہو تو جائز قرار

رکھے (حوالہ کیلئے لارڈ کیننگ کی مندرجہ بالا چٹھی ملاحظہ ہو) +
"تفوق حق فرزند اکبر" کے اصول کا نفاذ اسلامی ممالک یا اس موجودہ معاملہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا" +

(۲) نواب نصر اللہ خاں صاحب ایک مفروضہ وارث تھے۔ آپ کا حق صرف آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات کے موقعہ پر ہی پیدا ہوسکتا تھا۔ اسلئے آپ کا جانشینی کا کوئی حق آپ کے فوت ہونے کے بعد باقی نہیں رہا" +

(۳) پوتے پہلے متوفی کے بیٹے ہونے کی وجہ سے اپنے باپ کے حق کی نیابت نہیں کرسکتے۔ کیونکہ وفات کے وقت ان کے باپ کو کوئی حق حاصل نہ تھا" +

(۴) پرنس حمید اللہ خاں چونکہ خون کے لحاظ سے ہر ہائنس کے قریب ترین رشتہ دار ہیں۔ اسلئے ضروری ہے۔ کہ وہ اُن کو جو دُور کا رشتہ رکھتے ہیں (یعنے بھائیوں کے بیٹے) وراثت سے محروم کردیں +

خواجہ کمال الدین
امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

ضروری عرضداشت

جن احباب کا چندہ ماہ دسمبر ۱۹۲۵ء کے اخیر ختم ہوتا ہے وہ از راہِ کرم سالانہ چندہ مبلغ للعہ پیشگی بذریعہ منی آڈر بنام مینیجر رسالہ ارسال فرما کر ممنون فرمائیں +

خادم مینیجر اشاعت اسلام
عزیز منزل لاہور

حضرت رسالتمآب نبی کریم صلعم کی قلمی شبیہ

(حلیہ مبارک)

آپ کا قد مبارک نہ لمبا تھا نہ چھوٹا۔ جب آپؐ تنہا چلتے لوگ کہتے آپؐ چھوٹے قد کے ہیں۔ حالانکہ جب کوئی اور آپؐ کے ہمراہ ہوتا۔ تو آپؐ اس سے قد میں زیادہ ہی نظر آتے۔ خود آپؐ فرمایا کرتے تھے۔ کہ قد اوسط بہتر ہے۔ آپ کا رنگ سفید تو تھا لیکن جسمیں نہ گندم گونی ہو۔ اور نہ بہت سفیدی۔ گویا آپؐ کا رنگ رنگ مروارید سے ملتا جلتا تھا۔ یعنی ایسی خالص سفیدی جسمیں زردی۔ سرخی یا کسی اور رنگ کی جھلک تک نہ ہو۔ بعض نے آپؐ کے رنگ میں سرخی بھی بیان کی ہے۔ لیکن پھر یہ بھی کہا ہے۔ کہ آپؐ کے ایسے اعضاء پر تمازت کا اثر ہوتا۔ مثلاً کان۔ گردن سرخی مائل تھے ان کے بالمقابل باقی اعضاء مبارک جو کپڑے سے ڈھکے رہتے سفید تھے۔ موئے شریف نہ بالکل ڈھلکے ہوئے اور نہ پیچھے دار بلکہ گھونگھر والے تھے۔ جب شانہ فرماتے۔ تو بالوں میں عنبر کی سی کیفیت پیدا ہوتی بعض کہتے ہیں۔ کہ آپؐ کے بال دوش مبارک تک لٹکتے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ بنائے گوش تک پہنچتے تھے۔ بعض وقت آپؐ کی زلفین کان کی دوسری طرف بھی آجاتی تھیں۔ بعض وقت آپؐ کانوں سے اوپر اس طرح شانہ فرماتے کہ گردن نظر آتے۔ ریش و سر مبارک میں صرف سترہ سفید بال تھے۔ مگر اس سے زیادہ نظر آتے تھے۔ حضور کا چہرہ مبارک دوسروں سے زیادہ خوبصورت اور دلربا تھا۔ اور چہرہ مبارک کا حلیہ بیان

کرنے والے ہمیشہ آپ کو بدرِ کامل سے تشبیہ دیتے ہیں۔ مگر جلد کا رنگ نکھرا ہوا تھا۔ اس لئے رنج و خوشی کے آثار چہرہ مبارک سے نمودار ہو جاتے تھے۔ بعض سے مروی ہے۔ کہ صدیق اکبرؓ آپؐ کو ایسا بیان کرتے۔ جیسا کہ ذیل کے الفاظ میں موزوں کیا گیا ہے ؎

اس طرح بے عیب درخشاں عارضِ پُرسوز تھے
تیرگی سے جس طرح خالی شب ماہتاب ہو

جبین مبارک کشادہ تھی۔ اور آبرو پتلی اور گھنی تھی۔ اور ابروؤں کے درمیان ایک روپہلی چمک تھی۔ چشمانِ مبارک بڑی بڑی اور سیاہ تھیں۔ جن میں سرخی کی جھلک تھی۔ اور مژگان مبارک اسقدر طویل اور گھنی تھیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا۔ جیسا کہ وہ آپس میں ملنے لگی ہیں۔ بینی مبارک نسبتاً لمبائی میں ترچھی تھی۔ حضور کے دانت کھلے کھلے تھے۔ اور جب ہنستے تو اُن کی درخشانی بجلی کی چمک دمک کو مات کر دیتی تھی۔ لب مبارک خوبصورت و دلربا تھے۔ رخسار مبارک نرم نہ تھے۔ بلکہ سخت تھے۔ چہرہ مبارک نہ لمبا تھا۔ اور نہ ہی مدوّر بلکہ کسی قدر گول تھا۔ اور ریش مبارک گھنی تھی۔ اور آپؐ اسے تراشا نہ کرتے تھے۔ بلکہ اس کو بڑھنے دیتے۔ آپؐ موچھوں کو تراش لیا کرتے تھے۔ گردن مبارک نہ تو زیادہ طویل اور نہ ہی چھوٹی تھی۔ لیکن دوسروں سے زیادہ خوبصورت تھی۔ گردن کا وہ حصہ جو سورج اور ہوا کے سامنے ہوتا۔ وہ ایک روپہلی صراحی کی طرح کہ جس پر سنہرا کام ہو معلوم دیتا تھا۔ سینہ مبارک تمام قسم کے بغض و عناد سے خالی۔ کشادہ اور وسیع تھا۔ سینہ کے کسی بھی حصہ کا اُبھار دوسرے حصہ سے اُوپر دکھائی نہ دیتا تھا۔ سینہ مبارک ہموار۔ صاف اور شفاف تھا۔ چھاتی سے لے کر

ناف تک بالوں کی باریک سیلی تھی - اس کے علاوہ اور کوئی بال نہ تھا - آنحضرت صلعم کے دونوں شانے کشادہ تھے - اور دونوں شانوں پر کثرت سے گھنے بال تھے - شانے ٹخنے اور بغلیں مبارک بھرے ہوئے تھے - اور پشت بھی کشادہ تھی - دائیں شانہ پر ایک مُہر کا نشان تھا - اور اس مُہر میں سیاہ تل تھا - جو کسی قدر زرد تھا - اور اس کے گرد کچھ موٹے بال تھے - دونوں دست مبارک اور بازو پُرگوشت تھے - کلائیاں لمبی اور ہتھیلیاں کشادہ تھیں - ہاتھ اور پاؤں کشادہ اور فراخ تھے - ہتھیلیاں مخمل کی طرح نرم تھیں ہتھیلیوں سے خوشبو کی مہک آتی تھی - پنڈلیاں رانیں پُرگوشت تھیں جسم متوسط طور پر مضبوط تھا - عالم پیری میں بھی حضور قوی الاعصاب تھے - چال چلن میں استقلال ٹپکتا تھا - اور قدم مبارک محکم ہوتا - چلتے وقت آگے کو جُھک کر چلا کرتے - چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھایا کرتے - مشابہت میں آپ فرمایا کرتے - کہ میں زیادہ تر آدم سے ملتا جلتا ہوں - لیکن جسمانی بناوٹ میں اپنے جدّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مشابہ ہوں ✢

محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ایک نئی تصویر

جو مسیحی رنگوں سے تیار کی گئی ہے

عنوان بالا کے الفاظ ریورنڈ کیش نے اپنی کتاب "مسلم ورلڈ ان ریو لیوشن" میں آنحضرت صلے اللہ وسلم کی ان قلمی تصاویر کے متعلق لکھے ہیں ۔ جو اسلامک ریویو میں وقتاً فوقتاً کھینچی جاتی رہی ہیں +

اسلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح شکل وشباہت اہل مغرب کو اب تک بالکل معلوم نہ تھی ۔ اور جو کچھ یہاں ان کے متعلق معلوم تھا وہ ایک فرضی کہانی سے بڑھ کر حقیقت نہ رکھتا تھا ۔ جونہی کہ انکی اصل خوبصورتی کو یہاں نمایاں کیا گیا ہمارے مخالف نکتہ چینوں کی آنکھیں فوراً چُندھیانے لگ گئیں ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ پاک تصویر جو ہم نے ان کے سامنے رکھی، اس نے اہل مغرب کی کذب بیانیوں کو ظاہر اور ان کی گذشتہ محنتوں کو ضائع اور برباد کردیا ۔ لیکن یہ تصویر اسقدر جذب وکشش اپنے اندر رکھتی ۔ اور اس قسم کی دلکش ہے کہ انہیں کسی قسم کا بھی اعتراض اس پر کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا سوا اسے اس ایک بات کے کہ ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جو تصویر پیش کی ۔ وہ غیروں کے مرغوب مسالوں سے بنائی گئی ہے ۔ اور اسلئے آپ کی اصل شکل وشباہت کو ظاہر نہیں کرتی، ہمارے مخالفین کے نزدیک تصویر کا رنگ وروغن فی الحقیقت بہت خوبصورت ہے ۔ اور یہی وجہ ہے ۔ کہ اسلام کا رنگ نہیں ۔ یہ وہ طریق استدلال ہے جس سے یہ لوگ اپنے دلوں کو بہلاتے اور انہیں تسلی دے لیتے ہیں ۔ اپنی بات کا رنگ جمتے ہوئے نہ دیکھ کر

انہوں نے ایک نیا بہانہ تلاش کیا ہے۔ اور "اب جدید[۵] اسلام" اور "جدید محمد (صلعم)" کے آوازے کسنے شروع کئے ہیں۔ نئی تحقیقات ہمارے کام کی قدر اس بہتر طریق پر نہ کر سکتے اور اسی وجہ سے ہم نے ان کی مساعات کو اُن کی قدر افزائی پر محمول کیا[۲]

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مغربی دنیا کے لئے ایک طرح سے "نئے محمدؐ" ہیں۔ وہ ان بہترین قدرتی اشیاء کی طرح جو ہمیشہ نئی اور غیر متوقع خوبصورتیوں کو پیدا کرنے کا موجب ہیں۔ اور اسلئے ہمیشہ تازہ نئی اور حیرت انگیز شکل وصورت رکھتی ہیں کچھ وقت کے لئے انہیں نئے ہی معلوم ہونگے۔ وہ اشیا جو جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے گھنونی اور قابل نفرت معلوم ہوتی ہیں۔ جب ان کی اصل حقیقت معلوم ہو جائے اور علم وسمجھ کی آنکھوں سے انہیں دیکھا جائے۔ تو خوبصورتی اور دلکش دونوں باتیں ان کے اندر پائی جاتی ہیں۔ جوں جوں ہمارا علم ان کے متعلق بڑھتا جاتا ہے۔ ویسے ہی ان کی خوبصورتی بھی بڑھتی جاتی ہے۔ ایسی ہی کیفیت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[۵] ایک اور شخص نے جس کا نام ڈاکٹر سٹینٹن ہے۔ اور جس نے غلطی سے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہندوستان میں اس کا چند دن کا قیام اسے ہمارت کا مجاز ٹھیرانے کا موجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو اسلام کے متعلق بطور سند پیش کرے۔ گلے دن ایک عیسائی اخبار میں یہ لکھ کر کہ ووکنگ کا اسلام ایک ایسی چیز ہے جسے اس نے پہلے کبھی نہ سنا تھا اپنی پوری جہالت کا ثبوت دیا۔ اس نے جو کچھ لکھا اپنی طرف سے سمجھ کر کوئی کذب بیانی نہیں کی کیونکہ اس سے پہلے وہ اسبات سے قطعاً ناواقف تھا۔ کہ حقیقی اسلام کیا ہے۔ اسلام کا مطالعہ اس نے ایک ایسی عینک سے کیا جس پر تعصب کا رنگ چڑھا ہوا ہے تاکہ اسلام کے خلاف جنگ وجدل میں وہ اس کے کام آئے لیکن ووکنگ کے ذریعہ اصل حقایق اس کی آنکھوں کے سامنے آگئے۔ اسلام کی یہ اصل تصویر جو ہم نے کھینچی اس کی مخالفت میں تو وہ کچھ نہ کرسکا اور عالم بیچارگی میں اپنے ان بھائیوں کے ساتھ ملکر جو مسیحی مشن کے پروپاگنڈا میں مشغول ہیں "ووکنگ میں نیا اسلام" کے آوازے کسنے شروع کئے ہیں +

[۲] ملاحظہ ہو حضرت خواجہ صاحب کا مضمون بعنوان "مسلم برادران کے غور کرنے کی ایک نہایت ہی اہم ضرورت" +

کی ہے - اب تک آپ کے متعلق نہ صرف جہالت بلکہ غلط بیانی یا واقعات کو توڑ مروڑ کر صداقت کو دبانا عملیں لایا جا رہا ہے۔ "نیا محمد" یا "جدید اسلام" کی آواز کوئی نئی آواز نہیں۔ یہ صرف اس پرانی آواز کی گونج ہے - جو ہر اس موقع پر پیدا ہوتی رہی ہے - جب یورپ کے اندر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی نیا مداح پیدا ہوا ہے - جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں بلا خوف و خطر آواز بلند کی ہے - گبن کو اس وجہ سے کہ اس نے آنحضرت صلعم کی تعریف کی اور مسیحیت کی اس حالت کے متعلق جو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں تھی دیانتدارانہ لیکن ناخوشگوار ریمارک کئے کافر مصنف قرار دیا گیا +

لیکن جس وقت کارلائل نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خوبصورت تصویر کو مغربی آنکھوں کے سامنے رکھا تو یہ پرانی آواز اسکے خلاف اس جوش کے ساتھ بلند ہوئی کہ ایڈنبرا یونیورسٹی کا ڈین بھی اس کے سامنے دب گیا اور اپنی آیندہ تحریرات میں آنحضرت صلعم کی تعریف میں دبی زبان استعمال کرنے پر مجبور ہو گیا - اگرچہ دوسرے معاملات میں وہ نہایت پختہ عزم کا مالک تھا - لیکن کارلائل نے بہت سے لوگوں کی آنکھیں کھول دیں - اسکی کتاب "ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ" کی تقلید میں بگنز ڈیون پورٹ اور بوسورتھ سمتھ نے زبان انگریزی میں کرل اور کریمنس نے جرمن زبان میں اور کیبٹی نے اطالوی زبان میں نہایت قابل قدر کتابیں تصنیف کیں جنہوں نے تعلیمیافتہ یورپ کی نگاہوں میں ان تمام دلائل کو جو مسیحیت نے اسلام کے خلاف استعمال کرنے کے لئے جمع کر رکھے تھے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا مشہور مصنف شیخ خدا بخش صاحب نے اپنے ایک مضمون مندرجہ جرنل آف مسلم انسٹیٹیوٹ کلکتہ میں بالکل سچ لکھا ہے - کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اب یورپ کی نگاہوں میں کاذب اور دغا باز نہیں بلکہ ایک بڑے مصلح ہیں۔

آپ مرگی کے بیمار بھی اب نہیں ہیں (جیسا کہ پہلے سمجھا جاتا تھا) بلکہ ایک عظیم الشان اخلاق اور اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ آپ کوئی خود غرض انسان بھی نہیں جو اپنے ذاتی اغراض کیلئے استبداد کا پیرو ہو۔ بلکہ ایک نہایت شفیق کی حیثیت آپ رکھتے ہیں جس کے چاروں طرف محبت اور نور برستاہے۔ آپ کوئی کاہن یا ہنگامی باتوں کے پیرو بھی نہیں بلکہ ایک نبی ہیں۔ جو ایک خاص غرض اور مقصد کو اپنے سامنے رکھ کر پورا کرتے ہیں اور نہایت پختہ عزم کے مالک ہیں۔ یہ سب باتیں یورپ نے اب تسلیم کرلی ہیں۔ اور نہایت آزادانہ طور پر تسلیم کی ہیں۔ لیکن یہ تمام باتیں دشمنان اسلام کے دماغی توازن کو برابر کرنے کا موجب نہیں ہوئیں۔ کیونکہ یہ سب کچھ جو آنحضرت صلعم کے متعلق تسلیم کیا گیا ہے بڑی بڑی لائبریریوں میں دبا پڑا رہا۔ اور صرف چند لکھے پڑھے اشخاص ہی اس سے مستفید ہوئے یہ مغرب کی ہمارے مذہب کے متعلق تازہ پیداوار ہے۔ جس نے دشمن کے کیمپ میں ایک آگ لگادی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ تصویر جو اسلامک ریویو نے پیش کی ہے بلاشبہ ہمارے دشمنوں کی نگاہوں میں بے عیب اور بینظیر ہے۔ اور انکے دلوں کے اندر نقش ہو چکی ہے۔ اسی لئے وہ یہ اعلان کر رہے ہیں۔ کہ محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو نسل انسانی کے لئے اسوہ حسنہ بنانے کی کوشش کیجارہی ہے۔ اور اس غرض کو پورا کرنے کے لئے آپ کی ایک نئی تصویر مسیحی رنگوں میں تیار کی جارہی ہے[له]

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوال کو چھوڑ کر میں اس بات پر متعجب ہوں۔ کہ نسل انسانی کے لئے کسی اخلاقی رہنما کی تصویر مسیحی رنگوں سے کیونکر بنائی جاسکتی ہے میں لفظ "مسیحی" کے معنوں کو بھی جب یہ لوگ اسے استعمال کرتے ہیں نہیں سمجھ سکتا۔ یہ لفظ اس قدر وسیع المعنی ہو چکا ہے۔ کہ ہر ایک چیز

له ملاحظہ ہو دی مسلم ورلڈ لنڈن ریویو صفحہ ۸۷

پر اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اور علے العموم اسکے معنے کچھ بھی نہیں ہوتے۔ ہر وہ چیز جو ایک مشنری کو ایک وقت بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اسکو وہ "مسیحی" کا خطاب دیتا ہے۔ اگرچہ اس کا ایک شائبہ بھی اسکی اپنی کتاب کے اندر پایا نہ جاتا ہو لیکن اس بات کو نہیں بھلا دینا چاہئے کہ چند نرم و ملائم اور زنانہ خصائل ہی کا نام اخلاق نہیں۔ اخلاق انسانی کے ایسے شعبے بھی ہیں جن کو اناجیل کے اندر چھوا بھی نہیں گیا۔ لیکن اس بارہ میں مجھے اور کچھ کہنا نہیں چاہئے۔ کوئی مفید نتیجہ اس سے پیدا نہ ہو گا۔ بلکہ کسی کی ذات پر نکتہ چینی خواہ کیسی ہی منصفانہ اور جائز کیوں نہ ہو بددلی اور منافرت کو بڑھانے کا موجب ہوتی ہے۔ اور دو قسم کی تعلیمات کا مقابلہ ہمیشہ موجب رنجش ہوتا ہے

ان امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں ان صفحات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات کا جھلکتا سا نقشہ کھینچنا چاہتا ہوں۔ اپنے بیانات کے ثبوت میں میں اس عملی نمونہ کو پیش کروں گا۔ جس کا معتبر روایات کے اندر ذکر کیا گیا ہے۔ اسکے خلاف بائبل کا اعتبار اگرچہ مسلمہ طور پر زائل ہو چکا ہے۔ تاہم جو کچھ اس کے اندر جناب مسیح کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ اسے میں صحیح تسلیم کرتا ہوں۔ پھر یہ فیصلہ کرنا ناقدین کا کام ہو گا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جو تصویر میں نے کھینچی ہے آیا وہ اس ریکارڈ سے لی گئی ہے۔ جو بائیبل میں جناب مسیح کے متعلق جمع کیا گیا ہے؟ میں انہیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ آنحضرت صلعم کے متعلق ان صفحات میں جو کچھ وہ پڑھینگے اس کے دسویں حصہ کا بھی ایک شائبہ بائیبل کے صفحات میں انہیں نہ ملیگا +

اس مضمون پر میں پہلا لکھنے والا نہیں عربی ایرانی اور ہندوستانی عالم اور اولیاء اللہ تمام گذشتہ زمانوں میں دلی اطمینان اور فخر کے ساتھ آنحضرت صلعم کی برکات کا ذکر کرتے رہے ہیں لہٰ میں نے صرف ان کی کتابوں سے ترجمہ

لہ بہت سے یورپینوں کے متعلق بھی یہی کہا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر میں جرمنی کے ڈاکٹر گسٹیو ویل

کردیا ہے۔ ان میں ایک امام غزالی ہیں۔ جن کی قابلیت فضیلت علمی اور بزرگی کا اعتراف یورپین مصنفین کو بھی ہے۔ آپ کی تصنیفات جنمیں آنحضرت صلعم کے اخلاق و اعمال کا ذکر ہے صحیح بخاری صحیح مسلم اور صحاح ستہ کی دیگر کتابوں سے اخذ کی گئی ہیں۔ اور یہ وہ کتابیں ہیں جن کی صحت پر کبھی نکتہ چینی نہیں کی گئی +

اخلاق و عاداتِ نبوی

آنحضرت صلعم دسترخوان پر

حضرت رسالت مآبؐ ایک ہی ماحضر پر اکتفا فرماتے۔ اکثر احباب جس تشتری میں کھاتے۔ آپؐ بھی اسی میں سے تناول فرماتے۔ اور وہی حضورؐ کو بھی مرغوب ہوتی۔ جب دسترخوان بچھایا جاتا اور کھانا چنا جاتا تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرکے دسترخوان پر اس طرح بیٹھتے جیسا کہ ایک مسلم حالت نماز میں بیٹھتا ہے۔ اور ایک ران دوسری سے پیوست ہوتی۔ اور ایک

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اور مسٹر یول کا ذکر کرتا ہوں مسٹر کیش ان مصنفین کے بیانات کو خود پڑھیں اور دیکھیں کہ آیا انکی تیار کردہ تصویر بھی سچے رنگوں سے بنائی گئی ہے؟ کچھ کہنے سے پہلے اس پر غور کرلیں بہتر ہے مسٹر یول لکھتے ہیں:-

اس شخص کے اندر کچھ ایسی ملائم با حجاب اور اسکے ساتھ ہی ایسی بہادرانہ خصائل پائی جاتی ہیں کہ اس عزت اور محبت کے احساس سے جو اس قسم کی فطرت کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے نا دانستہ طور پر انسان اندھا اور فیصلہ کرنے کے ناقابل ہو جاتا ہے، وہ شخص ساٹھ سال تک اپنی قوم کی نفرت کا آماجگاہ بنا رہا اس نے کبھی بھی سب سے پہلے اپنا ہاتھ دوسرے سے نہیں چھوڑا اپنے بچوں کا محبوب جس نے چھوٹے بچوں کے کسی گروہ کو اپنی دلفریب آنکھوں کی مسکراہٹ کے بغیر اپنے پاس سے گذرنے نہیں دیا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ انکے متعلق کوئی مشفقانہ بات انکی زبان سے نکلی ہو اس شخص کی کھلی دوستی نہ اور فیاضی ناقابل تزلزل بہادری اور ہمیں مخالفین کی نکتہ چینیوں کو تعریف اور ستائش میں تبدیل کر رہی ہے +

پاؤں دوسرے سے ملا ہوا ہوتا تھا۔ حضور سرورِ عالم فرمایا کرتے کہ میں بھی
ایک مخلوق ہوں۔ اور دوسری مخلوق کیطرح میری زندگی کا حصر بھی
اکل و شرب پر ہے۔ حضور کو گرم طعام سے احتراز تھا۔ بلکہ فرمایا کرتے
تھے۔ کہ ابھی اس کھانے میں برکت کی ضرورت ہے۔ اور خدا تعالےٰ
ہمیں آگ کھانے کے لئے نہیں دیتے۔ اسلئے اس کو ٹھنڈا ہو جانے دو۔
آپ تین انگلیوں سے دست مبارک کی وسعت کے اندر ہی تناول
فرمایا کرتے۔ اور بعض وقت چوتھی انگلی لقمہ کو سہارا دینے کے لئے
بھی استعمال فرمالیا کرتے۔ ایکدفعہ حضرت عثمانؓ بن عفان آپ کے پاس
فالودہ لائے۔ جب حضور نے اس میں سے کھالیا۔ تو ان سے
دریافت فرمایا "اے ابوعبد اللہ یہ کیا ہے"۔ حضرت عثمانؓ نے عرض
کی۔ حضور میری جان آپ پر قربان ہو۔ ہم نے دودھ اور شہد کو
ایک برتن میں ڈالکر آگ پر پکایا۔ اور پھر اسمیں آردِ گندم ڈالا۔
اور اسکو چمچہ کے ساتھ ہلاتے رہے۔ یہاں تک کہ پک کر اسکی
وہ حالت ہوگئی۔ جو حضورؐ کے پیش نظر ہے۔ حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا
کہ "یہ کھانا نہایت لذیذ نفیس و خوش ذائقہ ہے"۔ حضرت نبی کریمؐ
بغیر چھنے ہوئے جو کے آٹے کی روٹی کھالیا کرتے تھے۔ سبز کھیرے
کو ہری کھجور و پھلوں سے نمک لگا کر کھالیا کرتے تھے۔ باقی تمام چیزیں
میں سے انگور اور تربوز زیادہ مرغوب خاطر تھا۔ روٹی اور مصری کے
ساتھ خربوزہ کھاتے تھے۔ بعض اوقات سبز کھجوروں کے ساتھ خربوزہ
کھاتے۔ ایکدفعہ جبکہ دائیں ہاتھ سے کھجوریں کھا رہے تھے۔ تو
بائیں ہاتھ سے گٹھلیاں رکھتے جاتے تھے۔ اتنے میں ایک
بکری اتفاقیہ پاس آئی۔ حضور نے اسکو گٹھلیاں دکھائیں۔ اور اپنے بائیں
ہاتھ سے گٹھلیاں کھالیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ دائیں ہاتھ سے آپ خود

کھجوریں کھاتے جاتے۔ یہانتک کہ کھجوریں ختم کرلیں۔ اور بکری چلی گئی پانی کے ساتھ حضرت سالت مآبؐ کھجوریں کھایا کرتے۔ اور دُودھ کے ایک گھونٹ کے بعد ایک کھجور کھاتے۔ اور پھر وقتاً فوقتاً بہت سی چیزیں باری باری کھاتے تھے۔ کدّو اور گوشت جو بہت ہی مرغوب خاطر تھا۔ سار و کے ساتھ تناول فرمایا کرتے۔ حضرت عائشہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ پکاتے وقت کدّو زیادہ مقدار میں ڈالا کرو۔ کیونکہ قلب محزُون کو اس سے تقویّت ہوتی ہے۔ ان اشیاء خوردنی میں سے جو روٹی کے ساتھ کھائی جاتی ہیں۔ سرکہ۔ کھجور۔ اور ارضی کھجور پسند فرمایا کرتے بقُولات میں سے فقط دو ترکاریاں مرغوب طبع تھیں۔ کچے لہسن و پیاز کے استعمال سے مُحترز رہتے۔ کسی بھی کھانے کو ناپسند نہ فرمایا کرتے۔ بلکہ اگر تو پسند خاطر ہوتا تو تناول فرما لیتے وگرنہ اسکے کھانے سے انکار فرما دیتے۔ تناول طعام کے بعد قادر مُطلق خدا کی حمد و ثنا فرماتے روٹیؐ اور گوشت کا شوربا تناول فرما کر ہاتھوں کو اچھی طرح دھوکر تناول فرماتے اور باقیماندہ پانی سے مُنہ دھو لیتے۔ پانی پیتے وقت تین سانس لیتے۔ اور ہر سانس کے آغاز پر بسم اللہ اور اختتام پر الحمدللہ پڑھتے۔ پانی چھوٹے چھوٹے گھونٹ میں پیا کرتے اور بعض اوقات ایک ہی گھونٹ میں پی لیتے جس پیالہ سے پانی پیتے اسمیں سانس نہ لیا کرتے۔ بلکہ حسب ضرورت پیالہ سے مُنہ باہر نکالکر سانس لیتے۔ آپؐ نے اپنی ازواج مطہرات کو کبھی بھی کھانا لانے کے لئے ارشاد نہیں فرمایا۔ اور نہ کبھی ان سے کسی مرغوب خاطر طعام کے پکانے کی خصوصیت سے فہمائش کی۔ بلکہ کھانے کیلئے جو پیش کیا جاتا اُسے قبول فرما لیتے۔ اور پینے کے لئے جو پیش نظر ہوتا اُسے پی لیتے۔ اور بعض اوقات کھانے کے ظروف خود اُٹھا لاتے +

خوش گفتاری

رسالت مآب حضرت نبی کریم صلعم گفتگو میں دوسرے لوگوں سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے۔ کم سخن و شیریں کلام تھے۔ آپ کی گفتگو معنی خیز اور موتیوں کی لڑی کی طرح پیوستہ و مسلسل ہوتی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ کہ کلام مبارک میں اِطناب نہ تھا۔ آپؐ بہت ہی کم سخن تھے۔ عوام الناس کو اظہار خیالات کیلئے اپنے کلام کو بہت طول دینا پڑتا تھا لیکن کلام مبارک دوسرے تمام لوگوں سے خیر الکلام ہوتا تھا۔ آپؐ اپنے خیالات کا اظہار نہایت ہی مختصر معنی خیز و عام فہم الفاظ میں فرمایا کرتے تھے۔ حضور کے دہن مبارک سے کلمات اِس طرح نکلتے تھے۔ جیسا کہ سلکِ مروارید میں ایک موتی دوسرے کے بعد مسلسل آتا ہے۔ کلامِ مُبارک میں چھوٹے چھوٹے وقفے ہوتے تھے۔ تاکہ سامعین گفتگو کو یاد رکھنے کے قابل ہوسکیں۔ حضور سرورِ کائناتؐ بلند آواز تھے اور لب و لہجہ بہت ہی دلکش و دلپسند تھا۔ بغیر موقعہ و محل کے کلام نہ فرمایا کرتے تھے اور کبھی بھی کوئی شنیع و قبیح لفظ نہ فرماتے تھے۔ حالتِ برافروختگی میں بھی کلمۂ حق کے سوائے کوئی دوسرا لفظ نہ فرماتے تھے۔ بدکلام اور فحش گو آدمی سے آپؐ کو نفرت تھی۔ حضورؐ کے سامنے کوئی شخص دوسرے کی قطع کلام نہ کیا کرتا تھا۔ وہ بھی خواہ عالم سچے ہمدرد کی طرح نہایت سنجیدگی اور متانت سے دوسروں کو مشورہ دیا کرتے تھے۔ وہ آقائے نامدار خُدام کے سامنے ہمیشہ متبسم رہتا۔ اور بسا اوقات اس قدر تبسم فرماتا۔ کہ ڈاڑھیں مبارک تک دکھائی دیتیں۔

سخاوت

حضرت نبی کریم صلعم اجود الناس یعنی انتہا درجہ کے مخیر و فیاض تھے۔ باوجود

رمضان میں کثرت سے خیرات فرمایا کرتے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب خصائل نبوی بیان فرماتے تو فرمایا کرتے کہ آپ بے انتہا سخی وسیع القلب۔ فراخ حوصلہ اور صادق البیان تھے۔ آپ عہد کے پکے اور وعدے کو پورا کرنے والے تھے۔ نرم مزاجی اور خوش خلقی میں اپنے قبیلہ میں آپ معزز ترین انسان تھے۔ جو بھی شخص آپ کے سامنے یکبارگی آجاتا۔ وہ ہیبت زدہ ہو جاتا۔ اور جو پاس آبیٹھتا وہ فدائی بن جاتا۔ آپ کے سوانح نویس بیان کرتے ہیں۔ کہ ہمنے آپ کی مثل کا انسان نہ آپ سے پیشتر اور نہ ہی مابعد دیکھا۔ جب کبھی کوئی نیک روح اسلام سے بہرہ اندوز ہوتی۔ تو جو کچھ بھی وہ آپ سے طلب کرتی۔ اسکی خواہش پوری کرنے میں ذرا بھر بھی آپ پس و پیش نہ فرماتے۔ ایکدفعہ آپ سے کسی نے کچھ طلب کیا۔ تو آپ نے بھیڑوں اور بکریوں کی اس قدر کثیر تعداد اُسے عطا فرمائی۔ کہ اس سے دو پہاڑیوں کی درمیانی جگہ گھر گئی۔ وہ شخص اپنے قبیلہ کے پاس گیا۔ اور انکو اسلام لانے کی دعوت دی۔ کیونکہ محمدؐ ایسا مخیر ہے۔ جسکو فقر و فاقہ کا خیال نہیں۔ جب کبھی کسی نے کچھ طلب کیا اُسے فوراً مہیا کر دیا۔ ایکدفعہ نوہزار درہم پیش کئے گئے۔ جسکو رضائی پر رکھ کر تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ اور کسی بھی سائل کو مایوس نہ کیا یہانتک کہ تمام تقسیم ہو گئے۔ ایکدفعہ کسی شخص نے کچھ طلب کیا۔ فرمایا کہ میرے اپنے پاس کچھ نہیں۔ لیکن میں اپنے اعتبار پر کسی دوسرے شخص سے لے کر تمہاری حاجت روائی کر سکتا ہوں۔ اور جب تمہاری حالت اچھی ہو۔ تو یہ قرضہ ادا کر دینا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کی "یا رسول اللہ خداوند تعالیٰ آپ سے مالا یطاق باتوں کا محاسبہ نہ کریگا" حضرت عمرؓ کی بات گراں گذری۔ اس پر سائل نے کہا۔ کہ آپ خرچ

کرتے جائیں ۔ مالک السمٰوات آپ کو کبھی نادار نہ کرے گا ۔ اس پر حضرت نبی کریم مُتبسم ہوئے ۔ اور چہرہ مبارک پر بشاشت و انبساط ٹپکتی تھی ۔ جب نبی کریم صلعم غزوہ حنین سے مراجعت فرما رہے تھے ۔ تو ایک جگہ بدوی آپ سے مانگتے مانگتے لپٹ پڑے ۔ یہاں تک کہ آپ کو ایک ببول کے درخت تک دھکیلتے ہوئے لیگئے ۔ اور اس کشمکش میں آپ کی چادر اس کے کانٹوں سے اُلجھ گئی ۔ آپ نے وہاں رُک کر اُن سے فرمایا ۔ کہ میری چادر تو مجھے دیدو ۔ اگر میرے پاس جنگل کے ان درختوں کے برابر بھی اُونٹ ہوتے ۔ تو میں سب تم میں تقسیم کر دیتا ۔ اور تم مجھے نہ تو بخیل پاتے اور نہ جھوٹا اور نہ ڈرپوک +

آپ کی سخاوت و خیرات اس قدر مشہور تھی ۔ کہ ایکدفعہ ایک بدّو نے آپ کی چادر کا دامن پکڑنے کی جرأت کی ۔ اور آپ سے استمداد چاہی ۔ کہ میری ایک ادنےٰ خواہش کو پُورا کردو ۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں اُسے فراموش ہی نہ کردوں ۔ اسلئے اس خواہش کے برلانے میں آپ میری امداد کریں ۔ اس پر حضرت نبی کریم صلعم اس مجمع کو جو نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہونے والا تھا ۔ چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو لئے اور اس بدّو کی امداد کرکے واپس آن کر آپ نے نماز ادا کی ۔ ایکدفعہ جب ابو ذرؓ سے گفتگو فرما رہے تھے ۔ تو فرمایا ۔ اے ابو ذرؓ اگر اُحد کا پہاڑ میرے لئے سونا میں منتقل ہو جائے ۔ تو اس سونے کے ڈھیر کو میں تین رات تک اپنے پاس نہ رہنے دوں ۔ ایکدفعہ قلمرو بحرین سے زرِ خطیر بطور خراج آیا ۔ تو ہدایت فرمائی ۔ کہ اُسے صحن مسجد میں رکھا جائے ۔ اور جب وہاں تشریف لائے ۔ تو اس ڈھیر کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا ۔ اور نماز ادا کرنے کے بعد اُسے تقسیم کرنا شروع کردیا ۔ اور جو کوئی بھی حاضر خدمت ہوا حصہ رسدی لیگیا ۔ دوسری

ہجری غزوہ بدر میں حضرت عباسؓ نادار ہوچکے تھے۔ انکو اس قدر معقول رقم اس میں سے ملی۔ کہ آپ اُسے بہ سبب بوجھ کے ہلا نہ سکے۔ رسالت مآبؐ اس وقت تک اس جگہ سے نہ ہلے۔ جب تک کہ تمام کا تمام ڈھیر تقسیم نہ ہوگیا۔ اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک رات غیر معمولی طور پر آپؐ جلد گھر تشریف لے آئے۔ اور چہرہ مبارک سے سراسیمگی ٹپکتی تھی۔ اُمّ سلمہؓ نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا۔ کہ کل مجھے سات دینار ملے۔ جو ابھی تک بستر پر پڑے ہیں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ نبی کریم صلعم نماز ظہر کے وقت گھر تشریف لائے۔ اور اور گھر والوں کو چھوڑ کر کچھ عرصہ کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ دریافت کرنے پر آپؐ نے فرمایا۔ کہ نماز ادا کرتے ہوئے مجھے یاد پڑا کہ چند دینار پڑے ہیں۔ جو ابھی تک تقسیم نہیں ہوسکے۔ اسلئے ان کو خیرات میں دے دینے کے لئے ہدایات دینے کیلئے میں باہر گیا تھا +

عفو و درگذر

حضرت نبی کریم صلعم کو باوجودیکہ پورا اقتدار حاصل تھا۔ لیکن جن لوگوں نے آپؐ کو دُکھ و تکالیف پہنچائیں اُنہیں پھر بھی معاف کردیا۔ آپؐ انتہا درجہ کے نرم دل تھے۔ اور اگرچہ انتقام لینے کی آپؐ میں پوری پوری قدرت و طاقت تھی۔ لیکن آپؐ کی طبعیت کا رجحان زیادہ تر عفو و درگذر کی طرف تھا۔ ایک دفعہ خدمت اقدس میں سُنہری اور روپہلی زنجیریں پیش ہوئیں۔ جن کو خادموں میں تقسیم کردیا۔ اس پر ایک عرب اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس نے کہا۔ کہ "اے محمدؐ! یقیناً خدا نے تم کو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے لیکن

میں تجھ میں انصاف نہیں دیکھتا"۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ او مردود اگر میں تم سے پورا پورا انصاف نہیں کر سکتا۔ تو پھر کون آنکر تم سے انصاف کرے گا"۔ اس پر وہ عرب پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ اور نبی کریم صلعم نے لوگوں سے ارشاد فرمایا۔ کہ اس کو نرمی سے میرے پاس واپس لاؤ۔ ایکدفعہ حضرت نبی کریم صلعم میدان جنگ میں تھے۔ اور کفار نے افواج اسلام میں کچھ غفلت و سُستی دیکھی۔ تو اس پر ایک کفار شمشیر برہنہ سونت کر حضرت رسالت مآبؐ کی طرف لپکا۔ اور آپؐ سے یوں مخاطب ہوا۔ کہ بتا تجھے میرے ہاتھ سے اس وقت کون بچا سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ کہ وہ قادر مطلق خدا جسکے قبضہ میں میری اور تیری جان ہے۔ راوی لکھتا ہے کہ تلوار اسکے ہاتھ سے اسی وقت گر پڑی۔ اور اسی شمشیر برہنہ کو نبی کریم صلعم نے دست مبارک میں لے کر اس سے پوچھا۔ کہ اب تُو بتا میرے ہاتھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے۔ اس پر وہ کافر التجا کر کے کہنے لگا کہ آپؐ نے مجھے گرفتار کر لیا ہے اسلئے اب اپنے آپؐ کو دوسرے گرفتار کنندوں سے بہتر ثابت کرنا چاہئے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے اس سے کہا کہ اسبات کی شہادت دو۔ کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پھر آپؐ نے اُسے رہا کر دیا۔ اور جب وہ اپنے ہمجولیوں میں گیا۔ تو وہاں جا کر ذکر کیا کہ میں بہترین لوگوں سے ملکر آیا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عورت بکری کے گوشت میں زہر ملاکر اس لئے لائی۔ کہ آپ اسمیں سے کچھ کھائیں گے۔ اس پر اس عورت کو دربار میں بُلا گیا۔ اور زہر کے متعلق اس سے دریافت کیا گیا۔ اس پر اس عورت نے کہا۔ کہ میں آپؐ کے قتل کا خفیہ منصوبہ رکھتی تھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا کہ تو اس قبیح منصوبہ میں کہ جس میں میری جان کی ہلاکت ہو کامیاب ہوتی۔ خادمانِ دربار نے اس کے

قتل کی اجازت چاہی ۔لیکن دربارِ نبوی سے انہیں روک دیا گیا +
آپؐ حساس تھے ۔غیض و غضب ۔ انبساط و خوشی بشرہ مبارک سے ہویدا ہو جاتی ۔ آپؐ نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کہی جو دوسرے کے گراں خاطر و موجب آزار ہو ۔ ایک شخص ایک قسم کی خوشبو استعمال کر کے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔آپؐ نے اُس خوشبو کو ناپسند فرمایا۔ لیکن اُس شخص سے اشارۃً یا کنایۃً کچھ بھی نہ کہا ۔جب وہ چلا گیا تو آپؐ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ۔کہ اس کو سمجھا دیں ۔کہ وہ یہ خوشبو استعمال نہ کیا کرے ۔تو بہتر ہے +

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں ۔کہ جب لڑائی شدت کی ہوتی تھی ۔ اور جوش و محنت سے آنکھیں سُرخ ہو جاتی تھیں ۔تو ہم آنحضرت صلعم کی آڑ لیتے تھے ۔ اور ہم میں سے کوئی آپؐ سے زیادہ دُشمن سے قریب نہ ہوتا تھا ۔ اور جب لڑائی اور بھی زیادہ تُند و تیز ہوتی اور دونوں افواج بالکل ایک دوسرے کے نزدیکتر ہو جاتیں ۔تو ہم آپؐ ہی کی پناہ ڈھونڈھا کرتے تھے ۔ اور ہم میں سب سے زیادہ دلیر اور بہادر وہی شخص ہوتا تھا ۔ جو آپؐ کے ساتھ کھڑا رہ سکتا تھا +

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بیان فرماتے ہیں ۔کہ آپؐ کا کلام صاف اور واضح ہوتا تھا نہ اتنا طویل کہ اسمیں کوئی بات فضول اور زائد از ضرورت ہو ۔ نہ اتنا مختصر کہ کوئی کام کی بات رہجائے ۔یا سمجھ نہ آئے اور جب حملہ کا حکم دیتے ۔تو بہ نفس نفیس اسمیں حصّہ لیتے ۔اور دوسرے رزم پیشہ احباب سے بالاتر ہوتے ۔کیونکہ آپؐ ہمیشہ غنیم کے نزدیکترین ہوتے +

براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔کہ ایک آدمی نے مجھ سے

پوچھا۔ کہ کیا تم سب جنگ حنین میں آنحضرت صلعم کو چھوڑکر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے کہا ہاں لیکن آنحضرت صلعم اپنی جگہ پر قائم رہے۔ اور میں نے آپ کو دیکھا۔ کہ آپ ایک سفید خچر پر سوار تھے۔ اور ابوسفیان بن حارث آپ کے چچا زاد بھائی آپ کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔ اور حضرت عباسؓ آپ کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔ اور آنحضرت صلعم یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ انا النبی لا کذب انا عبد المطلب (میں سچا پیغمبر ہوں۔ اور ابن عبد المطلب ہوں) +

آٹھویں صدی ہجری غزوہ حنین میں جبکہ بنی ہوازن جانباز و جاں نثار مسلمانوں پر کہ (جن کی شماری طاقت نہایت ہی قلیل تھی) تیرو تفنگ کی دشمن کیمپ سے بارش برسانے لگے۔ تو مسلمان پسپا ہو گئے۔ لیکن حضرت نبی کریم صلعم میدان کارزار میں جمے رہے۔ اور آپ اپنی خچر کو برابر آگے بڑھاتے جاتے تھے۔ لیکن پُرجوش متبعین آگے جانے سے روکتے۔ اس وقت دشمن کے تمام تیروں و نشانوں کی آماجگاہ فقط آپ کی ہی ذات والا صفات تھی۔ اور آپ کی ذات واحد ہی تھی۔ جس نے کہ کسی قسم کی کم حوصلگی اور کمزوری اس معرکہ رزمگاہ میں نہ دکھائی۔ براءؓ سے جنہوں نے جنگ حنین میں حصہ لیا۔ جب پوچھا گیا کہ آپ نے اس جنگ میں نبی کریم صلعم کا ساتھ چھوڑ دیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ہاں لیکن میں اس امر واقعہ کی شہادت دیتا ہوں۔ کہ اس میدان کارزار میں فقط نبی کریم صلعم کی ذات ہی کوہ استقلال کی طرح جمی رہی۔ اور کہ وہ ایک انچ بھر بھی اپنی جگہ سے ادھر اُدھر نہ ہوئی۔ اور جب جنگ انتہا درجہ کی شدید تھی۔ تو ہم نے آپ کی آڑ میں ہی پناہ ڈھونڈھی۔ اور ہم میں سب سے دلیر اور بہادر وہی شخص ہوتا تھا۔ جو آپ کے ساتھ کھڑا رہ سکتا تھا +

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آپ کے ہفت سالہ خادم تھے

بیان فرماتے ہیں۔ کہ آپ اشجع النّاس یعنی انتہا درجہ کے بہادر تھے۔ ایک دفعہ یکایک افواہ گرم ہوئی۔ کہ دشمن ابواب مدینہ تک چڑھ آیا ہے۔ تو اس پر اہلِ مدینہ دشمن کے مقابلہ کی تیاریاں کرنے لگے۔ لیکن سب آدمیوں سے پہلے تنہا جو دشمن کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ وہ آپ کی شجاع ذات ہی تھی۔ برہنہ پشت گھوڑے پر سوار ہوکر خطرات کے تمام مقامات کا معائنہ کیا۔ اور واپسی پر اہل مدینہ کو آن کر آپ نے تسلی کے طور پر فرمایا۔ کہ ڈرنے اور گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے +

ابن حنبل اپنی مشہور و معروف و مستند کتاب **مسند** میں بیان فرماتے ہیں۔ کہ غزوہ بدر میں جبکہ دشمن کی مُسلّح فوج مسلمانوں کی قلیل فوج کے سامنے جو تین صد سے کچھ زیادہ تھی صف آرا ہوکر اکڑ اکڑ کے چلنے لگی۔ تو مُٹھی بھر مسلمانوں کے دل مرعُوب ہوگئے۔ اور اس وقت نبی کریم صلعم کی ہی ذات واحد تھی۔ جو ان کی تقویت کا مُوجب تھی۔ مسلمانوں کی معمولی حیثیت کی مسلح فوج دشمن کی زبردست طاقت کو دیکھ کر جو ان سے تعداد میں سات سو زیادہ تھی ہیبت زدہ ہوگئی۔ اور وہ سب کے سب رُوحانی و ذہنی تسکین و پناہ ڈھونڈھنے کے لئے نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن نبی کریم صلعم اس وقت کوہ استقلال کی مانند تھے۔ اور آپ کے پائے ثبات میں ذرا بھی تزلزل نہ تھا +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرانِ اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

اس سے پیشتر برادران ملت نے مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کی آمد وخرچ از جنوری ۱۹۲۴ء لغایت اپریل ۱۹۲۵ء کا حساب رسالہ جولائی ۱۹۲۵ء میں ملاحظہ فرما لیا ہوگا جس سے سرپرستان و مربیان مشن پر مشن کی مالی حالت واضح ہوگئی ہوگی۔ ذیل میں ۱۹۲۳ء کا مکمل حساب آمد وخرچ درج کیا جاتا ہے۔ سال ۱۹۲۳ء میں کوئی اڑھائی صد پونڈ کے قریب بعد از اخراجات بچ گیا ہے۔ اسکی وجہ صرف یہی ہے۔ کہ عملہ و دیگر اخراجات میں نہایت کفایت شعاری سے کام لیا گیا +

آئندہ ماہ سے یہ التزام کیا گیا ہے کہ دفتر مشن ووکنگ لاہور (سنہ رواں) کی طرح دفتر مشن ووکنگ انگلستان کے حساب آمد وخرچ کا گوشوارہ بھی ہر ماہ اشاعت اسلام کے صفحات میں شائع کردیا جائے۔ تاکہ سالانہ حسابات کے شائع کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ چنانچہ اسی رسالہ میں مئی ۱۹۲۵ء لغایت جولائی ۱۹۲۵ء کا حساب ووکنگ انگلستان شائع کردیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سرپرستانِ مشن و معزز معطی صاحبان کو اس خدمت اسلامی میں حصہ لینے کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ اور اس کار خیر میں پیش از پیش حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عزیز منزل۔ لاہور
مورخہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء

خادم۔ سکرٹری مسلم مشن ووکنگ

گوشوارۂ آمد وخرچ دفتر مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) بابت سال ۱۹۲۳ء از جنوری ۱۹۲۳ء لغایت دسمبر ۱۹۲۳ء

تفصیل آمد	نمبر	رقم آمد: پنس	شلنگ	پونڈ	تفصیل خرچ	نمبر	رقم خرچ: پنس	شلنگ	پونڈ
امداد عامہ مشن	۱	۳	۷	۱۱۵۲	عملہ مشن	۴	-	-	۲۹۳
امداد مشن از والیان ریاست	۲	۵	۸	۴۱۲	سائر مشن	۵	۶½	۷	۷۶۲
فروخت اسلامک ریویو		۶½	۳	۱۹۰	عملہ اسلامک ریویو و کتب خانہ	۶	-	۰	۲۲۸
امداد اسلامک ریویو - -		۷	۹	۴۶	سائر اسلامک ریویو	۷	۱۰½	۱۱	۶۴۳
امداد اسلامک ریویو از والیان ریاست دیگر رقوم	۳	۲	۶	۵۳۶	سائر کتب خانہ	۸	۹½	۸	۴۱۵
					عملہ لندن مسلم ہوس		۲	۱۵	۲۴
فروخت کتب - -		۳½	۱۴	۳۷۲	سائر لندن مسلم ہوس	۹	۱	۱۰	۹۵
کل میزان آمد		۳	۹	۲۷۱۰	کل میزان خرچ		۵½	۱۳	۲۴۶۱

نقشہ نمبر (۱) آمد اعانہ مشن در انگلستان

	پنس	شلنگ	پونڈ
۱- ڈرافٹ از دفتر مسلم مشن ووکنگ لاہور			
۲- از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۰	۰	۵۰۸
۳- واپسی پیشگی	۰	۸	۵۲
۴- Deposits Refundable	۱۰	۵	۳۳۳
۵- ڈرافٹ از پرنس نوبس کبیر و مصر معرفت حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۰	۰	۱۰۰
۶- عام اعانت مشن در انگلستان	۵	۱۳	۱۱۵
کل میزان	۴	۷	۱۱۵۲

نقشہ نمبر ۲ امداد مشن از والیان ریاست

۱- علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال ششماہی اول پنس — شلنگ ۱۲ — ۱۰۲ پونڈ نصف کیلئے دیکھو آمد اسلامک ریویو

۲ ״ ״ ״ ششماہی دوم ۴ — ۱۹ — ۹۹

۳- عالیجناب حضور نواب صاحب بہادر بہاولپور .. ۴ — ۱۵ — ۲۰۹

کل میزان ۵ — ۸ — ۴۱۲

نقشہ نمبر (۳) امداد اسلامک ریویو از والیان ریاست و دیگر مقامات

	پنس	شلنگ	پونڈ
۱- ڈرافٹ از دفتر اسلامک ریویو لاہور	۱۰	۶	۲۵۹
۲- از جاوا	۰	۰	۷۵
۳- علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال ششماہی اول (نصف کے لئے دیکھو آمد مشن نقشہ نمبر ۲ صفحہ ہذا)	۰	۰	۱۰۲
۴- ״ ״ ششماہی دوم	۴	۱۹	۹۹
میزان کل	۲	۶	۵۳۶

نقشہ نمبر (۴) عملہ مسلم مشن ووکنگ (انگلستان)

اس سال ۱۹۲۳ء میں عملہ مشن پر ۲۹۳ پونڈ صرف ہوئے عملہ سٹاف اعلیٰ وادنےٰ ملازمین خادمہ وغیرہ پر مشتمل تھا +

سکرٹری

نقشہ نمبر (۵) سائر خرچ مسلم مشن ووکنگ (انگلستان)

پونڈ	شلنگ	پنس		پونڈ	شلنگ	پنس	
۶	۱۹	۰	۱۶۔ مرمت مکان	۱۱	۱	۲½	۱۔ محصول ڈاک
۷۶	۱۳	۵	۱۷۔ عیدین و کرایہ اسباب عید و فوٹو تصویر	۱۰	۱۸	۳	۲۔ سیزن ٹکٹ
۳	۹	۸	۱۸۔ اخبارات	۵۳	۹	۱۰½	۳۔ سفر خرچ
۲۹	۱۱	۱۰	۱۹۔ سفر خرچ جہاز خلیفہ عبدالحق محرر واپسی از مسجد ووکنگ (لصف)	۲	۱۲	۱۰½	۴۔ تاریں
				۳	۱۲	۱۱	۵۔ ٹیلیفون
۵	۹	۵	۲۰۔ گیس	۳	۱	۱	۶۔ لانڈری (دھلائی)
۲۲۰	۰	۰	۲۱۔ سفر خرچ بجانب مصر و ملک عرب حضرت خواجہ صاحب مع مفتی (نوٹ الف)	۲	۹	۳½	۷۔ دعوتیں اتوار و جمعہ
				۹	۰	۶	۸۔ فرنیچر
۲	۸	۰	۲۲۔ بجلی	۸	۷	۹	۹۔ کرایہ پانی
۵۰	۰	۰	۲۳۔ جناب ملنگ احمد بادشاہ صاحب مدراس (ب)	۷	۱۰	۰	۱۰۔ سٹیشنری پرنٹنگ
			۲۴۔ واپسی شیخ محمد یوسف صاحب جو غلطی سے مشن کی آمد میں جمع ہوئے	۹	۱۰	۱۱½	۱۱۔ سٹیشنری
۱۰۴	۵	۱۱		۴	۹	۰	۱۲۔ تالیف قلوب
				۵۵	۱۴	۵	۱۳۔ کوئلہ
۴۸	۱۱	۱۱	۲۵۔ قرضہ سابقہ	۱۷	۰	۲	۱۴۔ ایٹ ہوم
				۱۵	۱۹	۱	۱۵۔ باغبان و اشیاء باغبات
۷۶۲	۷	۶½	کل میزان				

(الف) تفصیل اخراجات سفر مصر و واپسی خواجہ صاحب بہ ہندوستان در ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء

سفر مصر میں خواجہ صاحب کے ہمراہ لارڈ ہیڈلے تھے جنہوں نے (ماسوائے بعض اخراجات متفرقہ) اپنا خرچ کرایہ وغیرہ خود ادا کیا۔ خواجہ صاحب کے ہمراہ مفتی عبدالمجید صاحب عرب بطور ترجمان گئے۔ یہ سفر چار ماہ کا تھا جس میں سے ہائلٹن مصر کچھ ماہ جولائی میں قریباً دو ہفتہ تھی۔ اور پھر قریباً دو ماہ بماہ اگست و ستمبر و اکتوبر خواجہ صاحب عرب صاحب اسکندریہ و قاہرہ میں بغرض تحقیق متعلق تصنیف کتاب ینابیع المسیحیت رہے۔ چنانچہ انگریزی کتاب مصر میں ہی لکھی گئی۔ نقد رقم جو خواجہ صاحب ہمراہ لے گئے وہ یکصد نوے (۱۹۰) پونڈ تھی۔ اور پھر تیس پونڈ انکو بذریعہ تار بھیجے گئے۔ کل ۲۲۰ پونڈ جس کی تفصیل حضرت خواجہ صاحب نے حسب ذیل دی ہے۔

دستخط خواجہ نذیر احمد نائب امام مسجد

	پونڈ — شلنگ — پنس
کرایہ جہاز عرب صاحب از لندن تا پورٹ سعید مع اخراجات متفرقہ در جہاز	۲۵
اخراجات درراہ بمقام جبل الطارق و مارسیلز و اخراجات تار راہ بے سلکی بہ اہل قاہرہ و پورٹ سعید کو تار باد و انعام ملازمان جہاز	۵ — ۱ — ۰
اخراجات عامہ از جیب خود در قیام پورٹ سعید، قاہرہ و اسکندریہ (اخراجات ہوٹل و قیام و ریلوے در مصر کل اہل مصر نے دیا)	۶ — ۱۰ — ۰
تنخواہ عرب صاحب بہ ماہ جون۔ جولائی۔ اگست۔ ستمبر سنہ ۱۹۲۳ء	۴۰ — ۰ — ۰
کرایہ جہاز و ریلوے بغرض واپسی عرب صاحب از قاہرہ تا لندن نقد۔ بغرض اخراجات درراہ پورٹ سعید جہاز	۲۸ — ۰ — ۰
متفرق اخراجات قیام دو ماہ در مصر (اسکندریہ و قاہرہ) بغرض تصنیف ینابیع المسیحیت مشتمل بہ کرایہ و [illegible] موٹر وغیرہ و جز و حق الخدمت در کلرک	۱۵ — ۰ — ۰
کرایہ ریلوے از قاہرہ تا پورٹ سعید برائے واپسی خواجہ صاحب و خرچ پورٹ سعید در ہوٹل ولوم و دیگر اخراجات متفرقہ	۵ — ۰ — ۰
کرایہ جہاز از پورٹ سعید تا بمبئی و اخراجات جہاز و انعام ملازمان	۴۴ — ۰ — ۰
اخراجات قیام بمبئی و کرایہ از بمبئی تا لاہور	۶ — ۱۰ — ۰
قرضہ بنام لارڈ ہیڈلے جو واپسی پر انہیں دیا۔ ایسی صورت پونڈ دا[illegible] گئے	۳۰ — ۱۰ — ۰
واپسی رقم جو خواجہ صاحب نے لی	۱۴ — ۰ — ۰
	۲۲۰ — ۰ — ۰

(ب) جناب ملنگ احمد بادشاہ صاحب مدراس نے کچھ رقم جناب [illegible] صاحب [illegible] کی [illegible] انکی پرچہ کی تھی جس رقم کی ادائیگی کا کچھ حصہ دفتر ووکنگ انگلستان نے براہ راست بصورت [illegible] ادا کیا۔

سکرٹری

نقشہ نمبر ۶ عملہ اسلامک ریویو و کتب خانہ در انگلستان

۲۲۸ پونڈ اس عملہ پر صرف ہوا جو ایڈیٹر، مینیجر، سکرٹری، عملہ اعلیٰ وادنےٰ پر مشتمل تھا۔ سکرٹری

نقشہ نمبر ۷ سائر اسلامک ریویو در انگلستان

مد	پنس	شلنگ	پونڈ	مد	پنس	شلنگ	پونڈ
۱- محصول ڈاک	۱½	۹	۱۱۹	۷- طباعت ریویو	۰	۰	۳۰۰
۲- سٹیشنری	۹½	۱۸	۶	۸- بلاک	۰	۱۴	۳
۳- ٹیلیفون	۳	۴	۵	۹- کاغذ	۰	۰	۸۰
۴- کوئلہ	۶	۷	۴	۱۰- مشترکہ اخراجات کتب خانہ و ریویو	۰	۸	۵۶
۵- کرایہ خلیفہ عبدالحق محررانہ مسجد ووکنگ (نصف)	۳	۹	۲۸	۱۱- متفرق	۹½	۹	۲۶
۶- خرید ٹائپ مشین	۰	۱۱	۱۱	میزان	۱۰½	۱۱	۶۴۲

نقشہ نمبر ۸ سائر کتب خانہ در انگلستان

مد	پنس	شلنگ	پونڈ	مد	پنس	شلنگ	پونڈ
۱- محصول ڈاک	۲½	۰	۱۶	۶- مشترکہ اخراجات اسلامک ریویو و کتب خانہ	۵	۸	۵۶
۲- خرید کتب	۵½	۲	۵۸	۷- طباعت کتب در جرمنی	۱	۱۳	۱۹۲
۳- سٹیشنری	۲	۰	۱	۸- متفرق	۹	۱۲	۴
۴- تاریں	۶	۱	۵				
۵- اخراجات قرآن کریم انگریزی	۲½	۱۰	۸۶	کل میزان	۹½	۸	۴۱۵

نقشہ نمبر ۹ سائر لندن مسلم ہاؤس در انگلستان

مد	پنس	شلنگ	پونڈ
۱- دھلائی	۳	۱	۰
۲- صفائی مکان	۰	۷	۹
۳- بجلی	۰	۹	۲
۴- سٹیشنری	۱۱	۳	۰
۵- فرنیچر	۵	۷	۲۰
۶- گیس	۴	۸	۳
۷- پانی	۳	۲	۳
۸- دعوتیں	۷	۳	۳۶
۹- کوئلہ		۱۸	۰
۱۰- متفرق	۲	۹	۱۹
کل میزان	۱	۱۰	۹۵

اعلان ضروری

مندرجہ بالا صفحات میں حسابات دفتر مسلم مشن ووکنگ انگلستان بابت سال ۱۹۲۳ء از جنوری ۱۹۲۳ء لغایت دسمبر ۱۹۲۳ء مشتہر کیا گیا ہے۔ جنوری ۱۹۲۴ء لغایت اپریل ۱۹۲۵ء کا حساب رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ جولائی ۱۹۲۵ء کے صفحات ۳۳۵ لغایت ۳۴۴ میں مشتہر کیا جا چکا ہے ذیل میں حساب ووکنگ انگلستان مئی ۱۹۲۵ء لغایت جولائی ۱۹۲۵ء شائع کیا جاتا ہے آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ جس طرح دفتر لاہور (ہندوستان) کا حساب ماہ بماہ شائع ہو جاتا ہے۔ اسیطرح دفتر ووکنگ (انگلستان) کا حساب ماہ بماہ شائع ہو جایا کرے گا +

عزیز منزل ۔ لاہور
مورخہ ۳۱ ۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء

خادم ۔ سکرٹری مسلم مشن ووکنگ

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ انگلستان ماہ مئی ۱۹۲۵ء لغایت جولائی ۱۹۲۵ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	رقم آمد: پنس	شلنگ	پونڈ	تفصیل خرچ	نمبر صفحہ	رقم خرچ: پنس	شلنگ	پونڈ
۱۔ امداد مشن	۱	۱½	۱۸	۲۱۰	عملہ اسلامک ریویو و مشن	ص۴	۲	۶	۲۰۵
۲۔ فروخت اسلامک ریویو و امداد ریویو	۲	۰	۴	۸۶	سائر مشن	ص۵	۶	۱۹	۲۰۶
۳۔ کتب خانہ	۳	۱۱½	۵	۱۲۳	سائر اسلامک ریویو و کتب	ص۶	۶	۴	۲۲۵
۴۔ فروخت قرآن کریم		۰	۱۲	۳۷	لندن مسلم ہوس	ص۷	۹	۶	۲۳
میزان		۱	۰	۴۵۸	میزان		۳	۱۷	۶۶۰

نقشہ نمبر (۱) امداد مشن

تفصیل	پنس	شلنگ	پونڈ
۱۔ امداد عامہ مشن	۳½	۱۲	۲۸
۲۔ از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ	۰	۰	۱۴
۳۔ عالیجناب سرکار منگرول (کاٹھیاواڑ)	۱	۵	۲۲
۴۔ عالیجناب سرکار ریاست رامپور یوپی (نصف)	۱	۹	۴۴
۵۔ عالیجناب حضرت ابو محمد طاہر سیف الدین صاحب مد ظلہ بمبئی	۸	۱۱	۱۰۱
کل میزان	۱½	۱۸	۲۱۰

نقشہ نمبر (۲) فروخت اسلامک ریویو و امداد

تفصیل	پنس	شلنگ	پونڈ
۱۔ فروخت ریویو	۸	۴	۳۷
۲۔ عالیجناب سرکار ریاست رامپور یوپی (نصف)	۰	۹	۴۴
۳۔ انتقال رقوم و متفرق	۴	۱۰	۴
کل میزان	۰	۴	۸۶

نقشہ نمبر (۳) فروخت و امداد کتب

	پنس	شلنگ	پونڈ
(۱) فروخت کتب	۱½	۱۷	۸۴
(۲) دریافت از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب برائے کتب	۰	۸	۳۷
(۳) از عالیجناب عماد الملک صاحب بہادر حیدر آباد دکن برائے کتاب اسلام و زرتشتی مذہب بزبان انگریزی	۱۰	۰	۳۷
کل میزان	۱۱½	۵	۱۲۳

نقشہ نمبر ۴ تفصیل عملہ اسلامک ریویو و مشن در انگلستان

	پنس	شلنگ	پونڈ
(۱) سکرٹری			۳۸
(۲) مینیجر	۰	۰	۲۴
(۳) محرر اول	۰	۰	۱۲
(۴) محرر دوم	۰	۰	۱۲
(۵) انچیاج	۰	۰	۲۴
(۶) بوہرہ مشنری	۰	۰	۳۳
(۷) منگرول مشنری			۱۲
(۸) مفتی	۰	۱۰	۱۱
(۹) باورچی	۷	۶	۱۲
(۱۰) خادمہ	۴	۵	۱۳
(۱۱) باغبان	۷	۴	۱۳
میزان کل	۶	۶	۲۰۵

نقشہ نمبر (۵) سائر مسلم مشن ووکنگ در انگلستان

	پنس	شلنگ	پونڈ
(۱) سٹیشنری	۲½	۱۷	-
(۲) محصول ڈاک	۰	۰	۱۱
(۳) تالیف قلوب	۲	۱۸	۱
(۴) مرمت مکان و اسباب	۹½	۱۶	۸
(۵) روشنی و پانی	-	۱۴	۲
(۶) متفرق خرچ	۴	۸	۳۰
(۷) پیشگی	۹	۱۰	۲۳
(۸) تاربرقی و ٹیلیفون	۲	۱۴	-
(۹) متفرق	۰	-	۱۲۷
کل میزان	۶	۱۹	۲۰۶

امر کی تفصیل اسی رسالہ میں [illegible] صفحہ
اور نقشہ کا [illegible] سیکرٹری

نقشہ نمبر (۶) سائر اسلامک ریویو و کتب

	پنس	شلنگ	پونڈ
(۱) سٹیشنری	۴	۱۷	-
(۲) تاریں	۲	۱۴	۰
(۳) محصول ڈاک اسلامک ریویو	۵	۱۲	۲۹
(۴) محصول ڈاک کتب	۱۱	۱۹	۱۰
(۵) کاغذ ریویو	۰	۱	۱۱
(۶) طباعت ریویو	۱	۵	۱۵۷
(۷) قرآن	۲	۰	۸
(۸) متفرق	۵	۱۴	۶
کل میزان	۶	۴	۲۲۵

نقشہ نمبر (۷) لنڈن مسلم ہاؤس

	پنس	شلنگ	پونڈ
(۱) روشنی پانی گیس	۴	۴	۵
(۲) دعوتیں	۵	۲	۱۳
(۳) اسباب و مرمت	-	۰	۵
کل میزان	۹	۶	۲۳

گوشوارۂ آمد و خرچ ووکنگ مسلم مشن و اسلامک ریویو و بشیر فنڈ و تبلیغ اسلام ریزرو فنڈ دفتر ہندوستان بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۵ء

تفصیل آمد	نمبر فائل	رقم آمد ہندوستان — پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر فائل	رقم خرچ ہندوستان — پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن	۱/ب	۹	۹	۷۰۰	خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو بشیر فنڈ در ہند	۴/ب	۰	۱۰	۱۵۶۷
آمد اسلامک ریویو	۲/ب	۰	۱۵	۶۰۵					
آمد ریزرو فنڈ تبلیغ اسلام	۳/ب	۰	۰	۱۵					
کل میزان		۹	۸	۱۳۲۱	میزان		۰	۱۰	۱۵۶۷

دستخط۔ ڈاکٹر غلام محمد آنریری فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل لاہور

نقشہ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۵ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب ایم محمد شفیع صاحب حیدرآباد دکن	۰	۰	۵
" مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب دہلی	۰	۰	۵
" خواجہ عبدالغنی صاحب عزیز منزل لاہور بابت قیمت شرنگھال	۰	۰	۱
" مستری محمد عیسےٰ صاحب لاہور	۰	۰	۲
" تاج الدین صاحب منڈی دکم	۰	۰	۵
" مشتاق احمد صاحب بھوپال	۰	۰	۱۵
" منہاج الدین صاحب بھٹنڈا	۰	۰	۵
" خان بہادر نواب مولا بخش صاحب بہادر بہاولپور	۰	۰	۱۰۰
بقایا دا پسی پیشگی حضرت خواجہ صاحب ازرقم دو صد جو سفر خرچ بمبئی کیلئے لے گئے	۹	۰	۶۵
جناب عبدالخالق صاحب بنگال	۰	۰	۷
" خان فضل کریم خاں صاحب پشاور	۰	۰	۳
" عبدالعظیم صاحب انجن گاؤں	۰	۰	۱
" طاہرالدین احمد صاحب میمن سنگھ بنگال	۰	۰	۲
" امیر علی صاحب بحر کنڈا	۰	۱۱	۲
" فضل الدین احمد صاحب بھوپال	۰	۰	۵
" امیر حسن صاحب کاکوری لکھنؤ	۰	۰	۱
" شیخ خدا بخش صاحب وکیل پشاور	۰	۰	۱۰
" محمد صدیق صاحب کلانحڑہ	۰	۴	۲
بقایا دا پسی پیشگی از جناب خواجہ نذیر احمد صاحب ازرقم ۵۰ روپے جو سفر ڈلہوزی کیلئے لئے گئے	۰	۱۴	۴۰
جناب محمد شریف خان صاحب سالول بابت تعمیر مسجد و لندن	۰	۰	۵
" امیر علی صاحب تعمیر مسجد و لندن	۰	۰	۵
" از اثاثات پوسٹل آڈٹ آفس ...	۰	۱۲	۶
" بابو منہاج الدین صاحب بھٹنڈا	۰	۰	۵
" فتح محمد صاحب راجبندری	۰	۰	۵
دا پسی امپرسٹ افسر صیغہ	۳	۱	۴۸
جناب عبدالمعبود صاحب بیلا تال	۰	۰	۲
دا پسی امپرسٹ افسر صیغہ از سالانہ امپرسٹ	۹	۱۴	۲۵۱
مسز ایم۔ ایم خاں صاحب اوکاڑہ	۰	۰	۶۰
جناب عبدالعظیم صاحب انجن گاؤں	۰	۰	۱
" خدا بخش صاحب پشاور	۰	۰	۱۰
" مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب دہلی	۰	۰	۵
" تاج الدین صاحب منڈی دکم	۰	۰	۵
" قاضی خادم حسین صاحب بارابنکی	۰	۰	۳
" سید محمد اشرف صاحب کوہاٹ	۰	۰	۱۰
کل میزان	۹	۹	۷۰۰

نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو فنڈ در ہندوستان بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
حضور حاجی حمید اللہ خان صاحب بھوپال	۰	۰	۵۰
جناب مشتاق احمد صاحب	۰	۰	۱۰
،، محمد عبد اللہ صاحب منٹگمری			۵
،، محمد ابراہیم صاحب ضلع چٹا گانگ بنگال			۲
،، قیمت ریویو	۰	۱۵	۵۳۸
کل میزان	۰	۱۵	۶۰۵

نقشہ نمبر ۳ تفصیل آمد ریزرو فنڈ تبلیغ اسلام بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
جناب مشتاق احمد صاحب بھوپال	۰	۰	۱۵
کل میزان	۰	۰	۱۵

نقشہ نمبر ۴ خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو فنڈ در ہند ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
نمبر ۷۴ الاونس ایڈیٹر ماہ اگست سنہ ۲۵ء	۰	۰	۳۰۰
نمبر ۷۵ تنخواہ عملہ ہندوستان ،، ،،	۰	۰	۲۲۵
نمبر ۷۶ تنخواہ سفیر ،،	۰	۰	۲۹
نمبر ۷۷ خرچ متفرق	۰	۱۳	۸
نمبر ۷۸ سیاہی ہینڈ پریس عہ رینڈ اسٹنسل پیپر للعہ اجرت طبع ایک کاپی حساب آمد و خرچ مشن در جولائی سنہ ۲۵ء ۱۲ اجرت کتابت ،، ،، ،، للعہ کتابت کارڈ عید الفطر عہ ۔ لیوی ۲ کاغذ ہینڈ پریس از کلکتہ مع سٹیشنری عا مترانی اپریل لغایت جولائی سنہ ۱۹۲۵ء چار ماہ عہ ۱۳ کرایہ تانگہ تک عہ ریپیر اسلامک ریویو در یم ۱۱ کاغذ برائے حساب دکنگ جولائی سنہ ۲۵ء کہ برائے پریس نقشہ ہوا عہ ۱۰ کاغذ فلسکیپ .. .. ۵ عہ ٹکٹ ما للعہ ۱۳	۳	۱	۱۹۸
نمبر ۷۹ مترانی ماہ اگست ۸ ریویو رنگ ۱۰ تاریں دو عہ ۔ ٹکٹ ۱۵	۶	۰	۲۳
نمبر ۸۰ کرایہ دفتر ماہ جولائی و اگست سنہ ۲۵ء ۲۰			۲۰
نمبر ۸۱ تاریں	۰	۴	۱۶
میزان	۹	۲	۸۲۰

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
نمبر ۸۲ الاونس ایڈیٹر ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء	۰	۰	۳۰۰
نمبر ۸۳ ،، عملہ ،،	۰	۰	۲۸۸
نمبر ۸۴ متفرق خرچ	۰	۴	۳
نمبر ۸۵ کرایہ دفتر ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء	۰	۰	۱۰
نمبر ۸۶ ٹکٹ عہ ۔ تار ووکنگ صہ لیوی بلاٹنگ پیپر ۲ دو مڈ پیریٹ ۱۲	۳	۱	۳۸
نمبر ۸۷ بل خلیفہ عبد المجید صاحب سفیر لاہور سے براستہ راولپنڈی کشمیر ۔ قلی لاہور کرایہ ٹانگہ .. .. ۱۰ کرایہ ریل لاہور سے راولپنڈی انٹر للعہ ۱۱ قلی سٹیشن راولپنڈی ۳ کرایہ موٹر ایک سیٹ کشمیر تک عنہ ۲ کرایہ واپسی راولپنڈی تک ایک سیٹ موٹر عنہ ۲ قلی پنڈی .. ۲ پنڈی سے لاہور تک ٹکٹ انٹر للعہ ۱۱ قلی لاہور ۲ ۔ کرایہ ٹانگہ ۸ واپسی کشمیر سے لاہور ۱۲ یوم کا الاونس فی یوم بحساب ۱۲ عہ ۵ تار ۱۲	۰	۲	۶۸
نمبر ۸۸ تنخواہ رجھپال محرر پریل تا مئی بحساب بیس روپے	۰	۰	۴۰
میزان کل	۰	۱۰	۱۵۶۷

یہ فنڈ دسمبر ۱۹۲۳ء میں شروع ہوا - اس فنڈ کیلئے دفتر سے مسلسل تحریک جاری رہی - اور مسلم احباب ہند نے وقتاً فوقتاً اس فنڈ کی آبیاری کی اور کل فراہم شدہ رقم ۵۵۴۹-۱۰-۰ روپیہ ہوئی جسمیں سے ۷ عدد ڈرافٹ وقتاً فوقتاً اس کتاب کے انگریزی ترجمہ و مفت تقسیم کیلئے دفتر ووکنگ انگلستان کو روانہ کئے گئے - ان سات عدد ڈرافٹ کی رقم ۵۰۱۷-۰-۳ روپیہ تھی - باقی ۵۳۲-۱-۹ روپیہ کی رقم اخراجات سفرخرچ و سٹیشنری محصول ڈاک برائے تحریک و روانگی کتاب اردو پر مشتمل ہے - جس کی تفصیل گزشتہ ۵ پرچوں میں شائع ہو چکی ہے

بفضلہ تعالیٰ انگریزی کتاب یورپ میں بہت ہی مقبول ہوئی ہے - اس کتاب پر یوروپین اخبارات کی ایک کثیر تعداد نے اچھے الفاظ میں تنقید کی ہے - حقیقتاً اس کتاب نے عیسائیت کو جڑوں سے کھوکھلا کر دیا ہے - اور بہت سے حق پسند و انصاف جو یوروپین طبائع کے ایمانیات میں تزلزل پیدا کر دیا ہے - درحقیقت اس کتاب نے یورپ میں کفر توڑ کا کام کیا ہے - جو بھی عیسائی اسے پڑھتا ہے وہ عیسائیت سے بیزار ہو جاتا ہے - اور اس کا ایمان متزلزل ہو جاتا ہے - اس کا پہلا ایڈیشن بالکل ختم ہو گیا ہے - دوسرا ایڈیشن بہت جلد مطبع میں جانیوالا ہے - اور طبع ثانی کیلئے لاہور سے اس فنڈ کی آخری قسط ۹۴۲ روپیہ بذریعہ تار انگلستان روانہ کر دیگئی ہے - یہ کتاب جسقدر بھی یورپ میں مفت تقسیم ہو گی - اسی قدر لوگ اسلام کی طرف متوجہ ہونگے - اسلئے ہماری مسلم برادران وطن سے درخواست ہے کہ وہ اس کتاب کو اپنی طرف سے یوروپین حلقہ میں مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں +

عزیز منزل - لاہور
مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۵ء

خادم
سکرٹری مسلم مشن ووکنگ

گوشوارۂ آمد کتاب ینابیع المسیحیت

از دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء لغایت ۳۱ اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء

نمبر	تفصیل آمد	بروئے نقشہ	رقم آمد		
			پائی	آنہ	روپیہ
۱	آمد از ضلع پشاور معرفت حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام	تفصیل مشتہرہ رسالہ اشاعت اسلام صفحات ۱۹۷-۱۹۸ و ۱۹۹ جلد ۱۰ نمبر ۴ نقشہ الف	۶	۵	۳۲۵۵
۲	آمد در جلسہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور ماہ دسمبر سال سنہ ۱۹۲۳ء	مشتہرہ رسالہ اشاعت اسلام صفحہ ۱۹۹ جلد ۱۰ نمبر ۴ نقشہ ب	۰	۴	۱۵۸
۳	آمد بذریعہ منی آرڈر وی۔ پی از ہندوستان ...	ایضاً نقشہ ج	۰	۰	۵۹۰
۴	دستی فروخت	...	۰	۶	۱۳۲
۵	امداد از مسلم احباب در ہندوستان	مشتہرہ رسالہ اشاعت اسلام صفحہ ۳۹۰ جلد ۱۰ نمبر ۲ نقشہ الف	۶	۱۰	۳۴۲
۶	جناب محمد مبین صاحب کلکتہ	بذریعہ بیمہ	۰	۰	۲۰۰
۷	جناب پروفیسر [illegible] صاحب علی گڑھ	دستی حضرت خواجہ صاحب	۰	۰	۱۵
۸	جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب شملہ	دستی	۰	۰	۶
۹	از انجمن رنگون معرفت ملا داود صاحب رنگون	بذریعہ چیک	۰	۰	۷۵۰
	کُل میزان		۰	۱۰	۵۵۴۹

گوشوارۂ خرچ کتاب ینابیع المسیحیت

از دسمبر ۱۹۲۳ء لغایت ۳۱ - اکتوبر ۱۹۲۵ء

نمبر	تفصیل اخراجات	بروئے نقشہ	رقم		
			پائی	آنہ	روپیہ
۱	اخراجات سفر خرچ حضرت خواجہ صاحب در ضلع پشاور	تفصیل مشتہرہ رسالہ اشاعت اسلام صفحہ ۲۰۰ جلد ۱۰ نمبر ۴ نقشہ د	۶	۷	۱۵۶
۲	ڈرافٹ نمبر (۱) برائے طبع انگریزی ینابیع المسیحیت جو ۳ اپریل ۱۹۲۴ء کو ووکنگ روانہ کیا گیا۔	مشتہرہ ۹/۱۲/۲۴ یہ رقم ووکنگ انگلستان کے حساب اپریل ۱۹۲۴ء آمدہ از ووکنگ میں درج ہے اور رسالہ اشاعت اسلام کے صفحہ ۳۳۵ جلد ۱۱ نمبر ۷ کے گوشوارہ حساب ووکنگ میں مشتہر ہو چکی ہے۔			۱۵۰۰
۳	متفرق اخراجات	مشتہرہ رسالہ اشاعت اسلام صفحہ ۲۰۰ جلد ۱۰ نمبر ۴ نقشہ و	۰	۵	۱۰۱
۴	محصول ڈاک	تفصیل مشتہرہ رسالہ اشاعت اسلام صفحہ ۳۹ جلد ۱۰ نمبر ۹	۰	۱۵	۵۹
۵	دیگر اخراجات متعلقہ طباعت انڈکس ینابیع	" " " "	۰	۱۴	۲۶
۶	ڈرافٹ نمبر (۲) برائے طباعت انگریزی ینابیع المسیحیت نمبر ۶۲/۹۹۰	تیس پونڈ دیکھو حساب ووکنگ انگلستان اپریل ۱۹۲۴ء لغایت جون ۱۹۲۴ء مشتہرہ رسالہ اشاعت اسلام صفحہ ۳۳۵ جلد ۱۱ نمبر ۷	۳	۸	۴۳۵
۷	پانچ عدد ڈرافٹ برائے طباعت ینابیع المسیحیت انگریزی	نقشہ نمبر الف تفصیل صفحہ ۵۴۴ رسالہ ہذا	۰	۰	۳۰۸۲
۸	تنخواہ محرر محمد امین قریشی	اس کتاب کی امداد کی تحریک کیلئے محرر رکھا گیا تھا	۰	۰	۲۵
۹	قیمت رسالہ اشاعت اسلام لاہور	چارسدہ سے جو چندہ فراہم ہوا اس میں سے بعض معطیان کے نام رسالہ ارسال ہونا منظور تھا اس لئے اس کا سالانہ چندہ دفتر رسالہ اشاعت اسلام کو دیا گیا۔	۰	۸	۱۰۳
۱۰	محصول ڈاک	از ۱۰ ستمبر ۱۹۲۴ء لغایت [illegible]	۰	۰	۲۹
۱۱	سٹیشنری	" " " "	۰	۱۰	۷
۱۲	متفرق ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۴ء لغایت اخیر اکتوبر ۱۹۲۵ء	نقشہ نمبر ب تفصیل صفحہ ۵۴۴ رسالہ ہذا	۳	۶	۲۲
		کل میزان	۰	۱۰	۵۵[illegible]۹

کل رقم: سکہ ہندی — روپیہ ۵۰۱۷ — آنہ ۸ — پائی ۳ | مرسلہ رقم ڈرافٹ سکہ انگریزی — پونڈ ۳۶۵ — شلنگ ۱۷ — پنس ۱۱

نقشہ (الف)

تفصیل ساتھ عدد ڈرافٹ جو ینابیع المسیحیت انگریزی کی طباعت کیلئے ووکنگ انگلستان بھیجے گئے

نمبر ڈرافٹ	سکہ ہندی	سکہ انگریزی	کس ماہ کے حساب میں ووکنگ انگلستان میں جمع ہوا	کس ماہ کے رسالہ اشاعت اسلام میں وہ حساب مشتہر ہوا
۴-۳	۵۴ — ۰ — ۰ ۲۴۰ — ۰ — ۰	۳۳-۱۳-۹ ۱۷-۱۲-۱۰ (۵۱-۱-۷)	اکتوبر ۱۹۲۴ء لغایت فروری ۱۹۲۵ء	مشتہرہ صفحہ ۳۴۲ جلد ۱۱ نمبر ۷
۵	۷۰۰ — ۰ — ۰	۵۲-۶-۴	مارچ ۱۹۲۵ء	مشتہرہ صفحہ ۳۴۲ جلد ۱۱ نمبر ۷
۶	۷۵۰ — ۰ — ۰	۵۶-۶-۱۱		
۷	۹۶۲ — ۰ — ۰	۷۱-۰-۰		
کل میزان	۳۰۱۲ — ۰ — ۰	۲۳۱-۴-۲		

اس کے پیشتر دو عدد ڈرافٹ روانہ کئے گئے - جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے:

ڈرافٹ نمبر	روپیہ — آنہ — پائی	پونڈ — شلنگ — پنس
(۱)	۱۵۰۰ — ۰ — ۰	۱۰۴ — ۱۳ — ۹
(۲)	۴۳۵ — ۸ — ۳	۳۰ — ۰ — ۰
میزان	۱۹۳۵ — ۸ — ۳	۱۳۴ — ۱۳ — ۹

نقشہ (ب)

متفرق

	روپیہ	آنہ	پائی
تار ڈرافٹ نمبر ۳	۰	۲	۰
متفرق	۰	۰	۳
" " نمبر ۵	۰	۱۰	۰
" " نمبر ۶	۰	۱۰	۰
" " نمبر ۷	۱	۰	۰
خرچہ تار ڈرافٹ نمبر ۷ ×	۲۰	۰	۰
کل میزان	۲۲	۶	۳

× بموجب ہدایت حضرت خواجہ صاحب کے ووکنگ سے تحریر فرمایا - کہ چونکہ سابقہ طبع شدہ کتاب انگریزی ینابیع المسیحیت بالکل ختم ہے اسلئے فنڈ کا کل روپیہ بہت جلد روانہ کیا جائے - اسکی تعمیل میں کل رقم بذریعہ تار ارسال کی گئی - سکرٹری

فنڈ

امداد بغرض اشاعت ادبیات اسلامیہ فی بلاد الغربیہ

فنڈ عنوان بالا محتاج تعارف نہیں ۔ اس فنڈ کی اہمیت ناظرین کرام پر اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء کے نمبر میں واضح ہو چکی ہے ۔ یہ فنڈ عملی رنگ میں علمی ۔ ذہنی ۔ اخلاقی اور روحانی جہاد کی حمایت میں ہے ۔ ہم نے یورپ میں اس چیلنج کو جو عیسوی کیمپ سے نکلا قبول کر لیا ہے ۔ اب ہم نے یوروپین دنیا کو یہ دکھانا ہے ۔ کہ قرآن حکیم ہر طرح سے علمی تنقید کے نیچے آسکتا ہے +

اس علمی جہاد میں ہمارے مشن کی طرف سے جیسا کہ اعلان ہو چکا ہے تین کتب یکے بعد دیگرے انگریزی زبان میں شائع ہونگی ۔ جو آج کل حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ (انگلستان) کے زیر تصنیف ہیں اوّل "اسوۂ انبیاء" ۔ دوم ۔ ترجمہ احادیث نبوی سوم ۔ اخلاق قرآنیہ مندرجہ بالا کتب کی تکمیل اخراجات کثیر چاہتی ہے ۔ اسلئے برادران ملت سے گذارش ہے ۔ کہ تھوڑی تھوڑی امداد سے اس فنڈ کی آبیاری فرمائیں ۔ اگر تین تین چار چار روپیہ سے بھی ہمیں مدد دیں ۔ تو بہت کچھ ہو سکتا ہے ۔ اور مندرجہ بالا کتب بہت جلد چھپ کر شائع ہو سکتی ہیں ۔ یہ کتابیں علے العموم یورپ میں مفت تقسیم ہونگی ۔ ان کتب کے شائع ہونے پر امید ہے ۔ کہ پادری صاحبان کے کیمپ میں ایک کھلبلی پڑ جائیگی +

اس فنڈ میں ۔ ۸ ۔ ۳۹۴ / روپیہ آج تک آمد ہوئی ہے ۔ جو بصورت ڈرافٹ تبلیغی میدان میں حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں ووکنگ انگلستان میں ارسال کر دیئے گئے ہیں +

خادم ۔ مسلم مشن ووکنگ

عزیز منزل ۔ لاہور
۳۱ ۔ اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء

* اس کی تفصیل صفحہ ۵۵۰ نقشہ نمبر (۱) پر درج ہے ۔

گوشوارۂ آمد و خرچ فنڈ امداد بغرض اشاعت ادبیات اسلامیہ فی بلاد الغربیہ

بابت ماہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۲۵ء

آمد در ہندوستان	پائی	آنہ	روپیہ
از مسلم برادران ہندوستان نقشہ نمبر (۱) *	۰	۸	۳۹۴
* اسکی تفصیل نقشہ نمبر (۱) ذیل میں درج ہے — میزان	۰	۸	۳۹۴

تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ڈرافٹ نمبر ۳۱۴۰/۶۳ — ۳ پونڈ ۷ شلنگ	۰	۰	۵۱ (وولنگ روانہ کیا گیا)
۲ بٹہ چک نمبر ۱۴ عبد المجید خانصاحب سرینگر · ۳ بٹہ چک نمبر ۱۶ — از لیشاور انجمن احمدیہ	۰	۱	۱
۴ ڈرافٹ نمبر ۲۲۴۴/۶۳ — ۲۵ پونڈ ۱ شلنگ ۱ پنس	۰	۷	۳۴۲
کل میزان	۰	۸	۳۹۴

* نقشہ نمبر (۱) آمد در ہندوستان از مسلم برادران وطن

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱- جناب خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب مراد آباد	۰	۰	۱۰
۲- " شیخ خالد یوسف صاحب سکندر آباد	۰	۰	۵
۳- " عبد الغنی راج نگر	۰	۰	۵
۴- معرفت جناب محبوب خان صاحب جوہری دھاروار بتفصیل ذیل:- جناب نیاز محبوب خان صاحب ۱۰ — جناب قطب الدین صاحب ۱۰ — چاند صاحب و چراغ علی صاحب عہ — عبد الکریم صاحب عہ — غوث میاں عہ — لدھو ۸ — نقیر صاحب عہ — سلطان صاحب ۸ — آدم صاحب عہ — ملک صاحب عہ — داؤد صاحب ۸ — محمد ماد اصاحب ۸ — امین صاحب عہ — امام صاحب ۸ — فیس منی آرڈر ۸ — کل لہ ۳۱	۰	۰	۳۱
۵- جناب ایم یحییٰ حق صاحب کالی ہاٹی	۰	۰	۱۰
۶- سید فضل الرحمان صاحب کانپور	۰	۰	۵
۷- سید خورشید علی صاحب لکھنؤ	۰	۸	۵
۸- غلام احمد صاحب کلاکی کولار گولڈ فیلڈ	۰	-	۵
۹- ایس فتح محمد صاحب راجندری	۰	۰	۳
۱۰- جناب نواب برلا بخش صاحب بہاولپور	۰	۰	۲۰
۱۱- مانگ یو راری	۰	۰	۳
۱۲- ایس-آئی رحمان اکولہ	۰	۰	۵
۱۳- مکرم علی صاحب ڈیرہ دگڑھ	۰	۸	۷
۱۴- جناب عبد المجیب خانصاحب سرینگر (چیک)	۰	۰	۱۵
۱۵- جناب عبد الواحد صاحب اجمیر	۰	۰	۳۰
۱۶- چیک معرفت جناب ولادر شاہ صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لیشاور بتفصیل ذیل:- جناب مولوی غلام حسن صاحب ۵۰ — جناب شیخ خدا بخش صاحب ۵ — جناب دلاور خانصاحب ۵ — ملک مظفر خانصاحب عہ — محمد نصیر خان ۳ — شیخ ہدایت اللہ صاحب ۲ — میاں بہاء الدین عہ — سید مدثر شاہ صاحب عہ — مثال خان صاحب صہ — سیف الرحمان صہ — شیخ فضل کریم صاحب صہ — میاں فضل خالق خان صہ — مرزا سلطان احمد صہ — اشرف خان نعمان عہ — ہارون رشید عہ — عبد الرحمان جان عہ — رفیع بصیر — عبد الرحیم صہ — میاں محمد مکی صاحب عہ — میرام ڈی شاہ عہ — منشی احمد جان عہ	۰	۰	۱۰۰
۱۷- جناب ایم-اے جعفری الہ آباد	۰	۰	۱۰
۱۸- جناب عبد الرشید خانصاحب سورت	۰	۰	۱۰۰
۱۹- ایس لال محمد صاحب امراوتی	۰	-	۵
۲۰- " نور الحق صاحب ہزاری باغ	۰	۸	۲
۲۱- اے-ایچ فاروقی رانی	۰	۰	۱۰
۲۲- جناب علی محمد صاحب گورداسپور	۰	۰	۵
۲۳- " عبد المعبود صاحب ڈیری	۰		۲
کل میزان	۰	۸	۳۹۴

عزیز منزل لاہور
مورخہ ۳۱- اکتوبر ۱۹۲۵ء

گوشوارۂ آمد و خرچ ووکنگ مسلم مشن

دفتر ہندوستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	رقم آمد ہندوستان: پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	رقم خرچ ہندوستان: پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن	نمبر ۱	۰	۱۰	۱۲۵	خرچ اسلامک ریویو و مسلم مشن ووکنگ	نمبر ۴	۸	۱۰	۷۵۱
آمد ریویو	نمبر ۲	۰	۱۳	۲۳۲					
ریزرو تبلیغ اسلام فنڈ	نمبر ۳	۰	۴	۱۳					
میزان آمد		۰	۱۱	۳۷۱	میزان		۸	۱۰	۷۵۱

دستخط ۔ ڈاکٹر غلام محمد آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

نقشہ نمبر ۱ تفصیل امداد مشن در ہندوستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
جناب فضل الدین صاحب	-	۰	۵
" نواب الدین صاحب کشمیر	-	۰	۶
" عبدالسلام قدوس صاحب			
" صبیح الدین صاحب رستنگ	۰	۰	۲
" امیر حسن صاحب کاکوری لکھنؤ	۰	۰	۱
	۰	۰	۱
از اسٹاک پوسٹل آڈٹ آفس مدراس	۰	۱۰	۳
جناب عبدالسلام صاحب برہانپور	-	۰	۵
جناب ایم غلام جیلانی صاحب میرٹھ	۰	۰	۱۰
" عبدالمعبود صاحب بیلا تال	-	-	۱
" سید سرمست حسین صاحب ٹمکور	۰	۸	۱
معرفت جناب عبداللہ خان صاحب انجنیر کابل، افغانستان		۸	۸۹
میزان	-	۱۰	۱۲۵

(۸ روپیہ متعلق ترجمہ بمیہ جناب مولوی غلام حسن صاحب پشاور نے وضع کرلئے ۔ کل رقم ۹۷ تھی)

نقشہ نمبر ۲ آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
معرفت تعظیم حضور حاجی محمد حمید اللہ خان صاحب بہادر بھوپال	۰	-	۵۰
قیمت اسلامک ریویو	۰	۱۳	۱۸۲
میزان	۰	۱۳	۲۳۲

نقشہ نمبر ۳ آمد تبلیغ اسلام فنڈ در ہندوستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
جناب حکیم صلاح الدین صاحب کاکوری	۰	۴	۱۳
میزان	۰	۴	۱۳

نقشہ نمبر ۴ تفصیل خرچ اسلامک ریویو و ووکنگ مسلم مشن بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء در ہندوستان

بل نمبر ۱ پیشگی برائے امپیریل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۰ — ۰ — ۳۰۰

زر قیمت قرآن کریم انگریزی جو کہ ووکنگ انگلستان میں زر قیمت ہوا ۔ اسکی قیمت دفتر ووکنگ انگلستان میں جمع ہوئی ۔ یہاں پر رقم انگریزی قرآن کریم کی مد میں منتقل کی گئی ۔ یہ آمد مئی سنہ ۱۹۲۵ء تا نہایت جولائی سنہ ۱۹۲۵ء ہے ۔ جو کل ادا کی گئی ۔ اور اخیر جولائی سنہ ۱۹۲۵ء تک قرآن کریم کا کل حساب ادا کر دیا گیا ۔ ۸ — ۱۰ — ۴۵۱

مسجد ووکنگ (انگلستان) میں احادیثِ نبوی کا انگریزی ترجمہ

زیر اہتمام
حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان)

جن تین کتب کی اشاعت کا اعلان گذشتہ نمبر میں "مسلم برادران کے غور کرنے کی ایک نہایت ہی اہم ضرورت" کے عنوان کے نیچے دیا گیا ہے۔ انمیں ایک کتاب "اُسوۂ انبیاء" بفضلہ تعالیٰ بالکل تیار ہوگئی ہے۔ جو بہت جلد ہندوستان پہنچ جائیگی۔ اسکے بعد احادیث نبوی کی اشاعت کی اشد ضرورت ہے۔ یہیں پانصد مستند احادیث کا انگریزی ترجمہ ہوگا۔ اگر برادران اسلام اس کارِ خیر میں امداد فرمائیں تو یہ ضروری کتاب بہت جلد شائع ہوسکتی ہے۔ ناظرین کرام میں سے اگر ہر ایک دردمند اسلام حضرت نبی کریم صلعم کی محبت میں عا کی قلیل رقم سے اس کارِ خیر میں حصہ لے۔ تو یہ عظیم الشان کتاب بہت جلد شائع ہوکر یورپ میں بہترین خدمت اسلام سرانجام دے سکتی ہے۔ غیر مسلم یورپین اخوان و خواتین کے کانوں تک اقوال نبوی کے پہنچانے والے خواہشمند مسلم بھائی اس اہم کام کی طرف اپنی توجہ مبذول فرماکر داخلِ حسنات ہوں۔ مسلمان بھائیوں کی قلیل توجہ سے اسوقت بہت کچھ کام یورپ میں ہوسکتا ہے۔

خادم

سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل لاہور (پنجاب)

ضروری نوٹ:۔ اس فنڈ میں جس قدر امداد فراہم ہوتی ہے ہر ماہ کے آخیر بصورتِ ڈرافٹ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی خدمت میں ووکنگ (انگلستان) بھیجدی جاتی ہے۔ سکرٹری